

# الرَّفِيقُ الْفَصِيحُ لَشَكْوَةِ الْمَصَابِيحِ

جلد ۱۶



افادات

حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہ  
شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد

مرتب

محمد سلاروق غفرلہ

# الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح

جلد ۱۶

افادات

حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہ  
شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد

مرتب

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہا پوڑ روڈ میرٹھ (یو پی) ۲۰۶۰۵۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ○

## تفصیلات

نام کتاب..... الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح ج: ۱۶  
 افادات..... حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہ  
 مرتب..... محفل رُوق غفرلہ خادم جامعہ محمدیہ میٹروپولیٹن  
 کمپوزنگ..... نجم الحسن قاسمی لکھنؤ پوری شعبہ کمپیوٹر جامعہ ہذا  
 سن اشاعت..... ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء  
 صفحات..... ۴۶۶

قیمت

ناشر

# مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمدیہ علی پور ہاپور روڈ میسرٹھ (یو پی) ۲۴۵۲۰۶

فہرست  
الرفیق الفصیح  
لمشکوۃ المصابیح  
جلد: ششم



اجمالی فہرست  
الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح  
جلد ششم

نمبر شمار	مضامین	رقم الحدیث	نمبر صفحہ
۱	کتاب النکاح	۲۹۴۶ تا ۲۹۶۳ /	۲۶
۲	باب النظر الى المخطوبة	۲۹۶۴ تا ۲۹۹۱ /	۷۱
۳	باب اعلان النکاح	۲۹۹۲ تا ۳۰۱۱ /	۱۱۶
۴	باب المحرمات	۳۰۱۲ تا ۳۰۳۱ /	۱۶۸
۵	باب المباشرة	۳۰۳۲ تا ۳۰۴۶ /	۲۵۴
۶	گذشتہ باب کے متعلقات کا بیان	۳۰۴۷ تا ۳۰۵۰ /	۲۹۲
۷	باب الصداق	۳۰۵۱ تا ۳۰۵۸ /	۳۰۰
۸	باب القسم	۳۰۵۹ تا ۳۰۶۷ /	۳۲۰
۹	کتاب الولیمة	۳۰۶۸ تا ۳۰۸۶ /	۳۴۹
۱۰	باب عشرة النساء ومال کل واحدة	۳۰۸۷ تا ۳۱۲۰ /	۳۸۳
۱۱	باب الولی فی النکاح واستئذان البراة	۳۱۲۱ تا ۳۱۳۳ /	۴۳۵



صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
	کتاب النکاح	
۲۶	(نکاح کا بیان)	۱
//	مباحث اربعہ علمیہ مفیدہ	۲
//	البحث الاول ما قبل سے مناسبت	۳
//	البحث الثاني مشروعیت کا ثبوت	۴
۲۷	البحث الثالث نکاح کے لغوی واصطلاحی معنی	۵
۲۸	زنا سے حرمت مصاہرت کا ثبوت	۶
۳۹	البحث الرابع حکم نکاح	۷
//	مذہب ائمہ کی تفصیل	۸
۳۱	البحث الخامس نکاح کے فوائد و فضائل	۹
۳۲	رکن نکاح	۱۰
۳۵	﴿الفصل الاول﴾	
//	حدیث نمبر ﴿۲۹۴۶﴾ نکاح کرنے کی تاکید	۱۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲	وجاء اور انحصاء میں فرق -----	۳۸
۱۳	حدیث نمبر ﴿۲۹۴۷﴾ ترک نکاح کی ممانعت -----	//
۱۴	حدیث نمبر ﴿۲۹۴۸﴾ دین دار لڑکی سے نکاح کرنے کی ترغیب -----	۴۱
۱۵	حدیث نمبر ﴿۲۹۴۹﴾ نیک بیوی بہترین متاع ہے -----	۴۳
۱۶	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۰﴾ قریشی بیویوں کی فضیلت -----	۴۴
۱۷	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۱﴾ عورتوں کا فتنہ -----	۴۶
۱۸	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۲﴾ عورت کے فتنہ سے بچو -----	۴۷
۱۹	فتنہ عورت کی تفصیل -----	۴۹
۲۰	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۳﴾ تین چیزوں میں نحوست -----	۵۱
۲۱	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۴﴾ کنواری لڑکی سے شادی کرنے کی ہدایت -----	۵۳
۵۶	﴿الفصل الثانی﴾	
۲۲	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۵﴾ نکاح کرنے والے پر اللہ کی مدد -----	//
۲۳	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۶﴾ اچھا رشتہ ملتے ہی نکاح کرنے کی ہدایت -----	۵۸
۲۴	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۷﴾ خوب محبت کر نیوالی عورت سے شادی کرنی چاہئے ---	۶۰
۲۵	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۸﴾ کنواری لڑکی سے شادی کرنے کا فائدہ -----	۶۲
۶۴	﴿الفصل الثالث﴾	
۲۶	حدیث نمبر ﴿۲۹۵۹﴾ نکاح ذریعہ محبت -----	//
۲۷	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۰﴾ آزاد عورتوں سے نکاح کی فضیلت -----	۶۵
۲۸	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۱﴾ نیک بیوی اور اس کی صفات -----	۶۶
۲۹	نیک بیوی کی صفات -----	۶۷
۳۰	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۲﴾ نکاح تکمیل دین کا ذریعہ -----	۶۹

صفحہ نمبر	مضامین	نمبر شمار
۶۹	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۳﴾ بابرکت نکاح -----	۳۱
۷۱	باب النظر الى المخطوبة وبيان العورات	۳۲
//	(مخطوبہ کو ایک نظر دیکھنے اور ستر کا بیان)	۳۳
۷۲	مخطوبہ کو دیکھنے کی مصلحت -----	۳۴
۷۳	﴿الفصل الاول﴾	
//	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۴﴾ اپنی مخطوبہ کو دیکھ لینا مستحب ہے -----	۳۵
۷۴	اختلاف ائمہ -----	۳۶
۷۶	مخطوبہ کے کن اعضاء کو دیکھنے کی اجازت ہے؟ -----	۳۷
۷۷	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۵﴾ اپنے شوہر سے دوسری عورت کا حال بیان کرنا منع ہے -	۳۸
۷۸	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۶﴾ ستر دیکھنے کی ممانعت -----	۳۹
۷۹	مرد کا ستر -----	۴۰
۸۰	عورت کا ستر محرم کے حق میں -----	۴۱
۸۱	امرد کا حکم -----	۴۲
//	غلام کا حکم -----	۴۳
۸۲	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۷﴾ غیر محرم سے تنہائی کرنا -----	۴۴
۸۳	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۸﴾ دیور تو موت ہے -----	۴۵
۸۴	حدیث نمبر ﴿۲۹۶۹﴾ معالج کا عورت کا ستر دیکھنا -----	۴۶
۸۶	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۰﴾ اچانک نظر کا حکم -----	۴۷
۸۷	اجنبی عورت پر نگاہ پڑے اور پسند آجائے تو اس کا علاج -----	۴۸
//	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۱﴾ غلط خواہش کا علاج -----	۴۹
۸۹	﴿الفصل الثانی﴾	

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۵۰	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۲﴾ منسوبہ کو دیکھنا -----	۸۹
۵۱	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۳﴾ مخطوبہ کو دیکھنا محبت میں اضافہ کا سبب ہے -----	۹۰
۵۲	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۴﴾ وقتی جنسی جذبات کا فوری علاج -----	۹۱
۵۳	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۵﴾ عورت پردہ کی چیز ہے -----	۹۲
۵۴	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۶﴾ اتفاقی نظر معاف ہے -----	۹۵
۵۵	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۷﴾ نکاح کے بعد باندی مالک کیلئے اجنبیہ کے مانند ہے --	۹۶
۵۶	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۸﴾ ران ستر ہے -----	۹۷
۵۷	مذاہب ائمہ -----	۹۸
۵۸	حدیث نمبر ﴿۲۹۷۹﴾ زندہ اور مردہ کا ستر ایک جیسا ہے -----	//
۵۹	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۰﴾ ران ڈھانکنے کی تاکید -----	۹۹
۶۰	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۱﴾ تنہائی میں ستر کھولنے کی ممانعت -----	۱۰۰
۶۱	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۲﴾ کیا عورت مرد کو دیکھ سکتی؟ -----	۱۰۲
۶۲	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۳﴾ اللہ تعالیٰ حیا کا زیادہ حقدار ہے -----	۱۰۴
۶۳	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۴﴾ اجنبیہ کے ساتھ تنہائی کی ممانعت -----	۱۰۵
۶۴	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۵﴾ مغیبات کے پاس جانے کی ممانعت -----	//
۶۵	عصمت انبیاء علیہم السلام کی حقیقت -----	۱۰۷
۶۶	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۶﴾ غلام مالکہ کے حق میں اجنبی مرد کے حکم میں ہے -----	//
۶۷	غلام سے پردہ ہے یا نہیں؟ -----	۱۰۸
	﴿الفصل الثالث﴾	
۶۸	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۷﴾ عورتوں کے پاس منخت کے آنے کی ممانعت -----	۱۰۹

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۶۹	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۸﴾ برہنہ ہونے کی ممانعت -----	۱۱۱
۷۰	حدیث نمبر ﴿۲۹۸۹﴾ کمال حیا -----	۱۱۳
۷۱	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۰﴾ عبادت کا مزہ پانے والا -----	۱۱۴
۷۲	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۱﴾ ممنوع چیز کو دیکھنے پر لعنت -----	۱۱۵
	باب اعلان النکاح والخطبة والشرط	۱۱۶
۷۳	(اعلان نکاح، خطبہ اور شرائط نکاح کا بیان)	//
۷۴	نکاح کے چار طریقے -----	//
۷۵	نکاح کا اعلان -----	۱۱۷
۷۶	حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کا ارشاد -----	۱۱۸
۷۷	سید آدم بنوری رحمۃ اللہ کا ارشاد -----	۱۲۰
	﴿الفصل الاول﴾	۱۲۲
۷۸	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۲﴾ نکاح خوشی کا موقع ہے -----	//
۷۹	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۳﴾ شادی کے موقع پر تفریح طبع -----	۱۲۵
۸۰	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۴﴾ ماہ شوال میں نکاح -----	۱۲۷
۸۱	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۵﴾ مہر ادا کرنے کا حکم -----	۱۲۹
۸۲	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۶﴾ پیغام در پیغام -----	۱۳۱
۸۳	پیغام کے مراحل اور احکام -----	//
۸۴	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۷﴾ طلاق دلوانے کی ممانعت -----	۱۳۲
۸۵	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۸﴾ نکاح شغار -----	۱۳۴
۸۶	شغار کے بارے میں مذاہب ائمہ -----	۱۳۵
۸۷	دلائل -----	//



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۸۸	حدیث نمبر ﴿۲۹۹۹﴾ متعہ کی ممانعت -----	۱۳۶
۸۹	متعہ اور نکاح موقت میں فرق -----	۱۳۷
۹۰	متعہ کا جواز و حرمت -----	//
۹۱	متعہ کے جواز کی حکمت -----	۱۳۸
۹۲	تحریم متعہ کا وقت -----	//
۹۳	متعہ کی حرمت کے سلسلہ میں محدثین کے اقوال، اور احادیث مذکورہ میں تطبیق --	۱۳۹
۹۴	متعہ کا حکم -----	۱۴۰
۹۵	حرمت متعہ کے وجوہات -----	۱۴۳
۹۶	حمار اہلی کی حرمت اور اختلاف ائمہ -----	۱۴۴
۹۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۰۰﴾ متعہ کی رخصت اور ممانعت -----	۱۴۵
	﴿الفصل الثانی﴾	۱۴۶
۹۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۰۱﴾ خطبہ نکاح -----	//
۹۹	خطبہ نکاح کی روایات -----	۱۴۹
۱۰۰	حدیث نمبر ﴿۳۰۰۲﴾ بلا خطبہ نکاح بے برکت ہے -----	۱۵۰
۱۰۱	مذاہب -----	۱۵۱
۱۰۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۰۳﴾ اہم کام کو حمد باری تعالیٰ سے شروع کرنا -----	۱۵۲
۱۰۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۰۴﴾ نکاح کے مستحبات -----	۱۵۳
۱۰۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۰۵﴾ نکاح اعلانیہ ہونا چاہئے -----	۱۵۵
۱۰۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۰۶﴾ شادی میں گانا -----	۱۵۶
۱۰۶	حدیث نمبر ﴿۳۰۰۷﴾ گانے کا نمونہ -----	۱۶۰



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۲۸	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد -----	۱۹۵
۱۲۹	ان عورتوں سے دوسرے کے حق کا متعلق ہونا -----	۱۹۹
۱۳۰	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول -----	۲۰۰
۱۳۱	اس اختلاف کی نوعیت -----	۲۰۱
۱۳۲	اختلاف مذاہب -----	//
۱۳۳	اہل کتاب -----	۲۰۲
۱۳۴	ایک قاعدہ و اصول -----	۲۰۳
۱۳۵	ملک کی وجہ سے حرمت -----	//
۱۳۶	مسائل متفرقہ -----	۲۰۴
۱۳۷	متعہ -----	۲۰۵
۱۳۸	نکاح موقت -----	//
۱۳۹	امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول -----	۲۰۶
۱۴۰	امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول -----	۲۰۷
۱۴۱	﴿الفصل الاول﴾ -----	۲۰۷
۱۴۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۱۲﴾ پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا -----	//
۱۴۳	حدیث سے مستنبط ایک اصول -----	۲۰۹
۱۴۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۱۳﴾ حرمت رضاعت -----	//
۱۴۵	علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد -----	۲۱۱
۱۴۶	حدیث نمبر ﴿۳۰۱۴﴾ رضاعی چچا محرم ہے -----	//
۱۴۷	لبن فحل کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ -----	۲۱۳
۱۴۸	تعارض مع دفع تعارض -----	۲۱۴

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۳۹	حدیث نمبر ﴿۳۰۱۵﴾ رضاعی بھائی کی بیٹی سے نکاح -----	۲۱۵
۱۵۰	حدیث نمبر ﴿۳۰۱۶﴾ ثبوت رضاعت کے لئے دودھ پینے کی مقدار -----	۲۱۶
۱۵۱	ثبوت رضاعت کے لئے دودھ پینے کی مقدار اور اختلاف ائمہ -----	۲۱۷
۱۵۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۱۷﴾ پانچ مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت کا ثبوت -----	۲۱۹
۱۵۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۱۸﴾ رضاعت کب معتبر ہے -----	۲۲۰
۱۵۴	مدت رضاعت اور اختلاف ائمہ -----	۲۲۲
۱۵۵	دلائل -----	۲۲۳
۱۵۶	حدیث نمبر ﴿۳۰۱۹﴾ ثبوت رضاعت کے لئے گواہ -----	۲۲۴
۱۵۷	شہادت مرضعہ سے ثبوت حرمت -----	۲۲۵
۱۵۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۰﴾ دار الحرب سے گرفتار ہو کر آنے والی عورت کا حکم -----	۲۲۶
۱۵۹	سبایا سے متعلق چند مسائل فقہیہ -----	۲۲۸
۱۶۰	﴿الفصل الثانی﴾ -----	۲۳۰
۱۶۱	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۱﴾ ان عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا منع ہے -----	//
۱۶۲	اشکال مع جواب -----	۲۳۱
۱۶۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۲﴾ باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت -----	۲۳۲
۱۶۴	ذوات محارم سے نکاح کا حکم -----	۲۳۳
۱۶۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۳﴾ مدت رضاعت کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی -----	۲۳۴
۱۶۶	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۴﴾ دودھ پلانے والی کے احسان کا بدلہ -----	۲۳۶
۱۶۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۵﴾ مرضعہ کی تعظیم و تکریم -----	۲۳۷
۱۶۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۶﴾ چار سے زائد بیویاں رکھنے کی حرمت -----	۲۳۸
۱۶۹	بیک وقت کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے -----	۲۴۰

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۷۰	حدیث سے مستنبط مسائل	۲۴۱
۱۷۱	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۷﴾ نو مسلم کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں	//
۱۷۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۸﴾ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت	۲۴۲
۱۷۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۲۹﴾ تفریق دین فسخ نکاح کا سبب ہے	۲۴۳
۱۷۴	مشکوٰۃ میں پیش کردہ دلائل اور ان کے جوابات	۲۴۶
۱۷۵	حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے دوسرے نکاح کی بحث	۲۴۸
۱۷۶	شافعیہ کے استدلال پر ایک اشکال	۲۵۰
۱۷۷	﴿الفصل الثالث﴾	۲۵۱
۱۷۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۰﴾ محرم عورتوں کا تذکرہ	//
۱۷۹	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۱﴾ بیوی کی بیٹی اور ماں کی حرمت	۲۵۲
۱۸۰	باب المباشرة	
۱۸۱	(عورتوں سے صحبت کا بیان)	۲۵۴
۱۸۲	﴿الفصل الاول﴾	//
۱۸۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۲﴾ مباشرت کے سلسلہ میں یہودی نظریہ کی تردید	۲۵۵
۱۸۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۳﴾ عزل کی اجازت	۲۵۷
۱۸۵	عزل کا مقصد	۲۵۸
۱۸۶	منع حمل کی تین تدبیریں	//
۱۸۷	منع حمل کی تین نیتیں	۲۵۹
۱۸۸	احکام	//
۱۸۹	عزل کی قسمیں مع احکام	۲۶۲
۱۹۰	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۴﴾ عزل سے تقدیر نہیں بدلتی	۲۶۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱۹۱	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۵﴾ باندیوں سے عزل کرنا -----	۲۶۳
۱۹۲	روایات عزل کی تشریح اور مذاہب ائمہ -----	۲۶۵
۱۹۳	استرقاق العرب کا مسئلہ -----	۲۶۶
۱۹۴	اشکال مع جواب -----	//
۱۹۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۶﴾ بچے کی پیدائش اللہ کی مشیت پر موقوف ہے -----	۲۶۷
۱۹۶	اشکال مع جواب -----	//
۱۹۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۷﴾ حمل سے دودھ کو کوئی نقصان نہیں -----	۲۶۸
۱۹۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۸﴾ عزل بچے کو مارنے کی کوشش ہے -----	۲۶۹
۱۹۹	حدیث نمبر ﴿۳۰۳۹﴾ بیوی کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرنے پر وعید -----	۲۷۱
۲۰۰	﴿الفصل الثانی﴾ -----	۲۷۲
۲۰۱	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۰﴾ بد فعلی کی ممانعت -----	//
۲۰۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۱﴾ بد فعلی حرام ہے -----	۲۷۴
۲۰۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۲﴾ بد فعلی کرنے والا ملعون ہے -----	۲۷۵
۲۰۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۳﴾ بد فعلی کرنے والا نظر کرم سے محروم -----	//
۲۰۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۴﴾ نظر شفقت سے محرومی -----	۲۷۶
۲۰۶	ہم جنسی کی لعنت -----	۲۷۷
۲۰۷	خوبصورت لڑکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا موجب فتنہ -----	۲۷۸
۲۰۸	حسن بن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ -----	//
۲۰۹	ہم جنس پرستوں اور لواطت کرنے والوں کا دنیا میں خوفناک انجام -----	۲۷۹
۲۱۰	قوم لوط کا عبرتناک انجام -----	۲۸۱
۲۱۱	قوم لوط کا عمل بد -----	۲۸۲



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۱۲	قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب	۲۸۴
۲۱۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۵﴾ غیلہ کا طبعی اثر	۲۸۵
۲۱۴	﴿الفصل الثالث﴾	۲۸۷
۲۱۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۶﴾ عزل کے لئے اجازت حرہ	//
۲۱۶	عزل کی موجودہ شکلیں اور احکام	۲۸۸
۲۱۷	نس بندی	//
۲۱۸	گروہ بندی	//
۲۱۹	تقطیع و تخریج	//
۲۲۰	عارضی مانع حمل تدابیر	۲۸۹
۲۲۱	مانع حمل گولیاں یا مانع حمل انجکشن کا استعمال	۲۹۰
۲۲۲	پانی کی پچکاری سے رحم دھونا	//
۲۲۳	عارضی موانع حمل کے جواز کی صورتیں	//
۲۲۴	عارضی مانع حمل کے عدم جواز کی صورتیں	۲۹۱
۲۲۵	باب	۲۹۲
۲۲۶	(گزشتہ باب کے متعلقات کا بیان)	//
۲۲۷	یعنی اس باب میں گزشتہ باب سے متعلق حدیثیں نقل ہوئیں ہیں	//
۲۲۸	﴿الفصل الاول﴾	//
۲۲۹	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۷﴾ باندی کا آزادی کے بعد نکاح فسخ کرنا	//
۲۳۰	خیار عتق اور اختلاف ائمہ	۲۹۳
۲۳۱	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۸﴾ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کا حال	۲۹۵
۲۳۲	﴿الفصل الثانی﴾	۲۹۸

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۳۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۴۹﴾ خاوند کو پہلے آزاد کرنا بہتر ہے -----	۲۹۸
۲۳۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۰﴾ جماع سے خیار ختم ہو جاتا ہے -----	۲۹۹
۲۳۵	﴿باب الصداق﴾	۳۰۰
۲۳۶	(مہر کا بیان)	//
۲۳۷	مہر کی مشروعیت -----	//
۲۳۸	مہر کی شرعی حیثیت -----	//
۲۳۹	مہر کی مقدار -----	۳۰۱
۲۴۰	مہر کی مصلحت -----	۳۰۳
۲۴۱	﴿الفصل الاول﴾	۳۰۴
۲۴۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۱﴾ مہر کی ادنیٰ مقدار -----	//
۲۴۳	ہبہ سے نکاح کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ائمہ -----	۳۰۵
۲۴۴	مہر کی کم سے کم مقدار اور اختلاف ائمہ -----	۳۰۶
۲۴۵	تعلیم قرآن پر نکاح -----	۳۰۷
۲۴۶	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۲﴾ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کا عمومی مہر -----	۳۰۸
۲۴۷	﴿الفصل الثانی﴾	۳۰۹
۲۴۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۳﴾ زیادہ مہر باعث فضیلت نہیں -----	//
۲۴۹	مہر فاطمی کی مقدار -----	۳۱۰
۲۵۰	اشکال -----	۳۱۱
۲۵۱	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۴﴾ مہر معجل -----	//
۲۵۲	اقل مہر کی مقدار -----	۳۱۲
۲۵۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۵﴾ ایک جوڑی جوتے پر نکاح -----	۳۱۳

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۵۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۶﴾ مہر مثل کا وجوب -----	۳۱۴
۲۵۵	مسئلۃ الباب میں مذاہب ائمہ -----	۳۱۵
۲۵۶	﴿الفصل الثالث﴾	۳۱۷
۲۵۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۷﴾ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی مقدار -----	//
۲۵۸	ام حبیبہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کے نکاح کا قصہ -----	//
۲۵۹	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۸﴾ قبولیت اسلام کو مہر بنانا -----	۳۱۹
۲۶۰	باب القسم	۳۲۰
۲۶۱	(باری مقرر کرنے کا بیان)	//
۲۶۲	قسم کی شرعی حیثیت -----	//
۲۶۳	قسم کا وجوب کن چیزوں میں ہے -----	۳۲۱
۲۶۴	کیا باری میں قدیمہ اور جدیدہ میں کوئی فرق؟ -----	//
۲۶۵	قسم سے متعلق دیگر مسائل -----	۳۲۲
۲۶۶	﴿الفصل الاول﴾	۳۲۳
۲۶۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۵۹﴾ حرم نبوت میں باری کی تقسیم -----	//
۲۶۸	بیک وقت چار سے زائد نکاح کرنا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے -----	۳۲۴
۲۶۹	چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا -----	۳۲۵
۲۷۰	تعدد از دواج کی حکمت -----	//
۲۷۱	آنحضرت ﷺ پر باری کا وجوب -----	۳۲۸
۲۷۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۰﴾ بیوی اپنی باری دوسری کو ہبہ کر سکتی ہے -----	۳۲۹
۲۷۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۱﴾ باری عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتظار -----	۳۳۰
۲۷۴	ایام مرض میں کسی ایک بیوی کے پاس ٹھہرنا -----	۳۳۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۷۶	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبوبیت اور اس کی وجہ	۳۳۲
۲۷۷	یہ والہانہ محبت کیوں؟	۳۳۵
۲۷۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۲﴾ سفر میں قرعہ اندازی کا حکم	۳۳۷
۲۷۹	اختلاف مذاہب	۳۳۸
۲۸۰	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۳﴾ جدیدہ اور قدیمہ کے درمیان فرق	//
۲۸۱	باکرہ و شبہ کے درمیان فرق و اختلاف ائمہ	۳۳۹
۲۸۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۴﴾ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو تین یا سات راتوں کی باری میں اختیار	۳۴۱
۲۸۳	﴿الفصل الثانی﴾	۳۴۳
۲۸۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۵﴾ حتی الامکان باری کا لحاظ کرنا	//
۲۸۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۶﴾ ترک عدل پر وعید	۳۴۴
۲۸۶	﴿الفصل الثالث﴾	۳۴۶
۲۸۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۷﴾ ازواج میں سے ایک کی باری مقرر نہیں تھی	//
۲۸۸	باب الولیمة	۳۴۹
۲۸۹	(ولیمہ کا بیان)	
۲۹۰	ولیمہ کی لغوی و شرعی تعریف	//
۲۹۱	وجہ تسمیہ	//
۲۹۲	ولیمہ کی حکمت	۳۵۰
۲۹۳	ولیمہ کی شرعی حیثیت	//
۲۹۴	ولیمہ کی مقدار	۳۵۱
۲۹۵	اجابت ولیمہ	//
۲۹۶	ولیمہ کب مسنون ہے	۳۵۲
	ولیمہ کب تک مسنون ہے	//

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۲۹۷	اقسام ضیافت -----	۳۵۲
۲۹۸	﴿الفصل الاول﴾	۳۵۳
۲۹۹	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۸﴾ ولیمہ کا حکم -----	//
۳۰۰	لبس مزعفر للرجل -----	۳۵۵
۳۰۱	وزن نواة من ذهب کی تفسیر میں اقوال -----	//
۳۰۲	صاحب البدائع کی رائے -----	۳۵۶
۳۰۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۶۹﴾ شاندار ولیمہ -----	۳۵۷
۳۰۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۰﴾ شب زفاف کے بعد ولیمہ -----	۳۵۸
۳۰۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۱﴾ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ -----	۳۵۹
۳۰۶	عق مہر بن سکتا ہے یا نہیں -----	۳۶۰
۳۰۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۲﴾ ولیمہ میں دعوت دینا -----	۳۶۱
۳۰۸	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب -----	۳۶۲
۳۰۹	ولیمہ اور حجاب -----	//
۳۱۰	دعوت ولیمہ قبول کرنا چاہئے -----	۳۶۳
۳۱۱	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۳﴾ مختصر ولیمہ -----	//
۳۱۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۴﴾ دعوت ولیمہ قبول کرنا -----	۳۶۴
۳۱۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۵﴾ دعوت میں کھانا کھانا -----	۳۶۵
۳۱۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۶﴾ بدترین ولیمہ -----	۳۶۶
۳۱۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۷﴾ بن بلائے مہمان کا حکم -----	۳۶۷
۳۱۶	﴿الفصل الثانی﴾	۳۶۹
۳۱۷		

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۱۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۸﴾ ستوا اور کھجور کا ولیمہ -----	۳۶۹
۳۱۹	تعارض مع دفع تعارض -----	۳۷۰
۳۲۰	حدیث نمبر ﴿۳۰۷۹﴾ کس دعوت سے اجتناب کرنا چاہئے -----	//
۳۲۱	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۰﴾ بن بلائے دعوت میں جانے والا -----	۳۷۲
۳۲۲	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۱﴾ پہلے داعی کا حق مقدم ہے -----	۳۷۳
۳۲۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۲﴾ شہرت کی دعوت -----	۳۷۵
۳۲۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۳﴾ دعوت میں مقابلہ کرنے والوں کی دعوت -----	۳۷۶
۳۲۵	﴿الفصل الثالث﴾	۳۷۷
۳۲۶	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۴﴾ فخریہ دعوت -----	//
۳۲۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۵﴾ فاسق کی دعوت قبول کرنا -----	//
۳۲۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۶﴾ متقی کی دعوت قبول کرو -----	۳۷۸
۳۲۹	دعوت ولیمہ کے بعض منکرات -----	۳۷۹
۳۳۰	باب عشرة النساء ومالک واحد من الحقوق	۳۸۳
۳۳۱	(عورتوں کے ساتھ رہن سہن اور ہر ایک عورت کے حقوق کا بیان)	//
۳۳۲	﴿الفصل الاول﴾	۳۸۴
۳۳۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۷﴾ عورت کی تخلیق ٹیڑھی پسلی سے -----	//
۳۳۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۸﴾ کچی عورت کی فطرت ہے -----	۳۸۶
۳۳۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۸۹﴾ میاں بیوی آپسی بغض سے باز رہیں -----	//
۳۳۶	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۰﴾ کچی عورت کو درنہ میں ملی ہے -----	۳۸۷
۳۳۷	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۱﴾ بیوی کو مارنا -----	۳۸۸
۳۳۸	بیوی کو مارنے کی کب اجازت ہے -----	۳۸۹



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۳۹	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۲﴾ خوش اسلوبی کا اعلیٰ نمونہ -----	۳۹۰
۳۴۰	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۳﴾ بیوی کی خوشی کا خیال -----	۳۹۱
۳۴۱	مسجد میں نیزہ بازی کے جواز کا مسئلہ -----	۲۹۳
۳۴۲	عورت کا اجنبی مرد پر نظر ڈالنا -----	۳۹۲
۳۴۳	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۴﴾ بیوی کی خوشی و ناراضگی کا جاننا -----	۳۹۵
۳۴۴	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۵﴾ بلاوجہ صحبت سے انکار کرنے والی -----	۳۹۶
۳۴۵	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۶﴾ سوکن کا دل دکھانا -----	۳۹۸
۳۴۶	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۷﴾ آپ ﷺ کا ایلا فرمانا -----	۳۹۹
۳۴۷	ایلا کا سبب -----	۴۰۰
۳۴۸	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۸﴾ آیت تخییر کا شان نزول -----	۴۰۲
۳۴۹	حدیث نمبر ﴿۳۰۹۹﴾ باری کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کو اختیار -----	۴۰۶
۳۵۰	﴿الفصل الثانی﴾	۴۰۸
۳۵۱	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۰﴾ باہمی تسابق -----	//
۳۵۲	کیا دوڑ کا مقابلہ و قار کے خلاف ہے -----	۴۰۹
۳۵۳	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۱﴾ بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔	۴۱۰
۳۵۴	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۲﴾ اطاعت شعار بیوی کو جنت کی خوشخبری -----	۴۱۱
۳۵۵	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۳﴾ شوہر کا مقام -----	//
۳۵۶	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۴﴾ شوہر کو خوش کرنا -----	۴۱۳
۳۵۷	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۵﴾ شوہر کی خواہش پوری کرنے کی تاکید -----	۴۱۴
۳۵۸	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۶﴾ شوہر کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت -----	۴۱۵
۳۵۹	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۷﴾ بیوی کے حقوق کا ذکر -----	۴۱۶
۳۶۰	حدیث نمبر ﴿۳۱۰۸﴾ بیوی کو بہت زیادہ مارنے کی ممانعت -----	۴۱۸



نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۳۸۱	المسئلۃ الثالثہ	۴۴۰
۳۸۲	دلیل ائمہ ثلاثہ	۴۴۱
۳۸۳	دلیل احناف	//
۳۸۵	ولایت اجبار کس کو حاصل ہے	۴۴۲
۳۸۶	﴿الفصل الاول﴾	//
۳۸۷	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۱﴾ نکاح سے قبل لڑکی سے اجازت لینا	//
۳۸۸	ولایت اجبار کا مسئلہ	۴۴۳
۳۸۹	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۲﴾ بیوہ بالغہ کا خود نکاح کرنا	۴۴۵
۳۹۰	نکاح میں ولی زیادہ با اختیار ہے یا عورت	۴۴۷
۳۹۱	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۳﴾ یتیم کی اجازت کے بغیر کئے ہوئے نکاح کا رد ہونا	۴۴۸
۳۹۲	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۴﴾ ولی کا نابالغہ کا نکاح کرنا	۴۴۹
۳۹۳	﴿الفصل الثانی﴾	۴۵۲
۳۹۵	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۵﴾ حق ولایت	//
۳۹۶	اختلاف مذاہب	۴۵۳
۳۹۷	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۶﴾ حق ولایت اور بطلان نکاح	۴۵۵
۳۹۸	حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا حنفیہ کی طرف سے جواب	۴۵۶
۳۹۹	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۷﴾ نکاح میں شہادت کی ضرورت	۴۵۷
۴۰۰	نکاح میں بینہ کا حکم	۴۵۸
۴۰۱	نکاح کی نصاب شہادت	//
۴۰۲	نکاح میں فاسق کی گواہی	۴۵۹
۴۰۳	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۸﴾ اجازت نکاح کی حیثیت	//

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۴۰۵	حدیث نمبر ﴿۳۱۲۹﴾ غلام کا آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا-----	۴۶۰
۴۰۶	﴿الفصل الثالث﴾	۴۶۱
۴۰۷	حدیث نمبر ﴿۳۱۳۰﴾ فسخ نکاح کا اختیار-----	//
۴۰۸	حدیث نمبر ﴿۳۱۳۱﴾ عورت عورت کا نکاح نہ کرے-----	۴۶۲
۴۰۹	حدیث نمبر ﴿۳۱۳۲﴾ بلوغ کے بعد جلد نکاح کر دینا چاہئے-----	۴۶۳
۴۱۰	حدیث نمبر ﴿۳۱۳۳﴾ ایضاً-----	۴۶۵
	تمت وبالفضل عمت	

بسم الله الرحمن الرحيم

## (کتاب النکاح)

### مباحث اربعہ علمہ مفیدہ

کتاب کے شروع میں چند اہم امور قابل ذکر ہیں، (۱) ماقبل سے مناسبت، (۲) مشروعیت کا ثبوت (۳) نکاح کے لغوی و اصطلاحی معنی، (۴) نکاح کے حکم شرعی میں مذاہب ائمہ (۵) نکاح کے فوائد و مصالح۔

### المبحث الاول ماقبل سے مناسبت

چونکہ نکاح کے اندر معاملات و عبادات دونوں کی حیثیت موجود ہے کیونکہ اس میں زوج پر مہر واجب ہوتا ہے جو مال ہے اور نان و نفقہ واجب ہوتا ہے نیز اس میں خانگی زندگی استوار ہوتی ہے اور یہ سب معاملات میں سے ہیں پھر دوسری طرف تخلی بکھڑا عبادۃ سے نکاح افضل ہے اور وہ سنن مرسلین میں سے ہے۔ نیز ”تحصین الفرج عن الوقوع فی الزنا“ زنا میں واقع ہونے سے شرمگاہ کی حفاظت ہے اور یہ سب عبادات میں سے ہیں، بناء بریں مصنف علام نے عبادات و معاملات کے بعد کتاب النکاح کا آغاز فرمایا جو عبادت و معاملات دونوں کو جامع ہے۔ (درس مشکوٰۃ: ۷/۳)

### المبحث الثاني مشروعیت کا ثبوت

**نکاح کی مشروعیت!** کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت اور قیاس ہر ایک سے ثابت ہے، کتاب اللہ میں ارشاد خداوندی ہے، ”وَأَنْكِحُوا الْأَيَّامَ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ“ (سورۃ النور آیت ۳۲) [تم میں سے جن (مردوں اور عورتوں) کا اس وقت تک نکاح نہوا ہوا ان کا بھی نکاح کراؤ، اور

تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں ان کا بھی اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے انہیں بے نیاز کر دے گا اور اللہ بہت وسعت والا ہے سب کچھ جانتا ہے۔

اور حدیث پاک میں ہے "قال علیہ السلام النکاح من سنتی" فمن لم يعمل بسنتی فلیس منی، و تزوجوا فانی مکاثر بکم الامم" (ابن ماجہ: ۱۳۲، باب ما جاء فی فضل النکاح) اور ایک دوسری حدیث میں ارشاد گرامی ہے فرمایا: "من رغب عن سنتی فلیس منی" [حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح میرا طریقہ ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا: کہ جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے]۔

اور امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جہاد کے لئے ساز و سامان کو تیار کرنا نوافل میں مشغول ہونے سے بہتر ہے اور نکاح کرنا بایں معنی جہاد ہے کہ بذریعہ نکاح ایسے افراد وجود میں آتے ہیں، جو اللہ کے راستہ میں جہاد کر سکیں۔

اور قیاس سے نکاح کی مشروعیت اس طور پر ثابت ہے کہ نکاح بنات آدم کی حفاظت کا ذریعہ اور ان پر مال خرچ کرنے کا سبب ہے، اور اس سے مرد اور عورت دونوں کی عفت و عصمت حاصل ہوتی ہے۔ (التوضیح الضروری شرح المختصر اللہ وری ۹۳/۲)

## المبحث الثالث نکاح کے لغوی واصطلاحی معنی

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ النکاح فی اللغة الضم، اور پھر آگے فرماتے ہیں کہ اس کا اطلاق عقد اور وطی پر بھی آتا ہے (پھر آگے فرماتے ہیں) اور ازہری کہتے ہیں کہ اصل معنی اس کے وطی کے ہیں اور عقد یعنی تزوج کو جو نکاح کہتے ہیں وہ اسی لئے کہ نکاح سبب وطی ہے اور ابو القاسم زجاجی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ "النکاح فی الکلام العربی الوطی والعقد جمیعاً" یعنی یہ لفظ دونوں معنی میں مشترک ہے لہذا دونوں معنی حقیقی ہوئے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بعض اہل لغت سے نقل کیا ہے کہ دراصل "نکح" (نون کے ضمہ اور کاف کے سکون کے ساتھ) کہتے ہیں کہ فرج (شرمگاہ) کو پھر اس کا استعمال وطی کے معنی میں ہونے لگا۔



اس کے بعد جاننا چاہئے کہ نکاح کی حقیقت شرعیہ میں حنفیہ و شافعیہ کا اختلاف ہے، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی حقیقی و طٰی کے ہیں اور عقد اس کے معنی مجازی ہیں، اور شافعیہ کے نزدیک مسئلہ اس کے برعکس ہے لہذا عند الاحناف قرآن و حدیث میں جس جگہ لفظ نکاح ”ہجراً عن القرائن“ استعمال ہوگا وہاں اس سے مراد و طٰی ہوگا، اور شافعیہ کے نزدیک وہاں عقد مسرّاد ہوگا۔ (الدر المنضوّد: ۲/۴، فتح الملہم: ۵۴۲/۶، اوجز المسالک: ۲۶۵/۹)

### زنا سے حرمت مصاہرت کا ثبوت

اس اختلاف پر ایک اہم مسئلہ بھی متفرع ہو رہا ہے جس کو حنفیہ اور شافعیہ دونوں ہی نے یہاں ذکر کیا ہے وہ یہ کہ ”وَلَا تُنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ“ اور جن غلاموں سے تمہارے باپ دادا (کسی وقت) نکاح کر چکے ہوں تم انہیں نکاح میں نہ لاؤ۔ میں چونکہ حنفیہ کے نزدیک نکاح سے و طٰی مراد ہے عقد مسرّاد نہیں، لہذا و طٰی اپنے عموم کے پیش نظر حلال و حرام دونوں کو شامل ہونے کی وجہ سے مزنیۃ الاب اس میں داخل ہو جائے گی، لہذا جس طرح ابن کے لئے منکوحہ الاب حرام ہے اسی طرح مزنیۃ الاب بھی حرام ہوگی، بخلاف شافعیہ کے ان کے نزدیک حرام نہ ہوگی۔

چنانچہ مسئلہ مشہور ہے کہ حنفیہ کے نزدیک زنا سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اور شافعیہ کے نزدیک نہیں ہوتی ہے یہ گفتگو تو تھی نکاح کی حقیقت شرعیہ پر۔ اور اس کے اصطلاحی معنی عرف فقہاء میں یہ ہیں ”هو عقد يفيد ملك المتعة قصداً“ یعنی نکاح اس خاص عقد کا نام ہے جس کا فائدہ یہ ہے کہ مرد کے لئے عورت کی فرج اور جملہ اعضاء سے تمتع کا جواز حاصل ہو جائے بالقصد نہ کسباً، اس آخری قید سے شراء الامۃ خارج ہو گیا اس لئے کہ اگرچہ وہاں بھی بعینہ یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے لیکن کسباً کیونکہ اصل مقصود تو وہاں ملک رقبہ کا حصول ہے پھر اسی کے ضمن میں ملک متعہ بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ (الدر المنضوّد: ۲/۴، اوجز المسالک: ۲۶۵/۹)

## البحث الرابع حکم نکاح

حکم نکاح میں تین مذاہب ہیں، ظاہریہ، ائمہ ثلاثہ، شافعیہ

- (۱) ظاہریہ کے نزدیک نکاح فرض عین ہے "عند القدرة على الوطى والمهر والنفقة"۔  
 (۲) ائمہ ثلاثہ کے نزدیک سنت ہے فی حال الاعتدال، اور شدت احتیاج و اشتیاق کی حالت میں جبکہ زنا کا اندیشہ ہو واجب ہے۔ "وواجب في حال التوقان اي شدة الاحتياج والاشتياق ان خاف على نفسه الزنا"۔ (۳) امام شافعی کے نزدیک فی حال الاعتدال مباح ہے اور عند التوقان مندوب ہے، اسی لئے ان کے نزدیک پہلی صورت میں "تمحی للنوافل"۔ اولیٰ ہے اشتغال بالنکاح سے، لیکن واضح رہے کہ فقہاء احناف وغیرہ سب نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ خوف جور کی صورت میں نکاح کرنا مکروہ اور یقین جور کی صورت میں حرام ہے، جور یعنی حقوق زوجیت کا ضیاع۔ و لهذا اجمال المذاهب۔

## مذاہب ائمہ کی تفصیل

حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ نکاح اعتدال کی حالت میں جبکہ خوف زنا نہ ہو سنت مؤکدہ ہے بشرطیکہ اداء مہر و نفقہ وغیرہ پر قدرت ہو اور اگر اس کو خوف زنا ہو تو واجب ہے اور یقین زنا کی صورت میں فرض ہے بالشرط المذكور (شامی) امام نووی رحمہ اللہ نے (نووی میں ۴۳۸/۱) شافعیہ کے مسلک کی یہ تفصیل لکھی ہے کہ اس میں چار قسم کے آدمی ہیں، (۱) تالق واجب، یعنی جس کو نکاح کی شدید حاجت ہو غلبہ شہوت کی وجہ سے، اور وہ مؤن نکاح (مہر و نفقہ وغیرہ) پر قادر ہو، (۲) غیر تالق غیر واجب دونوں چیزیں نہ ہوں، (۳) تالق غیر واجب، توقان کی کیفیت ہے لیکن وسعت نہیں، (۴) واجب غیر تالق، وسعت تو ہے لیکن غلبہ شہوت نہیں، قسم اول کے لئے نکاح مستحب ہے قسم ثانی کے لئے مکروہ ہے، ثالث کے لئے بھی مکروہ ہے لیکن یہ شخص مامور بالصوم ہے، قسم رابع کے لئے اکثر شافعیہ کے نزدیک نکاح کا ترک اولیٰ ہے اور تحلی للعبادة افضل ہے، اور بعض کے نزدیک نکاح اولیٰ ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے تو یہی لکھا ہے کہ نکاح کا وجوب کسی کے حق میں نہیں ہے، لیکن (شرح ائقاع: ۲۸۰/۳) میں تالق واجب کے حق میں ایک روایت یہ لکھی ہے کہ اگر اس کو خوف

زنا ہو اور تسری وغیرہ پر بھی وہ قادر نہ ہو تو اس پر نکاح واجب ہے اور نیل المارب (فی فقہ الحنابلہ) میں یہ تفصیل لکھی ہے کہ غیر ذی شہوۃ کے حق میں مباح ہے، اور ذی شہوت اگر ایسا ہے کہ اس کو خوف زنا ہے تو اس پر نکاح واجب ہے اگرچہ فقیر ہو اور اگر خوف زنا نہ ہو تو پھر سنت ہے اور در دیر مالکی نے شرح کبیر میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص راغب نکاح ہو اور اس کو زنا کا اندیشہ ہو اس کے حق میں نکاح واجب ہے والا فمندوب اور غیر راغب کے حق میں مکروہ یا مباح ہے۔

اس تفصیل کے بعد حکم نکاح میں راجح اور مشہور قول ہمارے یہاں یہی ہے، کہ سنت مؤکدہ ہے "یأثم بتركه كما في الدر المختار وغيره"، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اور بھی اقوال لکھے ہیں، فرض کفایہ، "واجب على الكفاية، واجب لعينه، قال الشافعي هو افضل من اشتغال بتعلم وتعليم وافضل من التغلي للنوافل"

اس سلسلہ میں شافعیہ حضرات کی ایک دلیل باری تعالیٰ عروجل کا یہ قول "وَسَيِّدًا وَحَصُورًا" (سورۃ آل عمران آیت ۳۹) بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے ترک و طی پر۔

جمہور کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ ان کی شریعت میں ایسا ہی ہو ہماری شریعت میں تو نکاح کی ترغیب اور اس کا امر وارد ہے آیات واحادیث میں۔

صحیحین کی حدیث طویل میں ہے "ولكنی اصوم افطروا تزوج النساء فمن رغب عن سنתי فليس مني" [لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں پس جو شخص میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں] امام ترمذی نے کتاب النکاح کے شروع میں یہ حدیث مرفوع ذکر کی ہے جس کے راوی ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ ہیں "اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح، [چار چیزیں مرسلین علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں (۱) حیاء کرنا، (۲) عطر استعمال کرنا، (۳) مسواک کرنا، (۴) نکاح کرنا]" وقال حدیث حسن غریب، اور بعض دوسری احادیث خود کتاب میں آرہی ہیں۔ (الدر المنفود: ۳/۴، اوجز المسالك: ۲۶۹/۹) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "لَوْ لَمْ يَبْقَ مِنْ أَجْلِ الْأَعَشْرَةِ أَيَّامٍ وَأَعْلَمُ إِنِّي

أَمُوتُ فِي آخِرِهَا يَوْمًا وَلِي طَوْلُ النِّكَاحِ فِيهِ، تَزَوَّجْتُ خِفَافَةَ الْفِتْنَةِ“ [اگر میری زندگی کے صرف دس دن باقی ہوں اور مجھے علم ہو جائے کہ آخری دن میں میرا انتقال ہو جائے گا اور ان دنوں مجھ کو نکاح کی قدرت ہو تو فتنہ کے اندیشہ میں ضرور نکاح کر لوں]۔ (اوجز المسالك: ۱۰/۲)

## البحث الخامس نکاح کے فوائد و فضائل

نکاح کے فوائد و فضائل بہت ہیں، سب سے بڑی فضیلت تو یہ ہے کہ نکاح نہ صرف سید المرسلین بلکہ جملہ انبیاء و المرسلین کی سنت اور ان کا طریق ہے، ”قال الله سبحانه وتعالى ولقد ارسلنا رسلنا من قبلك وجعلنا لهم ازواجا وذرية“ [حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے ہی بہت سے رسول بھیجے ہیں اور انہیں بیوی بچے ہی عطا فرمائے ہیں] (سورة الرعد: آیت ۳۸)، (التعلیق الصبیح: ۲/۴) میں احیاء العلوم سے نقل کیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنی کتاب میں صرف ان ہی انبیاء علیہم السلام کا ذکر فرمایا ہے جو مناہل اور متزوج تھے حتیٰ کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی اگرچہ جماعت نہیں فرمائی لیکن نکاح کیا تھا، نیل فضل اور اقامت سنت کے لئے۔ اور کہا گیا ہے کہ غض بصر کیلئے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی جب نزول فرمائیں گے تو اس وقت نکاح کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب النکاح کے شروع میں میں حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر فرمائی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اربع من سنن المرسلین الحیاء والتعطر والسواک والنکاح، وقال حدیث حسن غریب۔“ چار چیزیں مرسلین علیہم السلام کی سنت ہیں (۱) حیاء، (۲) عطر کا استعمال (۳) سواک کرنا، (۴) نکاح کرنا۔

اور فوائد کے ذیل میں یہاں چند فائدے کتب حدیث و فقہ سے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) ”تحصین فرجہ و فرج زوجته“ اپنی اور اپنی بیوی دونوں کی شرمگاہ کی حفاظت، عفت و پاکدامنی کا حصول ”فانه اغض للبصر واحصن للفرج“

وفي المشكوة عن انس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين فليتنق الله في النصف الباقي۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے

مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب بندہ نکاح کر لیتا ہے نصف دین کی تکمیل کر لیتا ہے، پس باقی نصف میں اس کو اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عام طور سے آدمی کے دین کو خراب کرنے والی دو چیزیں ہوتی ہیں ایک فرج اور دوسرے بطن، نکاح ان دو میں سے ایک سے کفایت کرتا ہے اسلئے نصف دین کہا گیا ہے۔

(۲) ”قضاء الوطر بنیل اللذة والتمتع بالنعمة“ حاجت طبعیہ کو پورا کرنا حصول لذت کے ساتھ اور شہوت و عورت جو اللہ تعالیٰ کی نعمت میں ان سے جائز اور مناسب طریقہ سے متمتع ہونا علماء نے لکھا ہے کہ منافع نکاح میں سے یہی ایک منفعت ایسی ہے جو جنت میں بھی پائی جائے گی، اس لئے کہ جنت میں گو نکاح ہوگا لیکن توالد و تناسل وہاں نہ ہوگا بلکہ صرف حصول لذت و راحت کیلئے ہوگا، میں کہتا ہوں نکاح کے اس فائدہ کا حصول اول تو محسوس و مشاہدہ ہے دوسری احادیث میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے ”فانه احسن للفرج“ کہ نکاح شرمگاہ کو حرام کاری سے بچاتا ہے، ایسے ہی حدیث پاک میں ہے، ”وبضعة اہله صدقة قالو یا رسول اللہ احدنای قضی شہوتہ ویكون له صدقة قال ارأیت لو وضعها فی غیر محلها الحدیث“، اور اپنی بیوی کی شرمگاہ بھی صدقہ ہے لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ ہم میں ایک شخص اپنی خواہش پوری کرتا ہے اور اس میں اسکو صدقہ کا ثواب ملتا ہے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: بتاؤ اگر وہ اس کو غیر محل میں استعمال کرتا تو گناہ ہوتا کہ نہیں۔ ایسے ہی وہ قصہ جو حدیث شریف کی متعدد کتابوں میں ہے۔ (صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای امرأة الحدیث وفی آخره انه صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا را احدکم امرأة فاعجبته فلیات اہله فان معها مثل الذی معها“ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم میں کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور وہ اس کو پسند آئے، پس چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے، پس بلاشبہ اس کے ساتھ بھی وہی ہے جو اس کے ساتھ ہے۔ اسی طرح آیت کریمہ ”فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاهَا“ پھر جب زید نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کر لیا تو ہم نے اس سے تہہارا نکاح

کر دیا۔ (احزاب: آیت ۳۷) کی تفسیر میں ابن عباس سے مروی ہے کہ ”وטר“ سے مراد جماع ہے، والمراد لم یبق لہ بہا حاجۃ الجماع وطلقہا، (روح المعانی) معلوم ہوا کہ نکاح کا ایک بڑا فائدہ حصول لذت اور حاجت طبعیہ کو جائز و حلال طریقہ پر پورا کرنا بھی ہے۔

(۳) القیام بمصالح المرأۃ: عورت کی ضروریات کا تکفل اور ذمہ داری جو ایک بہت بڑی خدمت ہے بلکہ ایک زبردست نظام زندگی ہے اس لئے کہ بیوی کے تکفل کے ساتھ اولاد صغار کا بھی تکفل ہے، نیز ان کی تعلیم و تربیت اور اس کا نظم ہے بخلاف اولاد زنا کے کہ ان کا نہ کوئی باپ ہے اور نہ ماں نہ مربی نہ معلم۔

(۴) تحصیل النسل علی الوجه الاکمل، یعنی بنی نوع انسان کی تحصیل و بقاء بطریق اکمل۔ حفظ نسب کے ساتھ بغیر کسی پر ظلم و ستم اور عصمت دری کے بلکہ کمال محبت و انس کے ساتھ، ”قال تعالیٰ مِنْ اٰیٰتِهٖ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوْا اِلَیْہِہَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً“ اور اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے پاس جا کر سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے جذبات رکھ دے۔ (سورۃ روم: آیت ۲۱)

(۵) تکثیر الاسلام والمسلمین، و تحقیق مباہاتۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، امت مسلمہ کو بڑھا کر آنحضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تفاخر علی الامم کا زیادہ سے زیادہ موقع فراہم کرنا، ”تناکحوا تکاثروا فانی اباهی بکم الامم یوم القیامۃ“ نکاح کرو کثرت بڑھاؤ، پس بے شک میں دوسری امتوں کے مقابلہ میں تم پر فخر کروں گا۔ (شرح افتاء) و فی روایۃ فانی مکاثربکم الامم، (ابوداؤد)

بہشتی زیور میں کتاب النکاح میں لکھا ہے کہ نکاح بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، دین اور دنیا دونوں کے کام اس سے درست ہو جاتے ہیں اور اس میں بہت فائدے اور بے انتہا مصلحتیں ہیں آدمی گناہ سے بچتا ہے دل ٹھکانے ہو جاتا ہے نیت خراب اور ڈانواں ڈول نہیں ہونے پاتی اور بڑی بات یہ ہے کہ فائدہ کا فائدہ اور ثواب کا ثواب، کیونکہ میاں بیوی کا پاس بیٹھ کر محبت و پیار کی باتیں کرنا، نہی دل لگی

میں دل بہلانا نفل نمازوں سے بھی بہتر ہے۔

**فائدہ:** درمختار ذکر یا ۵ / ۴: میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے کوئی ایسی عبادت مشروع نہیں فرمائی جس کا تسلسل آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر قیامت تک اور پھر اس سے آگے جنت میں باقی رہے سوائے نکاح اور ایمان کے صرف یہ دو عبادتیں ایسی ہیں جو اس طرح کی ہیں، لیکن اس پر علامہ شامی نے نقد کیا ہے۔ اسکو دیکھ لیا جائے۔ (الدر المنضود ۴ / ۵ / ۴)

نقد اولاً تو اس لئے کہ نکاح کا عبادت ہونا دنیا میں اس حیثیت سے ہے کہ وہ اسلام اور مسلمین کے وجود میں آنے کا سبب ہے نیز سبب عفت ہے اور یہ حیثیت جنت میں نہ ہوگی، ثانیاً اس لئے کہ ذکر و شکر یہ دو عبادتیں ایسی ہیں جو دنیا اور جنت میں دونوں میں پائی جائیں گی، بلکہ جنت میں دنیا سے زائد ہوگی، پھر حصر کیسے درست ہوا۔ (شامی: ۵۷ / ۴، مطبوعہ زکریا یونین)

## رکن نکاح

ایجاب و قبول بلفظ الماضی۔

شرائط نکاح چار ہیں: (۱) عاقد میں سے ہر ایک اصالتہ یا وکالتہ دوسرے کا لفظ سنے، (۲) ایسے دو گواہوں کی موجودگی جو آزاد، عاقل، بالغ مسلمان ہوں، (۳) گواہوں کا اجتماعی طور پر متناکحین میں سے ہر ایک کے الفاظ کا سننا، (۴) محل نکاح یعنی منکوحہ انسان ہو عورت ہو مشرکہ نہ ہو محرمات میں سے نہ ہو۔

**ضرورت نکاح:** جماع و صحبت کی ضرورت نے مرد و زن میں ربط و رفاقت پیدا کی ہے، پھر اولاد پر شفقت و مہربانی نے ان کی پرورش میں تعاون باہمی کی ضرورت ثابت کی ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ کچھ خوبیاں مرد میں ہوتیں ہیں اور کچھ عورت میں، اسی طرح کچھ نقص مرد میں ہوتے ہیں اور کچھ عورت میں، اس لئے نکاح ضروری ہوا تاکہ مرد کی خوبیوں سے عورت متمتع ہو اور اپنے نقصان کی تلافی کرے اور عورت کی خوبیوں سے مرد فائدہ اٹھائے اور اپنی کمی کو دور کرے، اور دونوں مل کر آسائش کی زندگی بسر کریں۔

عورت مرد کی بہ نسبت اولاد کی پرورش کے طریقے بہتر جانتی ہے، حیا دار ہوتی ہے، غانہ نشینی کی

زندگی بسر کر سکتی ہے، گھریلو ہلکے پھلکے کاموں میں ماہر ہوتی ہے، فطری طور پر اس میں تابعداری کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے مگر اس کی عقل خفیف، بدن ناتواں اور عزم و حوصلہ کمزور ہوتا ہے اور محنت کے کاموں سے جی پراتی ہے۔

اور مرد نسبتاً صاحب الرائے ہوتا ہے وہ حرم کی پوری طرح حفاظت کر سکتا ہے محنت و مشقت کے کام بخوبی انجام دے سکتا ہے، اس میں غرور، تسلط، مناقشہ کی صلاحیت اور غیرت کامل ہوتی ہے، اور بارہا ان صفات کی ضرورت پڑتی ہے مگر اس میں اولاد کی پرورش کا سلیقہ نہیں ہوتا نہ وہ ہر وقت گھر میں بیٹھا رہ سکتا ہے، معمولی کاموں سے اس کا جی اکتاتا ہے اور تابعداری کی پوری صلاحیت بھی اس کی فطرت میں نہیں ہے اس لئے عورت کی زندگی مرد کے بغیر نا تمام رہتی ہے اور مرد کی عورت کے بغیر، اسی ضرورت کی تکمیل کے لئے نکاح ضروری ہوا ہے۔ (مستفاد از رحمۃ اللہ الواسعہ: ۱/۴۴۱)

**نکاح کا حکم:** نکاح کا حکم مرد اور عورت میں سے ہر ایک کے لئے دوسرے سے استمتاع کا حلال ہو جانا اور حرمت مصاہرت کا ثابت ہو جانا ہے۔

## {الفصل الاول}

### نکاح کرنے کی تاکید

{۲۹۴۶} وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۱/۵۸، باب من لم يستطع الباءة فليصم، حدیث

نمبر: ۵۰۶۶، مسلم شریف: ۱/۴۴۹، باب استحباب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۰۰۔



**حل لغات:** المعشر: ایک طرز کے لوگ، جماعت جس کے مشاغل و احوال ایک جیسے ہوں، الباء: نکاح، جماع، غض بصرہ: پست کرنا، نیچا کرنا، یوں بھی کہا جاتا ہے، غض من بصرہ، اس نے نگاہ نیچی کی، البصر: آنکھ، نگاہ، دیکھنے کی طاقت، حصن المکان، مضبوط و محفوظ ہونا، حصن المرأة، پاکدامن ہونا، وجاء الفحل: ساڈ کی خسیوں کے دو ڈھیلوں کے درمیان رگوں کو چھیننا یا چھیت کر پہاڑ دینا جس سے وہ خسی ہو جاتا ہے، وجاء: اسم صفت ہے۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو شخص نکاح کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کر لے، اس وجہ سے کہ نکاح نگاہ کو بہت زیادہ پست کرنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے، اور جو شخص نکاح کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزوں کو لازم پکڑ لے اس لے کہ روزہ اس کیلئے شہوت توڑنے والا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** نوجوانی میں انسان کی جنسی خواہش بہت زیادہ بھڑکتی ہے اس کی وجہ سے اس سے حقیقی زنا کا بھی صدور ہو سکتا ہے اور آنکھ کے زنا میں عموماً لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں، یہ ایسی بھیانک خرابی ہے جس سے پورے کا پورا معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے، بدرکاری کی طرف لوگوں کا میلان کثرت سے ہوتا ہے، جبکہ نیک کام کی رغبت مفقود ہو جاتی ہے، آنحضرت ﷺ نے ان عظیم مفاسد سے بچانے کے لئے فرمایا: کہ جو لوگ نکاح کی طاقت رکھتے ہیں یعنی نکاح کرنے کے نتیجہ میں جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کو پورا کر سکتے ہیں تو نکاح کر لیں، اور اگر کوئی صاحب نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں تو وہ مسلسل روزے رکھیں روزہ کی برکت سے جنسی میلان کم ہو جائے گا، اور آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت نصیب ہوگی۔ ”الشباب“ شاب کی جمع ہے، علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ”شاب“ اس کو کہتے ہیں جو بالغ ہو اور تیس سال سے تجاوز نہ کرے یعنی بلوغ کے بعد تیس سال تک شباب ہے یہی معنی القاموس الوحید میں بھی لکھے ہیں، مظاہر حق قدیم و جدید میں یہ لکھا ہے کہ بلوغ کے بعد تیس سال تک۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جوان ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چالیس سال جوانی کی حد ہے۔ ”باء“ میں دوسری لغت ”پاک“ بھی ہے جو اردو میں بھی مستعمل ہے اس کے اصل معنی تو جماع کے ہیں اور نکاح کے

معنی میں بھی مستعمل ہے، حدیث میں کیا مراد ہے اس میں شراح کے دونوں قول ہیں یعنی جماع اور نکاح، لیکن بہر صورت جماع اور نکاح سے ان کے لوازم اور مؤن مراد ہیں، (نکاح کے بعد کی ذمہ داریاں نفقہ سکنی وغیرہ) یعنی ان کی استطاعت اور نفس جماع مراد نہیں اس لئے کہ آگے آرہا ہے ”ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم“ اس لئے جس میں جماع ہی کی طاقت نہ ہو اس کیلئے اس تدبیر کی حاجت ہی نہیں ہے جو حدیث میں آپ نے بیان فرمائی۔

**اشکال:** علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں ”فعلیہ بالصوم“ کی جگہ پر ”فعلیہ بالجوع“ کہا جاتا تو عبارت کا سیاق و سباق کے ذریعہ ہم آہنگ ہوتا، کیوں کہ بھوک سے شہوت ماند پڑ جاتی ہے۔

**جواب:** نفس جوع سے بلاشبہ شہوت ٹوٹ جاتی ہے، لیکن اگر بھوکا رہنا روزہ کی نیت سے ہو، تو عظیم عبادت کا ثواب بھی حاصل ہو گا اسی بناء پر آنحضرت ﷺ نے کسر شہوت کے لئے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (طیبی: ۶/۲۳۵)

**دوا کے ذریعہ کسر شہوت:** حدیث باب سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ جو شخص لوازم نکاح پر قادر نہیں ہے اور اس میں جوانی کا جوش ہے تو اس جوش کو توڑنے کے لئے متواتر روزے رکھنا چاہئے، لیکن کیا ان دواؤں کا استعمال کیا جاسکتا ہے جو قطع شہوت کے لئے مفید ہوتی ہیں، حضرت جناب علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ شرح السنۃ میں لکھتے ہیں کہ ایسی ادویہ کا استعمال درست ہے جس سے بیجان کی کیفیت ختم ہو جائے، بالکل شہوت کو ختم کرنے والی دواؤں کا استعمال درست نہیں ہے۔

فان له وجاء: غلبہ شہوت کے وقت روزہ رکھنے کی آنحضرت ﷺ نے اس لئے تاکید فرمائی کہ اس سے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے قوت مردانگی ختم نہیں ہوتی ہے، کیوں کہ وجاء کے معنی ہیں ”نر“ کے خصبے ایسے طور پر دبانے کہ خصبہ جیسا ہو جائے، یہاں خصبہ کرنا مراد نہیں ہے کیوں کہ خصبہ کرنے کا مطلب فوطے نکال دینا ہوتا ہے۔

**مشت زنی کا حکم:** غلبہ شہوت کے وقت استمناء بالید کی گنجائش ہے کہ نہیں؟ اس سلسلہ میں صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ احناف کے نزدیک اگرچہ یہ عمل مکروہ تحریمی ہے لیکن غلبہ شہوت کے وقت زنا

سے بچنے کی غرض سے اگر کبھی کبھار اس عمل کا مرتکب ہو گیا تو معافی کی امید ہے۔

## وجاء اور اخفاء میں فرق

**قولہ:** فانہ لہ وجاء: وجاء کے معنی "رض الخصیتین" لکھے ہیں یعنی خصیتین کو کوٹ دینا، دبا دینا جس کا حاصل شہوت کا زور کم کرنا ہے نہ کہ استیصال اور بالکل قطع کرنا، جیسا کہ اخفاء میں ہوتا ہے۔

**فائدہ:** یہاں پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ روزہ سے تو بسا اوقات آدمی کی شہوت میں مزید حرکت پیدا ہوتی ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ بات ابتداء میں اور صرف ایک دوزوے رکھنے سے ہوتی ہے، لیکن روزوں کا اگر تسلسل ہو تو پھر اس سے شہوت کمزور ہوتی چلی جاتی ہے، اسی لئے حدیث میں "فعلیہ بالصوم" فرمایا گیا ہے کہ ایسا شخص روزوں کا التزام کرے اور "فلیصم" نہیں فرمایا۔ (الدر المنضود: ۷/۴، مرقاۃ: ۳۰۲/۳)

## ترک نکاح کی ممانعت

{۲۹۴} وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَدَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ بْنَ مَطْعُونٍ التَّبَتَّلَ وَلَوْ آذَنَ لَهُ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۵۹/۲، باب ما یکرہ من التبتل، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۰۳۷، مسلم شریف: ۴۴۹/۱، باب استحباب النکاح، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۴۱۰۲۔

**حل لغات:** ردہ: روکنا، ہٹانا، تبتل عن الزواج: ترک دنیا کی بناء پر شادی نہ کرنا، علی بمعنی عن۔

**ترجمہ:** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مجرور ہونے سے منع کر دیا تھا۔ اگر آنحضرت ﷺ ان کو ترک نکاح کی

اجازت دیتے تو ہم بھی خصی ہو جاتے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو اس عمل سے روک دیا اور آنحضرت ﷺ نے بیوی سے ترک تعلق کو پسند نہیں فرمایا، آنحضرت ﷺ نے ان کے سامنے اپنا اسوہ پیش کیا اور بتایا کہ دیکھو میں ازواج سے تعلق رکھتا ہوں، یہ میرا طریقہ ہے اور جو میرے طریقہ سے نہیں اس کا مجھ سے تعلق نہیں، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ حضرت عثمان کو مجرد رہنے کی اجازت دیدیتے تو ہم خصی ہو جاتے، اور مکمل طور سے بیویوں سے بے تعلق رہتے، شریعت محمدیہ ﷺ نے رہبانیت کو قطعی پسند نہیں کیا ہے، اور نفس کشی کے بجائے نفس کی اصلاح پر زور دیا ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام میں سے تو ایک آدھ نبیوں نے شادی نہیں کی لیکن تمام کے تمام رسولوں نے شادیاں کی ہیں اور ان کے بچے بھی ہوئے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ "وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ ازْوَاجًا وَذُرِيَّةً" (سورۃ الرعد: آیت ۳۸) ترجمہ پہلے گزر چکا ہے۔

آنحضرت ﷺ سے پہلے جتنے بھی رسول گزرے ہیں سب کی بیویاں اور اولاد تھیں، نکاح کرنا اور حق زوجیت ادا کرنا یہ نبیوں اور رسولوں کی سنت ہے، اور اس سے انحراف کرنا خلاف فطرت عمل ہے، لہذا: عمومی حالات میں نکاح کرنے ہی میں عافیت ہے اور بیوی سے تعلق رکھنے میں بہت سے مفاسد سے حفاظت ہے۔

**تنبہ:** کے معنی ہیں عورتوں سے بے تعلق رہنا، اس کی دو صورتیں ہیں (۱) نکاح نہ کرنا، (۲) بیویوں سے بے تعلق رہنا یعنی بیوی سے ازواجی تعلق قائم نہ کرنا، یہ صورت پہلی صورت سے زیادہ قبیح ہے، نصاریٰ کے یہاں عورتوں سے دور رہنا ہی کمال تھا، آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس سے منع کر دیا ہے، اور نکاح پر ابھارا ہے، تاکہ نسلوں میں اضافہ ہوتا رہے اور جہاد قائم رہے، بعض لوگ قرآن مجید کی آیت "وَتَبْتَئِلُ إِلَيْهِ تَبْتَيْلًا" اور سب سے الگ ہو کر پورے کے پورے اسی کے ہو رہو۔ (سورۃ المزمل: آیت ۸) سے یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں سے کنارہ کشی بہتر ہے، حالانکہ یہ استدلال درست نہیں ہے یہاں زہد اختیار کرنے کی تاکید ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس درجہ غالب ہو کہ دنیوی امور اللہ کی محبت میں حائل نہ ہو سکیں، اگر اس آیت میں ترک نکاح کا حکم ہوتا تو آنحضرت ﷺ

نکاح نہ فرماتے، کیونکہ اس حکم کے سب سے پہلے مخاطب تو آنحضرت ﷺ ہی تھے، آنحضرت ﷺ کا نکاح کرنا دلیل ہے اس بات کی کہ اس آیت میں نکاح سے روکنا مقصود نہیں ہے۔

**لواذن له:** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو کہ راوی حدیث ہیں فرماتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ عثمان بن مظعون کو اس کی اجازت دیدیتے "لاختصینا" تو ہم سب خصی ہو جاتے تاکہ عورتوں کی احتیاج ہی باقی نہ رہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ظاہر حق تو یہ تھا کہ "لَوْ اَذِنَ لَتَبَتَّلْنَا" "مہا جاتا بجائے اس کے اختصینا اس لئے فرمایا کہ اس صفت میں خوب مبالغہ کا اظہار ہو یعنی یہ کہ اگر آپ اجازت دیتے تو ہم عورتوں سے بہت زیادہ علیحدگی اختیار کرتے یہاں تک کہ خصی ہو کر اپنے آپ کو اس کے قابل نہ رکھتے، خصی ہونا جائز ہی نہیں تو انہوں نے ایسا کیسے کہہ دیا؟ اس کا جواب علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ یہ اسلئے ہے کہ ان کو اس کے جائز ہونے کا گمان تھا، یعنی اس کے ناجائز ہونے کو یہ جانتے نہ تھے۔

**مسئلہ:** آدمی کے لئے خصی ہونا خواہ کم عمر ہو یا زیادہ حرام ہے، اور ہر اس جانور کا خصی کرنا جو کھایا نہیں جاتا وہ بھی حرام ہے جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے اس کو چھوٹی عمر میں خصی کرنا جائز ہے، بڑی عمر میں وہ بھی ناجائز ہے۔

واضح رہے کہ خصی کے سلسلہ میں مرقومہ بالا مسئلہ علامہ نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ ہے لیکن چوں کہ اس کو حنفی محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے اور اس موقعہ پر احناف کا علاحدہ سے کوئی مسلک نہیں لکھا ہے اس لئے قرینہ یہ ہے کہ بعینہ یہی مسلک ہمارے امام صاحب کا بھی ہے۔

مظاہر حق جدید میں یہ لکھا ہے مذکورہ بالا تفصیل علامہ نووی شافعی نے لکھی ہے جبکہ فقہ حنفی کی کتابوں درمختار اور ہدایہ میں بڑی عمر اور چھوٹی عمر کی تفصیل کے بغیر صرف یہ لکھا ہے کہ جانوروں کو خصی کرنا جائز ہے۔ (انوار المصاحیح ۱۲/۶، مرقاۃ: ۴۰۲/۳، طیبی: ۶/۲۳۶)

## دین دار لڑکی سے نکاح کرنے کی ترغیب

{۲۹۴۸} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَأَظْفَرِ بَذَاتِ الدِّينِ تَرَبَّتْ يَدَاكَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۶۲، باب الاكفاء فی الدین، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۰۹۰، مسلم شریف: ۱/۴۷۴، باب استحباب نکاح ذات الدین: کتاب الرضاع، حدیث نمبر: ۱۴۶۶۔

**حل لغات:** ظفر: (س) کامیاب ہونا۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عورتوں سے چار وجہوں سے نکاح کیا جاتا ہے (۱) اس کے مال کی بنا پر، (۲) اس کے حسب و نسب کی بنا پر، (۳) اس کے حسن و جمال کی بنا پر، (۴) اس کے دین دار ہونے کی بناء پر، تم دین دار کا انتخاب کر کے کامیاب ہو جاؤ، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** تنکح المرأة لاربعة: چار مقاصد سے نکاح ہوتا ہے، چار امور کا ذکر بطور مثال کے ہے، حصر حقیقی مراد نہیں ہے، کیونکہ اس کے علاوہ بعض دیگر مقاصد سے بھی لوگ نکاح کرتے ہیں، "لمالها" بعض لوگ نکاح کرتے وقت مال دار عورت کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ اس کے مال سے تعاون ملے دنیوی آرام و راحت میسر ہو سکے۔ "لحسبها" بعض لوگ خصوصی طور پر عورت کے حسب و نسب اور اس کے خاندان کو دیکھتے ہیں، تاکہ اس کے ذریعہ سے معاشرہ میں ممتاز مقام حاصل ہو سکے، حسب کسی شخص میں اور اس کے آبا و اجداد میں شرعاً یا عرفاً اچھی خصلتوں کا ہونا، "ولجمالها" کچھ لوگ بلکہ اکثر لوگ خوبصورت تلاش کرتے ہیں، کیونکہ خوبصورتی کی طرف انسان کی طبیعت مائل ہوتی ہے "ولدينها" کچھ لوگ عبادت گزار اور نیک لڑکی تلاش کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ نے دین دار عورت کو اختیار کرنے کی ترغیب دلائی ہے، اگر دین کے ساتھ بقیہ تین چیزیں یا ان میں سے کچھ چیزیں یا ایک ہی چیز جمع ہو جائے تو

بہت بہتر ہے، آنحضرت ﷺ نے عورت کے مال یا اس کے حب و نسب ہی کو بنیاد بنا کر نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے

من تزوج امرأة لعزها لم يزد الله الا ذلًا، ومن تزوجها لماله لم يزد الله الا فقرًا، ومن تزوجها لحسبها لم يزد الله الا دناءة، ومن تزوج امرأة لم يرد بها الا ان يغض بصره ويحصن فرجه او يصل رحمه بآرك الله له فيها وبارك لها فيه۔ مطلب یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی عورت سے محض عورت حاصل کرنے کے لئے شادی کرتا ہے تو اس کو عورت کے بجائے ذلت نصیب ہوتی ہے، مال کو مقصود بنا کر شادی کرتا ہے تو بجائے غنا کے فقر دامن گیر ہوتا ہے، خاندانی و جاہت کو مطلوب بنا کر نکاح کرتا ہے تو دنائت حصہ میں آتی ہے، اور اگر کوئی شخص آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت اور وصل رحم کی خاطر شادی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کے مقصد میں کامیابی عطا کرتے ہیں دونوں کی برکتوں رحمتوں سے مالا مال کرتے ہیں اور شوہر و بیوی دونوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ ہر طرح کی خوشی و مسرت نصیب ہوتی ہے، اسی طرح ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "لا تزوجوا النساء لحسنهن، فعسى حسنهن ان يدرينهن ولا تتزوجوهن لمالهن فعسى اموالهن ان تطغيهن ولكن تزوجوهن على الدين ولا ممة خرماء سوداء ذات دين افضل۔" (ابن ماجہ)

فاظفر بذات الدين تربت يداك: اس جملہ کے ذریعہ آپ ﷺ دین دار عورت کا انتخاب کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں "تربت يداك" کے لغوی معنی ہیں تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں، یہ ایک محاورہ ہے یہاں لغوی معنی مراد نہیں ہیں، اس جملہ کو اہل عرب بہت سے مواقع پر استعمال کرتے ہیں، جیسے انکار کے لئے، اظہار تعجب و خفگی کے لئے، کسی کام کی عظمت بیان کرنے کے لئے کسی کام پر ابھارنے کیلئے، یہ کلمہ اس شخص کے لئے ہے، جو دین دار عورت کا انتخاب نہ کرے۔ (طیبی: ۶/۲۳۷، مرقاۃ: ۳/۴۰۳)

ایک صاحب حضرت حسن عجلیلہ کی خدمت میں آئے، اور انہوں نے عرض کیا کہ میری ایک بیٹی ہے جس سے مجھے محبت ہے اس کے بہت سے رشتہ آئے ہیں مجھے مشورہ دیجئے کہ میں ان میں سے کس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں؟ حضرت حسن عجلیلہ نے فرمایا: کہ متقی آدمی سے نکاح کرو، اس لئے کہ اگر وہ لڑکی

سے محبت کریگا تو اس کا ہر طرح سے خیال رکھے گا، اور اگر اس کو ناپسند کرے گا تو بھی اس پر ظلم نہیں کریگا۔  
(طبی ۶/۲۳۸)

**فائدہ:** حدیث پاک میں رشتہ کے انتخاب کا طریقہ ارشاد فرمایا ہے کہ رشتہ کے انتخاب کے وقت دین داری کو بنیاد بنانا چاہئے اسی میں دین و دنیا کی کامیابی ہے اسی طریقہ انتخاب کی خلاف ورزی کرنے کی وجہ سے امت پریشانیوں کا شکار ہو رہی ہے اور تباہی کے کنارے پر پہنچ چکی ہے، اسلئے ضروری ہے کہ رشتہ کے انتخاب کے وقت دین داری کو بنیاد بنائیں خود بھی اس پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی ترغیب دیں۔

## نیک بیوی بہترین متاع ہے

{۲۹۴۹} وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ  
الصَّالِحَةُ. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۴۷۵، باب خیر متاع الدنیا، کتاب الرضاع، حدیث

نمبر: ۱۴۶۷۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ساری دنیا دولت ہے اور دنیا کی بہترین دولت نیک بیوی ہے۔ (مسلم)

**تشریح:** الدنیا کلہا متاع: متاع، کہتے ہیں جس سے تھوڑا فائدہ اٹھایا جائے، پھر وہ جلدی فنا ہو جائے، دنیا میں جو کچھ بھی ہے چاہے وہ قلیل نظر آتا ہو یا کثیر، اللہ کی نگاہ میں بہت معمولی اور بہت جلد فنا ہونے والا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”قل متاع الدنیا قلیل“ اور آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ”لو كانت الدنیا تعدل عند الله جناح بعوضة ماسقى الكافر منها شربة ماء“ (مرقات ۳/۴۰۴)

اگر دنیا کی حیثیت اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو دنیا سے کسی کافر کو



اللہ تعالیٰ پانی کا ایک قطرہ بھی نہ پلاتے۔

المرأة الصالحة: چول کہ نیک عورت اخروی امور کے لئے بہت مددگار ثابت ہوتی ہے لہذا یہ سب سے گراں قدر متاع ہے، اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ”ربنا آتنا فی الدنیا الخ“ کی تفسیر کرتے ہوئے ”فی الدنیا حسنة“ سے نیک بیوی مراد لیا ہے اور ”فی الآخرة حسنة“ سے حور عین مراد لیا ہے، جب کہ ”وقنا عذاب النار“ سے بے حیاء زبان دراز عورت کو مراد لیا ہے۔ ”الصالحة“ نیک کی قید لگا کر اس بات کی طرف اشارہ بھی کر دیا ہے کہ اگر بیوی بد خصلت ہے تو بہت زیادہ تکلیف اور رنج کا سبب بھی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ”زین للناس حب الشهوات الخ“ میں انسان کے حق میں جن فتنوں کا ذکر کیا ہے ان میں سب سے پہلے ”النساء“ عورتوں کو رکھا ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: کہ ”ما ترکت بعدی فتنة اضر علی الرجال من النساء“ میں نے اپنے بعد ایسا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا جو مسردوں کے حق میں عورتوں کے فتنہ سے زیادہ ضرر رساں ہو۔ (مرقاۃ: ۳/۴۰۴)

**فائدہ:** معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کو نیک بیوی عطا فرمائی ہے تو اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کرے اور اس عظیم نعمت کی بہت زیادہ قدر کرے۔

## قریشی بیویوں کی فضیلت

{۲۹۵۰} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْإِبِلَ صَاحِبُ نِسَاءٍ قُرَيْشٍ أَحْنَأُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۶۰/۲، باب الی من ینکح، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۰۸۲، مسلم شریف: ۳۰۷/۲، باب من فضائل نساء قریش، کتاب فضائل الصحابة، حدیث نمبر: ۱۵۱۷۔

**حل لغات:** حنا علیہ: مہربانی کرنا، شفقت کرنا، دعی الشیء: رعیا: حفاظت کرنا، خیال کرنا، لحاظ کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اونٹوں پر سوار ہونے والی بہترین عورتوں میں قریش کی نیک عورتیں ہیں، جو کہ اپنی اولاد پر ان کے بچپن میں بہت شفقت ہوتی ہیں، اور خاوند کا وہ مال جو ان کے پاس ہوتا ہے اس کی خوب حفاظت کرتی ہیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** عام طور پر عرب کی عورتیں ہی اونٹوں پر سوار ہوتی تھیں، لہذا حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ عرب کی عورتوں میں قریش کی عورتیں سب سے نیک بخت ہیں، یہ اپنے بچے اور اپنے شوہروں کے حقوق خوب اچھی طرح ادا کرتی ہیں۔

**خیر نساء رکن الابل:** یہ مبتداء ہے اور اس کی مراد عرب کی عورتیں ہیں، اس لئے کہ اونٹ کی سواری عرب عورتوں کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ ”صالح نساء قریش“ یہ خبر ہے، ”احناہ“ یہ ”الحنو“ جس کے معنی شفقت و مہربانی کے ہیں اسم تفضیل ہے اور یہ مستانفہ ہے اور جواب ہے اس کا جو یہ کہے کہ ان کے خیر ہونے کا سبب کیا ہے؟ اور مطلب یہ ہے کہ جنس عورت میں سب سے زیادہ شفقت و مہربان، اور ”احناہ“ میں مذکر کی ضمیر لانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ تاویل میں ”احنی لهذا الصنف“ کے ”یا من یر کب الابل“ کے ہے، واضح رہے کہ اس توجیہ کی ضرورت اس وقت ہے کہ ”صالح نساء قریش“ کے بجائے صالح کے ترک کے ساتھ صرف ”نساء قریش“ ہو جیسا کہ پہلے متروک تھا اور اس وقت مشکوٰۃ کے جتنے بھی نسخے موجود ہیں سب میں ”صالح نساء قریش“ ہی ہے تو پھر اس حالت میں ضمیر کے مرجع کے سلسلہ میں ان توجیہات کی ضرورت نہیں ہے جو لکھی گئیں بلکہ سیدھے یہی صالح ”احناہ“ کی ضمیر کا مرجع ہے، ”علی ولده فی صغره“ لڑکا جبکہ چھوٹا ہو اس وقت قریش کی یہ صالح عورت بچے پر انتہائی مہربان و مشفقہ ہوتی ہے، اور ”ولد“ کو نکرہ اس لئے لائے کہ یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کی ہی شفقت ہر چھوٹے بچہ کے لئے ہوتی ہے، خواہ یہ لڑکا اس کے شوہر کا ہو یا اس کا نہ ہو یعنی اس کی دوسری بیوی کا لڑکا ہو۔ علامہ نے یہ فرمایا کہ یہ لڑکے کے ساتھ صغریٰ قید لگی ہوئی ہے، یہ ظاہر کرتی ہے کہ ان عورتوں کی یہ شفقت مسلسل بالصغر ہے تو یہ صغریٰ یعنی بچپن جہاں پایا جائے ان کی شفقت وہاں موجود ہوتی ہے، کس لڑکا؟ کہاں لڑکا؟ ایسا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا، ”وارعاه ای احفظ جنسہن“ قاری ”وعلى زوج فی ذات یدہ“ یعنی

شوہر کے وہ اموال یا سامان جو گھر کی مالکہ ہونے کی حیثیت سے اس کے قبضہ میں ہوتے ہیں ان کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والی، اور بعض شارحین نے یہ فرمایا کہ اس سے شرمگاہ کی طرف کنایہ ہے جو کہ شوہر کی ملک ہوتی ہے اور یہ ایسی عقیقہ و پاکدامن ہوتی ہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اس ملک کی مکمل محافظ ہوتی ہے۔ (انوار المصاحیح: ۶/۱۳، مرقاۃ: ۴۰۴/۳، طبعی: ۶/۲۳۹)

**فائدہ:** معلوم ہوا کہ صالح عورتوں کی صفت خاص طور پر دو چیزیں ہوتی ہیں (۱) بچوں پر انتہائی شفقت و مہربانی اور ان کی تعلیم و تربیت کی پوری فکر، (۲) شوہر کے مال اور اس کے عزت و ناموس کی پوری حفاظت، اسلئے عورتوں کو اپنے اندر یہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

### عورتوں کا فتنہ

{۲۹۵۱} وَعَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۶۳/۲، باب ما يتقى من شئ من المرأة، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۰۹۶، مسلم شریف: ۳۵۲/۲، باب اکثر اهل الجنة الفقراء، کتاب الذکر، حدیث نمبر: ۲۷۴۰۔

**حل لغات:** الفتنہ: آزمائش، گمراہی، عذاب۔

**ترجمہ:** حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ میں نے اپنے بعد کوئی ایسا فتنہ نہیں چھوڑا جو مردوں کے لئے عورتوں سے زیادہ نقصان دہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** ماترکت بعدی فتنہ اضر علی الرجل: مردوں کے حق میں عورت بہت بڑا فتنہ ہے، علامہ عینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ: چونکہ عورت ناقص العقل والدین ہوتی ہے، لہذا اکثر و بیشتر وہ شوہر کو دین سے اعراض پر مائل کرتی ہے اور مرد کے حق میں اس سے بڑا فساد کیا ہوگا کہ وہ عورت کے چکر

میں پڑ کر دین سے غافل ہو جائے۔ (عمدة القاری ۳/۱۳)

صاحب مرقات رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: عورتیں مرد کو قتل و قتال اور باہمی رنجش و عداوت میں مبتلا کرتی ہیں، اور کم از کم شوہر کو دنیا کی طرف راغب کر ہی دیتی ہیں اور یہ بہت بڑا نقصان ہے کیونکہ دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے، (مرقاۃ: ۶/۲۴۲) روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے عورت کو پیدا کیا تو شیطان بہت خوش ہوا، اور کہا کہ یہ میرا وہ حبال ہے جسکے ذریعہ میں مسرہ کو ضرور پھانس لوں گا، آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: "النساء حبائل الشیطان" عورتیں شیطان کا پھندہ ہیں، ایک دوسرے موقع پر فرمایا: "اوثق سلاح ابلیس النساء" عورتیں شیطان کا مضبوط ترین ہتھیار ہیں۔ (عمدة القاری: ۳/۱۳)

آنحضرت ﷺ نے بری عورتوں سے پناہ مانگنے کی تاکید بھی فرمائی ہے اور بد خصلت عورتوں سے بچنے کی تاکید بھی کی ہے، اور یہ بھی بتایا ہے کہ نواسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی کی صورت میں برپا ہوا تھا۔

ان احادیث سے ہم مردوں کو یہ سبق ملتا ہے کہ عورتوں کے چکر میں پڑ کر اپنی عاقبت برباد کرنے کے بجائے حسن تدبیر سے عورتوں کی اصلاح کی کوشش کرنا چاہئے اور ان کی ہر جائز و ناجائز خواہش کے آگے سر جھکانے سے گریز کرنا چاہئے۔

### عورت کے فتنہ سے بچو

{۲۹۵۲} وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا حُلُوءَةٌ خَضِرَةٌ وَإِنَّ اللَّهَ مُسْتَغْلِفُكُمْ فِيهَا، فَيَنْظُرُ كَيْفَ تَعْمَلُونَ فَاتَّقُوا الدُّنْيَا وَاتَّقُوا النِّسَاءَ فَإِنَّ أَوَّلَ فِتْنَةٍ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ كَانَتْ فِي النِّسَاءِ. (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۳۵۳/۲، باب اکثر اهل الجنة الفقراء کتاب الذکر،

حدیث نمبر: ۲۷۴۲۔

**حل لغات:** الحلو: میٹھا، لذیذ، خوبصورت، پیارا، الخضرۃ: تازہ، ہری کھیتی، سبزہ زار مقام۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بلاشبہ دنیا میٹھی اور سرسبز ہے، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس میں خلیفہ بنایا ہے، اس لئے وہ دیکھتا ہے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ تم لوگ دنیا سے محتاط رہو اور عورتوں سے بھی محتاط رہو، کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا فتنہ عورتوں میں آیا تھا۔ (مسلم)

**تشریح:** الدنیا حلوة: حاء کو ضمہ ہے "خضرۃ" خاء کو فتح اور ضاد کو کسرہ ہے، دنیا میٹھی ہے اور میٹھی چیز بالعموم مرغوب ہوتی ہے، دنیا سبزہ زار ہے اور آنکھوں کو بھلا معلوم ہوتی ہے، اور یا "خضرۃ" اسلئے کہا گیا کہ ہر چیز جلد سوکھ ماکھ کر ختم ہو جاتی ہے اور دنیا بھی بالآخر فانی ہے، "وان اللہ مستخلفکم فیہا" تم کو دنیا میں اپنا خلیفہ بنائے گا اور تم اس کے خلیفہ اور وکیل کی حیثیت سے اس میں تصرف کرو گے تم اس کے مالک نہیں ہو گے اس لئے کہ مالک تو وہ ہے جس کے تم خلیفہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ "فینظر کیف تعملون" وہ دیکھے گا کہ خلیفہ بننے کے بعد تم کیسے عمل کرتے ہو، اور دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم سے پہلے والوں کا تم کو خلیفہ بنانے والا ہے اور ان کے پاس جو تھا وہ تم کو عطا فرما دے والا ہے پھر وہ دیکھے گا کہ تم نے ان کے حال سے کیا نصیحت حاصل کی ہے اور ان کے انجام پر کتنا غور کیا۔ "فاتقوا الدنیا" دنیا سے بچو اور دنیا کا جو مال اور منصب ہے اس سے دھوکے میں مت پڑو اس لئے کہ یہ سب زوال سے بہت قریب کی چیزیں ہیں۔ "واتقوا النساء" عورتوں سے بچتے رہو اور ان کی وجہ سے ممنوعہ اشیاء میں دلچسپی مت لو یا ان میں مبتلا نہ ہو جاؤ، "فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کانت فی النساء" بنی اسرائیل کا پہلا فتنہ اور ان کی پہلی آزمائش انہی کے معاملہ سے ہوئی اور علامہ طہی عیسیٰ علیہ نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے بچو اس طور پر کہ ان کی طرف میلان کی وجہ سے حرام میں مبتلا مت ہو جاؤ اور ان کے اقوال کو مت قبول کرو، اس لئے کہ وہ ناقصات العقل ہیں عام طور پر ان کے کلام میں خیر نہیں ہوتی، قرآن کریم کی آیت "واتل علیہم نبأ الذی آتینا" (اعراف: ۱۷۵) کی تفسیر کے تحت علامہ بغوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ابن اسحاق عیسیٰ علیہ و اسدی عیسیٰ علیہ وغیرہ کے حوالہ سے ایک قصہ نقل کیا ہے اور علامہ قاری نے مرقات میں حدیث پاک کے اسی جملہ کی تشریح کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے

اور یہی قصہ صاحب مظاہر حق قدیم و جدید نے تعبیر کے معمولی فرق کے ساتھ نقل کیا ہے ان سبھی حضرات کی اتباع میں یہ واقعہ مظاہر حق جدید کی تعبیر کے ساتھ یہ ہے:

## فتنہ عورت کی تفصیل

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص جس کا نام بلعم بن باعور تھا بہت مستجاب الدعوات تھا اس کے اسم اعظم یاد تھا، جس کے ذریعہ وہ اپنی ہر دعا قبول کر لیتا تھا، چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جبازوں سے لڑنے کے لئے علاقہ شام میں واقع بنی کنعان کے ایک حصہ میں خیمہ زن ہوئے تو بلعم کی قوم کے لوگ بلعم کے پاس آئے اور کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے پیروکاروں کا ایک عظیم لشکر لیکر ہمیں قتل کرنے اور اس علاقہ سے نکالنے کیلئے آئے ہیں تم ان کے لئے کوئی بددعا کرو کہ وہ یہاں سے واپس بھاگ جائیں، بلعم نے جواب دیا: کہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم وہ نہیں جانتے بھلا میں خدا کے پیغمبر اور ان کے ماننے والوں کے حق میں بددعا کیسے کر سکتا ہوں اگر میں ان کے لئے بددعا کرتا ہوں تو میری دنیا اور آخرت دونوں تباہ ہو جائیں گی۔

جب اس کی قوم کے لوگوں نے بہت منت سماجت کی اور بددعا کرنے پر اصرار کرتے رہے تو بلعم نے کہا کہ اچھا میں استخارہ کروں گا اور دیکھوں گا کہ کیا حکم ہوتا ہے پھر اس کے بعد کوئی فیصلہ کروں گا، بلعم کا یہ معمول تھا کہ وہ بغیر استخارہ کوئی بھی کام نہیں کرتا تھا، چنانچہ جب استخارہ کیا تو خواب میں اسے ہدایت کی گئی کہ پیغمبر اور مؤمنوں کے حق میں ہرگز بددعا مت کرنا، بلعم نے اس خواب سے اپنی قوم کو مطلع کیا اور بددعا نہ کرنے کے ارادے کا پھر اظہار کیا، قوم کے لوگوں نے غور و فکر کے بعد ایک طریقہ اختیار کیا اور وہ یہ کہ وہ لوگ اپنے ساتھ بیش قیمت تحفے لیکر بلعم کے پاس آئے اور پھر اس کے سامنے بہت ہی زیادہ منت و سماجت کی، روئے گڑ گڑائے اور اسے اتنا مجبور کیا کہ آخر کار وہ ان کے جال میں پھنس ہی گیا، چنانچہ وہ بددعا کرنے کی غرض سے اپنے گدھے پر سوار ہو کر اس پہاڑ کی طرف چلا جس کے قریب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لشکر مقیم تھا، راستہ میں کئی مرتبہ گدھا گرا جسے وہ مار مار کر اٹھاتا رہا یہاں تک کہ جب یہ سلسلہ دراز ہوا اور بلعم بھی اپنے گدھے کو مار مار کر اٹھاتا ہوا پریشان ہو گیا تو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی قدرت کاملہ سے

گدھے کو گویائی عطا کی چنانچہ گدھا بولا کہ ”نادان بلعم! تجھ پر افسوس ہے کہ کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں جا رہا ہے تو مجھے آگے چلانے کی کوشش کرتا ہے اور ملائکہ میرے آگے آکر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں، بلعم نے جب چشم حیرت سے گدھے کو بولتے دیکھا تو بجائے اس کے کہ اس تنبیہ پر اپنے ارادہ سے باز آجاتا گدھے کو وہیں چھوڑ دیا پایادہ پہاڑ پر چڑھ گیا اور وہاں بدعا کرنے لگا مگر یہاں بھی قدرت خداوندی نے اپنا کرشمہ دکھایا کہ بلعم اپنی بدعا میں جب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر کا نام لینا چاہتا اس کی زبان سے بنی اسرائیل کے بجائے بلعم کی قوم کا نام نکلتا یہ سن کر اس کی قوم کے لوگوں نے کہا: بلعم! یہ کیا حرکت ہے؟ بنی اسرائیل کے بجائے ہمارے حق میں بدعا کر رہے ہو، بلعم نے کہا اب میں کیا کروں یہ حق تعالیٰ میرے قصد و ارادہ کے بغیر میری زبان سے تمہارا نام نکلا رہا ہے لیکن بلعم پھر بھی اپنی بدعا سے باز نہ آیا اور اپنی ہی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ عذاب الہی کی وجہ سے بلعم کی زبان اس کے منہ سے نکل کر سینہ پر آپڑی پھر تو گویا بلعم کی عقل بالکل ہی ماری گئی اور دیوانہ وار کہنے لگا کہ لو اب تو میری دنیا اور آخرت دونوں ہی برباد ہو گئیں، اس لئے اب ہمیں بنی اسرائیل کی تباہی کے لئے دوسرا جال تیار کرنا پڑے گا، پھر اس نے مشورہ دیا کہ تم لوگ اپنی اپنی عورتوں کو اچھی طرح آراستہ و پیراستہ کر کے ان کے ہاتھوں میں کچھ چیزیں دیکر ان کے پیچنے کے بہانے سے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دو اور ان سے کہہ دو کہ اگر بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص تمہیں اپنے پاس بلائے تو انکار نہ کرنا۔ یاد رکھو! اگر بنی اسرائیل میں سے ایک بھی شخص کسی عورت کے ساتھ حرام کاری میں مبتلا ہو گیا تو تمہاری ساری کوششیں کامیاب ہو جائیں گی، چنانچہ بلعم کی قوم نے اس مشورہ پر عمل کیا اور اپنی عورتوں کو بنا سنوار کر بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دیا وہ عورتیں جب لشکر میں پہنچیں اور ان میں سے ایک عورت جس کا نام کسی بنت صورت تھا بنی اسرائیل کے ایک سردار زمزم بن شلوم نامی کے سامنے سے گزری تو وہ اس عورت کے حسن و جمال کا اسیر ہو گیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور ان سے کہنے لگا کہ کیا آپ اس عورت کو میرے لئے حرام قرار دیتے ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ جواب دیا کہ ہاں: اس عورت کے پاس ہر گز مت جانا: تو زمزم نے کہا کہ میں اس بارے میں آپ کا حکم قطعاً نہیں مانوں گا، چنانچہ وہ اس عورت کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور وہاں اس کے ساتھ منہ کالا کیا۔ پھر کیا تھا حکم الہی نے قہر کی شکل اختیار کر لی اور اس سردار کی

ثامت عمل سے ایسی وبا پورے لشکر پر نازل ہوئی کہ آن کی آن میں ستر ہزار آدمی ہلاک و تباہ ہو گئے، ادھر فحاص کو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا پوتا اور ایک قوی ہیکل آدمی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نگہبان تھا یہ معلوم ہوا کہ ہمارے ایک سردار کی ثامت عمل نے قہر خداوندی کو دعوت دیدی ہے تو فوراً اپنا ہتھیار لیکر زمزم کے خیمہ میں داخل ہوا اور پلک جھپکتے ہی زمزم اور اس عورت کا کام تمام کر ڈالا اور پھر بولا کہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی وجہ سے ہم کو ہلاک و تباہ کر دیا ہے، چنانچہ ان دونوں کے قتل ہوتے ہی وہ وبا جو عذاب خداوندی کی شکل میں نازل ہوئی تھی ختم ہو گئی۔

زیر تشریح جملہ میں مذکورہ محدثین کے نزدیک بنی اسرائیل کے اول فتنہ سے یہی فتنہ مراد ہے واللہ اعلم بالصواب۔ (انوار المصابیح: ۱۸/۱۶) تفصیل کے لئے دیکھئے (مرقاۃ: ۶/۱۹۰)

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھے جن کا نام ”عامل“ تھا ان سے ان کے بھتیجے یا ان کے چچا زاد بھائی نے اس بات کی درخواست کی کہ وہ اپنی بیٹی سے ان کا نکاح کر دیں، انہوں نے درخواست رد کر دی اور اپنی بیٹی کا نکاح ان سے نہیں کیا، چنانچہ درخواست کرنے والے شخص نے ”عامل“ کو قتل کر دیا، یہی وہ واقعہ ہے جس کی تفصیل سورۃ بقرہ میں ہے اور ”بقرہ“ بمعنی گائے والے واقعہ کی تفصیل، اس واقعہ سے متعلق ہے۔ (طیبی: ۶/۲۳۱)

صاحب مرقات نے طیبی سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے لیکن پہلا واقعہ تفصیل سے نقل کیا ہے اور وہی واقعہ عورت کے ذریعہ بنی اسرائیل کے فتنہ میں پڑنے کے حوالے سے زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

## تین چیزوں میں نحوست

{۲۹۵۳} وَعَنْ بِنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشُّؤْمُ فِي الْمَرْأَةِ وَالْدَّارِ وَالْفَرَسِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةِ الشُّؤْمِ فِي ثَلَاثَةٍ فِي الْمَرْأَةِ وَالْمَسْكَنِ وَالْذَّائِبَةِ.

حوالہ: بخاری شریف: ۶۳/۲، باب ما يتقى من شؤم المرأة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۰۹۳، مسلم شریف: ۲۳۲/۲، باب الطیر، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۲۲۵۔



**حل لغات:** الشؤم: نحوس، بدشگونی، بدی، شر۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بے برکتی عورت، گھرا اور گھوڑے میں ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے کہ بے برکتی تین چیزوں میں ہوتی ہے، (۱) عورت میں، (۲) رہائش گاہ میں، (۳) سواری میں۔

**تشریح:** الشؤم فی المرأة: ”شوم“ یمن کی ضد ہے، یمن کے معنی برکت میں اور شوم بے برکت یعنی منحوس، چونکہ حدیث میں مذکورہ تین چیزیں بد خلقی کا سبب بنتی ہیں، اس لئے ان کی طرف نحوس کی نسبت کر دی ہے ورنہ کوئی چیز بالذات منحوس نہیں ہے، ہر چیز اللہ کی مشیت اور اس کے فیصلہ سے وابستہ ہے، ”المرأة“ عورت کی نحوس یہ ہے کہ بانجھ ہو، مہر بہت زیادہ ہو، اور بد خلق ہو، ”المسکن“ گھر کی نحوس یہ ہے کہ وہ بہت تنگ ہو اور اس کے پڑوسی برے ہوں، ”الدابة“ جانور کی نحوس یہ ہے کہ وہ بہت شوخ ہو اور اس پر جہاد نہ کیا جاتا ہو، حاکم کی روایت ہے کہ ”ثلاثة من الشقاء: المرأة تراها فتسوءك وتحمل لسانها عليك والدابة تكون قطوفا فان ضربتها اتعبتك وان ترکتها لم تلحق اصحابك والدار تكون ضيقة قليلة المرافق“ تین چیزیں انسان کی بد بختی کی علامت ہیں، (۱) وہ بیوی کہ جب تو اس کو دیکھے تو وہ تم کو ناخوش کر دے اور تمہارے اوپر زبان دراز کرے، (۲) سست رفتار بے ڈھنگی چال والی سواری، اگر اس کو مارو تو تم تھک جاؤ اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دو تو تم کو ساتھیوں سے دور کر دے، (۳) نہایت تنگ گھر جس میں آرام و سکون کا فقدان ہو۔ (فتح الباری: ۱۱/۳۹۲)

اگر یہی تین چیزیں اچھی مل جائیں تو انسان کی سعادت مندی کی علامت بھی ہے، جناب آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ”من سعادة بن آدم ثلاثة. المرأة الصالحة والمسكن الصالح والمرکب الصالح“ سعادت مند بیوی، عمدہ گھر، اور بہترین سواری انسان کی نیک بختی کی علامت ہے، (حوالہ بالا) علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے فرمان میں اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی کا ایسا گھر ہے جس میں رہنا اس کو پسند نہیں ہے تو اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں منتقل ہو جائے، بیوی ایسی ہے جس کے ساتھ رہنے میں تکلیف ہے تو اس کو طلاق دیدے اور اگر گھوڑا یا سواری ناپسندیدہ ہے تو اس کو بیچ دے۔ (طیبی: ۶/۲۴۲)

**اشکال مع جواب:** دوسری روایت میں مطلقاً شوم کی نفی آئی ہے، بناء بریں علماء کرام نے وجہ تطبیق کی مختلف صورتیں بیان کیں ہیں، کسی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کو دوسری اشیاء سے خاص کر لیا، اور بعض نے کہا کہ یہ علی سبیل الفرض کہا: کہ اگر کسی چیز میں شوم ہوتا تو ان تین میں ہوتا اور ان میں شوم نہیں ہے تو دوسرے میں بطریق اولیٰ نہیں ہوگا، چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت اسکی تائید کرتی ہے۔ فرمایا: "وان یکون الطیرۃ فی شیء ففی المرأة والدار والفرس" اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان چیزوں کے انتخاب کرنے میں خوب ہوشیاری و احتیاط کے ساتھ قدم رکھنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ دین و دنیا کے مصالح ان کے ساتھ استوار ہوتے ہیں اگر ان میں خرابی آجائے تو پوری زندگی مکدر ہو جاتی گی۔ (درس مشکوٰۃ: ۹/۳، التعلیق: ۴/۴)

## کنواری لڑکی سے شادی کرنے کی ہدایت

{۲۹۵۴} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةٍ فَلَمَّا قَفَلْنَا كُنَّا قَرِيبًا مِنَ الْمَدِينَةِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُزْسٍ قَالَ: تَزَوَّجْتُ؟ قُلْتُ نَعَمْ، قَالَ: أَبْكَرُ أَثِيْبٌ؟ قُلْتُ: بَلْ ثِيْبٌ، قَالَ فَهَلَّا بِكَرًّا تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ، فَلَمَّا قَدِمْنَا دَهَبْنَا لِنَدْخُلَ فَقَالَ أَهْلُوْا حَتَّى نَدْخُلَ لَيْلًا أَوْ عِشَاءً لَكُمْ تَمْتَشِطُ الشَّعِثَةُ وَتَسْتَحِدُّ الْمَغِيبَةَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۹/۲، باب تستحد المغيبة، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۲۴۷، مسلم شریف: ۴۷۴/۱، باب استحباب نکاح البکر، کتاب الرضاع، حدیث نمبر: ۱۴۶۶۔

**حل لغات:** قفل من السفر: لوٹنا، الحدیث: نیا، بات، کلام وغیرہ، حدیث عہد بکذا: اس سے حال ہی میں واقفیت ہوئی ہے، العرس: زفاف، شادی، رخصتی، البکر: کنواری عورت، الثیب: بے شوہر عورت، غیر باکرہ، وہ عورت جس کا پردہ بکارت زائل ہو چکا ہو، مهل فی فعلیہ: جلدی نہ کرنا، الطینان

سے کام کرنا، العشاء: رات کی ابتدائی تاریکی، مغرب سے مکمل تاریکی تک کا وقت، الشعث: بکھرے ہوئے اجزاء پر اگندگی، استحد: دھاردار آکہ (استرہ) سے شرمگاہ کے بال صاف کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک غزوہ میں ہم جناب سرور کائنات آنحضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، چنانچہ جب ہم واپس ہوئے مدینہ کے قریب آگئے تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میری نئی نئی شادی ہوئی ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نکاح کر لیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا کنواری سے نکاح کیا یا ثیبہ؟ میں نے عرض کیا ثیبہ سے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم نے کنواری سے نکاح کیوں نہیں کیا؟ تم اس سے کھیلتے اور وہ تم سے کھیلتی، جب ہم مدینہ پہنچ گئے اور ہم نے اپنے گھر میں داخل ہونے کی غرض سے جانے کا ارادہ کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا ٹھہرو، ہم رات میں یعنی عشاء کے وقت گھروں میں داخل ہوں گے، تاکہ جس عورت کے بال بکھرے ہوں وہ کنگھی کر لے، اور جس عورت کے خاوند موجود نہ تھے وہ اپنے زیر بال صاف کر لے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ: اس موقع پر یہ حدیث مختصر نقل ہوئی ہے، بخاری شریف میں پورا واقعہ صفحہ نمبر: ۲۸۳، پر ہے وہ یوں ہے کہ ایک غزوہ سے واپسی میں جب مدینہ منورہ کی طرف آنحضرت نبی کریم ﷺ اور اصحاب نبی ﷺ کا رخ تھا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرا اونٹ بہت سست رفتار ہو گیا اور تھک گیا، اتنے میں حضرت نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ: جابر میں نے عرض کیا جی حضور! جناب محبوب خدا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا میرا اونٹ بہت سست رفتار ہو گیا ہے اور تھک گیا ہے، آنحضرت ﷺ سواری سے اترے اور اپنے پیڑھے سر کی لاٹھی سے اس کو مارا، پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ سوار ہو جاؤ، میں سوار ہو گیا، اب وہ اتنا تیز چلنے لگا کہ میں اس کو روکنے لگا کہ رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ نکل جائے، آنحضرت ﷺ نے دریافت کیا کہ جابر! کیا تم نے شادی کی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے؟ میں نے عرض کیا بیوہ سے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: کنواری سے کیوں نہیں کی، تو اس سے کھیلتا اور وہ تجھ

سے کھلتی، میں نے عرض کیا میری بہت سی بہنیں ہیں تو میں نے پسند کیا ایسی عورت سے نکاح کروں جو انہیں اکٹھا رکھے اور انہیں کنگھی کرے اور ان کی نگہبانی کرے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تم اپنا اونٹ فروخت کرو گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! تو آنحضرت ﷺ نے ایک اوقیہ کے بدلہ وہ اونٹ مجھ سے خرید لیا، پھر آنحضرت ﷺ مجھ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے، اور میں دوسرے دن صبح پہنچا اور ہم مسجد آئے تو حضور ﷺ کو مسجد کے دروازہ پر پایا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا تم اب آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اپنا اونٹ چھوڑ دو اور مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لو، چنانچہ میں اندر گیا اور نماز پڑھی، پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ میرے لئے اوقیہ تول دیں، بلال رضی اللہ عنہ نے میرے لئے تول دیا اور بڑھا کر تولا، پھر میں چلا یہاں تک کہ جب میں مرگ گیا تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ میرے پاس جابر کو بلا لاؤ، میں نے دل میں کہا کہ حضور ﷺ اب اونٹ کو لوٹا دیں گے اور اس وقت میرے نزدیک اس کو لوٹانے سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی چیز نہیں تھی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اپنا اونٹ لے جاؤ اور اس کی قیمت بھی تمہاری ہے۔

**باب بکر:** آنحضرت ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو کنواری لڑکی سے نکاح کی ترغیب دلائی تھی کہ کنواری لڑکی میں بچہ پیدا کرنے کی بھی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے، وہ شوہر سے خوب محبت بھی کرتی ہے اور وہ کوری تختی کے مانند ہوتی ہے، لہذا اس کو سلیقہ سکھانا اور اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنا آسان ہوتا ہے۔ آگے آنحضرت ﷺ کا فرمان آرہا ہے کہ "علیکم بالابکار فانهن اعذب افواہا وانتق ارحاماً وارضى بالیسیر" کنواری لڑکی سے نکاح کرو، کیوں کہ وہ منہ کی میٹھی، زیادہ بچے جننے والی اور تھوڑی چیز پر راضی ہو جانے والی ہوتی ہیں، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے باکرہ لڑکی کو چھوڑ کر ثیبہ سے اس لئے نکاح کیا تھا کہ ان کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی سات یا نو بہنوں کو چھوڑا تھا، اگر حضرت جابر رضی اللہ عنہ کنواری لڑکی سے نکاح فرماتے تو وہ بہنوں کی دیکھ بھال نہ کر سکتی اس لئے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیوہ سے نکاح فرمایا کہ وہ تجسربہ کار ہوتی ہے وہ بہنوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کر سکتی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس قربانی کو سنا تو ان کو دعاؤں سے نوازا "امهلوا" آنحضرت ﷺ نے صحابہ کو غزوہ سے واپسی کے بعد اچانک گھر

میں داخل ہونے سے منع کر دیا، بلکہ رات تک ٹھہرنے کی تاکید کی اور رات میں گھر جانے کی تاکید کی، تاکہ بیویاں غسل وغیرہ کر لیں، صفائی ستھرائی کر لیں، کپڑے وغیرہ بدل لیں۔ اسلئے کہ اگر اچانک گھر میں داخل ہوں اور گھر میں بیوی پراگندہ حالت میں ہے اس حالت میں اس پر نظر پڑ کر کہیں اس سے نفرت نہ پیدا ہو جائے اور جب نفرت پیدا ہو جاتی ہے تو طلاق تک کی نوبت آ کر گھر برباد ہو جاتا ہے۔

**اشکال:** آنحضرت ﷺ نے سفر سے واپسی پر رات میں گھر جانے کی تاکید کی، جب کہ آنحضرت ﷺ ہی نے سفر سے واپسی پر رات میں گھر میں داخل ہونے سے منع کر رکھا تھا، جناب آنحضرت ﷺ کا بخاری میں فرمان نقل ہوا ہے۔ "اذا دخل لیلاً فلا تدخل علی اہلک"۔

**جواب:** ممانعت کا تعلق اس صورت میں ہے کہ اچانک واپسی ہو اور بغیر اطلاع گھر میں دخول کا ارادہ ہو، اور جب گھر والوں کو پہلے سے اطلاع ہے، تو رات کے وقت گھر میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔ (طیبی: ۲۲۳/۶، تعلیق: ۴/۵)

اصل یہ ہے کہ گھر میں داخل ہونے سے پہلے کسی طریقہ سے اطلاع ہو جانی چاہئے تاکہ اگر عورت پراگندہ حالت میں ہو تو اپنی حالت درست کر لے۔

**فائدہ:** معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کا ہر عمل ہر ارشاد بے شمار مصالح پر مشتمل ہوتا ہے۔

## {الفصل الثانی}

### نکاح کرنے والے پر اللہ کی مدد

{۲۹۵۵} عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ثَلَاثَةٌ حَقُّ عَلَى اللَّهِ عَوْنُهُمُ الْمَكَاتِبُ الَّتِي يُرِيدُ الْإِدَاءُ وَالنَّكَاحُ الَّتِي يُرِيدُ الْعَقَافَ وَالْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ. (رواه الترمذی والنسائی وابن ماجہ)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۶۹۵/۲، باب ماجاء فی المجاہد، کتاب فضائل الجہاد، حدیث نمبر: ۱۶۵۵، نسائی شریف: ۵۸/۲، باب معونة الله الناکح الذی یرید العفاف، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۲۱۸، ابن ماجہ شریف: ۱۸۱، باب المکاتب، کتاب العتق، حدیث نمبر: ۲۵۱۸۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تین طرح کے لوگوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم ہے، (۱) مکاتب، جو اپنا بدل کتابت ادا کرنا چاہتا ہے، (۲) نکاح کا خواہش مند جو کہ پاک دامنی چاہتا ہے، (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ شریف)

**تشریح:** ثلاثۃ حق علی اللہ عونہم: تین لوگوں کی اللہ تعالیٰ پر مدد کرنا لازم ہے، اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز لازم نہیں ہے، چونکہ ان اشخاص کی مدد کا اللہ کی طرف قطعی وعدہ ہے اسی کو لازم سے تعبیر کیا ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم فرمالیا ہے، اور یہاں تین کا عدد ماعدہ کی نفی کو مستلزم نہیں ہے، لہذا مفہوم عدد معتبر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد کا ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ یہ امور فی نفسہ دشوار ہیں، اللہ کی مدد کے بغیر ان کی انجام دہی ممکن نہیں ہے، لیکن کوئی اللہ کا بندہ اگر اللہ کے بھروسہ پر ان اعمال کی انجام دہی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو کر ان اعمال کی انجام دہی کرا دیتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہونے سے یہ امور آسان ہو جاتے ہیں۔

**المکاتب:** وہ غلام جو اپنے آقا سے روپیہ کی کسی مقدار پر سودا کر لے کہ میں اتنا مال تم کو دوں گا اور تم مجھے آزاد کر دو گے، روپیہ پیسہ کی وہ مقدار جس کے بدلہ میں غلام کو آزادی نصیب ہوتی ہے، بدل کتابت کہلاتی ہے، اور غلام مکاتب کہلاتا ہے جو غلام اس طرح کا معاملہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی آزادی کے انتظامات فرماتے ہیں۔

**النکاح:** جو شخص زنا سے بچنے کے ارادہ سے نکاح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حسن نیت کی قدر کرتے ہیں اور اس کے لئے نکاح آسان فرما دیتے ہیں نکاح کے اسباب اور ضروری انتظامات آسان فرما دیتے ہیں۔

**والمجاہد:** اللہ کے دین کو بلند کرنے کی خاطر اللہ کے دشمنوں سے جو جہاد کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی اور اس کے گھروالوں کی مدد و نصرت فرماتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۶/۲۴)

## اچھا رشتہ ملتے ہی نکاح کرنے کی ہدایت

{۲۹۵۶} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَاطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرَضَّوْنَ دِينَهُ وَخُلِقَهُ فَرَّوْجُوهُ إِنْ لَا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةً فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِضٌ. (رواہ الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲۰۷/۱، باب ماجاء کم من تر ضون، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۱۰۸۴۔

**حل لغات:** خطب: (ن) پیغام نکاح دینا، وعظ و تقصیر کرنا وغیرہ، الخلق: (ج) اخلاق: عادت، طبیعت، طبعی خصلت، مزاج، فطرت، زوج فلانا امرأۃ بها: (تفعیل) کسی کی کسی عورت سے شادی کرانا، العریض: چوڑا، کشادہ۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے پاس وہ شخص رشتہ بھیجے جس کے دین اور اخلاق کو تم پسند کرتے ہو تو اس کے ساتھ لڑکی کا نکاح کر دو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد پھیلے گا۔ (ترمذی شریف)

**تشریح:** دین دار اور با اخلاق آدمی کے رشتہ کو ٹھکرا کر مال دار یا خوب صورت لڑکے کے انتظار میں بیٹھے رہنا بہت بڑے فتنہ کو دعوت دینا اور اللہ کو ناراض کرنا ہے، آج جو بدکاری اور زنا کاری کا بازار گرم ہے، یہی وہ عظیم فساد و فتنہ ہے، جس کی طرف آپ ﷺ نے اشارہ کیا تھا، دین دار اور با اخلاق لڑکے سے اگر رشتہ کیا جائے تو بہت ہی بہتر رفیق حیات ثابت ہوگا، اور اس کے ذریعہ سے خاندانوں میں الفت و محبت کی فضا عام ہوگی۔

**اذا خطب احدکم:** تمہاری اولاد یا رشتہ دار مثلاً بہن وغیرہ سے نکاح کا پیغام دے "من تر ضون" یعنی تم پسند کرتے ہو اور اچھا سمجھتے ہو "دینہ ای دیانتہ و خلقہ ای معاشرۃ" یعنی اس

کے دین و دیانت، طرز زندگی اور خصائل و عادت کو تم پسند کرتے ہو، ”فزوجہ“ جس کے لئے اس نے پیغام دیا ہے اس کے ساتھ اس کی شادی کر دو، ”ان لہم تفعلوہ“ اگر تم نے ایسا نہ کیا یعنی مذکورہ امور کے پسندیدہ ہونے کے باوجود اس کے ساتھ نکاح نہ کیا بلکہ مال و جاہ وغیرہ کے چکر میں میں پڑے رہے تو ”تکن فتنۃ فی الارض وفساد عریض“ واقع ہو گا زمین پر فساد اور فتنہ یعنی اگر تم اسی طرح صاحب جاہ و مال کے پیغام کے انتظار میں رہے اور مذکورہ اوصاف کے مرد کے پیغام کو قبول نہ کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ بہت سی لڑکیاں بے نکاحی اور بہت سے لڑکے بن بیاہے رہ جائیں گے، اور پھر اس کے نتیجہ میں ارتکاب زنا ہو گا اور اس کے نتیجہ میں خاندان کی رسوائی اور بدنامی ہو گی اور اسی بدنامی کی وجہ سے دو خاندانوں کے درمیان لڑائی جھگڑا اور کشت و خون کا بازار گرم ہو گا اور پھر یہ مسمد بھی ہو سکتا ہے یہی ہے فساد عریض جس کی خبر حدیث پاک میں دی گئی ہے۔

اس حدیث میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی تائید ہے جن کا مسلک یہ ہے کہ وہ کفایت کے لئے صرف دین کو کافی سمجھتے ہیں جب کہ جمہور علماء کے نزدیک کفایت کے لئے چار چیزوں کے ہونے کی شرط ہے۔

۱، دین۔ ۲، آزادی۔ ۳، نسب۔ ۴، پیشہ۔

چنانچہ کسی عقیفہ، پاکدامن، پابند صوم و صلوٰۃ، صالح، نیک اور پرہیزگار عورت کا نکاح فاسق کے ساتھ اور کسی آزاد عورت کا نکاح غلام کے ساتھ اور کسی مشہور و معروف نسب والی کا گم نام نسب والے مرد کے ساتھ اور کسی تاجر اور بہترین پیشہ والی عورت کا نکاح کسی ردی یا ناپسندیدہ پیشہ والے کے ساتھ خلاف رعایت کفو ہے اور اس قسم کے نکاح کو غیر کفو کا نکاح کہا جائے گا، اور اس غیر کفو کے نکاح کو بھی اگر عورت اور اس کے اولیاء پسند کر لیں اور نکاح کر دیں تو نکاح بہر حال صحیح ہو گا، واضح رہے کہ علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے دین کی تشریح میں یہ لکھا ہے، ”لا تزوج المسلمۃ من کافر والصالحۃ من فاسق“ مسلمہ کا نکاح کافر سے اور صالحہ کا نکاح فاسق سے نہ کیا جائے، اور انہیں کی اتباع میں مظاہر حق جدید و قدیم کے مصنفین نے بھی یہی مسئلہ اس موقع پر نقل کیا ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۲۴۶، طبعی: ۶/۲۴۵)

اس پر اشکال یہ ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح تو کافر کے ساتھ اولیاء اور عورت کی رضامندی کے



باوجود بھی صحیح نہ ہو گا یہ مسئلہ تو متفق علیہ ہے پھر کفو کی پہلی شرط ”دین“ جس کی تشریح مذکورہ تینوں کتابوں میں ”کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے“ کے ساتھ کی گئی ہے اور پھر آخر میں تینوں کتابوں میں یہ لکھا گیا ہے، اگر عورت اور اس کے اولیاء پسند کر لیں اور نکاح کر دیں تو نکاح بہر حال صحیح ہو گا، یہ حکم کیسے درست قرار دیا جاسکتا ہے؟ جمہور کے نزدیک رعایت دین کفو میں ہے لیکن دین کا وہ مطلب نہیں جو ان تینوں شارحین نے لیا ہے، ہدایہ میں ”قال وتعتبر ایضا فی الدین ای الديانة“ یعنی کفایت میں دین کا اعتبار کیا جائے گا، لیکن دین سے مراد دیانت ہے اس ”ای الديانة“ کے نیچے بین السطور میں لکھا ہے ”حتی لا یکون الفاسق کفو للعدلة“ اور اسی پر حاشیہ لگایا گیا ہے۔ ”قوله الديانة وهی التقوی والصلاح وانما فسرہ بالديانة لان المطلق الدين الاسلام ولا كلام فيه لان اسلام الزوج شرط جواز نکاح المسلمة وانما الكلام في حق اعتراض الاولياء بعد انعقاد العقد وذلك لا یکون الا فی الدین بمعنی الديانة“ (نہایہ) اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ دین کی تفسیر دیانت کے ساتھ اس لئے کی کہ مطلق دین اسلام میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہے اس لئے کہ شوہر کا مسلمان ہونا مسلمان عورت کے ساتھ نکاح کے لئے شرط ہے یہاں تو بات عقد کے منعقد ہو جانے کے بعد اولیاء کے اعتراض کی ہو رہی ہے اور انعقاد نکاح کی بات دین کو دیانت کے معنی میں دینے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

## خوب محبت کر نیوالی عورت سے شادی کرنی چاہئے

{۲۹۵۷} وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجُوا الْوُدُودَ الْوُدُودَ فَإِنِّي مُكَاثِّرٌ بِكُمْ الْأُمَّةَ.  
(رواہ ابو داؤد النسائی)

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۱/۲۸۰، باب تزوج الابکار، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۶۰۵۰، نسائی شریف: ۵۰/۲، باب کراہیۃ تزویج العقیم، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۲۲۷۔

**حل لغات:** الودود: بہت محبت کرنے والی، محب صادق، الودود: ماں، بکثرت بچے جننے

والی، بہت اولاد والی، کاترہ: (مفاعلة) کثرت عدد پر فخر کرنا، کثرت وزیادت میں مقابلہ کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ایسی عورت سے نکاح کرو جو خوب محبت کرنے والی ہو اور زیادہ بچے جننے والی ہو، کیوں کہ میں دوسری امتوں کے مقابلہ میں تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔ (ابوداؤد شریف، نسائی شریف)

**تشریح:** حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسے خاندان کی لڑکیوں سے نکاح کرو، جس خاندان کی لڑکیاں شوہروں سے محبت کرنے والی اور کثیر الاولاد ہوتی ہیں، بچوں کی زیادتی سے اس امت میں اضافہ ہوگا اور امت کی کثرت کی بناء پر آنحضرت ﷺ کو فخر ہوگا، کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بچوں کی کثرت کی بناء پر عورت اپنے شوہر سے غفلت برتنے لگتی ہے، اسی لئے آنحضرت ﷺ نے اس بات کو بھی ساتھ میں ذکر کیا کہ وہ لڑکی شوہر سے خوب محبت کرنے والی ہو۔

**الودود:** وہ لڑکی جو اپنے شوہر سے خوب محبت کرنے والی ہو، ”الودود“ وہ لڑکی خوب بچے جننے والی ہو، آنحضرت ﷺ نے یہاں دو صفت بیان فرمائی ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر لڑکی بچے تو خوب جننے والی ہو، لیکن شوہر سے اس کو محبت نہ ہو تو شوہر کو بھی اس کی جانب رغبت نہ ہوگی، اور زندگی بدمزہ ہو جائے گی، اور اگر محبت کرنے والی تو ہو لیکن اس کے بچے نہ ہوتے ہوں تو مقصود اصلی حاصل نہ ہوگا، چونکہ نکاح کا عظیم مقصد توالد و تناسل کی کثرت سے امت کی کثرت ہے۔ (طبری: ۶/۲۴۵)

**فائدہ:** اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ جس لڑکی میں یہ دو صفات موجود ہوں خواہ حسن و جمال وغیرہ دوسری صفات اس میں موجود نہ ہوں اسی کو ترجیح دینی چاہئے۔

**سوال:** کنواری لڑکی کے بارے میں کیسے معلوم ہو کہ یہ شوہر سے محبت کرنے والی ہوگی اور اس کے بچے زیادہ ہوں گے؟

**جواب:** یقینی اور قطعی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن لڑکی کے خاندان اور رشتہ داروں اس کی والدہ اس کی بہنوں، پھوپھیوں وغیرہ کو دیکھ کر اندازہ قائم کیا جاسکتا ہے اس وجہ سے کہ رشتہ داروں میں ایک دوسرے کے طبائع عام طور پر سرایت کئے ہوتے ہیں۔ (وجہ دوم) حدیث کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری منکوحہ اگر ان دو صفات سے متصف ہو اور اس میں بعض باتیں خلاف مزاج بھی پائی جاتی ہیں تو اس

سے نکاح کو برقرار رکھنا چاہئے اور اس کی ان دو خوبیوں کی وجہ سے اس کی خلاف مزاج باتوں پر صبر کرنا چاہئے۔ (مرقات: ۱۹۲/۶، التعلیق: ۴/۶)

فان مکاتربکم الامم: یعنی آپ ﷺ اپنے متبعین کی کثرت کی وجہ سے بقیہ تمام امتوں پر فخر فرمائیں گے۔

**فائدہ:** معلوم ہوا کہ اولاد کی کثرت اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور فضیلت کی چیز ہے۔ اور کثرت اولاد کی خواہش اور تمنا بھی پسندیدہ چیز ہے۔

### کنوری لڑکی سے شادی کرنے کا فائدہ

{۲۹۵۸} وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ سَالِمٍ بْنِ عُثْبَةَ بْنِ عُثَيْمٍ بْنِ سَاعِدَةَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْأَبْكَارِ فَإِنَّهُمْ أَعْدَبُ أَفْوَهاً وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا وَأَرْضَى بِالْيَسِيرِ۔ (رواہ ابن ماجہ مرسل)

**حوالہ:** ابن ماجہ شریف: ۱۳۴، باب تزویج الأبکار، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۸۶۱۔

**حل لغات:** عذب الطعام: کھانے کا میٹھا اور خوشگوار ہونا، انتق الانثی: مادہ کا بہت بچے والی ہونا، الرحم الرحم الرحم: بچہ دانی، رشتہ قرابت، یسیر: تھوڑا، آسان، معمولی، حقیر، تھوڑا سا، ذرا سا۔

**ترجمہ:** حضرت عبدالرحمن بن سالم بن عقبہ بن عویم ابن ساعدہ انصاری اپنے والد حضرت سالم اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم کو کنواری لڑکیوں سے نکاح کرنا چاہئے، کیونکہ وہ شیریں دہن ہوتی ہیں اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی ہوتی ہیں اور تھوڑے پر راضی رہتی ہیں۔ اس روایت کو ابن ماجہ نے بطریق ارسال نقل کیا ہے۔

**تشریح:** ابن عویم: یہ عام کی تصغیر ہے، "ابن ساعدة الانصاری" حضرت عویم ابن ساعدہ انصاری اوسی ان جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہیں جنہوں نے عقبہ اولی عقبہ

ثانیہ، غزوہ بدر اور دیگر تمام غزوات میں شرکت کی ہے، آنحضرت رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا البتہ بعض محققین نے یہ کہا کہ ان کا انتقال سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دور میں ہوا تھا۔ ”عن ابیہ“ یعنی سالم سے ”عن جدہ“ یعنی حضرت عبد الرحمن کے دادا حضرت عتبہ سے اور اس کی دلیل مرسلہ ہے اس لئے کہ حضرت عتبہ تابعی ہیں اور اس کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد عبد الرحمن کے باپ کے دادا یعنی حضرت سالم ہوں، واللہ اعلم، ”علیکم بالابکار“ اس میں باکرہ سے شادی کرنے کی ترغیب ہے، ”فانہن اعذب“ یہاں ”اعذب“ یعنی خبر کو مفرد دلائے اس لئے کہ اس کی تقدیر ”هن اعذب“ ہے یہ ایسے ہی جیسے ”هن اطهر لکم“ ہے۔ ”افواھا“ یہ فہام کی جمع ہے علامہ قاری نے فرمایا کہ اس میں ان کے بوسہ کی لذت یا ان کی شیریں کلامی کی طرف کنایہ ہے، اور زیادہ لذت ان کی فحش کلام کے نہ ہونے یا کم ہونے کی وجہ سے ہے، اور بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد ان کے لعاب دہن کی مٹھاس ہے، ”وانتق ارحاما، ای اکثر اولادا“ (قاری) اولاد پر ارحام کا اطلاق دونوں کے درمیان ملاہست کی وجہ سے ہے، اور مطلب یہ ہے کہ باکرہ عورتوں کے ارحام شوہر کے لطف کو ارحام کی شدت حرارت کی وجہ سے زیادہ قبول کرنے والے ہوتے ہیں اور یا یہ کہ ان میں شہوت نسبتاً زیادہ ہوتی ہے، علامہ طیبی (نے فرمایا: کہا جاتا ہے، ”نتقت المرأة اذا کثر ولدھا۔

**وارد فی بالیسیر:** شوہر سے اپنی فطری حیاء کی وجہ سے کم جماع پر بھی خوش رہتی ہے، دوسرا

قول یہ ہے کہ یہ تھوڑے سے کھانے تھوڑے سے کپڑے اور تھوڑی سی دیگر نعمتوں سے بھی خوش ہو جاتی ہیں، مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے اس نئے شوہر کی طرف سے جو عنایات ہوتی ہیں ان کو ہی وہ بہت سمجھ لیتی ہیں برخلاف بیوہ عورت کے کہ وہ اس سے پہلے شوہر کے سلوک سے واقف ہوتی ہے اس لئے اپنی خصلت و عادت کے مطابق موازنہ کرنا شروع کر دیتی ہیں جب کہ ان کی فطرت میں شوہر کی ناشکری داخل ہے ارشاد فرمایا گیا ”تکفرن العشير“ شوہر خواہ کچھ بھی کر دے یہ بالعموم مطمئن نہیں ہوتیں تو اسی نظر سے اس دوسرے شوہر کے سلوک کو یہ دیکھتی ہیں، برخلاف نئی نویلی کے ابھی تو اس کا پہلا سابقہ ہے اور جو بھی سلوک ہے سب نیا ہے اس سے پہلے کی اس کے سامنے کوئی مثال نہیں ہے کہ اس سے مقابلہ و موازنہ کی نوبت آئے۔

باکرہ لڑکی کا شیریں کلام ہونا اسکے اچھے اخلاق پر دلیل ہے، اور کم پر قناعت کرنا اس کے قلب کی طہارت پر دلیل ہے، پس جس عورت کے اندر دل اور زبان کی پاکیزگی جمع ہو جائے تو اس سے ”الودود“ کا مقصود حاصل ہو گیا۔ (التعلیق: ۶/۴، مرقاۃ: ۷/۲۴)

## {الفصل الثالث}

### نکاح ذریعہ محبت

{۲۹۵۹} عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ تَرَلُمُتَحَابِّينِ مِثْلَ النِّكَاحِ۔ (ابن ماجہ)

**حوالہ:** ابن جامہ شریف: ۳۳۱، باب ما جاء في فضل النكاح، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۱۸۴۷۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم نے نکاح کی طرح دو محبت کرنے والے نہیں دیکھے ہوں گے۔ (ابن ماجہ شریف)

**تشریح:** حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دو اجنبی لوگوں میں بہت قلیل مدت کے اندر محض نکاح کی برکت سے جس طرح بے غرض محبت پیدا ہو جاتی ہے، دوسری کوئی ایسی چیز متصور نہیں ہے جو اس طرح کی دلی محبت و الفت پیدا کر دے، ”لم تر للمتحابین“ یہ تنبیہ کا صیغہ ہے، اس میں خطاب عام ہے اور مفعول اول محذوف ہے اور وہ ”ایہا السامع“ ہے عبارت کی تقدیری یہ ہے ”لم تر ایہا السامع ما تزيد به المحبة للمتحابین، مثل النکاح“ یعنی اے سننے والے تو نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی ہوگی جو دو محبت کرنے والوں کے درمیان محبت کو زیادہ کر دے، نکاح جیسی، یعنی جب دو محبت کرنے والوں کے درمیان کوئی خارجی تعلق ہو تو نکاح سے باطنی تعلق میں زیادتی ہو جاتی ہے، اور بعض نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب کوئی آدمی کسی اجنبیہ کو دیکھے اور قلب میں اس کی محبت پیدا ہو جائے تو اس کے

ساتھ نکاح سے یہ محبت اور بڑھ جاتی ہے اور اگر حرام کاری میں مبتلا ہو گیا تو یہ دونوں کے درمیان بغض و عداوت پیدا کرتی ہے، حاصل یہ ہے کہ بلا کسی رشتہ و قرابت کے جس طرح نکاح کے ذریعہ میاں بیوی کے درمیان شدید محبت و الفت پیدا ہو جاتی ہے ایسی محبت کسی اور چیز سے یا کسی اور نسبت سے پیدا نہیں ہوتی۔  
(التعلیق: ۶/۴۰، طبعی: ۶/۲۴۷)

## آزاد عورتوں سے نکاح کی فضیلت

{۲۹۶۰} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَرَادَ أَنْ يَلْقَى اللَّهَ طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَّاءِ۔ (ابن ماجہ)

**حوالہ:** ابن ماجہ شریف: ۱۳۴، باب تزویج الحرائر، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۸۶۲۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے پاک صاف حالت میں ملنے کا خواہش مند ہے اس کو چاہئے کہ وہ آزاد لڑکیوں سے نکاح کرے۔ (ابن ماجہ)

**تشریح:** آزاد عورتیں باندیوں کے مقابلہ میں زیادہ بااخلاق اور حسن سیرت والی ہوتی ہیں، لہذا ان سے شادی کرنے اور ان کے ساتھ رہنے کی بنا پر ان کی نیکی مردوں میں بھی سرايت کرتی ہے، پھر ان سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان کی بہتر تربیت بھی آزاد عورتیں کر لیتی ہیں اور صالح اولاد کا فائدہ بھی والدین کو حاصل ہوتا ہے، لہذا نکاح کرتے وقت آزاد عورتوں کو ترجیح دینا چاہئے۔

**فلیتزوج الحرائر:** باندی عموماً غیر مؤدب ہوتی ہیں، لہذا وہ اولاد کو اچھی تربیت نہ دے سکے گی، لہذا آزاد عورت پر قدرت ہوتے ہوئے باندی سے نکاح نہ کیا جائے، پھر شادی سے مقصود تو والد و تناسل ہے غلامی کو فروغ دینا نہیں ہے، باندی کے بچے بھی غلام ہی ہوں گے، اسی وجہ سے باندیوں سے ان کی اجازت کے بغیر عزل جائز ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ حریت کی دو قسمیں ہیں، (۱) جس پر غلامی کا حکم

جاری نہ ہو، (۲) جس پر برے اخلاق کا غلبہ نہ ہو، یعنی وہ جو اخلاق رزیلہ کا غلام نہ ہو، جیسا کہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "تعس عبد الدرهم وعبد الدینار" درہم و دینار کا غلام ہلاک گیا، اور شاعر کا قول ہے: "ورق ذوی الاطماع ورق مغل" لالچ کی غلامی ہمیشہ ہمیش کی غلامی ہے اور کہا گیا ہے: "عبد الشهوة اذل من عبد الرق" شہوت کی غلامی رقیّت کی غلامی سے زیادہ ذلت کی چیز ہے، اس تفصیل کے بعد سمجھئے کہ آپ ﷺ کے فرمان کا یہ بھی مقصد ہو سکتا ہے کہ ان عورتوں سے نکاح کرو جو اچھے اخلاق کی حامل ہوں، جو عورتیں خواہشات نفس کی اسیر ہیں گویا کہ وہ آزاد نہیں ہیں، لہذا ان سے نکاح کرنے سے بچو۔ (مستفاد از طیبی: ۶/۲۴۸)

**فائدہ:** مطلب یہ ہے کہ آزاد عورتیں عامۃً باخلاق، مزاج شناس، فرمانبردار ہوتی ہیں اسلئے شوہر کو ان سے محبت زیادہ ہوگی، جسکی وجہ سے وہ غیر عورت کی توجہ بھی نہیں کرے گا اور عامۃً گناہ کا صدور خواہش نفس سے ہی ہوتا ہے اسلئے وہ اس قسم کے گناہوں سے محفوظ رہے گا، اور گناہوں سے پاک و صاف ہونے کی حالت میں خدا سے ملاقات کرے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

## نیک بیوی اور اس کی صفات

{۲۹۶۱} وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَقُولُ: مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللَّهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ إِنْ أَمَرَهَا أَطَاعَتْهُ وَإِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَإِنْ أَقْسَمَ عَلَيْهَا أَبْرَأَتْهُ وَإِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِي نَفْسِهَا وَمَالِهِ. (رَوَى ابْنُ مَاجَةَ الْأَحَادِيثَ الثَّلَاثَةَ)

**حوالہ:** ابن ماجہ شریف: ۱۳۳، باب افضل النساء، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۸۵۷۔

**حل لغات:** ابر الیمین: (افعال) قسم کو پورا کرنا، غاب: (ض) غیر موجود ہونا، غائب وغیر حاضر ہونا، نصح فلانا ولہ: کسی کے ساتھ ہمدردی کرنا، نصحت کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: کہ مومن نے اللہ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی بھلائی حاصل نہیں کی، اگر وہ اس کو حکم دیے تو اطاعت کرتی ہے، اگر اس کی طرف دیکھے تو وہ خوش کر دیتی ہے، اگر اس کو کسی بات کی قسم دے تو وہ اس قسم کو پورا کرتی ہے، اور اگر شوہر موجود نہ ہو تو اپنے نفس کے بارے میں اور شوہر کے مال کے بارے میں خیر خواہی کرتی ہے۔ (ابن ماجہ شریف)

**تشریح:** بندہ مومن کے لئے سب سے عظیم دولت تو خوف خدا ہے، جس کے ذریعہ سے وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی اتباع کرتا ہے، اور اس عظیم دولت کے بعد دنیا میں مومن کے لئے جو چیز سب سے گراں قدر سرمایہ ہے وہ ہے نیک بیوی کا ملنا، نیک بیوی وہ ہے جو مطیع ہو، شوہر کیلئے باعث مسرت ہو، اپنی خواہش پر شوہر کی خواہش کو ترجیح دینے والی ہو، سلیقہ شعار اور وفادار ہو، شوہر کی عدم موجودگی میں بھی اپنی عرت و عصمت اور شوہر کے مال و متاع کی بہتر طور پر حفاظت کرنے والی ہو۔

**بعد تقویٰ اللہ:** نصف تقویٰ تو شادی کے بعد حاصل ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "اذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدین فلیتق الله فی النصف الباقی" جس بندہ نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین مکمل کر لیا، اب اس کو چاہئے کہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرے، شیخ ابو حامد عجمیہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ عام طور پر آدمی کے دین کو برباد کرنے والی چیز اس کی شرمگاہ اور اس کا پیٹ ہوتا ہے، شادی کے ذریعہ سے ان میں سے ایک طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے، اس لئے کہ شادی کر لینے سے شہوت کا زور ٹوٹتا ہے تو شیطان سے بھی حفاظت نصیب ہوتی ہے، نگاہ پست ہوتی ہے اور شرمگاہ محفوظ ہو جاتی ہے۔ (طیبی: ۲۳۸، ۲۳۹/۶)

## نیک بیوی کی صفات

**ان امرہا:** اگر شوہر اس کو کوئی حکم کرے، جس میں اللہ کی معصیت نہ ہو تو "اطاعتہ" اس کے حکم کو بجالانے میں اس کی اطاعت کرے، بس شرط یہی ہے کہ اس کا حکم اللہ کی کسی نافرمانی کا نہ ہو اس لئے کہ صالحہ و نیک عورت بھی شوہر کے ایسے حکم کو بجالانے میں اس کی اطاعت نہ کریگی، اس لئے کہ حضرت امام احمد عجمیہ رحمۃ اللہ نے روایت کیا ہے۔ "لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق" یعنی خالق کا نجات کی



نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ پس مطلب یہ ہے کہ نیک بیوی کی ایک صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ دل و جان سے اپنے شوہر کی مطیع و فرمانبردار ہوتی ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد عورت کے لئے سب سے بڑی نیکی اپنے شوہر کی اطاعت ہے۔

**وان نظر الیہا سرتہ:** صالحہ و نیک بیوی کی دوسری صفت یہ ہے کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو اپنے حسن و جمال اور سیرت و کردار کے ذریعہ اس کو خوش کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں حسن و جمال بھی ہے حسن سیرت بھی ہے، صفائی ستھرائی بھی سلیقہ مندی بھی ہے، خدمت کا سلیقہ و جذبہ اور ادب بھی ہے اور کامل درجہ تقویٰ بھی ہے کوئی کام نہیں کرتی اپنے شوہر کے علاوہ غیر مرد کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی اور شوہر کی اطاعت و خدمت سے انتہائی خوش ہوتی ہے اپنی خدمت کا کوئی احسان نہیں جتاتی جبکی وجہ سے شوہر جب بھی اس کو دیکھتا ہے خوش ہو جاتا ہے۔

**فائدہ:** (۱) مرد کو چاہئے کہ جس عورت میں یہ صفات موجود ہوں وہ اس کی بہت قدر کرے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت سمجھے اس سے کوئی بات خلاف مزاج بھی پیش آجائے اس پر صبر کرے برداشت کرے ایسا نہ ہو کہ کوئی بات خلاف مزاج پیش آئی اور ایک دم تین طلاق دیکر اس کو الگ کر دیا اور گھر برباد کر دیا۔

**فائدہ:** (۲) عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے اندر ان صفات کو پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

**وان اقم علیہا:** تیسری صفت اس زوجہ صالحہ کی یہ ہے کہ اگر شوہر اس پر کوئی قسم کھالے تو اس کی قسم کو پورا کر دے اور اس کی خوشی پر اپنی پسند و خوشی کو قربان کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ اس میں ضد نہیں ہے بلکہ اگر شوہر اس سے کسی چیز کی فرمائش کرے وہ اس کے مزاج کے خلاف ہی ہو تو بھی شوہر کی فرمائش کو پورا کر دیتی ہے۔

**وان غاب عنہ نصحتہ فی نفسہا و مالہ:** یعنی اگر شوہر اس کے پاس موجود نہ ہو بلکہ کسی سفر وغیرہ میں ہے تو شوہر کے ساتھ ہمدردی و خیر خواہی کرتے ہوئے اولاً تو اپنی عورت کی حفاظت کرے۔ مطلب یہ ہے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں بھی شوہر کی عورت و آبرو کا پورا لحاظ کرتی ہے اپنے نفس میں بھی اور اس کے مال میں بھی اپنے نفس کو اپنے شوہر کی امانت سمجھتی ہے اس میں کسی قسم کی خیانت کا ارتکاب نہیں کرتی اور جب شوہر کی غیر موجودگی میں حفاظت کرتی ہے تو شوہر کی موجودگی میں بدرجہ اولیٰ

حفاظت کرتی ہے جب شوہر کی غیر موجودگی میں حفاظت کرتی ہے، موجودگی میں حفاظت نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (مرقات: ۱۹۴/۶، انوار المصاحیح: ۶/۲)

## نکاح تکمیل دین کا ذریعہ

{۲۹۶۲} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الدِّينِ فَلْيَتَّقِ اللَّهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِي. (رواه البيهقي)

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان، ۳۸۲/۴/۳۸۳، باب فی تحریم الفروج،

حدیث نمبر: ۵۴۸۶۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب بندہ نے نکاح کر لیا تو اس نے اپنا آدھا دین مکمل کر لیا، اب اس کو چاہئے کہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

**تشریح:** انسان دین پر مکمل طور سے عمل کرنا چاہتا ہے تو اس کے راستہ میں اس کا پیٹ اور شرمگاہ حائل ہوتی ہے، یہی دو چیزیں انسان کے دین کے دشمن ہیں، جب نکاح کر لیا تو آدھا مسئلہ ہو گیا، کیوں کہ شرمگاہ کی حفاظت نصیب ہو گئی، اب انسان کو چاہئے کہ بھرپور محنت کر کے رزق حلال حاصل کر کے اس سے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا پیٹ بھرے، تاکہ مکمل طور پر دین کی بھلائی اس کو حاصل ہو جائے۔

## بابرکت نکاح

{۲۹۶۳} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَهَ أَيْسَرُهُ مَوْنَةً. (رواه البيهقي في شعب الایمان)

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان، ۵/۲۵۴، باب الاقتصاد فی النفقة و تحریم اکل

المال الباطل، حدیث نمبر: ۶۵۶۶۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بہت بابرکت ہے وہ نکاح جو کہ مشقت کے لحاظ سے آسان ہو۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

**تشریح:** حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو نکاح تکلفات و رسومات سے خالی ہو وہ نکاح بہت ہی بابرکت ہے اور نکاح میں جتنا رسومات دنیا کو داخل کیا جائے، سادگی سے احتراز کیا جائے نام و نمود کی خاطر پیسہ پانی کی طرح خرچ کیا جائے، وہ نکاح اتنا ہی بے برکتی کا شکار ہوگا۔

**فائدہ:** شریعت نے نکاح کو انتہائی آسان بنایا ہے مگر ہم نے رسومات کی پابندی شامل کر کے نکاح کو انتہائی مشکل بنا دیا ہے جسکی وجہ سے کتنی جوان لڑکیاں گھروں میں بیٹھی ہوئی ہیں کتنی بیسار ہو جاتی ہیں کتنی برائیوں کا شکار ہو جاتی ہیں اور ان کے والدین سخت پریشان ہیں اسلئے ہمت کر کے تمام رسومات کو ترک کر کے سنت طریقہ پر نکاح کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

# {باب النظر الى المخطوبة وبيان

## {العورات

### مخطوبة کو ایک نظر دیکھنے اور ستر کا بیان

اس باب کے تحت ۸۲ روایتیں درج کی گئی ہیں جن میں شادی سے پہلے پیام نکاح دی جانے والی عورت کو ایک نظر دیکھنا، غیر محرم سے عورتوں کا پردہ، مردوں کو غیر محرم عورتوں کے دیکھنے کی ممانعت، اجنبی مرد و عورت کے مستور حصے کو باہم دیکھنے کی ممانعت، اجنبی مرد و عورت کی خلوت و تنہائی کی ممانعت وغیرہ احکام سے متعلق روایتیں پیش کی گئی ہیں۔

جمہور کے نزدیک انسان جس لڑکی سے نکاح کا بخت ارادہ کر لے تو اس کیلئے پیام نکاح دینے سے پہلے لڑکی کو مناسب طریقہ سے ایک نظر دیکھنا جائز ہے، لیکن صرف چہرہ اور ہتھیلیاں دیکھنا جائز ہے باقی حصہ بدن کا دیکھنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اس سے گفتگو کرنا یا لمس یا خلوت وغیرہ کرنا حائز نہیں ہے۔ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کو (شرمگاہ) کے علاوہ سب حصہ بدن کا دیکھنا حائز نہیں ہے، اور ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد ظاہری کے نزدیک تمام بدن کا دیکھنا جائز ہے، پھر جمہور میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لڑکی کو دیکھنے سے قبل اس سے اجازت ضروری ہے تاکہ وہ خود سنور کر سامنے آئے لڑکی کو بے خبر رکھ کر نہ دیکھے۔ ہو سکتا ہے وہ اس حال میں ہو کہ وہ حالت لڑکے کو ناپسند آئے، شہوت کی حالت میں دیکھ سکتے ہیں یا نہیں، اس میں اختلاف ہے، آئمہ ثلاثہ کے نزدیک اس صورت میں دیکھنا جائز نہیں اور حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ یہی دیکھنے کا مقصد ہے تو یہ بات معین ہوگی۔

## مخطوبہ کو دیکھنے کی مصلحت

جس عورت سے شادی کرنے کا ارادہ ہو تو اس کو پہلے دیکھ لینا مستحب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نکاح غور و فکر کے بعد ہو، چونکہ نکاح ایک اہم معاملہ ہے، اس لئے واقفیت اور بصیرت کے ساتھ ہونا چاہئے بغیر دیکھے نکاح میں انجام کار تین صورتیں ہوں گی، یا تو بیوی پسند آئے گی یا نہیں؟ اور ناپسند ہوگی تو رکھے گا یا چھوڑے گا؟ بہر صورت پہلے دیکھ لینا بغیر دیکھے نکاح کرنے سے بہتر ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱)..... اگر بیوی پسند نہ آئی پھر بھی رکھا کسی طرح نباہ کیا تو جو افسوس دامن گیر ہوگا اس کی کوئی انتہاء نہ ہوگی اور اگر پہلے دیکھ لیا اور پسند خاطر نہ ہونے کے باوجود کسی مصلحت سے نکاح کیا تو اتنا افسوس نہ ہوگا۔  
(۲)..... اور اگر ناپسند ہونے کی صورت میں چھوڑ دے گا تو یہ بہت ہی برا ہے دونوں طرف تلخیاں پیدا ہوں گی، دونوں خاندانوں میں عداوت پیدا ہو جاتی ہے مقدمات شروع ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

(۳)..... اور اگر اتفاق سے پسند آگئی تو پہلے دیکھ لینا بہر حال بہتر ہوتا ہے، کیونکہ اب شوق و نشاط سے شادی کرے گا، اور زندگی خوبصورتی کے ساتھ گزرے گی جو نکاح کا مقصد ہے۔  
بہر حال عقل مند آدمی کسی معاملہ میں اس وقت اقدام کرتا ہے جب کہ معاملہ کی اچھائی یا برائی واضح ہو جائے وہ دیکھ بھال کر اقدام کرتا ہے۔

**فائدہ:** دیکھنا اس وقت سودمند ہے جب لڑکا باشعور ہو، دیکھنے سے ناک نقشہ اور رنگ و روغن کا پتہ چلتا ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ لڑکی میں کوئی عیب تو نہیں ہے، اور اگر ہے تو وہ گوارہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ دیکھنے سے سیرت و اخلاق کا پتہ نہیں چلتا، یہ باتیں قابل اعتماد با بصیرت عورتوں کے ذریعہ ہی معلوم ہو سکتی ہیں، پس انکا دیکھنا بھی اپنے دیکھنے کے قائم مقام ہو سکتا ہے، لیکن اگر خود دیکھنا ضروری ہو تو اسکا لحاظ رکھا جائے کہ لڑکی یا اس کے گھر والوں کو ناگوار نہ ہو بلکہ بہتر ہے کہ چھپا کر دیکھے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ (مستفاد از رحمۃ اللہ الواسعہ: ۵/۳۸، تحفۃ اللمعی: ۵۰۳/۳)

فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اچھا یہ ہے کہ مسرد اپنی مخطوبہ کو خود دیکھنے کے بجائے کسی واقف کار اور اعتماد والی عورت کو بھیج کر مطلوبہ معلومات حاصل کر لے۔

## {الفصل الاول}

### اپنی مخطوبہ کو دیکھ لینا مستحب ہے

{۲۹۶۴} عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّ فِي أَعْيُنِ الْأَنْصَارِ شَيْئًا۔ (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۴/۵۶۱، باب ندب النظر الى وجه المرأة۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آکر بولا کہ میں انصار کی ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ خرابی ہوتی ہے۔ (مسلم شریف)

**تشریح:** جس عورت سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو نکاح سے پہلے دیکھ لینا بہتر ہے، اگر خود دیکھنے کی صورت نہ بن پائے تو کسی معتبر عورت کو بھیج دے تاکہ وہ دیکھ لے اور اس کے احوال سے مطلع کر دے۔ انی تزوجت امرأة من الانصار: "تزوجت" سے مراد خَطْبَتُ ہے اور مطلب یہ تھا کہ میں انصار کی ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور اس غرض سے میں ان کو پیغام دینا چاہتا ہوں، "فانظر اليها فان في اعين الانصار شيئا" آپ ﷺ نے نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھنے کی ہدایت کی کہ جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہو اس کو دیکھ لینا چاہئے۔

**نکاح سے پہلے لڑکی دیکھنے کا فائدہ:** نکاح سے پہلے لڑکی کو دیکھنا مستحب ہے،

صاحب مرقات فرماتے ہیں، "فانه مندوب، لانه سبب تحصيل النكاح وهو سنة

مؤکدة.. (مرقاۃ: ۲۵۵/۶، الفصل الثانی)

لڑکی کو دیکھنا مستحب ہے اس لئے کہ یہ حصول نکاح کا ذریعہ ہے اور نکاح سنت مؤکدہ ہے اس کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ زوجین میں الفت پیدا ہوگی، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے، ”انظر الیہا فانہ احرى ان یدوم بینکم“ (ترمذی) حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس لڑکی سے نکاح کا ارادہ ہے اس کو دیکھ لو، اس سے توقع ہے کہ تم دونوں میں موافقت پیدا ہو جائے گی، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ لڑکی کے عیب و ہنر پر شوہر پہلے مطلع ہو جائے گا، اگر نکاح کے بعد کوئی عیب نظر آئے گا تو افسوس ہوگا، اور طعن و تشنیع کا سلسلہ چل پڑے گا جس کا نتیجہ بعض دفعہ چھوٹ چھٹاؤ ہوتا ہے۔ اور اگر پہلے سے عیب پر مطلع ہونے کے باوجود کسی مصلحت کی وجہ سے نکاح کرے گا تو بہت زیادہ افسوس نہ ہوگا۔

**انصار کی آنکھوں کا انتص:** بعض انصار کی آنکھ چھوٹی یا کربخی ہوتی تھیں یہاں اسی عیب کا آنحضرت ﷺ نے ذکر کیا ہے مردوں پر قیاس کر کے عورتوں میں بھی اس عیب کے ہونے کو آنحضرت ﷺ نے بیان کیا ہے، یا پھر لوگوں کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ان کی عورتوں میں بھی یہ عیب ہے۔ یا پھر آنحضرت ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے علم ہوا تھا، آنحضرت ﷺ کے اس فرمان میں غیبت کا امکان نہیں ہے اس لئے کہ اولاً اس میں کسی کی تخصیص نہیں تھی عمومی طور پر کسی چیز کا بیان کرنا غیبت میں داخل نہیں، ثانیاً آنحضرت ﷺ کا فرمان خیر خواہی اور بہتر مشورہ دینے میں داخل ہے اس میں طرفین کی خیر خواہی ہے۔ معلوم ہوا کہ خیر خواہی کے نقطہ نظر سے کسی کے عیب کا تذکر غیبت میں داخل نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۲۵۱/۶، طبعی: ۲۵۰/۶)

## اختلاف ائمہ

**جمہور کا مذہب:** امام ابو حنیفہ، امام شافعی، احمد اور دیگر ائمہ کے نزدیک ”مخطوبہ“ کو مطلقاً دیکھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اجازت سے بھی دیکھا جاسکتا ہے اور بغیر اس کی اجازت کے بھی دیکھنا درست ہے۔

**دلیل:** حدیث باب جمہور کی مضبوط دلیل ہے، اس میں آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے کہ

”فانظر إليها“ لڑکی کو دیکھ لو، لیکن یہ امر جمہور کے نزدیک وجوب کے لئے نہیں ہے بلکہ استحباب کے لئے ہے اس پر قرینہ آپ ﷺ کا یہ فرمان ”اذا خطب احدکم امرأۃ فلا جناح علیہ ان ینظر الیہا“ جب تم میں کوئی شخص کسی عورت کو پیغام دے تو اس کو دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (الحديث: رواه الطحاوی) معلوم ہوا کہ دیکھنا درست ہے لازم نہیں ہے۔

**سوال:** لڑکی کو دیکھنے کے وقت شہوت کے میلان کا اندیشہ ہو تو بھی دیکھا جاسکتا ہے لڑکی کو یا نہیں؟

**جواب:** میلان شہوت کے اندیشہ کے وقت لڑکی کو دیکھنے میں اختلاف ہے، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسی صورت میں دیکھنا جائز نہیں ہے حنفیہ کے نزدیک جائز ہے کیوں کہ یہی دیکھنے کا مقصود ہے۔  
**امام مالک مذہب:** امام مالک کے نزدیک لڑکی کی اجازت دے تو دیکھنا جائز ہے، اور اگر لڑکی اجازت نہ دے تو دیکھنا ناجائز ہے۔

**دلیل:** پردہ عورت کا شرعی حق ہے لہذا اس کی مرضی کے بغیر اس کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔  
**جواب:** رسول اللہ ﷺ نے مخاطبہ کو دیکھنے کی مطلقاً اجازت عطا فرمائی ہے، آپ ﷺ نے مخاطبہ کی اجازت کی شرط نہیں لگائی ہے، لہذا قیاس کے ذریعہ سے اس کے خلاف کرنا درست نہ ہوگا۔  
**اہل حدیث کا مذہب:** بعض اہل حدیث کے نزدیک مخاطبہ کو مطلقاً دیکھنا درست نہیں ہے۔

**دلیل:** آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے۔ ”یا علی لا تتبع النظرة فان لك الاولى وليست لك الآخرة“ اے علی رضی اللہ عنہ دوسری نظر مت ڈالو تمہارے لئے پہلی نظر کی اجازت ہے دوسری نظر کی اجازت نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اجنبیہ پر اچانک ایک نگاہ پڑ گئی تو وہ معاف ہے، لیکن بالقصد اجنبی عورت کو دیکھنا بہت بڑا گناہ ہے، اہل حدیث کہتے ہیں کہ مخاطبہ بھی اجنبیہ ہے لہذا اس کو بھی بالقصد دیکھنا نکاح سے قبل جائز نہیں ہے۔

**جواب:** آپ ﷺ کے مذکورہ فرمان سے، ”مخاطبہ“ کا استثناء ہے اور اس کا تعلق مخاطبہ سے نہیں ہے، کیونکہ دیگر احادیث میں مخاطبہ کے دیکھنے کی اجازت موجود ہے۔ (تلخیص عمدۃ



### مُخْطُوبَةُ كَيْفِ كُنْ أَعْضَاءُ كَوْنِ دِيكْھِنے كِي اِجَازَتِ ہِے؟

**جَمہور کا مذہب ہِے:** جَمہور كے زَردِیکِ مُخْطُوبہ کا چہرہ اور ہاتھ دیکھنا جائز ہِے، بلکہ اولیٰ ہِے، یہ دونوں عضو نکاح کا عزم کرنے والے كے حق میں عَمْدَ الضَّرُورَتِ عورت نہیں ہیں۔

**ابن حزم کا مذہب:** ابن حزم كے زَردِیکِ مُخْطُوبہ كے پورے بدن كو بلکہ اس كو برہنہ دیکھنا بھی جائز ہِے، علامہ عینی لکھتے ہیں كہ ”حتی قال ابن حزم یجوز النظر الی فرجھا“ ابن حزم تو مُخْطُوبہ كی شرمگاہ تَک دیکھنے كی اِجَازَتِ دیتے ہیں۔ (تلخیص عمدۃ القاری: ۴۷/۸۸/۱۴)

علامہ ابن حزم کا مذہب بَلَّارِیْبِ باطل ہِے، ذرہ برابر لائق التفات نہیں ہِے، کیوں كہ یہ اصول سنت و اجماع كے خلاف ہِے۔

**فوائد حدیث:** حدیثِ پاک میں اس پر دلالت موجود ہِے كہ نکاح کا پیغام دینے والے كی ہمدردی و خیر خواہی میں عورت كے عیوب كو بتایا جاسکتا ہِے۔

(۲)..... پیغامِ نکاح سے پہلے دیکھ لینے کا احتیاب ثابت ہو رہا ہِے۔

(۳)..... دیکھنا ممکن نہ ہو تو کسی قابلِ اعتماد عورت كو بھیج کر اس سے دکھوایا جائے۔

(۴)..... دیکھنے كی یہ اِجَازَتِ صرف چہرے اور کفین كے لئے ہِے اس لئے كہ اس شخص كے لئے وہ ستر عورت نہیں۔ اور چہرہ كے ذریعہ تمام حسن و جمال کا اندازہ ہو سکتا ہِے، اور کفین كے ذریعہ تمام اعضاء كے نرم اور کھردرے پن اور سختی وغیرہ کا اندازہ ہو سکتا ہِے۔ (مرقاۃ: ۲۵۱/۶)

**تنبیہ:** (۱)..... حدیثِ پاک سے مُخْطُوبہ كو صرف دیکھنے كی اِجَازَتِ ہِے باقاعدہ انسٹریو كی اِجَازَتِ نہیں جبكہ آج كل بعض بعض جگہ ہوتا ہِے۔

(۲)..... دیکھنا بھی چھپ چھپا كر ہونا چاہِے باقاعدہ اعلان كے ساتھ نہیں باقاعدہ اعلان كی شكل میں یہ خرابی ہِے كہ اگر مُخْطُوبہ پسند نہ آئے تو پھر سب جگہ بدنامی ہوتی ہِے اور سب كو علم ہو جاتا ہِے كہ فِسلاں نے نا پسند كر دیا، پھر اس كا اثر دوسرے لوگ بھی لیتے ہیں اور مُخْطُوبہ كی بھی دل شكنی ہوتی ہِے۔

(۳)..... بعض جگہ دوسرے لوگوں اور یہود و نصاریٰ كی نقالی میں لڑكا مُخْطُوبہ كے ساتھ چند دن یا چند ماہ تنہائی میں سفر و حضر میں رہتا ہِے اور دیکھتا ہِے كہ نباہ ہو گا یا نہیں اگر اندازہ ہو اكہ نباہ ہو جائے گا تو

پھر نکاح کرتے ہیں ورنہ علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں اور پھر کسی دوسری مخطوبہ کو تلاش کر کے یہی معاملہ کرتے ہیں یہ تو بالکل جانوروں جیسا طریقہ ہوا کہ ایک جانور کو ایک شخص دیکھتا ہے پسند کرتا ہے واپس جاتا ہے اسکے بعد دوسرا آ کر دیکھتا ہے پھر تیسرا یہ مطلقاً ناجائز و حرام اور انتہائی درجہ بے حیائی کی بات ہے اس طرح کی حرکتوں سے باز آنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

(۴)..... بعض جگہ صرف منگنی ہونے پر فون پر لمبی لمبی باتیں شروع کر دیتے ہیں جب تک باقاعدہ نکاح نہ ہو اس طرح کی باتوں کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۲۵۱)

## اپنے شوہر سے دوسری عورت کا حال بیان کرنا منع ہے

{۲۹۶۵} وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبَاشِرُ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْتَعِبَهَا لِزَوْجِهَا كَمَا تَنَظُرُ إِلَيْهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حوالہ: بخاری شریف: ۸۸/۲، باب لا تباشر المرأة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۰۴۴۔

**حل لغات:** باشر: ایک شیء کو دوسرے کے ساتھ ملانا وغیرہ، نعتہ: بیان کرنا تعریف کرنا، العودۃ، پردہ، حصہ جسم جسے انسان کراہت یا حیا کی وجہ سے چھپاتا ہے، قابل پوشیدگی اعضاء جسم، ستر۔

**ترجمہ:** حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی عورت اپنا برہنہ جسم دوسری عورت کے برہنہ جسم سے نہ لگائے، اور کسی عورت کے جسم کا حال اپنے شوہر سے بیان نہ کرے، کیونکہ یہ شوہر کے اس عورت کے جسم کو دیکھنے کے مانند ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** لا تباشر المرأة المرأة، لا تباشر، کے، لا، کے سلسلہ میں ایک قول یہ ہے کہ نافیہ ہے لیکن معنی میں نہیں کے ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ یہ نہیں کالا ہے۔ اور یہاں مباشرت معنی میں مخالطت اور ملاصحت کے ہے جملہ کے معنی علامہ علی قاری نے یہ بیان کیا ”کسی عورت کے جسم کا ظاہری چمڑا

دوسری عورت کے چمڑے سے نہ چھوئے "فتنتہا زوجها" اسکا عطف مباشرت پر ہے اس لئے گویا لائے نہی اس پر بھی داخل ہے اور اسی کو ملحوظ رکھ کر حدیث میں اس جملہ کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ یعنی ایک عورت کا جسم دوسری عورت کے جسم سے بلا حائل کے ملے اور پھر اس طرح جب اسکو دوسری عورت کے جسم کا گداز پن وغیرہ محسوس ہو تو اس کو اپنے شوہر سے بیان کرے، اسی کی ممانعت فرمائی جا رہی ہے کہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ "کانه ينظر اليها" جب اس کے جسم کی کیفیت اپنے شوہر سے بیان کر لیگی تو اس طرح گویا وہ اس کے جسم کو دیکھ رہا ہے اور پھر اس سے اس کے قلب پر اثر ہوگا اور وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا اس کے حسن و جمال کو سوچے گا اور پھر بڑھتے بڑھتے کسی عملی فتنہ میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس لئے سدالباب الفتنہ اس کی ممانعت فرمادی گئی۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کا عورت کے ستر کو دیکھنا اور عورت کا مرد کے ستر کو دیکھنا بالاتفاق حرام ہے، صرف میاں بیوی کے لئے ایک دوسرے کے ستر کو دیکھنے کی اجازت ہے، لیکن کیا وہ ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بھی دیکھ سکتے ہیں؟ اس میں اختلاف ہے لیکن صحیح مذہب کراہت کے ساتھ جائز ہے، بغیر کپڑے کے حائل ہوئے دو لوگوں کا ایک دوسرے سے بدن کا بدن ملانا بھی حرام ہے۔ (فتح الباری: ۷۰۰/۱۱)

## ستر دیکھنے کی ممانعت

{۲۹۶۶} وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ وَلَا يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَلَا تُفْضِي الْمَرْأَةُ إِلَى الْمَرْأَةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ. (رواه مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۵۴، باب تحریم النظر الی العورات، کتاب

الحیض، حدیث نمبر: ۳۳۸۔

حل لغات: افضی الیہ: پہنچانا، افضی الی المرأة: عورت سے خلوت کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ ایک عورت دوسری عورت کے ستر کو دیکھے اور کوئی مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور نہ کوئی عورت دوسری عورت کیساتھ ایک کپڑے میں لیٹے۔ (مسلم)

**تشریح:** لا ینظر الرجل: یہ خبر ہے جو نبی کے معنی میں ہے اسی لئے ترجمہ ”نہ دیکھے“ کیا گیا ہے۔ ”الی عورت الرجل“ مرد کے جسم کا جو حصہ ستر عورت ہے اس کا مرد کو بھی دیکھنا جائز نہیں ہے اور ”ولا المرأة الی عورة المرأة“ عورت کا جو حصہ ستر عورت ہے اس کا کسی عورت کے لئے بھی دیکھنا جائز نہیں ہے اسی کی نہی فرمائی جا رہی ہے۔ ”ولا یفصی“ علامہ قاری نے ”ای لایصل“ ترجمہ کیا ہے ”الرجل الی الرجل فی ثوب واحد“ ”لا یفصی“ سے ”واحد“ تک پورے جملہ کا مطلب علامہ قاری نے یہ لکھا ہے کہ ایک کپڑے کے نیچے دو ننگے (برہنہ) مرد نہ لٹیں، مظاہر حق کے مصنف نے جملہ کا ترجمہ یہ لکھا ہے، دو برہنہ مرد ایک کپڑے میں جمع نہ ہوں، یہ جملہ کا مفہوم و مطلب تو ہو سکتا ہے اور ہے بھی لیکن اس کو عبارت کا ترجمہ تو نہیں کہا جاسکتا ہے۔ ”ولا تفصی المرأة الی المرأة فی ثوب واحد“ ابن ملک نے اس کا مطلب بیان کیا ہے کہ ایک عورت دوسری عورت سے اس کے کپڑے کے نیچے ہو کر اپنا برہنہ جسم نہ لگائے، مظہر نے فرمایا اگر کسی نے ایسا کیا تو اس کو ملامت کی جائے گی لیکن اس پر حد جاری نہ ہوگی۔

**ستر عورت:** یعنی جسم کے جن حصوں کو چھونا اور دیکھنا ممنوع ہے وہ ستر عورت ہیں، مرد کا ستر ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ہے اور عورت کا ستر چہرے اور کفین کے علاوہ اجنبی کے لئے پورا جسم ہے چہرہ اور کفین بوقت ضرورت ستر کے حکم میں نہ ہوں گے، مظاہر حق جدید میں ستر عورت کے احکام کچھ مفید تفصیل کے ساتھ لکھے گئے ہیں اگرچہ اس مقام کے اعتبار سے کچھ تفصیل زائد ہے لیکن ہم اس کو بعینہ نقل کر رہے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہے:

### مرد کا ستر

مرد کا ستر اس کے جسم کا وہ حصہ ہے جو زیر ناف سے گھٹنوں تک ہوتا ہے اس کے جسم کے اس

حصہ کو بلا ضرورت دیکھنا تو کسی مرد کیلئے جائز ہے اور نہ کسی عورت کیلئے، ہاں اس مرد کی بیوی یا لونڈی دیکھ سکتی ہے مرد کے جسم کے اس حصہ کے علاوہ بقیہ حصول کو دیکھنا مرد کے لئے بھی جائز ہے اور عورت کیلئے بھی بشرطیکہ عورت جنسی ہیجان سے مامون ہو اگر عورت جنسی ہیجان سے مامون نہ ہو تو پھر وہ غیر مرد کے جسم کے کسی بھی حصہ کو مطلقاً نہ دیکھے اسی طرح عورت کا ستر عورت کے حق میں اس کے جسم کا زیر ناف سے رانوں تک کا حصہ ہے لہذا عورت کے جسم کے اس حصہ کو بلا ضرورت دیکھنا عورت کیلئے بھی جائز نہیں جب کہ عورت کا ستر اجنبی مرد کے حق میں اس کا پورا جسم ہے یعنی مرد کے لئے کسی اجنبی عورت کے جسم کے کسی بھی حصہ پر نظر ڈالنا جائز نہیں ہے، ہاں ایک روایت کے مطابق عورت کا چہرہ اس کے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیر اس کے ستر میں داخل نہیں ہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی اجنبی عورت کے ان اعضاء کا دیکھنا غیر مرد کیلئے جائز ہے بشرطیکہ وہ مرد جنسی ہیجان سے مامون ہو اگر جنسی ہیجان سے مامون نہ ہو تو پھر اس کے لئے ان اعضاء کا دیکھنا بھی جائز نہیں ہوگا، البتہ کسی خاص ضرورت کے تحت دیکھنا جائز ہوگا خواہ جنسی ہیجان سے مامون ہو یا نہ ہو مثلاً کسی معاملہ میں گواہی کے وقت یا حاکم کسی معاملہ کے فیصلہ کے وقت ہر حالت میں ان اعضاء کو دیکھ سکتا ہے اسی طرح عورت کے ان اعضاء یعنی چہرہ اور ہاتھ پیر کو چھونا غیر مرد کے لئے جائز نہیں ہے اگرچہ وہ جنسی ہیجان سے مامون ہی کیوں نہ ہو بشرطیکہ عورت جو ان ہو ہاں اگر عورت اتنی عمر رسیدہ ہو کہ نفسانی خواہش اس کی طرف مائل ہی نہ ہوتی ہو یا مرد اتنا بوڑھا ہو کہ خود بھی اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو اور اس عورت کے نفس کی طرف سے بھی مطمئن ہو تو اس صورت میں ان اعضاء کو چھونا جائز ہوگا۔

## عورت کا ستر محرم کی حق میں

مرد کو اپنی بیوی کے جسم کا ہر حصہ دیکھنا جائز ہے اسی طرح اپنی اس لونڈی کا پورا جسم دیکھنا جائز ہے جس سے مجامعت حلال ہو عورت کا ستر اس کے محرم کے حق میں اس کی پیٹھ پیٹ اور زیر ناف سے گھٹنوں کے نیچے کا حصہ ہے لہذا کسی عورت کے جسم کے ان حصول اور اعضاء کو دیکھنا اور چھونا اس کے محرم کے لئے جائز نہیں ہے اگرچہ وہ جنسی ہیجان سے مامون ہی کیوں نہ ہو کیونکہ عورت کا سر، چہرہ، پنڈلی، بازو اور سینہ اس کے محرم کے حق میں ستر نہیں ہے اس لئے ان اعضاء کو دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ جنسی ہیجان سے

مامون ہو، مرد کے حق میں غیر کی لونڈی کا اس کی محرمہ کے ستر کی مانند ہے یعنی پیٹھ پیٹ اور زیر ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ لہذا غیر کی لونڈی کے جسم کے ان حصوں اور اعضاء کو جو اس کے ستر کے حکم میں نہیں دیکھنے اور چھونے کے بارے میں وہی تفصیل ہے جو اپنی محرمہ کے جسم کے مستور حصوں کو دیکھنے اور چھونے کی ہے۔

## امرد کا حکم

خوبصورت امرد کو نفسانی خواہش کے ساتھ دیکھنا اور اس کو ہاتھ لگانا حرام ہے کسی عورت کو اس سے نکاح کے ارادہ کے وقت یا کسی لونڈی کو اس کی خریداری کے وقت نفسانی خواہش کے خوف کے باوجود دیکھنا یا ہاتھ لگانا جائز ہے۔

## غلام کا حکم

غلام اپنی مالکہ یعنی مالک کی بیوی کے حق میں اجنبی مرد کی طرح ہے یعنی جس طرح اس کیلئے اجنبی مرد سے پردہ کرنا ضروری ہے اسی طرح غلام سے بھی پردہ کرنا چاہئے ایسے ہی ہجڑ اور خواجہ سرا بھی مرد کی مانند ہیں علماء فقہ لکھتے ہیں کہ اجنبی عورت پر نظر ڈالنا حرام ہے خواہ یہ نظر ڈالنا نفسانی خواہش کے تحت ہو یا اس کے بغیر ہو۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے امام امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ لکھا ہے کہ امرد اگر حین صورت ہو تو اس کو دیکھنا خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو بہر حال حرام ہے اور یہ اس لئے کہ یہ امرد اس اعتبار سے عورت کے حکم میں ہے اس کی صورت کا جمال تو کبھی عورت کے جمال سے بھی زیادہ ہوتا ہے، اور علامہ قاری نے لکھا ہے کہ ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ امرد پر نظر بطور شہوت ہو تو حرام ہے ورنہ نہیں، اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ والی بات تو یہ احتیاط کے تقاضا کی ہے، اس لئے کہ احتیاط تو بہر حال اسی میں ہے کہ ایسے صاحب حسن و جمال امرد بچوں پر بہر حال نظر نہ کی جائے۔ (انوار المصباح: ۳۱/۳۳، ۶/۲۵۲، مرتقا: ۶/۲۵۲، التعلیق: ۴/۸)

## غیر محرم سے تنہائی کرنا

{۲۹۶۷} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا لَا يَبِيتَنَّ رَجُلٌ عِنْدَ امْرَأَةٍ تَيْبٍ إِلَّا أَنْ يَكُونَ نَاكِحًا أَوْ ذَا مَحْرَمٍ. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۵۱۲، باب تحریم الخلوة بالاجنبیۃ، کتاب الاسلام،

حدیث نمبر: ۲۱۷۱۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: خبردار! کوئی شخص کسی شادی شدہ کے پاس رات نہ گزارے مگر جبکہ وہ خاوند یا عورت کا محرم ہو۔ (مسلم)

**تشریح:** اجنبی مرد کو جو ان عورت کے ساتھ تنہائی میں ملاقات نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ شیطان ان کو فتنہ میں مبتلا کر سکتا ہے التبعہ محرم کا جو ان عورت کے ساتھ تنہائی میں ملنا فتنہ کا باعث نہیں ہے، لہذا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ "لا یبیتن رجل عند امرأة" رات گزارنے سے مراد عورت سے تنہائی میں ملنا ہے، اور تنہائی میں ملنا حرام ہے، خواہ دن میں ہو یا رات میں ہو، "تیب" مراد وہ عورت ہے جو شوہر دیدہ ہو شبہ کی قید اس لئے لگائی کہ کنواری لڑکی میں جھجک ہوتی ہے، وہ بے خوف نہیں ہوتی، لہذا وہ عام طور پر فتنہ میں پڑنے سے محفوظ رہتی ہے، البتہ احتیاط کا تقاضہ تو یہی ہے کہ کنواری لڑکی بھی اجنبی مرد کے ساتھ تنہا رہنے سے بچے، "الا ان یکون ناکحاً" شوہر کے ساتھ بیوی کے تنہا رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے، لہذا اس کا استثناء کر دیا، "او ذا محرم" محرم کے ساتھ بھی عورت تنہا رہ سکتی ہے، محرم سے مراد وہ ہے جس سے کبھی بھی نکاح نہ ہو سکے، اگرچہ ذی رحم نہ ہو، مثلاً رضاعی رشتہ، سسرالی رشتہ، مثلاً ساس اپنے داماد کی محرم ہے، اس کے ساتھ تنہا رہ سکتی ہے، اگرچہ ذی محرم نہیں ہے بیوی کی خالہ، وغیرہ کے ساتھ تنہا مرد نہیں رہے گا اس لئے کہ یہ وہ رشتے ہیں جن سے بیوی کی موجودگی میں تو نکاح حرام ہے، لیکن ہمیشہ ہمیش کے لئے نکاح حرام نہیں ہے، بیوی کو طلاق دے کر یا بیوی کے انتقال کے بعد ان سے نکاح ہو سکتا ہے۔ (طیبی: ۶/۲۵۲)

## دیورتو موت ہے

{۲۹۶۸} وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُفُّمُ وَالْدُخُولُ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الْحُمُومَ قَالَ الْحُمُومُ الْمَوْتُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۷۷/۲، باب لا یخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۲۳۲، مسلم شریف: ۲۱۶/۲، باب تحريم الخلوة بالاجنبية، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۷۲۔

**ترجمہ:** حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم لوگ عورتوں کے پاس جانے سے پرہیز کیا کرو، ایک شخص نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ دیور کے بارے میں کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ دیورتو موت ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** اس حدیث میں آپ ﷺ نے اجنبی مردوں اور عورتوں کو تنہائی میں یکجا ہونے سے منع فرمایا ہے، اور چوں کہ شوہر کا بھائی یعنی دیورا جنبی مرد کے حکم میں ہے، شریعت کی رو سے اس سے بھی پردہ لازم ہے اور چوں کہ عام طور سے اس طرح کے رشتہ دار عورت کے احوال سے واقف ہوتے ہیں، لہذا ان کی یکجائی میں زیادہ فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے، اسی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے بیگناہ انداز میں ان کے ساتھ عورت کی تنہائی کو خصوصیت سے منع فرمایا ہے۔ ”ایاکم والدخول علی النساء“ یعنی جو عورتیں غیر محرمات ہیں ان کے پاس تنہائی میں مت جاؤ، ”فقال رجل اربأیت الحموم قال الحموم الموت“ جب دیور کے بارے میں آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ: دیورتو موت ہے یعنی اس کا دخول تو موت کے دخول کی طرح مہلک ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ فتنہ کا امکان بہت زیادہ ہے اس لئے کہ عام طور پر لوگوں کی نگاہ میں ان کی بے تکلفی اور موقع بے موقع آمد و رفت کی کوئی خاص اہمیت ہی نہیں اسی لئے خطرناک ارتکاب معصیت کے مواقع بہت زیادہ ہوتے ہیں ”الحموم“ کو ”الموت“ سے تعبیر کیا گیا یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ شیر کے خطرناک درندہ ہونے کی وجہ سے عرب کہتے ہیں



”الاسد الموت“ شیر تو موت ہے، یعنی اگر کوئی شخص اس کے پاس پہنچ گیا تو گویا وہ موت کے منہ میں گیا لہذا جس طرح موت سے ڈرا اور بچا جاتا ہے اسی طرح شیر سے ڈرنا اور بچنا چاہئے پس اسی طرح دیور سے بچنا چاہئے۔ اور شارح حدیث ابو عبیدہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مر جاؤ لیکن یہ نہ کرو یعنی دیور کے قریب نہ جاؤ، علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یا اس کے معنی یہ ہیں کہ ”الحمو“ کا تخلیہ میں ملنا زنا کا باعث ہو سکتا ہے اور زنا کے بعد سنگسار یعنی حد شرعی اور سنگسار سے موت یقینی ہے اس لئے اس کو موت سے تعبیر کر دیا۔

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ”الحمو“ سے مراد شوہر کے باپ کے علاوہ اقارب ہیں اس لئے کہ اقارب سے فتنہ کا خوف زیادہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا خلوت و علوت میں بے تکلف ملنا عام طور پر برا نہیں سمجھا جاتا اور اسی وجہ سے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی ہے بلکہ جاہل لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ بھابھی آدمی بیوی ہوتی ہے، اس لئے دیور بھابھی کا تنہائی میں ملنا ہنسی مذاق کرنا عیب ہی نہیں سمجھا جاتا۔ تو ظاہر ہے خلوت کے ایسے موقع میں کسی بھی وقت نفس شیطان کے مکر کا شکار ہو سکتا ہے، دیور کا بے تکلف ہونا تو مسلم معاشرہ میں بالکل عام ہے اس پر بالعموم کوئی نکیر ہی نہیں، بس یہی موت ہے۔ (طیبی: ۲۵۳/۶، فتح الباری: ۶۹۰/۱۱، نووی: ۶/۲۱۶)

**تنبیہ:** ہم لوگوں کے معاشرہ میں آج یہ خرابی بہت پیدا ہو گئی ہے، اور نوبت یہ آگئی ہے کہ گناہ ہونے کا احساس ہی ختم ہو گیا ہے، شوہر کے بھائی، بھتیجوں سے پردہ تو کیا اگر کوئی اللہ کا بندہ اس کے بارے میں بات بھی کرتا ہے تو اس کو عقل سے ماوراء سمجھا جاتا ہے، شریعت کے عظیم حکم سے انحراف کی وجہ سے آج مسلمانوں کے معاشرہ میں بھی بدکاری نے اپنی جڑیں مضبوط کر لی ہیں، اور رشتوں کے تقدس سے کھلواڑ معمول بن گیا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ اسی کو اکبر الہ آبادی نے کہا:

آج کل پردہ دری کا یہ نتیجہ نکلا  
جس کو سمجھے تھے بیٹا ہے بھتیجہ نکلا

**معالج کا عورت کا ستر دیکھنا**

{۲۹۶۹} وَعَنْ جَابِرٍ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا اسْتَأْذَنَتْ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَجَامَةِ فَأَمَرَ أَبَا طَيْبَةَ أَنْ يَحِجَّهَا  
قَالَ حَسِبْتُ أَنَّهُ كَانَ أَحَاهَا مِنَ الرِّضَاعَةِ أَوْ غُلَامًا لَمْ يَحْتَلِمَ. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۲/۲۲۵، باب لكل داء دواء، کتاب السلام، حدیث

نمبر: ۲۲۰۶۔

**حل لغات:** حجم المریض: (ن، ض) پچھنا لگانا یعنی سینگی کے ذریعہ خراب خون چوسنا، سینگی  
لگانا، احتلم: (افتعال) بالغ ہونا۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جناب آنحضرت  
رسول اکرم ﷺ سے پچھنے لگوانے کی اجازت مانگی، آنحضرت ﷺ نے ابو طیبہ کو پچھنے لگانے کا حکم  
دیا، راوی کہتے ہیں کہ ابو طیبہ ام سلمہ کے رضاعی بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔ (مسلم)

**تشریح:** معالج علاج کے وقت علاج کی غرض سے عورت کا متردیکھ سکتا ہے، اگرچہ معالج  
اجنبی ہی کیوں نہ ہو، ”حسبت انه كان اخاها من الرضاعة“ میرا گمان یہ ہے کہ ابو طیبہ حضرت ام  
المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ شریک بھائی تھے۔ ”الرضاعة“ کے راء کو کسرہ وفتحہ دونوں صحیح ہیں،  
”او غلاما لم يحتلم“ اور یا پھر نابالغ بچے تھے، راوی حدیث نے ابو طیبہ کے ذریعہ پچھنا لگوانے کی  
توجیہ یہ بیان کی ہے کہ غالباً یہ ان کے دودھ شریک بھائی یا نابالغ بچے تھے، بعد کے علماء نے اسکی  
صراحت کی ہے کہ پچھنا لگوانا اگر ضروری ہو تو نا محرم سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اور اسی طرح معالج کا مریضہ  
کے جسم کو بضرورت علاج بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

قد صرح علماء نابان غیر المحرم ایضاً عند الضرورة یحجم ویفصد ویختن  
وقال الطیبی یجوز للاجنبی النظر الی جمیع بدنہا للضرورة وللمعالجة۔ (مرقاۃ: ۱۹۷/۶، انوار  
المصابیح: ۳۵/۶)

**تنبیہ:** لیکن کوشش کرنا چاہئے کہ معالج کوئی محرم مل جائے یا کوئی نابالغ بچہ جو سمجھدار ہو یا  
پھر کوئی عورت ہو جب کہ آجکل معالج عورتیں بھی کثرت سے ہیں۔

## اچانک نظر کا حکم

{۲۹۷۰} وَعَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ نَظَرِ الْفُجَاءَةِ فَأَمَرَنِي أَنْ أَصْرِفَ بَصَرِي.

(رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۲/۲۱۲، باب نظر الفجاءة، کتاب الادب، حدیث

نمبر: ۲۱۵۹۔

**حل لغات:** فجاء الامر فجأة وفجأة: اچانک پیش آنا۔

**ترجمہ:** حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب حضرت رسول اکرم ﷺ سے اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اپنی نظر پھیر لو۔ (مسلم)

**تشریح:** وعن جریر بن عبد اللہ: یہ جریر بن عبد اللہ مکی ہیں، "عن نظر الفجاءة" فاء کو ضمہ اور جیم کے ساتھ الف ہے اور دوسری لغت فاء کا فتح اور جیم ساکن ہے، معنی میں "بغتة" کے ہے "فجاء الامر" کے معنی اچانک اور پہلے سے کسی سبب کے بغیر آنے کے ہیں زین العرب نے یہی بتایا ہے "فامرني ان اصرف بصری" مجھ کو حکم فرمایا کہ ایسے موقع پر میں اپنی نظر پھیر لوں دوبارہ نہ دیکھوں لیکن پہلی نظر اگر اختیار کے بغیر تھی تو وہ معاف ہے اور اگر نظر جمائے رہے اور لطف اندوز ہوتا رہے گا تو گنہگار ہوگا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ حضرات مفسرین نے فرمایا کہ اس میں اس بات پر حجت ہے کہ عورت پر اپنے چہرے کا چھپانا واجب نہیں ہے یہ اس کے لئے صرف سنت مستحبہ ہے اور مردوں پر نگاہوں کا پست رکھنا واجب ہے کہ وہ عورتوں کو کسی شرعی ضرورت کے سوا نہ دیکھیں۔ علامہ قاری نے قاضی کے اس قول کو نقل کیا اور اس پر کوئی تبصرہ نہیں کیا جس سے ان کا بھی متفق ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اللہ اعلم۔ (مرقاۃ: ۶/۲۵۴)

آج کل فتنہ کا زمانہ ہے لہذا اختلاف ائمہ سے قطع نظر عورت کے لئے اپنے چہرہ ڈھانک کر ہی

باہر نکلنا لازمی ہے ورنہ اس کی عورت و عصمت کو شدید خطرہ ہے، اور عورت کی حفاظت نیز درندوں کی نگاہ بد سے اپنے کو محفوظ رکھنا بہر حال ہر ایک کے نزدیک لازم ہے۔

## اجنبی عورت پر نگاہ پڑے اور پسند آجائے تو اس کا علاج

اگر کسی اجنبی عورت پر نظر پڑے اور وہ دل کو بھا جائے تو یہ غیر اختیاری بات ہے، اس پر کوئی مواخذہ نہیں، مگر اس کا علاج ضروری ہے ورنہ پیٹنگیں بڑھنے کا اندیشہ ہے اور اس کا علاج یہ ہے کہ فوراً کھسر جا کر بیوی سے صحبت کر لے، کیوں کہ جب منی کے برتن بھر جاتے ہیں تو اس کے بخارات دماغ کی طرف صعود کرتے ہیں اور جنسی خواہش پیدا ہوتی ہے، بس استفراغ مادہ ہی اس کا علاج ہے۔

ایک موقع پر حضرت نبی کریم ﷺ کی نظر ایک اجنبی عورت پر پڑی تو آنحضرت ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی ضرورت پوری کی یعنی صحبت فرمائی، پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہے تو شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے، یعنی ورغسلانے والا انداز ہوتا ہے پس جب تم میں سے کوئی کسی عورت کو دیکھے اور وہ اس کو پسند آجائے تو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے یعنی اس سے صحبت کر لے، اس لئے کہ بیوی کے پاس وہی ہے جو اس عورت کے پاس ہے، یعنی جس محل کی وجہ سے کسی عورت کی طرف میلان ہوتا ہے، وہی محل بیوی کے پاس بھی ہے، پس جب بیوی سے صحبت کرے گا اور منی کا برتن خالی ہو جائیگا تو ذہن اس عورت کی طرف سے ہٹ جائے گا۔ (تحفۃ اللمعی: ۵۸۸/۵۸۹/۳)

## غسل خواہش کا علاج

{۲۹۷۱} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ إِذَا أَحَدُكُمْ أَحْبَبْتُهُ الْمَرْأَةَ فَوَقَعَتْ فِي قَلْبِهِ فَلْيَعْبُدْ إِلَى أَمْرَاتِهِ فَلْيُؤَاقِعْهَا فَإِنَّ ذَلِكَ يَزِيدُ مَا فِي نَفْسِهِ. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۴۴۹/۱، باب ندب من رای امرأة فوقعت فی نفسه، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۰۳۔

**حل لغات:** اقبل: آنا، ادبر الرجل: پیٹھ پھیرنا، اعجبه الشیء فلانا: کسی کو کوئی چیز پسند آنا اور انوکھی لگنا، وقع الکلام فی قلبه: بات دل میں اتر جانا، رده: روکنا، ہٹانا۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عورت شیطان کی صورت میں آتی ہے، اور شیطان کی صورت میں جاتی ہے، لہذا جب تم میں سے کسی کو کوئی عورت پسند آجائے اور اس کی صورت دل میں سما جائے تو اس کو اپنی بیوی کے پاس جا کر اس سے صحبت کرنی چاہئے، کیوں کہ ایسا کرنا اس کے دلی خیال کو دور کر دے گا۔ (مسلم)

**تشریح:** جس طرح شیطان انسان کو ورغلا کر فتنہ و فساد میں مبتلا کر دیتا ہے اسی طرح عورت کا حسن و جمال بھی مرد کے حق میں بہت بڑا فتنہ ہے اس کے فریب میں بھی مبتلا ہو کر مرد تباہ و برباد ہو جاتا ہے، لہذا مردوں کو قصداً نامحرم عورتوں کی طرف نہ دیکھنا چاہئے، اور اگر بغیر قصد و ارادہ کے نگاہ پڑ گئی ہے، اور عورت کے حسن سے متاثر ہو گیا ہے تو فوراً اس عورت سے نگاہ پھیسر لے، اور اپنے گھر جا کر اپنی بیوی سے صحبت کر لے، اس طریقہ علاج سے ان شاء اللہ فتنہ سے محفوظ رہے گا۔

**ان المرأة تقبل فی صورة الشیطان:** جس طرح شیطان شر اور برے خیالات کی دعوت دیتا ہے اسی طرح اجنبی عورت کا دیدار برائی پر آمادہ کرتا ہے، "فلیعبد الی امرأته" اجنبی عورت کو دیکھ کر اگر جنسی خواہش پروان چڑھے تو فوراً اپنی بیوی سے صحبت کر لینا چاہئے، گذشتہ حدیث میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

**فائدہ:** صاحب مرقات رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اس حدیث کے تحت لکھا ہے کہ علماء نے اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ عورت کے لئے بلا ضرورت گھر سے نکلنا مناسب نہیں ہے، اور اگر کسی اہم ضرورت سے نکلے تو سادہ لباس میں جائے، لباس فاخرہ میں باہر نہ نکلے، اور مرد کھلتے مناسب ہے کہ وہ عورت کو نہ دیکھے اور نہ اس کے لباس کو دیکھے اور یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کے لئے دن میں اپنی بیوی کو بلانا اور اس سے صحبت کرنا درست ہے، اور اگر عورت کسی کام میں مشغول ہو اور اس

کو چھوڑنا ممکن ہو تو چھوڑ دے اور مرد کے پاس آجائے کیونکہ بسا اوقات تاخیر مباشرت کی وجہ سے بدن یا جسم کو نقصان پہنچ جاتا ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۱۹۷)

## {الفصل الثانی}

### منسوبہ کو دیکھنا

{۲۹۷۲} عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَظَبَ أَحَدُكُمْ الْمَرْأَةَ فَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى مَا يَدْعُوهُ إِلَى نِكَاحِهَا فَلْيَفْعَلْ. (رواه ابوداؤد)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۲۸۴/۱، باب فی الر جل ينظر الى المرأة و هو يريد تزويجها، كتاب النكاح، حديث نمبر: ۱۰۸۲۔

**حل لغات:** خطب: (ن) تقریر کرنا، نکاح کا پیغام دینا، استطاع الشیء: (استفعال) کر سکتا کسی شئی کا کسی کے بس اور امکان میں ہونا۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو نکاح کا پیغام دے تو اگر جس کو پیغام دے رہا ہے اس عورت کو دیکھنا ممکن ہو تو دیکھ لے۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** فَإِنْ اسْتَطَاعَ أَنْ يَنْظُرَ: نکاح سے قبل ہونے والی بیوی کو دیکھ لینا بہتر ہے چوں کہ نکاح سنت مؤکدہ ہے اور منسوبہ کو دیکھ لینا اس میں معین ہے، لہذا دیکھنا مستحب ہے، یہاں سے معلوم ہوا کہ خوبصورت عورت طلب کرنا مذموم نہیں ہے، جہاں پر خوبصورتی کی رعایت کرنے کی مذمت ہے وہاں وہ جمال مراد ہے جو دین میں فساد کے ساتھ ہو مثلاً ایک لڑکی دین دار قبول صورت ہے اور دوسری فاسد عقیدہ والی ہے، اس کے فساد عقیدہ سے شوہر اور اس کے بچے بھی متاثر ہو سکتے ہیں اس کے باوجود

کوئی دین سے قطع نظر کر کے محض جمال کی بناء پر خوبصورت عورت کو ترجیح دیتا ہے، تو اس طرح کی خوبصورتی کو طلب کرنا شریعت نے ناپسند کیا ہے۔ (مرقاۃ: ۲۵۵/۶، طیبی: ۲۵۶/۶) مزید تفصیل شروع میں گذر چکی ہے۔

## مخطوبہ کو دیکھنا محبت میں اضافہ کا سبب ہے

{۲۹۷۳} وَعَنْ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَطَبْتُ امْرَأَةً فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ نَظَرْتَ إِلَيْهَا قُلْتُ لَا قَالَ فَاَنْظُرْ إِلَيْهَا فَإِنَّهُ أَحْرَى أَنْ يُؤَدَّكَ بَيْنَكُمَا. (رواه احمد والترمذی والنسائی وابن ماجه والدارمی)

**حوالہ:** مسند احمد: ۲۳۶/۳، ترمذی شریف: ۲۰۷/۱، باب ماجاء فی النظر الى المخطوبه، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۰۸۷، نسائی شریف: ۶۰/۲، باب اباحه النظر قبل التزویج، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۲۳۵، ابن ماجه شریف: ۱۳۲، باب النظر الى المرأة اذا ارادت ان تزوجهما، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۶۵، دارمی شریف: ۱۸۰/۲، باب الرخصة فی النظر للمرأة عند الخطبة، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۶۱۷۲۔

**حل لغات:** خطب: تقریر کرنا، نکاح کا پیغام دینا، احری: افضل، سادہ، لائق، زیادہ بہتر، آدم بینہما، صلح کرنا، دوستی کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک عورت کو پیغام نکاح دیا تو مجھ سے حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کیا تم نے اس کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اس کو دیکھ لو، اس وجہ سے کہ امید ہے کہ دیکھنا تم دونوں کے درمیان محبت کا باعث ہوگا۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

**تشریح:** "خطبت امرأة" کا ترجمہ مظاہر حق میں، میں نے ایک عورت سے منگنی کا ارادہ کیا،

لکھا ہے قدیم و جدید دونوں میں یہی مفہوم ہے، یہ الفاظ جدید کے ہیں، چونکہ ارادہ کیا، کے لئے حدیث میں کوئی لفظ نہ تھا اس لئے اس عاجز نے ”نکاح کا پیغام دیا، ترجمہ کیا ہے، اور چونکہ اس سے پہلی والی حدیث میں آپ کا یہ ارشاد ”اذا خطب احدکم المرأة“ کی شرح میں علامہ قاری نے ”ای اراد خطبتھا“ لکھا ہے اس لئے یہاں بھی ”اراد“ کو مقدر مان لیا گیا ہے، جبکہ وہاں ماضی پر اذا داخل ہے جو اس کو مستقبل کے معنی میں کر رہا ہے اس لئے جب ”اذا خطب“ کے معنی مستقبل کے ساتھ کہنے جائیں گے، تو ”اراد“ کا مفہوم پیدا ہو ہی جائے گا جیسا کہ ظاہر ہے اور یہاں ”اذا“ کے بغیر ”خطب“ ہے اس لئے یہاں ماضی کا ہی ترجمہ رہے گا اور ”اراد“ کو مقدر ماننے کی حاجت نہیں ہے، غالباً حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے پہلے نکاح کا پیغام دیدیا پھر اس کا ذکر آپ ﷺ سے کیا اس معنی میں کوئی قباحت نہیں۔ واللہ اعلم۔

**اھری:** ملا علی قاری نے فرمایا: ”ای اقرب واولیٰ وانسب، ان یؤدم، ای بان یؤلف بینکما“ ابن ملک نے فرمایا: ”کہا جاتا ہے“ ”ادم اللہ بینکما ای اصلح واللف“ یعنی دوستی پیدا کرے، ”التعلیق الصبیح“ میں یہ ہے ”الادم والایدام“ کے معنی اصلاح و توفیق کے ہیں کہا جاتا ہے ”ادم الطعام“ جسکے معنی کھانے کی اصلاح کرنا اور اسکو کھانے والے کے لئے موافق بنانا اور جملہ کے معنی یہ ہیں اور دیکھ لینا اصلاح اور محبت ڈالنے کیلئے زیادہ اولیٰ ہے، واضح رہے کہ اصلح کے معنی دوستی اور الفت کے بھی ہیں انہیں تفصیلات کے پیش نظر جملہ کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے زیادہ لائق ہے اس کے کہ تم دونوں کے درمیان محبت ڈالی جائے مرقاۃ میں ہے ”ای یوقع الادم بینکما یعنی یکون بینکما الالفة والمحبۃ“ (انوار المصابیح: ۳۸/۶، مرقاۃ: ۲۵۶/۶)

## وقتی جنسی جذبات کا فوری علاج

{۲۹۷۴} وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً فَأَعْجَبَتْهُ فَأَتَى سَوْدَةَ وَهِيَ تَضَعُ طَبِيبًا وَعِنْدَهَا نِسَاءٌ فَأَخْلَيْتَنَّهُ فَقَضَى حَاجَتَهُ ثُمَّ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ رَأَى امْرَأَةً تُعْجِبُهُ فَلْيَقُمْ إِلَى أَهْلِهَا فَإِنَّ مَعَهَا مِثْلَ الَّذِي مَعَهَا. (رواه الدارمی)



**حوالہ:** دارمی شریف: ۲/ ۹۶، باب الرجل یرى المرأة، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۲۲۱۵۔

**حل لغات:** صنع: (ف) بنانا تیار کرنا، الطیب: خوشبو عطر (وغیرہ) اخلی الرجل: (افعال)

تنہا ہونا، تنہا کرنا، قام للامر: اٹھ کھڑا ہونا۔

**ترجمہ:** حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی نظر ایک عورت پر پڑ گئی، جو کہ آپ ﷺ کو اچھی لگی، آپ ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے جو اس وقت خوشبو تیار کر رہی تھی، اور ان کے پاس عورتیں جمع تھیں، ان عورتوں نے ﷺ کے لئے غلوت کر دی، پھر آپ ﷺ نے اپنی ضرورت پوری فرمائی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس شخص کی نگاہ کسی ایسی عورت پر پڑے جو اس کو پسند آجائے تو اس کو اپنی بیوی کے پاس چلے جانا چاہئے، اس لئے کہ اس کی بیوی کے پاس بھی وہی ہے جو اس عورت کے پاس ہے۔ (دارمی)

**تشریح:** اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے قول و عمل سے اجنبیہ پر نگاہ پڑنے کے بعد جنسی جذبات کو قابو میں رکھنے کی تدبیر بتائی ہے، انسانی فطرت ہے کہ خوبصورت چیز نفس کو بھاتی ہے ایسے اگر کسی خوبصورت اجنبی عورت پر نگاہ پڑ جائے اور وہ دل کو بھا جائے تو تسکین نفس کے لئے فوراً اپنی بیوی سے صحبت کر لینا چاہئے، یہ طریقہ علاج جنسی بے اعتدالی سے بچنے کی اور برے اوہام و خیالات کے دفعیہ کے لئے نسخہ کیا ہے۔

**فاتی سودہ:** یعنی آپ ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، ”وہی تصنع طیباً وعندھا نساء“ یہ دونوں جملے حال واقع ہو رہے ہیں یعنی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں آپ تشریف لائے اس حال میں کہ وہ کوئی خوشبو بنا رہی تھیں، اور ان کے پاس کچھ عورتیں بھی موجود تھیں، ”فاخلینہ“ یعنی یہ عورتیں آپ سے الگ ہو گئیں اور آپ کو غلوت کا موقع دیا، ”فقصنی حاجتہ“ یعنی آپ نے ان سے جماع کر لیا، ”ثم قال ایما رجل رأى امرأة تعجبه فليقم الى اهله“ فراغت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی کسی اجنبی عورت کو دیکھے اور وہ اس کو بھا جائے تو اس آدمی کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے جماع کر لے تاکہ اس کی شہوت ٹوٹ جائے اور وسوسوں کا سلسلہ ختم ہو

جائے، ”فان معها“ پس بیشک اس کے یعنی اس کی بیوی کے پاس ”مثل الذی معها“ اسی جیسی شرمگاہ ہے جیسی اس اجنبیہ کے پاس ہے اور وہ اس کے قائم مقام ہے۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا کہ آپ کا منشا یہ ہے کہ اس شخص کے اجنبیہ کو دیکھنے کی انتہائی غایت یہی فعل ہے لیکن دونوں غایتوں پر نتیجہ کے اعتبار سے یہ فرق ہے کہ اجنبیہ کے ساتھ یہ فعل اللہ کے غضب کو لانے والا ہے اور بیوی کے ساتھ یہ فعل اس کے برعکس ہے اور آپ ﷺ کا یہ فعل دوسری عورتوں کی معلومات میں ہوا تاکہ ان کو اور ان کے ذریعہ ان کے شوہروں کو معلوم ہو جائے کہ ایسے موقع پر کیا کرنا چاہئے۔ (انوار المصاحج: ۶/۳۹، طیبی: ۶/۲۵۷، مرقاۃ: ۶/۲۵۷)

**حضرت نبی کریم ﷺ اجنبیہ کے حسن سے کیسے متاثر ہوئے؟: حضرت**

نبی کریم ﷺ تو معصوم تھے، پھر آنحضرت ﷺ اجنبیہ کے حسن و جمال سے کیسے متاثر ہوئے؟ اور آنحضرت ﷺ کی یہ کیفیت کیوں ہوئی؟ اس کا جواب محدث عصر حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ ایسا تشریع کے پیش نظر ہوا تھا، انبیاء علیہم السلام جو قانون بناتے ہیں وہ ذوقی ہوتے ہیں، وہ فکری قانون نہیں بناتے ہیں، اور اسی وجہ سے فرشتوں کو رسول نہیں بنایا گیا ہے، کیوں کہ اگر فرشتے رسول بن کر آتے تو وہ لوگوں کے لئے غور و فکر کی بنیاد پر قانون بناتے، وہ ذوق کی بنیاد پر قانون نہیں بنا سکتے ہیں، کیوں کہ ان میں وہ جذبات نہیں ہیں جو انسان میں ہیں اور جب بنی انسان ہوتا ہے تو اس پر تمام احوال گذرتے ہیں، کیونکہ وہ بشر ہوتا ہے، چنانچہ ایک بار آنحضرت ﷺ کو بھی یہ کیفیت پیش آئی تاکہ اس کی اہمیت کا اندازہ ہو اور آنحضرت ﷺ اس کا علاج تجویز فرما سکیں، اس کی نظیر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کبھی بیان جواز کے لئے خلاف اولیٰ کام بھی کرتے ہیں، اور وہ نبی کے حق میں خلاف اولیٰ نہیں ہوتے ہیں، کیوں کہ وہ تشریع کیلئے ہوتے ہیں، اسی طرح اس کیفیت کا آنحضرت ﷺ پر گذرنا آنحضرت ﷺ کے حق میں برا نہیں تھا بلکہ ضروری تھا، کیونکہ تشریع قانون سازی اس پر موقوف تھی۔ (تحفۃ الامعی: ۵۹۹/۳، التعلیق: ۱۱/۴)

ترمذی کی حدیث میں آنحضرت ﷺ کی بیوی کا نام زینب مذکور ہے، اور یہاں سودہ مذکور ہے، ممکن ہے رواد کے اختلاف کی وجہ سے ناموں کا اختلاف ہو۔ (اللہ اعلم)

## عورت پردہ کی چیز ہے

{۲۹۷} وَعَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ

فَإِذَا خَرَجَتْ اسْتَشَرَّ فَهِيَ الشَّيْطَانُ. (رواه الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۲۲، باب، کتاب الرضاع، حدیث نمبر: ۱۱۷۳۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عورت پردہ میں رہنے کی چیز ہے، جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کو گھورتا ہے۔ (ترمذی)

**تشریح:** عورت کو بلا ضرورت قطعاً گھر سے باہر نہ نکلنا چاہئے، کیونکہ وہ گھر میں رہتی ہے تو فتنوں سے محفوظ رہتی ہے، باہر نکلتی ہے تو شیطان کو جھانکنے تاکنے اور اس کو ورغلانے کا موقع ہاتھ لگ جاتا ہے، اگر شدید ضرورت کی وجہ سے نکلنا ہو تو اچھی طرح مستور ہو کر گھر سے باہر نکلے، لباس فاخرہ اور خوشبو سے بالکل بہ اجتناب کرے۔

**المرأة عورة:** مطلب یہ ہے کہ جس طرح ستر کو چھپایا جاتا ہے کیوں کہ وہ عورت ہے اسی طرح عورت بھی پوشیدہ اور چھپانے والی شے ہے، "استشر فہا الشیطان" جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان مردوں کے دلوں میں اس کو مزین کر کے پیش کرتا ہے، لہذا عورت بری خصلت والے لوگوں کی نگاہ بد کی توجہ کا مرکز بنتی ہے چونکہ عورت شیطان کا بھندا ہے، اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، لہذا یہاں پر شیطان ہی کی طرف نسبت بھی کر دی گئی ہے۔ یا شیطان سے مراد شیاطین الانس والجن دونوں میں بلکہ اصل گھورنے والے شیطان الانس ہیں شیطان الجن تو گھر میں بھی گھور سکتے ہیں۔ (تحفہ الامعی: ۳/۶۱۳)

**استشراف:** کے معنی ہیں ہاتھ کا چھبانا کر غور سے دیکھنا، عورت کا گھر سے نکلنا نہایت نقصان دہ ہے اسی وجہ سے افضل العبادات نماز کیلئے یہی چیز پر بند کی گئی ہے کہ وہ جماعت سے مسجد میں نماز نہ پڑھے، بلکہ گھر میں ادا کرے، آپ ﷺ کا فرمان "صلاة المرأة في بيتها افضل من صلاتها في"

حجرتھا، وصلاتھا فی محدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا.. (طبی: ۲۵۸/۲۵۹/۶)  
**تنبیہ:** مگر افسوس آج معاملہ بالکل برعکس ہے گھر میں عورت اسی طرح بھکارن کی طرح رہتی ہے اور گھر سے باہر بن سنور کر اوڈر پوڈر اچھی طرح استعمال کر کے دہن کی طرح سے نکلتی ہے جس میں فتنوں کا ہونا ظاہر ہے۔

## اتفاق نظر معاف ہے

{۲۹۷۶} وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا تُتَّبِعِ النَّظْرَةَ النَّظْرَةَ فَإِنَّ لَكَ الْأُولَى لَيْسَتْ لَكَ الْآخِرَةُ. (وراء احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی)

**حوالہ:** مسند احمد: ۳۵۳/۵، ترمذی شریف: ۱۰۶/۲، باب فی نظرة المفاجأة، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۲۴۴۴، ابوداؤد شریف: ۲۹۲/۲، باب ماجاء يومر من غض البصر۔ کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۳۹، دارمی: ۳۸۶/۲، باب فی حفظ السمع، کتاب الرقاق، حدیث نمبر: ۲۴۰۹۰۔

**ترجمہ:** حضرت بريدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کہ اے علی رضی اللہ عنہ! چانک پڑ جانے والی نظر کے بعد دوسری نظمت ڈالنا اس لئے کہ پہلی نظر معاف ہے، جب کہ دوسری معاف نہیں ہے۔

**تشریح:** لا تتبع النظرة النظرة: مطلب یہ ہے کہ اگر ایک بار بلا قصد نظر پڑ جائے تو بالقصد دوبارہ مت دیکھو۔ "فان لك اولى" یہ سابقہ حکم کی علت ہے، پہلی بار بلا قصد ارادہ نظر پڑی تھی، لہذا اس میں کوئی گناہ نہیں اور دوبارہ قصداً نظر ڈالی جائے گی، لہذا اس میں گناہ ہے، حدیث کے اس جز میں "لك" کے ذریعہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پہلی نگاہ میں نفع ہے، "لام" نفع کے لئے لاتے ہیں، پہلی نگاہ پڑی اور اللہ کے خوف سے اس کو پھیر لیا تو اس میں بہت اجر و ثواب ہے، اور دوسری نگاہ میں سخت ضرر ہے اس لئے "عليك" فرمایا ہے۔ (مستفاد از طبی: ۲۵۹/۶، مرقاۃ: ۲۵۷/۷، الدر المنصور: ۶۶/۴)

## نکاح کے بعد باندی مالک کیلئے اجنبیہ کے مانند ہے

{۲۹۷۷} وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا زَوَّجَ أَحَدُكُمْ عَبْدَهُ أَمْتَهُ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى عَوْرَتِهَا وَفِي رِوَايَةٍ فَلَا يَنْظُرَنَّ إِلَى مَا دُونَ السَّرَّةِ وَفَوْقَ الرُّكْبَةِ. (رواه ابو داؤد)

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۵۶۸/۲، باب فی قوله عز وجل قل للمؤمنین یغضضون

الخ: کتاب اللباس، حدیث نمبر: ۴۱۱۴۔

**ترجمہ:** حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے نقل کرتے ہیں کہ جناب آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے غلام سے اپنی باندی کا نکاح کر دے تو پھر مالک اس لونڈی کے ستر عورت کو نہ دیکھے، اور ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں ”فلا یبظرن“ یعنی آقا باندی کے اس حصہ کو نہ دیکھے جو ناف کے نیچے سے زانوں کے اوپر تک ہے۔ (ابو داؤد)

**تشریح:** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جب آقا نے اپنی باندی کی شادی کسی بھی دوسرے مرد سے کر دی، تو اب وہ باندی اس کیلئے حرام اور اجنبیہ باندی کے مانند ہو گئی، لہذا باندی کے جن اعضاء کو دیکھنا جائز ہے اور جن حصوں سے غیر کی باندی سے پردہ کرنا لازم ہے اپنی باندی کے ان اعضاء کو دیکھنا بھی حرام ہے۔

**اذا زوج احدکم عبده امتہ:** جب تم میں سے کوئی آدمی اپنے غلام کا نکاح اپنی باندی سے کر دے، تو فلا یبظرن الی عورتہا۔ اس کی ستر کو نہ دیکھے اور اگر باندی کا نکاح کسی اور کے غلام کے ساتھ کر دے تو ظاہر ہے یہ ممانعت بطریق اولیٰ ہوگی، اور جب دیکھنے کی سخت ممانعت ہے تو چھونے کی ممانعت بطریق اولیٰ ثابت ہے اور یہ حکم اس لئے ہے کہ اسکی باندی اب اسکے لئے حرام ہے۔ ”وفی روایة فلا یبظرن الی ما دون السرة وفوق الركبة“ روایت کے ان الفاظ میں ”العورة“ کی تفسیر بیان ہو گئی۔

**ما لک:** حدیث کے ظاہر الفاظ کی دلالت یہ ہے کہ ناف اور گھٹنہ ستر عورت میں داخل نہیں ہے علامہ قاری نے فرمایا: "کتاب الرحمة فی اختلاف الامة" میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مرد کی ناف عورت نہیں ہے، اور گھٹنہ کے بارے میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد نے فرمایا کہ یہ ستر عورت میں نہیں ہے، اور ہمارے امام، امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے بعض اصحاب کے نزدیک گھٹنہ ستر عورت میں ہے اور باندی کی ستر عورت امام مالک اور شافعی کے نزدیک مثل مرد کے ہے البتہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرد کی ستر پر پیٹھ اور پیٹ کا اضافہ کیا ہے، یعنی مرد کی ستر عورت سے باندی کی ستر میں یہ زائد ہے۔ (مرقاۃ: ۲۵۸/۶، انوار المصابیح: ۶/۴۱)

## ران ستر ہے

{۲۹۷۸} وَعَنْ جَزْهَدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ أَمَّا عَلِمْتُ أَنَّ الْفَخِذَ عَوْرَةٌ. (رواه الترمذی و ابو داؤد)

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۲/۵۷۷، باب النهی عن التعری، کتاب الجماع،

حدیث نمبر: ۴۰۱۴، ترمذی شریف: ۶/۱۰۷، باب ماجاء فی ان الفخذ عورة، کتاب

الادب، حدیث نمبر: ۲۷۹۵۔

**ترجمہ:** حضرت جرہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ران ستر ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی شریف)

**تشریح:** ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کا گذر حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا،

آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ان کی ران کھلی ہوئی ہے تو آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا: کہ ران کو ڈھانک لو، کیونکہ ران ستر ہے، معلوم ہوا کہ جس طرح دیگر اعضاء ستر کو ڈھانکنا ضروری ہے، اسی طرح ران ڈھانکنا بھی لازم ہے، اس سلسلہ میں بہت سے لوگ لاپرواہی برت رہے ہیں، چھوٹی نیکر پہن کر سڑکوں پر نکل آتے یہ بے حیائی ہے اس سے گریز لازم ہے۔

**جرہد:** جیم اور ہاء کے فتح کے ساتھ جیسا کہ مرقات میں ہے یہ حضرت حبرہد بن خویلد رضی اللہ عنہ

اصحاب صفہ میں سے ہیں۔

## مذہبِ ائمہ

اہل ظواہر اور ابن علیہ کے نزدیک فحذ عورت نہیں ہے، اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و ما لک رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے جمہور ائمہ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فحذ عورت ہے، اور یہی امام احمد و ما لک کی صحیح روایت ہے، اہل ظواہر دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم غزا خیبر ثم حسر الازار عن فحذہ حتی انظرا لی بیاض فحذہ“ حضرت نبی کریم ﷺ نے خیبر کا غزوہ فرمایا پھر ازار کو اپنی ران سے ہٹالیا یہاں تک کہ میں آنحضرت ﷺ کی ران کی سفیدی کو دیکھ رہا تھا (رواہ البخاری) ”جمہور دلیل پیش کرتے ہیں کہ حضرت جبرہ کی حدیث سے کہ آپ نے فرمایا ”اما علمت ان الفحذ عودہ“ کیا تم نہیں جانتے کہ ران ستر ہے۔ (رواہ ترمذی) دوسری دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکورہ ہے، آپ نے ”لا تبرز فحذک“ فرمایا، تیسری حدیث محمد نجش کی حدیث ہے ”قال مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحذاہ مکشوفتان فقال یا معمر غط فحذک فان الفحذین عورۃ“ حضرت رسول اللہ ﷺ کا گذر حضرت معمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے ہوا، جب کہ آپ کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے معمر! اپنی رانیں ڈھک لو، اس لئے کہ رانیں ستر ہیں۔ رواہ فی شرح السنۃ“

**اہل ظواہر:** نے انس کی حدیث سے جو دلیل پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ لڑائی و جنگ کا موقع اور لوگوں کا ازدہام تھا غیر اختیاری طور پر کھل گیا تھا، اس سے فحذ کے عدم عورت پر استدلال کرنا درست نہیں ہے۔ (درس مشکوٰۃ: ۱۰/۳، تعلیق: ۱۲/۴)

## زندہ اور مردہ کا ستر ایک جیسا ہے

{۲۹۷۹} وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا عَلِيُّ لَا تُبْرِزْ فَحْذَكَ وَلَا تَنْظُرْ فَحْذَ حَيٍّ وَلَا مَيِّتٍ۔ (رواہ

ابوداؤد وابن ماجہ)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۴۲۸/۲، باب ستر المیت، عند الغسل، کتاب

الجنائز، حدیث نمبر: ۳۱۴۰، ابن ماجہ ۱۰۵، باب ما جاء فی غسل المیت، کتاب

الجنائز، حدیث نمبر: ۱۴۶۰۔

**ترجمہ:** حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اے علی! اپنی ران لوگوں کے سامنے مت کھولنا، اور کسی زندہ یا مردہ کی ران مت دیکھنا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

**تشریح:** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نہ تو اپنی ران کسی کے سامنے کھولنا چاہئے اور نہ کسی دوسرے کی ران کھلی ہو تو اس پر نظر ڈالنا چاہئے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ستر کے معاملہ میں زندہ اور مردہ یکساں ہیں، زندہ لوگوں کے جو اعضاء ستر ہیں وہی مردہ کے بھی ہیں اور جس طرح زندہ کے اعضاء ستر کا دیکھنا حرام ہے اسی طرح مردہ کے اعضاء ستر پر نظر ڈالنا حرام ہے۔

**لامیت:** میت کی ران بھی اعضاء ستر میں سے ہے، اسی سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ میت کو غسل دیتے وقت ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ لینا چاہئے کہ اس کے اعضاء ستر پر نگاہ تھام نہ ہو، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ میت کو نہلاتے وقت ستر میت کا اہتمام لازم ہے۔ میت کے ستر کے حصہ پر موٹا کپڑا اور وہ بھی رنگین ڈال لینا چاہئے۔

## ران ڈھانکنے کی تاکید

{۲۹۸۰} وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَعْبَرٍ وَفَخَذَاهُ مَكْشُوفَتَانِ، قَالَ: يَا مَعْبَرُ عَظِّ

فَحْذِيكَ فَإِنَّ الْفَخْذَيْنِ عَوْرَةٌ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

**حوالہ:** شرح السنۃ: باب النہی عن مباشرة المرأة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۲۲۵۱۔



**ترجمہ:** حضرت محمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کا حضرت معمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذر ہوا، معمر رضی اللہ عنہ کی رائیں کھلی ہوئی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ معمر! رائیں ڈھانک لو، بلاشبہ رائیں ستر میں داخل ہیں۔ (شرح السنہ)

**تشریح:** ستر عورت ہر حال میں واجب ہے، اور چوں کہ ران ستر میں داخل ہے، لہذا آنحضرت ﷺ نے اس کو ڈھانکنے اور اس کو مستور رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔

**معمر:** یہ معمر بن عبد اللہ القرشی العدوی ہیں، اور قدیم الاسلام میں، ”غط“ یعنی ران ڈھانک لو، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے کہ ران ستر نہیں ہے، یہ حدیث بھی ان کے خلاف حجت ہے۔ (مراۃ: ۶/۲۵۸)

## تنہائی میں ستر کھولنے کی ممانعت

{۲۹۸۱} وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا كُفَّوْنَا وَالتَّعَرَّيْنَا فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ وَحِينَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَى أَهْلِهِ فَاسْتَحْيُوهُمْ وَآكِرِ مُوْهُهُمْ۔ (رواہ الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲/۱۰۷، باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۲۸۰۰۔

**حل لغات:** افضی الی فلان: کسی کے پاس پہنچنا، افضی الی المرأة: عورت سے خلوت کرنا، الغائط: کشادہ نشیبی زمین، پانخانہ، کنایہ پانخانہ کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ننگے ہونے سے چپکتے رہو، کیوں کہ تمہارے ساتھ وہ بھی رہتے ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے، سوائے قضائے حاجت کے وقت اور اس وقت جب کہ آدمی اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے، لہذا تم ان لوگوں سے حیا کرو اور ان کا احترام کرو۔ (ترمذی)

**تشریح:** لوگوں کے درمیان تو ستر کا ڈھانکنا ضروری ہے ہی تنہائی میں بھی اعضاء ستر کو مستور رکھنا چاہئے، کیوں کہ تنہائی میں اللہ اور اس کے فرشتوں سے حیا اس بات کی داعی ہے کہ آدمی نگاہ نہ ہو، البتہ جہاں ستر کھولنا مجبوری ہے، مثلاً قضائے حاجت یا بیوی سے صحبت کے وقت تو وہاں ستر کھولنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

**ایاکم والنہری:** مطلب یہ ہے کہ اعضاء ستر کھولنے سے گریز کرو، "فان معکم لا یفار قکم" مراد وہ فرشتے ہیں جن کو "حفظہ" اور کراماً کا تین کہا جاتا ہے، "فاستحیوہم" ستر عورت دھک کر اور بے حیائی سے اجتناب کر کے ان کی تعظیم و تکریم کرو، معلوم ہوا کہ تنہائی میں بھی بلا ضرورت کشف عورت جائز نہیں ہے۔

ابوداؤد شریف کی روایت میں ہے کہ ایک صاحب کھلی جگہ میں بغیر ازار کے غسل کر رہے تھے، آنحضرت ﷺ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حیا دار اور شرم کرنے والے ہیں اور دوسرے سے بھی حیا اور پردہ کو پسند کرتے ہیں، لہذا تم میں سے جو بھی غسل کرے اس کو پردہ کرنا چاہئے، بذل الجہود میں لکھا ہے کہ اگر غسل لوگوں کے سامنے کر رہا ہے تب تو ستر واجب ہے ہی اگر غلوت اور تنہائی میں ہو تو بھی اس وقت مستحب ہے، ابوداؤد ہی میں روایت ہے جس میں ایک صاحب نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان احدنا خالیاً" یعنی جب ہم تنہائی میں ہوں تو بھی ستر کو ڈھانک لیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ احق ان یتستحی من الناس" اللہ تعالیٰ زیادہ مستحق ہیں انسانوں کے بہ نسبت کہ ان سے شرم کی جائے، حضرت شیخ سہارنپوری قدس سرہ نے لکھا ہے کہ شامی میں غلوت کی حالت میں ستر کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ (مقتاد از الدر المنضود: ۶/۱۳۸)

**تنبیہ:** آج ہم لوگوں سے جہاں بہت سے امور میں غفلت ہے، وہاں ہم اس عظیم فرمان سے بھی غفلت کا شکار ہیں، تنہائی میں بے لباس ہو جانا ہمارے نزدیک غلط بات ہے ہی نہیں، اور اللہ اور اس کے فرشتوں سے شرم سے متعلق ہمارے ذہن خالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو حیا دار بنائے، اور حیاء کی قیمت و قدر سمجھنے کی سعادت عطا فرمائے۔ (آمین)

## کیا عورت مرد کو دیکھ سکتی؟

{۲۹۸۲} وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةَ إِذَا أَقْبَلَ ابْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ فَدَخَلَ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجِبَا مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْسَ هُوَ أَعْمَى لَا يَبْصُرُنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْعَبِيَا وَإِنْ أَنْتُمَا السُّنْمَا تَبْصُرَانِ تَبْصُرَانِيهِ. (رواه احمد والترمذی وابوداؤد)

**حوالہ:** مسند احمد: ۲۰۶/۶، ابوداؤد شریف: ۵۶۸/۶، باب فی قوله عز وجل قل للمؤمنات الخ، کتاب اللباس، حدیث نمبر: ۴۱۱۲، ترمذی شریف: ۱۰۶/۲، باب ماجاء فی احتجاب النساء من الرجل، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۲۷۷۸۔

**حل لغات:** اقبل: آنا، دخل عليه فی المكان، کسی کے پاس پہنچنا، کسی سے اس کی جگہ پر ملاقات کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اور حضرت ميمونة رضی اللہ عنہا حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس موجود تھیں کہ اچانک حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے، آنحضرت ﷺ نے ان دونوں سے فرمایا: کہ ان سے پردہ کرلو، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ وہ ہمیں دیکھ نہیں سکتے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تم دونوں اندھی ہو؟ کیا تم دونوں ان کو دیکھ نہیں رہی ہو؟ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

**تشریح:** اَنَّهَا كَانَتْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَيْمُونَةَ: ميمونة، کی ضمیر مستتر پر عطف کی وجہ سے مرفوع اور اسم ان پر عطف کی وجہ سے منصوب اور "رسول اللہ" پر عطف کی وجہ سے مجرور تینوں اعراب صحیح ہیں، علامہ طیبی نے فرمایا کہ ان پر عطف کر کے منصوب پڑھنا زیادہ بہتر ہے تاکہ یہ سمجھا سکے کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تھے اور حضرت ميمونة رضی اللہ عنہا انہیں کے گھر تشریف لائیں تھیں، اور یہ اسلئے ہے کہ معطوف کا مؤخر ہونا اور

درمیان میں فصل واقع کرنا پہلے کے اصل اور دوسرے کے تابع ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اسم ان پر عطف کرنے سے یہ شکل حاصل ہوتی ہے، یہ ایسے ہے ہی جیسے قرآن پاک میں فرمایا گیا: "واذا يرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل" اور اس وقت کا تصور کرو جب ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی بنیاد اٹھا رہے تھے اور اسماعیل علیہ السلام بھی یہاں واقعہ یہی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اصل تھے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ان کے تابع، یہاں ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان فصل اسی لئے واقع کیا گیا ہے تاکہ حضرت اسماعیل کی تابعیت ثابت ہو جائے اور اگر بغیر فصل کے لاتے تو رفع میں شرکت کا وہم ہوتا۔ "اقبل ابن ام مكتوم" یہ وہی نابینا صحابی ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم کی یہ آیت "ان جاءه الا عمى" نازل ہوئی "فدخل عليه، اى على رسول الله صلى الله عليه وسلم" (قاری) فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم احتجبا منه۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے پردہ کرنے کا حکم فرمایا تو ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: "فقلت يا رسول الله" میں نے عرض کیا: "يا رسول الله اليس هو اعمى" کیا وہ نابینا نہیں ہیں، "لا يبصرنا" وہ ہم کو دیکھ نہیں رہے "فقال رسول الله عليه وسلم افعبيا وان انتما؟" کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ "الستما تبصرانہ" کیا تم دونوں ان کو دیکھ نہیں رہی ہو؟

**فائدہ: (۱)** معلوم ہوا کہ جس طرح مردوں کے لئے نامحرم عورتوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں اسی طرح عورتوں کو بھی نامحرم مردوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں انتہاء یہ ہے کہ نابینا مردوں کو دیکھنے کی بھی اجازت نہیں۔

**فائدہ: (۲)** جو لوگ کہتے ہیں کہ ہماری تو پاک نظر ہے پاک نظر سے دیکھتے ہیں ان کی کوتاہی کا بھی علم ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ کیسی ہی پاک نظر ہو تب بھی نامحرم کو دیکھنے کی اجازت نہیں حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے زیادہ پاک نظر کس کی ہو سکتی ہے، وہ بھی اس وقت جبکہ رحمت دو عالم ﷺ کی مبارک صحبت میں موجود ہیں اور نامحرم بھی جلیل القدر صحابی ہیں اور وہ بھی نابینا کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ ہی نہیں مگر اس کے باوجود نامحرم کو دیکھنے کی اجازت نہیں دی گئی تو اور کسی کے لئے کیسے اجازت ہو سکتی ہے۔ فقط۔

## اللہ تعالیٰ حیا کا زیادہ حقدار ہے

{۲۹۸۳} وَعَنْ بَهْزِ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ، قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَفَرَأَيْتَ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِيًا؟ قَالَ قَالَ اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَ مِنْهُ. (رواه الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۲/۵۷، باب ماجاء فی التعری، کتاب اللباس، حدیث نمبر: ۴۰۱۷، ترمذی شریف: ۲/۱۰۵، باب ماجاء فی العورة، کتاب الادب، حدیث نمبر: ۲۷۹۴، ابن ماجہ شریف: ۱۳۸، باب التستر عند الجماع، کتاب النکاح۔

**ترجمہ:** حضرت بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ بہز کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم اپنا ستر چھپائے رکھو، سوائے اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے، صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں اس صورت کے متعلق جب کہ آدمی تنہا ہو؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ ان سے شرم کی جائے۔ (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

**تشریح:** اعضاء ستر کو مستور رکھنا چاہئے بلا کسی ضرورت شرعیہ کے اعضاء ستر کو کھولنا کھلی ہوئی بے حیائی ہے، جلوت میں تو ستر پوشیدہ رکھنا واجب ہے ہی، جلوت میں بھی اس کی تاکید ہے، جلوت میں اگرچہ کوئی موجود نہیں رہتا، لیکن ذات باری تعالیٰ سے حیا کرتے ہوئے اس بے شرمی سے بچنا چاہئے، بیوی اور باندی کے سامنے بے ستر ہونا جائز ہے اور ان کیلئے اعضاء ستر کا دیکھنا بھی جائز ہے۔

**الامن زوجتك او مملکت الخ:** اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ملک اور نکاح جانیں سے شرم گاہ کو دیکھنے کو مباح کر دیتے ہیں اور حدیث اللہ تعالیٰ کے فرمان "والذین لغرو جہم حافظون الا علی ازواجہم او مملکت ایمانہم فانہم غیر ملومین" اور جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور ان باندیوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی

ہوں کیونکہ ایسے لوگوں پر کوئی ملامت نہیں ہے، سے مستنبط ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۲۶۰) مگر غلام اپنی سیدہ کے ستر کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ وہ سیدہ کا محرم نہیں ہے۔

## اجنبیہ کے ساتھ تنہائی کی ممانعت

{۲۹۸۴} وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قَالَ لَا يَخْلُونَ رَجُلٌ بِأَمْرٍ آفَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ۔ (راہ الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۲۱، باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی

المغیبات، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۷۱۔

**ترجمہ:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب بھی کوئی مرد تنہائی میں کسی عورت کے ساتھ یکجا ہوتا ہے تو وہاں ان میں کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ (ترمذی)

**تشریح:** اجنبی مرد و عورت تنہائی میں قطعاً یکجا نہ ہوں، اس لئے کہ جہاں کہیں یہ صورت حال پیش آتی ہے، تو شیطان پورا زور لگا کر ان کے شہوانی جذبات کو برا بیگنہ کرتا ہے، اور پھر ان دونوں کا بدکاری سے بچ جانا، بہت دشوار ہو جاتا ہے، لہذا فتنہ میں پڑنے سے بچنے کا آسان ذریعہ یہی ہے کہ اجنبی مرد و عورت تنہائی میں یکجا نہ ہوں۔

**اَلَا كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَانُ:** مطلب یہ ہے کہ مرد و عورت تنہائی میں یکجا ہوتے ہیں تو شیطان تیسرے نفر کی شکل میں موجود ہوتا ہے، یہ ہر ایک کو دوسرے کی طرف متوجہ کرتا ہے اور دونوں کی شہوانی جذبات کو بھڑکا کر گناہ پر آمادہ کرتا ہے، اور بظاہر گناہ سے رکنے کا کوئی خارجی سبب موجود نہیں ہوتا، لہذا بہت جلد گناہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۶/۲۶۱)

## مغیبات کے پاس جانے کی ممانعت

{۲۹۸۵} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَلْجُوا عَلَى الْمَغِيبَاتِ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِئِي مِنْ أَحَدِكُمْ هَجْرِي  
الدِّمِ قُلْنَا وَمِنْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَمِثْلِي لَكِنَّ اللَّهَ  
أَعَانَنِي عَلَيْهِ فَأَسْلَمَ. (رواه الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۲۲، باب ماجاء فی کراہیۃ الدخول علی

المغیبات، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۱۱۹۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جن کے شوہر موجود نہ ہوں ان عورتوں کے پاس مت جایا کرو، بے شک شیطان تم میں سے ہر ایک کی خون کی رگوں میں دوڑتا ہے، صحابہ نے عرض کیا اور آپ ﷺ کے بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرے بھی، لیکن اللہ تعالیٰ شیطان کے مقابلے میں میری مدد کرتے ہیں چنانچہ میں محفوظ رہتا ہوں۔ (ترمذی)

**تشریح:** جس عورت کا شوہر طویل عرصہ سے گھر میں موجود نہ ہو، اس کے پاس ہرگز نہ جانا چاہئے اس لئے کہ اس کے جذبات بھڑک سکتے ہیں، اور دونوں لوگ فتنہ میں پڑ سکتے ہیں، حدیث باب میں اس باب کا بھی بیان ہے کہ شیطان نہایت ہی سرعت کے ساتھ انسان کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے، اس کو زیادہ وقت نہیں لگتا ہے۔

**لَا تَلْجُوا عَلَى الْمَغِيبَاتِ:** ”مغیبات“ کی جمع ہے، غائب کرنے والی، یعنی وہ عورت جس کا شوہر عرصہ سے سفر وغیرہ کی بناء پر اس سے دور ہو، اس عورت کی طبیعت میں کافی جوش ہوتا ہے، لہذا مرد کا تنہائی میں قطعاً اس سے احتیاط نہ ہونا چاہئے، ”فان الشیطان“ صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جیسے خون تمہاری رگوں میں دوڑتا ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا ہے، ایسے ہی شیطان تمہارے اوپر چھایا رہتا ہے تم سے اپنے پسند کے کام کرواتا ہے لیکن تم سمجھ نہیں پاتے ہو۔ (تعلیق: ۴/۱۳)

محدث عصر حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری زید مجدہم فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں سرعت تاثیر کی تمثیل ہے، حقیقت کا بیان نہیں ہے اس لئے کہ شیطان کو یہ طاقت نہیں دی ہے کہ وہ انسان کے بدن میں داخل ہو سکے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”یتخبطه الشیطان من المس“ شیطان چھو کر خبطی

بناتا ہے، یعنی باہر سے اثر انداز ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ حدیث میں سرعت تاثیر کی تمثیل ہے کہ شیطان چکی بجا کر انسان کو فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے، اور جس طرح رگوں میں لگنے والا انجکشن فوراً اثر کرتا ہے، اسی طرح شیطان بھی انسان کو بہت جلد متاثر کرتا ہے۔ (تحفۃ اللمعی: ۶۱۲/۳)

**قال ومنی:** آنحضرت ﷺ کے ساتھ بھی شیطان لگا رہتا ہے، اسی سے یہ بات معلوم ہوئی کہ انبیاء علیہم السلام کے اندر گناہ کی صلاحیت ہوتی ہے چونکہ وہ بھی بشر ہی ہوتے ہیں اس کے باوجود وہ بشری کمزوریوں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کی بنا پر محفوظ رہتے ہیں۔ اور ان کے معصوم ہونے کی وجہ سے کسی قسم کی بشری کمزوری کا صدور ان سے نہیں ہوتا۔ اسلئے: ماضی کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور مضارع کا بھی، مضارع کا صیغہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ شیطان کے شر سے میں محفوظ ہوں، اور ماضی کا صیغہ ہو تو مطلب یہ ہے کہ شیطان میرے حق میں تابع و مغلوب ہو گیا ہے۔

## عصمت انبیاء علیہم السلام کی حقیقت

اس حدیث سے عصمت انبیاء کی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ، انبیاء علیہم السلام میں گناہوں کی تمام صلاحیتیں ہوتی ہیں مگر بشری کمزوریوں سے وہ محفوظ ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں۔ (تحفۃ اللمعی: ۶۱۲/۳)

## غلام مالک کے حق میں اجنبی مرد کے حکم میں ہے

{۲۹۸۶} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى فَاطِمَةَ بَعْدَ قَدْ وَهَبَهُ لَهَا وَعَلَى فَاطِمَةَ ثَوْبٌ إِذَا قَنَّعَتْ بِهِ رَأْسَهَا لَمْ يَبْلُغْ رَجُلِيهَا وَإِذَا غَطَّتْ بِهِ رَجُلِيهَا لَمْ يَبْلُغْ رَأْسَهَا فَلَمَّا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَلَقَّى قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ بَأْسٌ إِنَّمَا هُوَ أَبُوكَ وَغَلَامُكَ.  
(رواه ابوداؤد)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۵۶۷/۲، باب فی العبدینظر الی شعر مولا تہ، کتاب



اللباس، حدیث نمبر: ۴۱۰۶۔

**حل لغات:** قنع امرأة: عورت کو دوپٹہ اوڑھانا، لقیہ: واسطہ پڑنا، کسی سے ملاقات ہونا۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ ایک غلام لے کر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے وہ غلام حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا، اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جسم پر ایک کپڑا تھا، اس کے ذریعہ سے اگر سر کو چھپاتیں تو پیروں تک نہیں پہنچتا تھا، اور اگر پیروں کو چھپاتیں تو سر تک نہ پہنچتا تھا، جب حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اس دشواری کو دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے، یہاں تمہارے باپ اور غلام ہی ہیں۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کے ساتھ ایک فرد کے ہونے کی وجہ سے چادر سے اپنے کو پورے طور پر ڈھانک کر پردہ کرنا چاہ رہی تھی، لیکن چادر تنگ پڑ رہی تھی جس سے ان کو سخت کلفت ہو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ڈھانکنے کی فکر کیوں کر رہی ہو؟ اس وقت گھر میں تیرا باپ اور تیرا غلام ہی ہے۔

**انما ابوک وغلامک:** علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ عورت کا غلام محرمیت اعتبار سے اس کے باپ کے درجہ میں ہے، اگر آپ ﷺ "انما انا وغلامک" فرماتے تو یہ معنی حاصل نہ ہوتے۔

## غلام سے پردہ ہے یا نہیں

**امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:** امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غلام اپنی مالکہ کے لئے اجنبی کے مانند ہے، لہذا اس سے پردہ لازم ہے۔

**دلیل:** "او ماملکت ایمانہن" عورتوں کے مملوک سے پردہ نہیں ہے، اس کی تفسیر ہے "انما عنی بہ الاماء دون العبد" (ابن ابی شیبہ) معلوم ہوا کہ مالکہ کا باندی سے پردہ نہیں ہے، لیکن غلاموں سے پردہ ہے غلام سیدہ کا محرم کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ اس کو آزاد کر کے مالکہ اس سے نکاح کر سکتی ہے۔

**امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:** شوافع کے نزدیک غلام مالکہ کا محرم ہے، لہذا اس سے پردہ لازم نہیں ہے۔

**دلیل:** حدیث باب ہے، اس سے صاف معلوم ہوا کہ غلام سیدہ کے لئے محرم ہے، اور اس سے پردہ لازم نہیں ہے۔

**جواب:** یہ غلام چھوٹا بچہ تھا اس وجہ سے آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پردہ کرنے کی مشقت برداشت کرنے سے منع کر دیا تھا، یا پھر آپ ﷺ نے احتجاب مفروضہ سے روکا تھا، نفس حجاب سے نہیں روکا تھا، چوں کہ غلام کی آمدورفت کی وجہ سے اس سے احتجاب مفروضہ ممکن نہیں ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس سے روک دیا تھا۔ (مرقاۃ: ۲۶۱/۲، ۶/۲، التعلیق: ۴/۱۴)

## {الفصل الثالث}

### عورتوں کے پاس مخنث کے آنے کی ممانعت

{۲۹۸۷} وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عِنْدَهَا وَفِي الْبَيْتِ مُحْتَثٌّ فَقَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ أَبِي أُمَيَّةَ أَخِي أُمِّ سَلَمَةَ يَا عَبْدَ اللَّهِ إِنْ فَتَحَ اللَّهُ لَكُمْ غَدَا الطَّائِفَ فَإِنِّي أَذْكَ عَلَى ابْنَةِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلَنَّ هَؤُلَاءَ عَلَيْكُمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۲۱۹ باب غزوة الطائف، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۳۲۴، مسلم شریف: ۲/۲۱۸، باب منع المخنث من الدخول الخ، کتاب السلام، حدیث نمبر: ۲۱۸۰۔

**حل لغات:** دل علیہ: (ن) بتانا، کسی بات کی رہنمائی کرنا، اطلاع دینا۔

**ترجمہ:** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف فرما تھے، اور گھر میں ایک مخنث بھی حاضر تھا، اس مخنث نے ام سلمہ کے بھائی عبداللہ بن ابوامیہ سے کہا اے عبداللہ! اگر اللہ نے تمہارے لئے طائف کو فتح کر دیا تو میں غیلان کی بیٹی کی طرف تمہاری رہنمائی کروں گا، جو کہ چار کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ کے ساتھ جاتی ہے، حضرت نبی کریم ﷺ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ آئندہ کبھی یہ مخنث تم لوگوں کے پاس نہ آئیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** وفی البیت مخنث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مخنث موجود تھا، ”مخنث“ نون کے کسرہ کے ساتھ، زیادہ فصیح ہے، لیکن زیادہ مشہور نون کے فتح کے ساتھ ہے، ابن عیینہ اور ابن جریج نے اس مخنث کا نام ”ہیئت“ بتایا ہے، بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس کا نام ”ماتع“ تھا، اور اس کا لقب ”ہیئت“ تھا۔ (فتح الباری: ۱۱/۲۹۳)

**فضال لعبد اللہ بن امیہ:** عبداللہ بن امیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے اور آنحضرت ﷺ کے بھی پھوپھی زاد بھائی تھے یعنی آنحضرت ﷺ کے پھوپھی عاتکہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے، ہجڑے نے عبداللہ بن امیہ سے غزوہ طائف کے موقع پر کہا کہ اگر اللہ طائف میں فتح دے گا، تو میں غیلان کی بیٹی کی طرف تمہاری رہنمائی کروں گا۔ ”فانہا تقبل باریع“ چوں کہ عرب والوں کو فربہ عورتیں پسند تھیں، لہذا الالچ پیدا کرنے کی غرض سے اس کے موٹا پے کا ذکر کیا ہے، مطلب یہ تھا کہ جب وہ سامنے سے چل کر آتی ہے تو موٹا پے کی وجہ سے چار بل نظر آتے ہیں، اور وہ چاروں بل دونوں طرف کروٹ میں بھی پہنچ جاتے ہیں، لہذا جب وہ واپس جاتی ہے تو پشت سے آٹھ بل نظر آتے ہیں، چار ایک طرف اور چار دوسری طرف فتح الباری میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہی بات تقریباً ایک ہجڑے نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہی، آنحضرت ﷺ نے سنا تو فرمایا: کہ ”لا ادری هذا الخبیث یفطن لما اسمع“ میں اس کے منہ سے جس قسم کی باتیں سن رہا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس طرح کی باتیں سمجھتا ہے، ظاہر بات ہے کہ ام المؤمنین بھی یہی سمجھتی تھیں کہ یہ لوگ جنسی رجحانات سے لابلد ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا مخنث سے پردہ نہ تھا۔ لیکن جب اس قسم کا معاملہ سامنے آیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ”لا یدخلن هذا علیکم“ مخنث تم لوگوں کے پاس نہ آئیں۔ (فتح الباری: ۱۱/۲۹۳)

اتفاق کی بات یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن امیہ اسی محاصرہ طائف میں دشمنوں کے تیر سے شہید ہو گئے تھے، اور جس مخنث کا حدیث میں ذکر ہے اس کو مدینہ منورہ سے نکال دیا گیا تھا، اور مدینہ طیبہ سے باہر ”حمی“ نامی چراگاہ میں یہ رہتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ بوڑھا ہو گیا تھا تو انہوں نے اس کو پھر مدینہ طیبہ میں آنے کی اجازت دیدی تھی، کہ وہ جمعہ کے دن مدینہ آیا کرے۔ (عمدة القاری)

**مخنث کی وضاحت:** مخنث کہتے ہیں کہ جس کے اعضاء میں عورتوں کی مشابہت ہوتی ہے، اور حقیقت میں وہ مرد ہوتا ہے اس کے اندر عورتوں جیسی نرمی اور لچک ہوتی ہے، یہ لچک کبھی پیدا شئی ہوتی ہے، لہذا یہ تو قابل مذمت نہیں ہے، کیونکہ یہ معذور ہے اور کبھی یہ مشابہت بتکلف اختیار کی جاتی ہے، جیسے کہ آج کل کے خود ساختہ ہجڑے، ایسے ہجڑے ملعون ہیں، آپ ﷺ کا فرمان ہے ”اشتد غضب اللہ علی قوم رغبوا عن خلق اللہ وتشبهوا بالنساء“ اللہ تعالیٰ ایسی قوم پر سخت ناراض ہوتے ہیں کہ جو اللہ کے تخلیق کردہ صورت سے اعراض کرتے ہیں، اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ (حوالہ بالا)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان: ”لعن اللہ المتشبهات من النساء بالرجال والمتشبهين من الرجال بالنساء“ اللہ تعالیٰ لعنت کرے ان عورتوں پر جو مردوں کی شکل و صورت اختیار کرتی ہیں، اور اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: جس طرح مخنث کے لئے ممانعت ثابت ہوئی اسی طرح اس حدیث سے خصی اور مجبوب کے لئے بھی ممانعت معلوم ہوئی، یعنی ان سب سے عورتوں کو پردہ کرنا چاہئے خصی اس مرد کو کہتے ہیں کہ جس کے فوطے نکال کر یا کوٹ کر اس کی جنسی خواہش ختم کر دی گئی ہو، اور مجبوب اس مرد کو کہتے ہیں کہ جس کا عضو تاسل کٹا ہوا ہے۔ (طیبی: ۶/۲۶۵)

## برہنہ ہونے کی ممانعت

{۲۹۸۸} وَعَنْ الْيَسُورِ بْنِ مَخْرَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ حَمَلْتُ حَجْرًا ثَقِيلًا فَبَيْنَا أَمْشِي سَقَطَ عَنِّي ثَوْبِي فَلَمْ أَسْتَطِعْ أَخَذَهُ فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِي خُذْ عَلَيْكَ وَلَا تَمْشُوا عُرَاةً. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۵۴، باب الاعتناء بحفظ العورة، کتاب الحيض،

حدیث نمبر: ۳۴۱۔

**حل لغات:** حمل الشيء على ظهره: (ض) اٹھانا، الثقل: وزنی، بھاری، بوجھل، اخذ

الشيء: (ن) لینا، پانا، حاصل کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت مسور بن محزمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک بڑا پتھر اٹھایا اور اس کو لے کر چل رہا تھا کہ اچانک میرا کپڑا بدن سے سرک گیا، اور اس کو روک نہ سکا چنانچہ میرا ستر کھل گیا، اچانک حضرت رسول اکرم ﷺ کی نگاہ میرے اوپر پڑ گئی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنا کپڑا اپنے اوپر لے لو، اور ننگے مت چلو۔ (مسلم)

**تشریح:** ستر کھولنے کی مختلف احادیث میں ممانعت آئی ہے، اگر بے خیالی میں یا بغیر قصد و ارادہ کے ستر کھل جائے تو فوراً اس کو ڈھانک لینا چاہئے، اور ننگا ہونا تو ہر حال میں ممنوع ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: "ایاکم والتعری"۔ ننگے ہونے سے بچو، لیکن ننگے ہو کر چلنا یہ نہایت سنگین بے حیائی ہے، لہذا آپ ﷺ نے خصوصی طور پر اس بات کی ہدایت کی کہ ننگے ہو کر مت چلو، جہاں تک صحابی رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہے تو ان کا عمل غیر دانستہ تھا۔

**عن المسور:** میم کو کسرہ اور سین ساکن ہے، "ابن محزمہ" میم مفتوح خاء ساکن راء کو فتح ہے، مسور کی کنیت ابو عبد الرحمن زہری قرشی ہے یہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بھانجے ہیں، ہجرت کے دو سال بعد مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ طیبہ میں ۸ ہجری میں آئے، جب کہ ان کی عمر تقریباً چھ سال تھی یہ آٹھ سال کے تھے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت ہو گئی تو یہ پھر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں مستقل مقیم رہے یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی اور یزید کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو انہوں نے اس کو ناپسند کیا اور بیعت نہیں کی یہاں تک کہ یزید نے اپنا لشکر مکہ معظمہ بھیجا اور مکہ معظمہ کا محاصرہ کر لیا اور اس وقت حضرت عبد اللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں ہی تھے اسی محاصرہ کے درمیان منجنیق سے پھینکا ہوا پتھر اس حالت میں ان کو لگا کہ یہ نماز پڑھ رہے تھے اسی پتھر کی ضرب سے وہ شہید ہو گئے، یہ ربیع الاول ۲۲ھ کا واقعہ ہے، ان سے بہت لوگوں نے حدیث

کی روایت کی ہے، "قال حملت حجرا ثقیلا.. میں نے ایک بڑا پتھر اٹھا لیا،" فبینا انا امشی سقط عنی ثوبی.. میں پتھر لئے چل رہا تھا کہ اسی درمیان میرا کپڑا یعنی تہبند کھل کر گر گیا اور میری ستر کھل گئی، فلم استطع اخذہ.. پتھر کے بوجھل ہونے کی وجہ سے میں تہبند کو اٹھا کر باندھ نہ سکا، فرآنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.. اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑ گئی کہ میں نگاہوں، فقال لی خذ علیک ثوبک.. اپنے آپ کی ستر کو چھپانے کے لئے اپنی تہبند کو لیس کر باندھ لو، "ولا تمشو عراة.. اس کے بعد فرمایا: کہ تم لوگ برہنہ جسم مت چلا کرو، "عراة.. عاری کی جمع ہے جیسے "قاض.. کی جمع "قضاة.. ہے اور ننگے مت چلا کرو فرمایا حالانکہ نگاہ رہنا تو ہر حالت میں ممنوع ہے لیکن ننگے چلنا افتح ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ (مرقاة: ۲۶۳/۶، انوار المصابیح: ۵۰/۶)

## کمال حیا

{۲۹۸۹} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ مَا نَظَرْتُ أَوْ مَا رَأَيْتُ

فَرَجَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ. (رواہ ابن ماجہ)

**حوالہ:** ابن ماجہ شریف: ۱۳۸، باب التستر عند الجماع، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۱۹۲۲۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرم ﷺ کے ستر کی طرف کبھی نگاہ نہیں اٹھائی، یا آپ نے فرمایا: کہ میں نے کبھی رسول اللہ ﷺ کے ستر کو نہیں دیکھا۔ (ابن ماجہ)

**تشریح:** میاں بیوی کا کسی بھی عضو میں ایک دوسرے سے پردہ نہیں ہے، جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے، "احفظ عورتك الا من زوجتك الخ" معلوم ہوا کہ بیوی سے ستر ضروری نہیں ہے؛ لیکن سلیقہ مند اور اعلیٰ درجہ کی حیا یہی ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ستر کو نہ دیکھیں، اسی طرح ننگے ہو کر صحبت نہ کریں۔ کپڑا وغیرہ جسم پر ڈال لینا بہتر ہے، اس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں سے بھی حیا کا لحاظ ہو جائے گا، "او مارأیت" راوی کو شک ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یا تو "نظرت" فرمایا، یا پھر "رأیت" فرمایا دونوں کا مفہوم ایک ہے۔

## عبادت کا سزہ پانے والا

{۲۹۹۰} وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْظُرُ إِلَى مُحَاسِنِ امْرَأَةٍ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ يَغْضُ بَصَرَهُ إِلَّا أَحَدَّثَ اللَّهُ لَهُ عِبَادَةً يَجِدُ حَلَاوَتَهَا. (رواہ احمد)

حوالہ: مسند احمد: ۵/۲۶۴۔

**حل لغات:** محاسن: جمع ہے، الحسن، کی، جمال: حسن، خوبصورتی، غض: (ن) پرست کرنا، نیچا کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص کی نظر پہلی مرتبہ کسی عورت کے حسن و جمال پر پڑے پھر وہ اپنی نگاہ نیچی کر لے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے ایسی عبادت مقرر فرما دیتے ہیں جس کی حلاوت وہ پاتا ہے۔ (احمد)

**تشریح:** کسی بھی چیز کو دیکھنا اور اس سے فرحت محسوس کرنا انسانی طبیعت کا خاصہ ہے، اسی بنا پر نفس حسین عورتوں کو دیکھ کر لذت محسوس کرتا ہے، شریعت نے حکم دے رکھا ہے کہ اجنبیوں پر نگاہ مت ڈالو، اگر بغیر قصد کے نگاہ پڑ جائے تو فوراً نگاہ پھیر لو حسین لڑکی پر سے نگاہ پھیرنے میں نفس کو تکلیف ہوتی ہے، لیکن جو شخص رضائے الہی کی خاطر اس مشقت کو برداشت کر لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے صلہ میں ایسی نیکی سے نوازیں گے جس کی بنا پر دل و دماغ اور قلب و جگر سب کو لذت و راحت میسر آئے گی۔

**ثم یغض بصره:** پہلی نگاہ جو اچانک پڑ جائے وہ معاف ہے لیکن نگاہ پڑتے ہی جھکا لینا چاہئے، پہلی نظر کو دیر تک ٹھہرائے رکھنا دوسری نظر کے حکم میں ہے، ”یجد حلاوتہا“ یہ نظر پھیر لینے کا فائدہ ہے، ”فان لك الاولى“ پہلی نظر تمہارے لئے ہے، اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ اگر نظر پڑتے ہی ہٹا لی جائے تو فائدہ ہوگا، کیونکہ ”لازم“ فائدہ بتانے کیلئے استعمال ہوتا ہے، اس حدیث میں اسی فائدہ کی صراحت ہے، کہ اللہ تعالیٰ ایسی طاعت کی توفیق دیتا ہے کہ جس سے دل و دماغ سب سرور ہو جاتے ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ ”ان من جزاء الحسنۃ الحسنۃ بعدھا وان من جزاء السيئة السيئة بعدھا“

نیکی کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے، اور برائی کی پہلی سزا یہ ہے کہ اس کے بعد پھر برائی سرزد ہوتی ہے۔

## ممنوع چیز کو دیکھنے پر لعنت

{۲۹۹۱} وَعَنْ الْحَسَنِ مُرْسَلًا قَالَ بَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَعَنَ اللَّهُ النَّازِرَ وَالْمَنْظُورَ إِلَيْهِ۔ (رواہ فی شعب الایمان)

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان: ۱۶۲/۶، باب الحیاء، حدیث نمبر: ۴۴۸۸۔

**ترجمہ:** حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بطریق ارسال روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ مجھے یہ حدیث پہنچی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ کی لعنت ہو دیکھنے والے پر اور اس پر جس کو دیکھا گیا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

**تشریح:** مرسلًا: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں ظاہر بات ہے کہ انہوں نے یہ حدیث خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تو سنی نہ ہوگی یہ حدیث ان تک کسی صحابی کے واسطے سے ہی پہنچی ہوگی، انہوں نے صحابی کے واسطے کو ترک کر دیا ہے، لہذا یہ حدیث مرسل ہے، "الناظر" بالقصد و ارادہ دیکھنے والا مراد ہے، اس لئے کہ بلا ارادہ اگر نظر اٹھ گئی تو وہ معاف ہے، "والمَنْظُور إِلَيْهِ" اس میں وہ تمام چیزیں داخل ہیں جن کا دیکھنا ممنوع ہے، یہاں بھی عذر و اضطرار کی حالت مستثنیٰ ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۲۶۴)



## {باب اعلان النکاح والخطبة}

### {والشرط}

#### اعلان نکاح، خطبہ اور شرائط نکاح کا بیان

اس باب کے تحت بیس روایتیں درج کی گئی ہیں جو اعلان نکاح، خطبہ، شرائط نکاح گانا اور دف بجانا، متعہ، نکاح شغار اور خطبہ علی الخطبہ جیسے احکام پر مشتمل ہیں، اعلان نکاح مسنون و مستحب ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے نکاح کا اعلان کیا کرو نکاح مسجد کے اندر کیا کرو، اور نکاح کے وقت دف بجایا کرو۔ (ترمذی شریف)

زمانہ جاہلیت میں عربوں میں نکاح کے چار طریقے رائج تھے، آنحضرت ﷺ نے ایک طریقہ کے علاوہ سب کو یکسر ختم فرمادیا، کیونکہ وہ طریقے نہایت گندے اور شرمناک تھے اور نکاح کی تشہیر کرنے کا حکم دیا تاکہ ان نکاحوں سے جو خفیہ کئے جاتے تھے امتیاز ہو جائے اور تشہیر کے طریقے بہت ہیں مثلاً زمانہ جاہلیت میں لوگ نکاح کے موقع پر شور اور ڈفلی بجایا کرتے تھے آنحضرت ﷺ نے نہ صرف اس کی اجازت دی بلکہ یک گونہ ترغیب دی تاکہ تشہیر کے ساتھ کچھ تفریح کا سامان بھی ہو جائے، اور اگر مسجد میں نماز کے بعد نکاح پڑھا جائے تو مسجد کی برکت بھی حاصل ہوگی اور تشہیر بھی ہو جائے گی چنانچہ حدیث میں اس کا حکم دیا گیا ہے اور ولیمہ کرنے سے بھی تشہیر ہوتی ہے اس لئے ولیمہ مسنون کیا گیا۔

### نکاح کے چار طریقے

زمانہ جاہلیت کے نکاح کے چار طریقے رائج تھے انکو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بخاری شریف

حدیث نمبر: ۵۱۲۷، میں تفصیل سے بیان کیا ہے وہ چار طریقے یہ تھے۔

(۱)..... ایک آدمی کی طرف سے دوسرے آدمی کو اس کی بیٹی یا زیر ولایت کسی لڑکی کے نکاح کا پیام دیا جاتا پھر وہ مناسب مہر مقرر کر کے اس لڑکی کا اس آدمی سے نکاح کر دیتا، یہی نکاح کا طریقہ صحیح تھا اور اسی کو اسلام نے باقی رکھا ہے۔

(۲)..... جب کسی آدمی کی بیوی حیض سے پاک ہوتی جب کہ رحم میں حمل قبول کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے تو شوہر اپنی بیوی سے کہتا کہ فلاں شخص سے جنسی تعلق قائم کر، پھر حمل ظاہر ہونے تک شوہر اپنی بیوی سے الگ رہتا، جب حمل کے آثار ظاہر ہوتے تو شوہر اپنی بیوی سے صحبت کرتا اور ایسا سلئے کیا جاتا تھا تا کہ لڑکا نجیب (بڑی شان والا) پیدا ہو عرب کے بعض پست قبیلوں میں یہ طریقہ رائج تھا۔

(۳)..... چند آدمی (دس سے کم) ایک عورت کے پاس جاتے اور اس کی رضامندی سے سب اس سے صحبت کرتے پھر اگر عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنتی تو وہ ان سب آدمیوں کو بلاتی اور کسی کو نامزد کرتی کہ یہ تیرا بچہ ہے اور وہ آدمی انکار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ شخص اس عورت کا شوہر اور وہ عورت اس کی بیوی قرار پاتی تھی۔

(۴)..... پیشہ و رقبہ سے لوگ جنسی تعلق قائم کرتے پھر اگر اس کو حمل رہ جاتا اور وہ بچہ جنتی تو قیافہ شناس بلایا جاتا اور وہ علامات دیکھ کر فیصلہ کرتا کہ یہ بچہ فلاں کا ہے، اور اس کو ماننا پڑتا اور وہ شخص اس کا شوہر سمجھا جاتا تھا، اسلام نے یہ تمام شرمناک طریقے ختم کر دیئے، صرف ایک پاکیزہ طریقہ باقی رکھا جو اب لوگوں میں رائج ہے۔ (مستفاد از تحفۃ اللمعی: ۵۰۵/۳)

## نکاح کا اعلان

(۱)..... نکاح کا اعلان متحب ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اعلنوا النکاح" کہ نکاح کو علانیہ کرو اگر چہ دف بجانے سے اعلان ہو۔

(۲)..... دف کے متعلق علماء کا اختلاف ہے۔ (۱) بعض نے حرام قرار دیا، (۲) دوسروں نے مطلق طور

پر مکروہ کہا، (۳) بعض نے مباح قرار دیا، صحیح یہ ہے کہ ان تین اوقات میں مباح ہے اور اس کے علاوہ حرام ہے مثلاً عید کے موقع پر، مسافر کی آمد پر، نکاح کے وقت۔

**خطبہ:** خطبہ اگر خاء کے کسرہ کے ساتھ ہو تو خطبہ پیغام نکاح بھیجنے کو کہتے ہیں اور اگر خاء کے ضمہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد وہ خطبہ ہوگا جو نکاح کے موقع پر پڑھا جاتا ہے، اس باب میں ضمہ خاء والا مراد ہے، صاحب قاموس کے ہاں خطبہ سے مراد ایسا کلام مسجع ہے جو خوبصورت نشر ہو اور وہ حمد، ثناء اور درود شریف و عطا، نصیحت پر مشتمل ہو۔

### (۳)... خطبہ کی حیثیت

نکاح میں خطبہ سنت ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہر عقد میں خطبہ سنت ہے مثلاً بیع، شراء وغیرہ۔

### (۴)... شرط

شرائط سے مراد وہ شرائط ہیں جو نکاح میں ذکر کی جائیں خواہ وہ صحیح ہوں یا فاسد۔  
(۵)..... گذشتہ سطور میں خطبہ کا جو معنی ذکر کیا گیا ہے وہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں خطبہ مطلق ذکر کو کہا جاتا ہے، خواہ وہ ایک مرتبہ تسبیح، تحمید یا تکبیر وغیرہ ہو اور صاحبین کے یہاں خطبہ طویل ذکر کو کہا جاتا ہے اور اس کی کم سے کم مقدار تشہد کی بقدر ہے۔  
(درمختار)

(۶)..... صرف دف اگر نکاح کے موقع پر بجایا جائے تو کچھ حرج نہیں، اسی طرح عیدین کے مواقع پر دف بجانے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

## حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

مجھ کو تحقیق کے ساتھ اس مسئلہ کی تحقیق کا اتفاق نہیں ہوا تھا اسلئے قول مشہور کی بنا پر جو مذکور علی لسان الجہور ہے یہ سمجھتا تھا کہ شادی میں دف بجانا جائز ہے، دوسرے بابے ناجائز مگر تھوڑا سا مانہ ہوا ایک مضمون شائع ہوا ہے، نظر سے گذارتے سے متعارف ضرب دف کے جواز میں بھی شبہ ہو گیا اور احتیاطاً ترک اور منع کا

عزم کر لیا تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ۲/۲۷۹)

(۷)... شیخ الاسلام (کافرمان):

ہمارے ائمہ کے نزدیک یہ تمام چیزیں مکروہ ہیں اور اجنبی عورت سے صرف اشعار کا سننا اور اسی طرح مرد سے بھی سننا جائز نہیں اور اگر اشعار میں شباب کا تذکرہ عورتوں کے محاسن امردوں کی خوبیاں مذکور ہوں یا کلمات کفر مذکور ہوں وہ بھی حرام ہیں، یعنی صرف اشعار ہوں، دف ساتھ نہ ہو مگر ان اشعار میں خباثت پائی جائے تو اس کا سننا بھی حرام ہے۔

(۸)... بدعات نکاح

بابے گاجے اور مزامیر کا استعمال، کھیل کی اشیاء کٹھ پتلیوں کا ناچ کرانا، زینت کے لئے مکان کی دیواروں کا کچڑوں سے ڈھانپنا، گھوڑے پر سواری بارات لے کر شہر میں بلا ضرورت گھومنا کہ جس کے متعلق یہ ارشاد الہی وارد ہے، ”ولاتکونوا کالذین خر جوا من دیار ہم بطراً...“ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے اور لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے تھے اور دوسروں کو اللہ کے راستہ سے روک رہے تھے، اور اللہ نے لوگوں کے سارے اعمال کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لیا ہوا ہے۔ (سورہ انفال) گویا یہ ان لوگوں کی مشابہت ہے۔

اسی طرح بارات میں گانے والوں اور گانے والیوں کو شامل کرنا بڑی بے حیائی ہے، اسی طرح دولہا کا ڈھول اور بابے کے ساتھ بارات کا جلوس نکالنا، آتش بازی کرنا جس میں بے جا مال کو اڑانا اور جلانا ہے اور کاغذ کا ضیاع ہے، مردوں کے سامنے عورتوں کی جلوہ نمائی یہ تمام برائی کے کام اور حرام ہیں۔

(۹)... مزید محرمات نکاح

نکاح کی مجلس میں مستور چیزوں کو ظاہر کرنا دکھلاوے کے لئے مختلف اشیاء کا معاینہ کراتے پھرنا دولہا کو ریشمی مندر پر بٹھانا، دولہا کی پگڑی یا قد کو ڈوری سے ناپ کر پھر مسافر اور ٹونکے والے کو دینا تاکہ وہ میاں بیوی میں محبت کا ٹونکہ کر دے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں پانی پینا، یا کھانا کھانا خاوند اور اس کے رشتہ داروں کی بہت تعریف کرنا، عورت کے قسرا بت داروں کی حد سے زیادہ تعریف کرنا جو کہ جھوٹ، خوشامدی اور چاپلوسی میں داخل ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے ”یحبون ان

یحمدوا بما لم یفعلوا یعنی وہ ایسی بات پر تعریف پسند کرتے ہیں جو انہوں نے نہیں کی۔

(۱۰) ... یہ بھی حرام ہے

کہ دولہا کو ریشم یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہنایا جائے نیز یہ شادی اور شادی کے علاوہ پہننا بھی حرام ہے، اسی طرح سر سے پگڑی اتار کر اس کو عورت کے سر پر رکھنا بھی حرام ہے، اسی طرح دولہا کا دلہن کے گرد سات چکر کاٹنا اور اجنبی عورتوں کا دولہا کے سامنے آنا اور اس سے گفتگو کرنا حرام ہے، اسی طرح دولہا کے ناک، کان کو چھونا اور بے حیائی کی باتوں کا اس کے سامنے ذکر کرنا حرام ہے، خاوند کے انگوٹھے کو عورت کے دودھ کے ساتھ دھلانا خاوند کو شکر و چینی کھلانا اور دولہا کو دودھ پلانا یہ سب حرام و ناجائز ہیں۔

اسی طرح مصرکی ڈلی عورت کے بدن پر رکھ کر دولہا کو منہ سے اس کے اٹھانے کے لئے کہنا ناجائز ہے، مرد عورت کی خلوت کے وقت عورتوں کا اس کے مکان کا گھیراؤ کرنا یہ تمام باتیں بدعات قبیحہ اور حرام ہیں ان سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے۔

(۱۱)..... ان بدعات پر مزید روشنی کے لئے قاضی ضیاء الدین سنائی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ نکاح اور سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب علم الہدیٰ کو ملاحظہ کریں۔

## سید آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

نکاح میں کئی مروجہ اشیاء کفر ہیں اور بعض ایسی اشیاء ہیں کہ جن میں کفر کا خطرہ ہے اور بعض ایسی چیزیں ہیں جو بدعت ہیں۔

پس ان رسومات کو اختیار کرنے والا نکاح کرنے کے باوجود علاقہ زوجیت سے محروم رہے گا، ایسا نکاح اہل اسلام کا نہیں اس سے پیدا ہونے والی اولاد کا نسب اس سے ثابت نہیں ہوگا، بلکہ وہ حرام کی اولاد ہوگی، ایسی رسومات میں سے ایک رسم یہ ہے۔

(۱)..... سرسوں اور ہرمل کے چند دانے اور ہلدی، لوہے کا چھلا کپڑے میں باندھ کر دولہا اور دلہن کے ہاتھ پر باندھ دیتے ہیں اسے ہندی میں لگنا کہتے ہیں اس رسم کو کرنے والا صریح کفر کا مرتکب ہے اور اس کو پسند کرنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔

(۲)..... چھوٹے مکے پر پھول باندھے جاتے ہیں پھر صندل پیس کر اس پر لگاتے ہیں یہ آتش پرستوں کی رسومات سے ہونے کی بناء پر ممنوع ہے کہ تشبہ بالکفار ہے۔

(۳)..... دلہن اپنی جلوہ نمائی کرتی ہے جو بہت قباحتوں اور فضیحتوں کا مجموعہ ہے۔

(۴)..... دولہا کے سر پر ماں یا بہن یا عورتیں آنچل ڈالتی ہیں اور دلہن کے سر پر پگڑی رکھتی ہیں، یہ دونوں حرکتیں لعنت کا باعث ہیں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی لعنت اور پھٹکار ہوان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے ہیں اور ان عورتوں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہو جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والیاں ہیں۔

(۵)..... دلہن کا انگوٹھا دودھ یا پانی میں دھو کر دولہا کو پلایا جاتا ہے، یہ آتش پرستوں کی رسومات سے ہے اس میں کفر کا خطرہ ہے۔

(۶)..... مصری کئی ڈلیاں دلہن کے بدن پر رکھ کر دولہا کو چننے کے لئے کہنا، یہ فسق ہے، آتش پرستوں کی رسومات میں سے ہے اور چار پایوں سے مشابہت ہے۔

(۷)..... دولہا کا دلہن کے ساتھ پھیرے دینا یہ رسم کفار ہے جس سے کفر کا خطرہ ہے۔

(۸)..... مرد کو عورتیں کا بل لگاتی ہیں یہ بالاتفاق مکروہ ہے۔

(۹)..... عورتیں گاتی، دف بجاتی، رباب، شہنائی، بجاتی، اور تالیاں پیٹتی اور ناچ گانا کرتی ہیں یہ بالاتفاق حرام اور کفر کی راہ پر چلنا ہے۔

(۱۰)..... دولہا کے ہولے بند باندھنا بھی حرام ہے۔

(۱۱)..... کاغذ کے پھول اور کئی چیزیں بنائی جاتی ہیں جو کہ کاغذ کا ضیاع ہے، یہ لوگ قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

(۱۲)..... دولہا کے سر پر پھولوں کی پٹی باندھنا بدعت ہے اور آتش پرستوں کا طریقہ ہے۔

(۱۳)..... مردوں کو چاندی کا زیور اور عورتوں کا لباس پہنانا بدعت سیئہ ہے، (مختلف علاقوں میں

مختلف رسومات قبیحہ مروج ہیں کچھ پرانی مٹ کر نئی اس کی جگہ پکڑ رہی ہیں اس قسم کی چیزیں

جو سابقہ دور میں تھیں یا نئی رائج ہوئیں وہ درجہ بدرجہ ان تین اقسام میں شامل ہونے کی وجہ سے

(غلط اور ناجائز ہیں)

مثلاً پیسوں کے ہارڈالنا، بارات بازاروں میں حج دھج سے لے جانا مسجد کے قریب مصنوعی ذکر کرنا، فلم بنانا، بڑی دکھلاوے والی دعوتیں، وغیرہ ان گنت رسومات ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔ (مستفاد مظاہر حق جدید نعیمی: ۶۹/۴)

**تنبیہ:** نکاح و شادی میں ہونے والی بدعات و رسومات کی تفصیل کے لئے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم ملاحظہ فرمائیں اسی طرح مولانا شعیب عالم کیروی زید مجدہم کی تالیف مروجہ غیر اسلامی رسومات اور ان کا حل، ملاحظہ فرمائیں۔

## {الفصل الاول}

### نکاح خوشی کا موقع ہے

{۲۹۹۲} وَعَنْ الرَّبِيعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حَيْثُ بِنْتِي عَلِيٌّ، فَجَلَسَ عَلَيَّ فِرَاشِي كَمَا جَلَسَكَ مِثِّي، فَجَعَلْتُ جُؤَيْرِيًّا لَنَا يَضْرِبُنِي بِالدُّفِّ وَيَنْدُبُنِي مَنْ قَتَلَ مِنْ آبَائِي يَوْمَ بَدْرٍ إِذْ قَالَتْ أَحَدَاهُنَّ وَفِينَا نَبِيٌّ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ فَقَالَ دَعْنِي هَذِهِ وَقُولِي بِالنَّبِيِّ كُنْتُ تَقُولِينَ۔ (رواہ البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۷۳/۲، باب صرف الدف فی النکاح، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۵۱۴۷۔

**ترجمہ:** حضرت ربیع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ جس وقت میری رخصتی ہو گئی تو حضرت رسول اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر ایسے ہی تشریف فرما ہوئے جیسے کہ تم میرے پاس بیٹھے ہو، تو ہمارے خاندان کی بچیاں دف بجانے لگیں اور بدر

کے دن ہمارے آباء میں جو قتل ہوئے تھے، ان کی خوبیاں بیان کرنے لگیں، اچانک ان میں سے ایک لڑکی بولی ہم میں ایک نبی ہیں جو جانتے ہیں وہ بات جو کل ہوگی، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو چھوڑ دو اور وہی بات کہو جو تم کہہ رہی تھیں۔ (بخاری)

**تشریح:** فدخل حین بنی علی: جس رات میں حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی تھی، اس رات کی صبح حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لائے، بخاری کتاب المغازی میں یہ الفاظ ہیں، ”غدا بنی علی“ یہ جملہ عرب کے یہاں لڑکی کے ذہن بنکر ماں باپ کے گھر سے رخصت ہو کر شوہر کے گھر جانے کے معنی میں مستعمل ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل عرب کا یہ دستور تھا کہ وہ لڑکی کو اس وقت رخصت نہیں کرتے تھے جب تک کہ شوہر لڑکی کیلئے علاحدہ مکان کا انتظام نہ کر دے، تو چونکہ رخصتی بناء بیت پر موقوف تھی، لہذا رخصتی کے لئے ”بنی“ کا استعمال ہونے لگا، ”فجلس علی فراشی“ حضور ﷺ میرے بستر پر بیٹھ گئے۔

**خلوت بالا جنبیہ کا مسئلہ:** خلوت بالا جنبیہ ممنوع ہے، لیکن حدیث باب کے الفاظ سے بظاہر یہ سمجھ میں آرہا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے تنہائی میں ملاقات فرمائی، آنحضرت ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ اس کے مختلف جوابات منقول ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قوی دلائل سے ہم پر یہ بات واضح ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے لئے تنہائی میں اجنبیہ سے ملنا اور اس کو دیکھنا جائز تھا۔ (فتح الباری: ۱۱/۴۹۳)

اس کی وجہ یہ ہے کہ خلوت بالا جنبیہ کی ممانعت کی وجہ خوف فتنہ ہے اور چونکہ حضرت نبی کریم ﷺ معصوم ہیں، لہذا یہاں فتنہ کا اندیشہ ہے ہی نہیں لہذا آنحضرت ﷺ کے حق میں ممانعت بھی نہیں تھی۔

(۲) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس توجیہ کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ کی ضرورت اس وقت ہوتی جب کہ حدیث میں اس بات کی صراحت ہوتی کہ جناب آنحضرت ﷺ نے حضرت ربیع سے تنہائی میں ملاقات کی، اور ان کو دیکھا، یہاں ایسی کوئی صراحت نہیں، بلکہ یہ بات موقع و مقام کے لحاظ سے مستبعد معلوم ہوتی ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۲۱۰)



علامہ کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پردہ کیساتھ بیٹھے ہوں گے۔

(۴) قبل نزول الحجاب کا واقعہ ہے۔

(۵) آپ کے خصائص میں سے ہے علامہ زرقانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بغیر دلیل کے خصوصیت ثابت کرنا محل نظر ہے۔

(۶) بعض نے کہا کہ آپ کے ساتھ کوئی دوسرا شخص بھی ہوگا۔ جبکہ ایسے موقع پر کوئی نہ کوئی ساتھ ہوتا ہی ہے اور لہن بھی پردہ میں ہوتی ہے یقیناً یہاں بھی حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا پردہ میں ہونگیں۔  
**فجعلت جویرات لہا ضربین بالدف:** شادی کے موقع پر انصاری کچھ پنجیاں دف بجا رہی تھیں۔

**دف بجانے کا جواز:** لہو و لعب کے طور پر دف بجانا مطلقاً حرام ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ ”الملاہی کلہا حرام“ لیکن اگر نکاح کی تشہیر یا دوسرے کسی خوشی کے موقع پر بعض قیودات کا خیال رکھ کر دف بجایا جائے تو یہ جائز ہے، قیودات میں سب سے پہلی قید یہ ہے کہ اس میں گھنگر و یا آج کل کے دیگر میوزک کے آلات نہ ہوں، تکلف سے خالی ہو بہت زیادہ دیر تک نہ بجایا جائے اکثر علماء قیودات کی رعایت کے باوجود دف نہ بجانے ہی کو بہتر سمجھتے ہیں کیوں کہ اس دور میں فتنہ کا اندیشہ قوی ہے لہذا فتنہ سے بچنے کے لئے کلی طور پر اس سے اجتناب کیا جائے۔

**ویندبن من قتل من آبائی:** جنگ بدر میں حضرت ربیع رضی اللہ عنہ کے والد معوذ اور بھائی اور دیگر انصاری صحابہ نے قابل فخر کارنامے انجام دیے تھے، پنجیاں ان ہی کے محاسن بیان کر رہی تھیں، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ہے کہ ابو جہل کے قتل میں عفراء کے بیٹے حضرت معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے، ان کے علاوہ معاذ بن عمرو بن جموح بھی ابو جہل کے قتل میں پیش پیش تھے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا کہ ابو جہل کے قتل میں زیادہ حصہ معاذ بن عمرو کا ہے، اس وجہ سے حضور ﷺ نے ابو جہل کا سلب ان ہی کو دیا تھا۔

**وفینا نبی یعلم مافی غدا:** اور ہم میں ایسے نبی ہیں جو کل باتیں جانتے ہیں۔ ایک بچی نے دف بجاتے ہوئے اور آباؤ اجداد کے قابل فخر کارناموں کا ذکر کرتے ہوئے حضور ﷺ کی طرف

غیب دانی کی نسبت کی، چونکہ حضور اکرم ﷺ پر وحی آتی تھی جس میں آنحضرت ﷺ کو بہت سے آئندہ پیش آنے والے احوال سے مطلع کیا جاتا تھا اور آنحضرت ﷺ اللہ کے بتانے سے لوگوں کو بتاتے تھے اور آنحضرت ﷺ جیسا بتاتے تھے ویسا ہی معاملہ پیش آتا تھا اس بناء پر بچی نے غیب کی نسبت آنحضرت ﷺ کی طرف کر دی تھی۔

**دعی ہذا:** آنحضرت ﷺ نے غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے سے منع فرمایا، حضور ﷺ کو اولین آخرین کا علم تھا، لیکن عالم الغیب اللہ ہے بعض غیب کی خبروں سے تو جناب آنحضرت ﷺ کو واقفیت ہو جاتی تھی لیکن عام مغیبات کا احاطہ اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ”وَعِنْدَهُ مَفَاتِيحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ“ اللہ ہی کے پاس غیب کی تمام چابیاں ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے باوجود اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ حضور ﷺ عالم الغیب میں تو وہ مشرک ہے۔

**وَقَوْلِي مَا كُنْتُ تَقُولِينَ:** یعنی تم شہداء بدر کے جن کارناموں کا ذکر کر رہی تھیں اسکو کرو، وہ ٹھیک ہے اور درست ہے یہیں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عمدہ اور مناسب اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں ہے جن روایات میں شعر و شاعری کی مذمت مذکور ہے ان سے مقصود یہ ہے کہ شعر و شاعری میں اتنا نہ منہمک ہو جائے کہ ذکر اللہ عبادت اور قرآن سے غافل ہو جائے، آنحضرت ﷺ نے حضرت حسان بن علیؓ اور دیگر اسلامی شعراء کو اشعار کہنے اور پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی اور فرمایا تھا کہ قرآن پاک میں جن شعراء کی مذمت ہے تم لوگ اس سے مستثنیٰ ہو۔

**فائدہ:** نکاح میں نابالغ بچیاں خوشی کے لئے غیر عشقیہ اشعار پڑھ سکتی ہیں لیکن بڑی عورتوں کے لئے کسی قسم کا گانا جائز نہیں ہے، اور حدیث ہذا میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اس میں جو ریاضات کا لفظ ہے جو تصغیر ہے چھوٹی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

## شادی کے موقع پر تفریح طبع

{۲۹۹۳} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ زُفْتُ أَمْرًا إِلَى رَجُلٍ

مِّنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ مَعَكُمْ لَهُوَ فَإِنَّ  
الْأَنْصَارَ يُعْجِبُهُمُ اللَّهُ. (رواہ البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۶/۷۷۵، باب النسوة الاتی ینھدین المرأة لی زوجھا،  
کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۱۶۲۔

**حل لغات:** زفت العروس: دلہن کو رخصت کرنا، ماں باپ کے گھر سے خاوند کے گھر بھیجنا،  
اللہو: کھیل کود، تفریح طبع، تفریحی مشغلہ، سامان تفریح، الزفاف: رخصتی، شادی۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت رخصت ہو کر ایک انصاری  
شخص کے یہاں لائی گئی، تو حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی کھیل  
نہیں تھا؟ بیشک انصار تو کھیل کو پسند کرتے ہیں۔ (بخاری)

**تشریح:** شادی کے موقع پر دف بجانے اور مناسب اشعار پڑھنے نیز شریعت کے حدود میں  
رہ کر دیگر طریقے سے تفریح کے اسباب اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چونکہ یہ خوشی کا موقع ہوتا ہے،  
لہذا اس موقع پر خوشی کا اظہار مطلوب ہے۔

**زفت امرأة:** یہاں پر مجہول نقل ہوا ہے لیکن بخاری شریف میں معروف کا صیغہ ہے اور مطلب  
یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک دلہن کو انصاری شخص کے گھر لے گئیں، اور یہاں سے یہ مسئلہ نکلا کہ گھر  
کے لوگ اگر مشغول ہوں اور باہر سے کوئی عورت آجائے اور وہ دلہن کو تیار کر دے تاکہ گھر والوں کو سہولت  
مل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

**فائدہ:** یہ فارغہ بنت اسعد بن زرارہ انصاری تھی، ان کے شوہر کا نام نبیط بن جابر انصاری تھا۔

(عمدة القاری: ۱۱۹/۱۴)

حاصل کلام یہ ہے کہ نکاح کے موقع پر دف بجانے کی مناسب اشعار پڑھنے کی اور اس قسم کی دیگر  
تفریحات کی اجازت ہے، روایت نقل ہوئی: "رخص لنا فی اللہو عند العرس" شادی کے موقع پر  
ہمیں کھیل کی رخصت عطا ہوئی ہے۔ (عمدة القاری: ۱۱۹/۱۴)

## ماہ شوال میں نکاح

{۲۹۹۴} وَعَنْهَا قَالَتْ تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فِي شَوَّالٍ وَبَنِي بِي فِي شَوَّالٍ فَأَتَى نِسَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

أَحْظَى عِنْدَهُ مَنِيٌّ. (رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۴۵۶/۱، باب استحباب التزوج والتزويج في شوال،

كتاب النكاح، حديث نمبر: ۱۴۲۳۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے شوال کے مہینہ میں مجھ سے نکاح کیا اور شوال کے مہینہ میں میری رخصتی کرائی تو بتاؤ رسول اللہ ﷺ کی بیویوں میں کون سی بیوی آنحضرت ﷺ کو مجھ سے زیادہ محبوب تھی؟ (مسلم)

**تشریح:** وبنی بی فی شوال اور میری رخصتی کرائی شوال میں علامہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہا جاتا ہے ”بنی علی اہلہ بناء ای زفہا“ اور اس کی اصل یہ ہے کہ پہلی رات میں دلہن کے پاس جانے والا ہر آدمی دلہن پر ایک چھوٹا سا میاں بنایا کرتا تھا اسی کے مناسبت سے پہلی رات کو ہسر داخل ہونے والے کو ”بان باہلہ“ کہا جانے لگا اور علامہ طیبی نے فرمایا: ”یبنی علیہا“ کا استعمال کنایہ ”زفہا“ کے معنی میں ہوتا ہے اور جب اس کا استعمال کثرت سے شادی کے معنی میں ہونے لگا تو ”زفاف“ کے معنی سمجھے گئے اگرچہ بناء نہ ہو یہاں تک کہ یہ ”اعرس بی“ کے معنی میں ہو گیا اور صاحب مغرب نے کہا کہ شادی کرنے والا شادی کی رات میں ایک خیمہ بنایا کرتا تھا پھر یہ وٹلی سے کنایہ ہو گیا۔ ”فای نساء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان احظی ای اقرب الیہ واسعد بہ او اکثر نصیباً (عندہ منی۔ (مرقاة: ۶/۱)

شرح السنہ میں یہ ہے کہ حق تو یہ تھا کہ فرماتیں ”ایۃ امرءۃ“ لیکن ”احظی منی“ ”ای“ کے لفظ کے اعتبار سے فرمایا گیا ہے اور اضافت میں جمع کا اعتبار کیا ہے اور اس کا ذکر اس لئے کیا تا کہ یہ جان لیا جائے کہ آپ کی دیگر کنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں ان کو قربت و فضیلت حاصل تھی۔

**شوال میں شادی:** زمانہ جاہلیت میں ایک عقیدہ یہ تھا کہ شوال اور اشہر سرج میں شادی اور رخصتی منحوس ہے اور اس کی بنیاد اس پر تھی کہ ”شوال اشال“ سے مشتق ہے جس کے معنی ”زال“ کے ہیں اسی بدعقیدگی کو زائل کرنے کی خاطر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر یہ منحوس ہی ہے تو کیسی نحوست رہی کہ میری شادی اور تین سال بعد میری رخصتی اسی مہینہ میں ہوئی اور کامیاب اتنی رہی کہ آنحضرت ﷺ کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں آپ کا رتبہ سوار ہا آپ سب سے زیادہ مقرب بارگاہ نبوت رہیں اور آپ سے محبت طبعی طور پر آنحضرت ﷺ کو تمام ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے زیادہ رہی، اور ابوالکارم کی کتاب شرح نقایہ میں ہے کہ بعض روافض عیدین کے درمیان شادی کو ناپسند کرتے ہیں۔

علامہ سیوطی نے مسلم شریف کے اپنے حاشیہ میں فرمایا کہ ابن سعد نے اپنی طبقات میں ابو حاتم سے روایت کیا کہ لوگ شوال میں شادی کرنے کو اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ پہلے زمانہ جاہلیت میں اسی مہینہ میں طاعون کی وبا آتی تھی۔ (انوار المصابیح: ۶/۶۷، مرقاۃ: ۶/۲۷۶)

**نکاح کرنے کا مستحب وقت:** نکاح کے تعلق سے تمام ایام یکساں ہیں، جب چاہیں نکاح کریں کسی خاص مہینہ، دن یا وقت کی کوئی فضیلت نہیں ہے، کیوں کہ جو چیزیں ضروری ہوتی ہیں وہ عام ہوتی ہیں، اور شریعت بھی ان میں کوئی خاص تحدید و تعیین نہیں کرتی تاکہ تنگی نہ ہو جیسے ہوا اور پانی انسان کی زندگی کے لئے لازم ہیں ان کے بغیر گزارہ نہیں اس لئے وہ عام ہیں اس طرح نکاح بھی انسانی ضرورت ہے اسلئے شریعت نے نکاح کے لئے اوقات کی تعیین نہیں کی، جب چاہیں نکاح کر سکتے ہیں۔ (تحفۃ اللمعی: ۳/۵۰۸)

البتہ غلط نظریہ کو مٹانے کے لئے شوال کے مہینہ میں نکاح کرنا بہتر ہے حدیث باب سے بھی اشارہ مل رہا ہے کہ شوال کے مہینہ میں نکاح کرنا پسندیدہ ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے خاندان کی لڑکیوں کی شادی شوال کے مہینہ میں کرتی تھیں، تاکہ عملی طور پر جاہلیت کے اس تصور کی تردید ہو سکے، ترمذی کی روایت ہے کہ ”وكانت عائشة تستحب ان یبنی بناتہا فی شوال“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے خاندان کی لڑکیوں کی رخصتی شوال میں کرنا پسند کرتی تھیں۔

## مہر ادا کرنے کا حکم

{۲۹۹۵} وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُؤْتُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۷۷۴/۲، باب الشروط فی النکاح، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۱۵۱، مسلم شریف: ۱۵۵/۱، باب الوفاء بالشروط فی النکاح، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۲۱۸۔

**ترجمہ:** حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تمام شرطوں میں وہ شرط پوری کی جانے کی سب سے زیادہ مستحق ہے جس کے ذریعہ سے تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** زوجین آپس میں جو بھی ایسی شرط عائد کریں جو مقتضائے نکاح کے منافی نہ ہو تو اس کا پورا کرنا دونوں کے لئے ضروری ہے، لیکن سب سے پہلی شرط جو کہ شریعت کی طرف سے عائد ہے وہ مہر کی ادائیگی ہے عورت کی شرمگاہ کے مقابل میں مہر ہی شرط ہے، لہذا اس شرط کی ادائیگی میں لاپرواہی کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

**أحق الشروط:** جن شرائط پر نکاح ہوا ہے، ان شرائط کو پورا کرنا چاہئے، یعنی ایجاب و قبول کیوقت یا اس سے پہلے یا بعد میں زوجین یا ان کے اولیاء نے باہمی رضامندی سے جو شرائط عائد کی ہیں ان کو پورا کرنا چاہئے۔

**شروط نکاح کے اقسام:** محققین نے شروط نکاح کی تین قسمیں بیان فرمائیں ہیں۔

(۱)..... وہ شرائط جن کا پورا کرنا ہر حال میں لازم اور ضروری ہے یہ وہ شرائط ہیں جو کہ عقد نکاح کا مقتضی ہیں، مثلاً عورت نان و نفقہ کی اور مہر کی شرط عائد کرے، یا اس بات کی شرط عائد کرے کہ معروف طریقے سے رکھے گا، اگر اس طرح رکھنے سے عاجز رہا تو پھر شرعی طریقے سے چھوڑ دیگا، یہ وہ شرائط

میں جو لگائی جائیں یا نہ لگائیں جائیں ان کا التزام کرنا ہی ہوگا۔

(۲)..... وہ شرائط جن کا پورا کرنا جائز ہے یہ وہ شرائط ہیں جو کہ مقتضی عقد کے خلاف ہیں، مثلاً عورت نے شرط کر دی کہ وہ صحبت نہیں کرنے دے گی، یا مرد نے شرط لگائی کہ وہ مہر ادا نہیں کرے گا، یہ شرائط لغو قرار پائیں گی اور نکاح منعقد ہو جائیگا، اور ان کی تکمیل نہیں کی جائے گی، اور مقتضی عقد ثابت ہوگا البتہ عورت بعد میں اپنی خوشی سے معاف کر دے تو یہ الگ بات ہے۔

(۳)..... وہ شرائط جن میں زوجین میں سے کسی ایک کا فائدہ وابستہ ہو یہ وہ شرائط ہیں جو کہ تو عقد کی مقتضی ہیں اور نہ اس کے خلاف ہیں مثلاً عورت یہ شرط لگا دے کہ مرد اس کے ہوتے ہوئے شادی نہیں کریگا یا مرد یعنی شوہر عورت کے گھر رہے گا، عورت رخصت ہو کر گھر نہیں جائیگی جمہور علماء تیسری قسم کی شرطوں کو غیر معتبر قرار دیتے ہیں، البتہ بعض ائمہ کے نزدیک یہ شرائط معتبر ہیں۔  
(دیکھیں فتح الباری: ۱۱/۵۱۳)

البتہ ایسی شرطوں کا پورا کرنا دیاۃ لازم ہے قضاء لازم نہیں ہے، دیاۃ یعنی دیسنداری کے پیش نظر اور قضاء یعنی کسی کی رائے کے حکم کے طور پر قاضی ان شرائط کی پابندی کا حکم نہیں کرے گا۔  
(تحفۃ اللمعی: ۳/۵۵۷)

دیاۃ اور قضاء کو سمجھنے کے بعد اب یہ سمجھے کہ ترمذی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ "اذا تزوج رجل امرأۃ و شرط لها، ان لا یخرجها من مصرھا فلیس له ان یخرجھا" اگر کسی نے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ لڑکی کو شہر سے باہر نہیں لے جائے گا تو شوہر کو یہ شرط پورا کرنی چاہئے، یہ وہی شرط ہے جس کا تعلق تیسری قسم سے ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے برعکس حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "شرط الله قبل شرطها كأنه رای للزوج ان یخرجها" اللہ کی شرطیں عورت کی شرطوں سے مقدم ہیں ان کی رائے یہ تھی کہ اس شرط کو پورا کرنا ضروری نہیں ہے۔ مرد اپنی بیوی کو جہاں چاہے لے جاسکتا ہے، دونوں اقوال جب سامنے آگئے تو پھر یہ سمجھ لیجئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول دیانت پر محمول ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول قضاء پر محمول ہے یعنی اگر قاضی کے رویہ معاملہ پیش ہوگا تو قاضی اس شرط کو کالعدم قرار دے گا البتہ آدمی کی دین داری کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ ان شرطوں کو پورا کرے، علامہ طیبی نے

فرمایا: کہ یہ بات تغلیباً کہی گئی ہے، اس میں مرد و عورت دونوں داخل ہیں یعنی اگر مرد نے بیوی پر کوئی مناسب شرط عائد کی ہے تو عورت پر بھی اس کی پابندی لازم ہوگی اور اس پر ایک دوسری روایت کی دلالت بھی موجود ہے، روایت کے الفاظ یوں ہیں ”ما استحللتہ بہ الفروج“ جن کے ذریعہ تم نے شرمگاہوں کو حلال کیا ہے۔ (المرقاۃ: ۲۱۱/۶)

## پیغام در پیغام

{۲۹۹۶} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْطُبُ الرَّجُلُ عَلَى خُطْبَةِ أَخِيهِ حَتَّى يَنْكِحَ أَوْ يَتْرُكَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۷۷۲/۲، باب لا یخطب علی خطبہ اخیه، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۱۴۴، مسلم شریف: ۴۵۴/۱، باب تحریم الخطبۃ علی خطبہ اخیه الخ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۱۳۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی شخص اپنا پیغام نکاح اپنے مسلمان بھائی کے پیغام پر نہ بھیجے یہاں تک کہ وہ نکاح کرے یا چھوڑ دے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** لا یخطب الرجل علی خطبہ اخیه: یہ حدیث حسن معاشرت سے متعلق ہے جب کسی نے پیغام بھیج رکھا ہے اور اس کی طرف لڑکی والوں کا التفات بھی ہے تو اب دوسرے کو اس میں دخل اندازی نہ کرنا چاہئے، کیوں کہ دخل اندازی کا مطلب ایذا مسلم ہے جو کہ حرام ہے۔ اس حکم دینے کا مقصد ایک دوسرے کی دل آزاری سے بچانا اور فتنہ و فساد کے دروازے کو بند کرنا ہے۔

## پیغام کے مراحل اور احکام

نکاح کے پیغام کے سلسلہ میں تین مراحل ہیں، اور تینوں کے احکام جدا ہیں، لہذا جیسا مرحلہ ہو ویسا



حکم لگانا چاہئے۔

(۱)..... لڑکا یا لڑکی اس مرحلہ میں ہیں کہ مختلف جگہوں سے ان کے پیغام آرہے ہیں کسی بھی طرف ابھی التفات نہیں ہے، ایسے مرحلہ میں ہر کوئی پیغام دے سکتا ہے۔

(۲)..... کسی کا پیغام قبول ہو گیا ہو بات چلی ہو گئی اور منگنی بھی ہو گئی تو دوسرا شخص ہرگز پیغام نہ دے۔

(۳)..... درمیانی مرحلہ کسی کا پیغام آیا ہوا ہے ابھی تو بات چلی نہیں ہوئی لیکن اس کی طرف جھکاؤ اور میلان ہے تو اس مرحلہ میں یعنی کسی شخص کو اب پیغام دینے کی اجازت نہیں ہے۔ (تحفۃ اللمعی: ۵۶۵/۳)

**سوال:** کسی شخص نے منگنی کے باوجود اپنا پیغام دیا، اور لڑکی والوں نے اس سے نکاح کر دیا تو کیا اس کا نکاح درست ہوگا؟

**جواب:** جمہور کہتے ہیں کہ نکاح ہو گیا، البتہ اس شخص نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا، داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ اس کا نکاح فسخ کیا جائے گا اس مسئلہ کی تفصیل کے لئے دیکھیں۔ (فتح الباری: ۴۸۷/۱۱)

**حتیٰ ینکح او یترک:** یعنی منگنی ہونے کے بعد کوئی پیغام نہ دے، یہاں تک کہ جھکے ساتھ منگنی ہوئی ہے اس سے لڑکی کا نکاح ہو جائے، ایسی صورت میں پیغام نکاح کا سوال ختم ہو جائے گا، یا پھر لڑکا اپنا پیغام واپس لے یا لڑکی والے انکار کر دیں تو اس صورت میں دوسرے کے لئے پیغام دینے کی گنجائش نکل آئے گی، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ یہاں دو صورتیں مذکور ہیں پہلی صورت نکاح ہونے کی ہے اس میں پیغام دینے کا ارادہ رکھنے والے کے لئے خالص مایوسی ہے اور دوسری صورت میں مقصود کے حصول کی امید ہے۔ (فتح الباری: ۳۸۹)

## طلاق دلوانے کی ممانعت

{۲۹۹۷} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْأَلُ الْمَرْأَةُ طَلَاقَ أُخِيهَا لِتَسْتَفْرِغَ صَخْفَتَهَا وَلِتُنْكِحَ فَإِنَّ لَهَا مَا قَدِّرَ لَهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۹۷۶/۲، باب وکان امر اللہ قدراً مقدوراً، کتاب القدر، حدیث نمبر: ۶۶۰۱، مسلم شریف: ۴۵۴/۱، باب تحریم الخطبة علی اخیه الخ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۱۳۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی عورت اپنی بہن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے، تاکہ اس کے پیالہ کو خالی کر دے، اور تاکہ اس کے شوہر سے نکاح کرے، بیشک اس کیلئے وہی ہے جو اس کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** لا تسأل المرأة طلاقاً إختها: ایک شخص کے نکاح میں پہلے ایک عورت ہے اور وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے لیکن جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے وہ یہ مطالبہ کرتی ہے کہ تم پہلے اپنی بیوی کو طلاق دو، تب میں تم سے نکاح کروں گی۔ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کے مطالبہ کی مذمت کی ہے۔ "لست تفرغ صحفتها" "استفراغ" کے معنی ہیں کسی چیز کا فارغ کر دینا۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ پہلی بیوی کی پلیٹ کو اپنے لئے فارغ کر لے، یعنی جو چیز اس کے حصہ میں آتی ہیں وہ سب کو اس کو ملنے لگیں، "ولتنکح" اس عورت کو چاہئے کہ بغیر طلاق کے مطالبہ کے نکاح کر لے، جتنا اس کے مقدر میں ہے وہ مل کر رہے گا اس حدیث میں لفظ "امرأة" میں دو احتمال ہیں۔ (۱) اس سے مراد وہ عورت ہے جس سے مرد شادی کرنا چاہتا ہے یعنی وہ عورت مخطوبہ ہے۔ (۲) اس سے مراد مرد کی دو بیویوں میں سے ایک ہے یعنی سوکن مراد ہے، اس طرح لفظ "ولتنکح" میں دو احتمال ہیں۔ (۱) اس کو منصوب پڑھا جائے۔ (۲) مجزوم پڑھا جائے، تو یہ کل چار صورتیں ہو گئیں، (۱) "ولتنکح" کو منصوب پڑھا جائے اور "امرأة" سے مخطوبہ مراد لیا جائے۔ (۲) "ولتنکح" منصوب پڑھا جائے اور "امرأة" سے سوکن مراد لی جائے۔ (۳) "ولتنکح" مجزوم پڑھا جائے اور "امرأة" سے مخطوبہ مراد لیا جائے۔ (۴) "ولتنکح" مجزوم پڑھا جائے اور "امرأة" سے سوکن مراد لیا جائے ان چار صورتوں میں سے پہلی صورت کا مطلب یہ ہے کہ مخطوبہ سابقہ بیوی کی طلاق کا مطالبہ اس غرض سے نہ کرے تاکہ اس کے حصہ کی چیزیں خود لے لے، اور تاکہ وہ اپنا نکاح اس شخص سے کر لے، دوسری صورت کا مطلب یہ ہے کہ ایک سوکن دوسری سوکن کے طلاق کا مطالبہ نہ کرے اس کے حصہ کی چیزیں لینے کی غرض سے اور اس غرض سے تاکہ وہ سوکن اپنا نکاح کسی

دوسری جگہ کر لے، تیسری صورت کا مطلب ما قبل کی سطور میں گزر چکا ہے تشریح کلمات کے بالکل ابتداء میں اس صورت کا ذکر ہے چوتھی صورت کا مطلب یہ ہے کہ ایک سوکن دوسری سوکن کے بارے میں اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ نہ کرے، اس کے حصہ کی چیزوں کو لینے کیلئے بلکہ اس کو چاہئے کہ موجودہ حالت میں ہی اس کے نکاح میں قائم رہے، جس کے مقدر میں جو ہو گا وہ اس کو مل کر رہے گا، اس صورت میں نکاح سے مراد تنہیت فی النکاح ہو گا۔ (مستفاد از الدر المنصود: ۸۱/۸۲، ۴/۴۸، ۴/۲۷۸)

## نکاح شغار

{۲۹۹۸} وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الشِّغَارِ، وَالشِّغَارُ أَنْ يُزَوَّجَ الرَّجُلُ ابْنَتَهُ عَلَى أَنْ يُزَوَّجَهُ الْآخَرُ ابْنَتَهُ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا صَدَاقٌ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ، وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ.

**حوالہ:** بخاری شریف ۶۶/۲، باب الشغار، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۱۱۲، مسلم شریف: ۴۵۳/۱، باب تحریم النکاح الشغار، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۳۱۵۔

**حل لغات:** الصداق: مہر، شغار: اولاد بلی کی شادی۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے نکاح شغار سے منع فرمایا ہے، اور شغار یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کی شادی اس شرط پر کرے کہ دوسرا اس کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کر دے، اور دونوں کے درمیان کوئی مہر نہ ہو۔ (بخاری و مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اسلام میں شغار نہیں ہے۔

**تشریح:** شغار ان نکاحوں میں سے ہے جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اور شغار کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص دوسرے سے مثلاً یہ کہے کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے یا تیرے بیٹے سے کرتا ہوں اور تو اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے میرے بیٹے سے کر دے اس طور پر کہ یہ آپس کا لین دین ہی نکاح کا عوض اور

مہر ہو جائے اس کے علاوہ کوئی اور مستقل مہر نہ ہو۔ یہ اس لئے ناجائز ہے کہ اس میں عورت کا حق مارنا ہے کوئی باپ یا بھائی اپنی بیٹی یا بہن کی شرمگاہ کا مالک نہیں ہے۔

شغار کے لغوی معنی رفع کے ہیں، کہا جاتا ہے ”شجر الکلب“ جب وہ پیشاب کیلئے اپنی ٹانگ اٹھائے تو گویا نکاح شغار میں متعاقدین میں سے ہر شخص دوسرے سے یہ کہتا ہے کہ تم میری بیٹی کی ٹانگ نہیں اٹھا سکتے یہاں تک کہ میں تمہاری بیٹی کی ٹانگ نہ اٹھاؤں، اور کہا گیا ہے کہ یہ ماخوذ ہے ”شجر البلد“ سے جب کہ وہ خالی اور ویران ہو جائے، وجہ مناسبت ظاہر ہے کہ یہ نکاح بھی مہر سے خالی ہوتا ہے۔

### شغار کے بارے میں مذاہب ائمہ

اس نکاح کی احادیث میں نہی وارد ہوئی ہے لیکن اس میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اگر کوئی شخص نکاح شغار کرے تو اس کے درست ہونے کی کوئی شکل ہے یا نہیں؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے اور حنفیہ کے نزدیک نکاح تو صحیح ہو جائے گا لیکن مہر مشکل واجب ہوگا۔ ”و عن احمد روایتان مثل الشافعیہ والحنفیہ“ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ مطلقاً واجب الفسخ ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ صرف قبل الدخول واجب الفسخ ہے۔ (الدر المنصور: ۲۹/۴)

### دلائل

فریق اول نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے استدلال کیا کہ آپ نے ”لا شغار فی الاسلام“ فرمایا نیز ”نہی عن الشغار“ بھی موجود ہے، دوسری عقلی دلیل یہ پیش کی کہ ہر ایک کا نصف بضع مہر ہوا اور نصف بضع منکوحہ ہوا اور منافع بضع میں اشتراک نہیں ہوتا، جیسا کہ ایک عورت کو دو آدمی ایک ہی ساتھ شادی نہیں کر سکتا، لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری کی دلیل یہ ہے کہ عاقد نے ایسی چیز کو مہر مقرر کیا جو مہر کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اور ایسی صورت میں عقد صحیح ہو جاتا ہے اور مہر مشکل واجب ہوتا ہے جیسا کہ کسی نے خمر یا خنزیر کو مہر مقرر کیا تو سب کے نزدیک نکاح ہو جاتا ہے اور مہر مشکل واجب ہوتا ہے تو یہاں بھی ایسا ہے کیونکہ نکاح شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے حدیث نہی

سے جو دلیل پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہی نکاح کو تسمیہ مہر سے خالی کرنے کی وجہ سے ہے عسین نکاح سے نہی نہیں ہے اور تسمیہ مہر سے نکاح کو خالی کرنے سے نکاح باطل نہیں ہوتا جیسا کہ اذان جمعہ کے وقت بیع و فروخت ممنوع ہے اور انکی عقلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ جب بیع مہر ہی نہیں ہوا تو اشتراک کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو یہ شرط فاسد ہوئی جس سے نکاح فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود شرط باطل ہوگی اور نکاح صحیح ہو جائے گا اور مہر مثل واجب ہوگا۔

**وجہ ترجیح:** قیاس سے حنفیہ کے قول کو ترجیح حاصل ہے کیوں کہ عقد اہل سے صادر ہوا ہے اور محل پر واقع ہوا ہے لہذا صحیح ہے۔ تفصیلات کے لئے دیکھیں۔ (فتح الملہم: ۳۶۰/۳، فتح القدیر: ۳۵۰/۳)

## متعہ کی ممانعت

{۲۹۹۹} وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ يَوْمَ خَيْبَرَ وَعَنْ أَكْلِ لُحُومِ الْحُمُرِ الْإِنْسِيَّةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف ۶۰۶/۲، باب عزوة خبير، كتاب الم غازی، حدیث نمبر: ۴۲۱۶، مسلم شریف: ۴۵۱/۱، باب نکاح المتعة، كتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۰۷۔

**ترجمہ:** حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے عورتوں سے متعہ کرنے کو خبیسہ کے دن منع فرمایا، اور گھسریلوگدھوں کے گوشت کھانے سے بھی منع فرمایا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** جاننا چاہئے کہ نکاح کی بنا اور وضع دوام اور بقا پر ہے، یعنی نکاح اور رشتہ ازدواج کسی عارضی تعلق کا نام نہیں ہے بلکہ زندگی بھر کا علاقہ و رشتہ ہے، یہ امر آخر ہے کہ بوقت ضرورت و مجبوری اس کو منقطع کیا جاسکتا ہے، طلاق کے ذریعہ سے لہذا اگر کسی نکاح کی بناء و اساس دوام و استقرار پر نہ ہوگی وہ نکاح شرعی نہ ہوگا اور نہ ایسے نکاح کی شریعت نے اجازت دی ہے، اسی لئے شریعت اسلامیہ میں متعہ اور نکاح موقت دونوں کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

## متعہ اور نکاح موقت میں فرق

اس کے بعد فقہاء نے متعہ اور نکاح موقت کی جو تعریف بیان فرمائی ہے وہ سنئے، ہدایہ میں متعہ کی تعریف میں لکھا ہے ”وہو ان یقول لامرأة اتمتع بك کذا مدۃ بكذا من البال“ میں تجھ سے اتنے مال کے عوض میں اتنی مدت تک منتفع ہونا چاہتا ہوں، اور نکاح موقت کی تعریف اس طرح کی ہے مثل ”ان یتزوج امرأة بشہادۃ شاہدین الی عشرۃ ایام“ اس پر شارح ہدایہ علامہ بابر ترقی صاحب عنایہ لکھتے ہیں کہ مصنف کی عبارت سے معلوم ہو رہا ہے کہ متعہ اور نکاح موقت میں دو فرق ہیں اول یہ کہ نکاح متعہ لفظ متعہ یا استمتاع کے کیسا تھ خاص ہے اور نکاح موقت لفظ نکاح یا تزوج کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ نکاح موقت میں شہود شاہدین ہوتا ہے متعہ میں نہیں نیز یہ کہ نکاح موقت میں مدت معین ہوتی ہے، بخلاف متعہ کے کہ اس میں عام ہے معین ہو جیسے عشرۃ ایام یا غیر معین ہو جیسے ”ایاما“ لیکن فرق مذکور پر شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے بحث کی ہے وہ یوں فرماتے ہیں کہ متعہ عام ہے مادہ متعہ کا ہونا اس میں ضروری نہیں ہے، لہذا نکاح موقت افراد متعہ میں سے ہے، پس حاصل یہ کہ نکاح متعہ کا مصداق وہ نکاح ہے جس میں تاہید مقصود نہ ہو چاہے لفظ متعہ سے ہو یا تزوج و نکاح سے یا بغیر ان الفاظ سے، احضار شہود ہو یا نہ ہو۔ (الدر المنضو د: ۲/۴)

## متعہ کا جواز و حرمت

ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ شروع اسلام میں متعہ جائز تھا (متعہ کا جواز زمانہ جاہلیت سے چلا آ رہا تھا اسلام نے دور اول میں اس کو باقی رکھا) جب کوئی شخص کسی اجنبی شہر میں وارد ہوتا جہاں اس کی جان و پہچان نہیں ہوتی تھی تو اس کا وہاں جتنے دن ٹھہرنے کا ارادہ ہوتا اتنے دن کسی عورت سے نکاح کر لیتا، تاکہ وہ اس کے گھر میں قیام کرے، چنانچہ وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی، اور اس کی چیزوں کو سنوارتی، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی ”الا علی ازواجہم او مملکت ایمانہم“ فلاح پانے والے مسلمان وہ ہیں جو اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں یا اپنی

باندیوں سے، پس ان پر کچھ الزام نہیں ہے، اس آیت کے نزول کے بعد حضرت نبی کریم ﷺ نے متعہ کی حرمت کا اعلان کر دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اب ہر شرمگاہ جو ان کے علاوہ ہے وہ حرام ہے۔

## متعہ کے جواز کی حکمت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مذکورہ حدیث میں اس بات کا اشارہ موجود ہے کہ متعہ کا جواز خانگی مصالح کے پیش نظر تھا، شرمگاہ کرایہ پر لینا مقصود نہیں تھا، کیونکہ یہ بات انسانی اقدار کے خلاف ہے، اور یہ ایسی بے شرمی کی بات ہے کہ جس کو فطرت سلیمہ قطعاً گوارا نہیں کرتی ہے۔

## تحریم متعہ کا وقت

متعہ کی حرمت کا وقت کیا ہے؟ اس سلسلہ میں متعدد روایات ہیں، جو کافی مختلف ہیں، اس لئے اس میں ائمہ کا بھی اختلاف ہے تحریم متعہ کے وقت سے متعلق چھ قسم کی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں، یہاں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

(۱) ... غزوہ خیبر (۵/۷) حدیث باب، عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن

متعہ النساء یوم خیبر۔ (بخاری و مسلم)

(۲) ... فتح مکہ (۵/۸) رمضان، عن سبرة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی

یوم الفتح عن متعہ النساء۔ (مسلم)

(۳) ... غزوہ حنین، (۵/۸) شوال عن علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن

المتعہ زمن حنین۔ (نسائی)

(۴) ... عام اوطاس، (۵/۸) شوال، عن سلمیة بن الاکوع قال رخص رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم عام اوطاس فی المتعہ ثم نہی عنها۔ (مسلم)

(۵) ... غزوہ تبوک، (۵/۹) ماہ رجب، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہا نسخت

فی غزوہ تبوک۔ (ابن حبان)

(۶) ... حجة الوداع، (۵/۱۰) عن الربیع بن سبرة ان المتعة نزلت حرمتها حجة

الوداع. (ابوداؤد)

## متعہ کی حرمت کے سلسلہ میں محدثین کے اقوال، اور احادیث مذکورہ میں تطبیق

**جمہور محدثین کا قول:** جمہور محدثین فرماتے ہیں کہ متعہ کی تحلیل و تحریم دو مرتبہ واقع ہوئی ہے، اور انہوں نے احادیث مذکورہ کے درمیان اس طرح تطبیق دی ہے کہ نکاح متعہ زمانہ جاہلیت میں عروج پر تھا، اور جنگ غیر تک اس کی اجازت رہی، ۷۰ھ غزوہ خیبر کے موقع پر اس کی حرمت کا اعلان کیا گیا جیسا کہ حدیث باب سے ظاہر ہے، پھر فتح مکہ کے موقع پر جس کو عام الاوطاس اور زمن حنین بھی کہا جاتا ہے صرف تین دنوں کے لئے متعہ کی اجازت دی گئی، پھر قیامت تک کے لئے حرام قرار دے دیا گیا، جیسا کہ حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت سہرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے معلوم ہوتا ہے چونکہ غزوہ حنین اور عام الاوطاس سے فتح مکہ ہی مراد ہے اس بنا پر فتح مکہ پر زمن حنین اور عام الاوطاس کا اطلاق کیا گیا ہے، اور غزوہ تبوک اور حجة الوداع کے موقع پر آنحضرت ﷺ نے بطور تاکید کے تحریم متعہ کا ذکر کیا تھا، اسی لئے حضرت ربیع رضی اللہ عنہ نے ان مواقع پر تحریم متعہ کو نقل کیا ہے۔ (مرقاۃ: ۲۸۰/۶)

**سفیان ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول:** سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے کہ متعہ صرف فسخ مکہ کے موقع پر حرام ہوا، غیر کے موقع پر متعہ حرام نہیں ہوا ہے، پھر جناب حضور ﷺ نے تاکید اُنکی مقامات پر اس کی حرمت کو بیان کیا، جس کو حضرات صحابہ نے اپنے اپنے علم کے اعتبار سے نقل کیا ہے اور جہاں تک حدیث باب کا تعلق ہے تو اس میں خیبر کا تذکرہ کسی راوی کا وہم ہے، خیبر میں صرف گھریلو گھے کے گوشت کی حرمت آنحضرت ﷺ نے بیان کی تھی، اگر خیبر میں تحریم متعہ مانیں تو دو مرتبہ نسخ ماننا پڑے گا، اور اس کی نظیر شریعت میں نہیں ہے۔

**شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا قول:** شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام میں متعہ ایک لمحہ کے لئے بھی حلال نہیں ہوا، مکہ مکرمہ میں جب یہ آیت نازل ہو چکی تھی: "الا علی ازواجہم او ماملکت ایمانہم" تو اب اس کے خلاف مدینہ طیبہ پہنچ کر متعہ کی اجازت کیسے مل سکتی تھی؟



بات یہ ہے کہ بھرت کے بعد آنحضرت ﷺ نے بہت مرتبہ بڑی تاکید کے ساتھ متعہ کی حرمت کا تذکرہ کیا، خاص طور پر غزوہ خیبر کے موقع پر اور باقی رہی یہ بات کہ آنحضرت ﷺ نے عام الاوطاس کے موقع پر تین دن کی اجازت عطا کی تھی وہ نکاح موقت تھا، متعہ اصطلاحی نہیں تھا، اسی پر متعہ کا اطلاق مجازاً کیا گیا ہے، جس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جس کو ماقبل میں کی سطور میں نقل کر چکے ہیں۔

**حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ کی تحقیق:** حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ متعہ بالمعنی المعروف اسلام میں کبھی بھی جائز نہیں ہوا جس متعہ کی خیبر میں تحریم ہوئی ہے وہ متعہ بالمعنی المعروف نہیں تھا بلکہ نکاح بالخص تھا جس کی صورت یہ ہے کہ آدمی کسی دوسری جگہ جاتا ہے اور وہاں کچھ رہنے کا ارادہ ہوا سامان وغیرہ کی حفاظت کے لئے وہاں تھوڑے سے مہر کے ساتھ کسی سے نکاح کر لیا دل میں نیت تھی کہ جب ضرورت پوری ہوگئی تو طلاق دے دوں گا لیکن عقد کے اندر اس کا کوئی تذکرہ نہیں تھا نہ ہی کوئی توقیت تھی بلکہ عقد مطلق تھا، اس کا عام نکاحوں سے فرق دو طرح ہے ایک تو اس میں مہر کم ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ دل میں چھوڑنے کی نیت ہوتی ہے، اس طرح کے نکاح کی ابتداء اسلام میں اجازت تھی بعد میں اس سے منع کر دیا گیا ہے۔ (اثر التوضیح: ۲/۲۳۹)

**نوٹ:-** تین طرح کے اقوال میں پہلا قول جو کہ جمہور محدثین کا ہے راجح ہے، کیوں کہ متعہ کے مانند دو مرتبہ نسخ کے نظائر شریعت میں موجود ہیں مثلاً تحویل قبلہ اس میں دو مرتبہ نسخ ہوا ہے، اور متعدد روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خیبر کے موقع پر متعہ کو حرام قرار دیا ہے، لہذا اس کو راوی کا وہم کہنا صحیح نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۲۸۱)

## متعہ کا حکم

جمہور امت کے نزدیک متعہ حرام ہے البتہ ابتداء میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جواز کے قائل تھے سب نے رجوع کر لیا، کما فی البدائع، اور صاحب ہدایہ نے جو امام مالک رحمۃ اللہ کی طرف اس کے جواز کی نسبت کی وہ غلط ہے کیونکہ مالکیہ کی کسی کتاب میں جواز متعہ کو بیان نہیں کیا، علاوہ ازیں امام

مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مؤطا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی متعہ کے بارے میں نقل کی حالانکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ مؤطا میں وہی روایت لاتے ہیں جو ان کے مذہب کے مطابق ہوتی ہے، لہذا اس حدیث کو اپنی کتاب میں لانا دلیل ہے اس بات پر کہ وہ حرمت متعہ کے قائل ہیں۔

**سوال:** حنفیہ نے اپنے اصول پر متعہ کو جائز کیوں نہیں کیا، ان کا اصول یہ ہے کہ ایسا یعنی قسموں میں شرط باطل ہوتی ہے اور عقد صحیح ہو جاتا ہے لہذا یہاں بس مدت کی تعیین باطل ہونی چاہئے اور اصل نکاح صحیح ہونا چاہئے جیسا کہ نکاح شغار میں ہوتا ہے؟

**جواب:** متعہ عقد میں شرط فاسد کا معاملہ نہیں ہے بلکہ انقلاب ماہیت ہے، نکاح کی ماہیت اور ہے اور متعہ کی ماہیت اور ہے، چونکہ یہ سرے سے اسلامی نکاح ہی نہیں ہے، لہذا یہ باطل ہے اس میں شرط باطل کا مسئلہ نہیں ہے۔

**متعہ کے بارے میں روافض کا مذہب:** شیعوں اور رافضیوں کے نزدیک متعہ نہ صرف جائز بلکہ بہت بابرکت عبادت ہے، ان کے یہاں متعہ کی حقیقت یہ ہے کہ محرمات اور شوہر دار عورت کے سوا جس کسی عورت سے جتنی مرتبہ جس اجرت پر عورت راضی ہو جائے، بلکہ گواہ و قاضی اور وکیل و اعلان کے بغیر عقد کرنا اور چوری چھپے مباشرت کرنا متعہ ہے، مدت گزرنے پر بغیر طلاق کے عورت جدا ہو جائے گی، شیعہ حضرات اس کھلی ہوئی زنا کاری پر بہت بے شرمی سے قرآن مجید کی آیت

”فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً“ سوچنا چھ جن عورتوں سے (نکاح کر کے) تم نے لطف اٹھایا ہو ان کا وہ مہر ادا کرو جو مقرر کیا گیا ہو۔ کو اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، تفسیر کی کتابوں میں اس آیت کی وضاحت دیکھی جائے تاکہ شیعوں کا استدلال اور اہل سنت کی طرف سے کافی دشانی جواب سمجھ میں آجائیں۔

امت میں صرف فرقہ شیعہ شیعہ ملت کے قائل ہیں تعجب ہے ان روافض سے کہ یہ اس کی اباحت کے کیونکر قائل ہیں حالانکہ وہ اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اور علی رضی اللہ عنہ سے اس کی حرمت مؤبدہ ثابت ہے، پس یہ ہوا نفسانی اور دھوکہ شیطانی کے سوا کچھ نہیں ہے اور ان کے تو اکشر مسائل مذہبیہ اسی قسم کے ہیں۔ وہ اپنے اس باطل عقیدہ کے ثبوت پر دلیل پیش کرتے ہیں قرآن کریم کی

آیت: ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً﴾ سے طریقہ استدلال یوں ہے کہ یہاں استمتاع کا ذکر کیا گیا ہے نکاح کا ذکر نہیں کیا اور استمتاع ہی متعہ ہے پھر اجر کا ذکر کیا گیا، اور وہ متعہ ہی میں ہوتا ہے نکاح میں تو مہر ہوتا ہے، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ اس کے جواز کے قائل تھے۔

جمہور امت قرآن کریم، سنت نبویہ، اجماع اور قیاس سے استدلال کرتے ہیں چنانچہ قرآن کریم کی آیت ہے: ﴿وَالَّذِينَ هُمْ لِغُرُوحِهِمْ حِفْظُونَ إِلَّا عَلَىٰ آزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعُدُونَ﴾ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں اور ان باندیوں کے جو ان کی ملکیت میں آچسکی ہوں، کیونکہ ایسے لوگوں پر کوئی ملامت نہیں ہے البتہ جو لوگ ان کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں وہ حد سے گذرے ہوئے لوگ ہیں۔ تو یہاں نکاح اور ملک یمین کے علاوہ دوسری صورت سے جماع کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ایسے کرنے والے کو عادی اور ظالم کہا گیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ متعہ نہ ملک یمین ہے اور نہ نکاح، لہذا قرآن کریم کی نص قطعی سے اس کی حرمت ثابت ہوگئی، اور حدیث یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے بخاری و مسلم میں اور سلمہ ابن الاکوع کی حدیث مسلم میں ”نہی عن متعة النساء“

تیسری حدیث حضرت ربیع کی ”انہ علیہ السلام قال یا ایہا الناس انی کنت اذنت لکم فی الاستمتاع من النساء وان اللہ قد حرم الی یوم القیامة“ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! میں نے تم کو عورتوں سے استمتاع کی اجازت دی تھی اور بالیقین اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے حرام فرمایا ہے۔ رواہ مسلم، اجماع کے بارے میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس کی طرف حاجت ہونے کے باوجود اس سے پرہیز کرتے رہے کوئی بھی اس کے جواز کا قائل نہیں ہوا اور قیاس بھی اس کے عدم جواز کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ نکاح کی مشروعیت کے جو مصالح ہیں وہ متعہ میں نہیں پائے جاتے، بلکہ اس میں صرف قضاء شہوت ہے، لہذا عقلاً بھی حرام ہونا چاہئے۔

شیعہ نے آیت قرآنی سے جو دلیل پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آیت کے ماقبل و مابعد میں نکاح کا ذکر ہے، لہذا استمتاع سے استمتاع بالنکاح مراد ہوگا، اور لفظ اجر کا اطلاق مہر پر ہوتا ہے، جیسا کہ:

”فانکحوهن باذن اهلہن واتوهن اجورہن“ لہذا ان کنیزوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو، اور ان کو قاعدے کے مطابق ان کے مہر ادا کرو۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس سے رجوع کیا، کماذکرنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: ”اما علمت ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حرم المتعة یوم خیبر فرجع ابن عباس وکان یقول اللہم انی اتوب الیک من قولی فی المتعة“ کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت نبی کریم ﷺ متعہ کو یوم خیبر میں حرام فرمایا ہے پھر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے رجوع فرمالیا اور فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں اپنے متعہ کے قول سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر وہ مطلقاً حلت کے قائل نہ تھے بلکہ حالت اضطرار میں جواز کے قائل تھے جس طرح حالت مخمضہ میں مردہ کھانا حلال ہے، اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں لکھا ہے کہ اس سے بھی رجوع کر لیا، کیونکہ شہوت دبانے کی صورت میں شریعت نے صوم مقرر کیا ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ خود حرمت متعہ کے بیان کرنے والوں میں سے ہیں، لہذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے دلیل پیش کرنا درست نہیں ہوگا۔

## حرمت متعہ کی وجوہات

(۱)..... قرآن کریم کی متعدد آیات میں شہوت رانی کی اجازت صرف دو جگہ دی گئی ہے، (۱) بیوی، (۲) باندی ”إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ“ جس عورت سے متعہ کیا گیا ہے وہ ان دو میں سے کسی میں بھی داخل نہیں، باندی نہ ہونا تو واضح ہے زوجہ بھی نہیں ہے کیونکہ علاقہ زوجیت کے لوازم یہاں مفقود ہیں مثلاً زوجیت کے لوازم میں سے ایک توارث بھی ہے یعنی میاں بیوی ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں، یہاں متعہ کی صورت میں کسی کے نزدیک بھی توارث نہیں ہے، ”اذا انتفی اللزوم انتفی الملزوم“ جب نہ یہ زوجہ نہ مملوکہ تو یہاں شہوت رانی ناجائز ہوئی۔

(۲)..... احادیث متواترہ سے متعہ کی حرمت ثابت ہے۔

(۳)..... حرمت متعہ پر اجماع بھی ہے، بعض صحابہ کا پہلے کچھ اختلاف ہوا تھا لیکن جب ان کو نبی کی حدیث پیش پہنچ گئیں تو رجوع کر لیا۔

(۴)..... قیاس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ متعہ حرام ہونا چاہئے کیونکہ اس سے نسب مخلوط ہو جاتا ہے اور اسلام نے حفاظت نسب کے لئے بہت سخت احکامات دیئے ہیں۔ تفصیل کے لئے التعلیق دیکھیں۔  
(التعلیق: ۲۲/۳، ۱۰۱، ۹/۳۰)

## حمار اہلی کی حرمت اور اختلاف ائمہ

حمار کی دو قسمیں ہیں، (۱) حمار اہلی، پالتو گدھے، (۲) حمار وحشی، جنگلی گدھے۔ حمار وحشی یعنی گورخر کے گوشت کی اباحت پر سب کا اتفاق ہے، البتہ حمار اہلی کے گوشت کے مباح ہونے اور نہ ہونے میں اختلاف ہے۔

**جمہور کا مذہب:** امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر فقہاء کے نزدیک حمار اہلی کا گوشت حرام ہے۔

**دلیل:** ان حضرات کی دلیل حدیث باب ہے، جس میں حمار اہلی کے گوشت کھانے کی حرمت صراحتاً مذکور ہے، اس کے علاوہ ابن ماجہ میں روایت ہے کہ: "عن خالد بن ولید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن لحوم البغال والحمیر" بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر اور گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا ہے۔

**امام مالک کا مذہب:** امام مالک کے نزدیک حمار وحشی کے گوشت کی طرح حمار اہلی کا گوشت بھی حلال ہے۔

**دلیل:** ابو داؤد شریف میں روایت ہے کہ حضرت غالب ابی سحر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ قحط ذکر کرنے کے بعد کہا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس گھر والوں کو کھلانے کے لئے گدھوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حرام کر چکے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر یہ ارشاد فرمایا: کہ تم اپنے گھر والوں کو فرہ گدھا کھلاؤ، میں نے تو ان کو ان کے گندے اور نجس چیزیں کھانے کی بناء پر حرام قرار دیا تھا۔

**جواب:** یہ حدیث نہایت ضعیف اور مضطرب ہے، اسی کے ساتھ یہ حدیث ضرورت کی حالت پر

محمول ہے، اور ضرورت کے وقت تو مرد ارکھانے کی بھی رخصت ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عام حالات میں مرد ارکھانا جائز ہو جائے، اسی طرح حدیث باب مذکور سے گھریلو گدھے کے گوشت کو عام حالات میں جائز قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔ (تفصیل کیلئے اوجز المسائل: ۱۸۱/۹، کتاب الصيد)

## متعہ کی رخصت اور ممانعت

{۳۰۰۰} وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ رَخَّصَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ أَوْطَاسٍ فِي الْمُتْعَةِ ثَلَاثًا ثُمَّ نَهَى عَنْهَا.

(رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۲/۴۵۱، باب نکاح المتعہ، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۴۰۵۔

**ترجمہ:** حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوٹاس کے سال تین دن کیلئے متعہ کی اجازت دی تھی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا تھا۔ (مسلم)

**تشریح:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اوٹاس (جس کو جنگ حنین بھی کہا جاتا ہے) میں فتح مکہ کے بعد تین دن کے لئے متعہ کی اجازت عطا کی تھی یہی سال فسخ کا بھی ہے لہذا اس اجازت کی نسبت کبھی فتح مکہ کی طرف ہوتی ہے کبھی غزوہ حنین کی طرف ہوتی ہے اور کبھی عام الاوٹاس کی طرف ہوتی ہے ان سب سے مراد ایک ہی ہے، یہ درحقیقت دوسری مرتبہ طہت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، تین یوم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ہمیش کے لئے پھر متعہ کو حرام قرار دیا تھا۔

**عام الاوٹاس:** اوٹاس طائف کے ایک گاؤں کا نام ہے فتح مکہ کے موقع پر کفار کو جب کھلی ہوئی شکست ہو گئی تو اوٹاس میں بسنے والے ہوازن اور ثقیف کے قبیلوں میں انتقام کی آگ بھڑک اٹھی چنانچہ ماہ شوال (۸ھ) میں ان قبائل نے اوٹاس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، جس میں ان قبائل کو بدترین شکست ہوئی، اور مسلمانوں کو بہت سامان غنیمت حاصل ہوا، اس موقع پر چونکہ عام صحابہ وطن

سے بہت دور تھے لہذا تجرد کی طوالت کی بنا پر ان میں ہیجان تھا، اس اضطرار کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے تین یوم کے لئے متعہ کی اجازت عطا کی تھی، پھر ہمیشہ ہمیش کیلئے منع فرمادیا تھا، مسلم میں روایت ہے کہ "كنت اذنت لكم في الاستمتاع في النساء وقد حرم الله ذلك الى يوم القيامة" میں نے تم کو عورتوں سے استمتاع کی اجازت دی تھی اور بے شک اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لئے حرام فرمایا دیا ہے۔ اس روایت میں قیامت تک کے لئے متعہ کی حرمت کا حکم صادر ہوا ہے۔ (متعہ سے متعلق مزید تفصیل کے لئے گذشتہ حدیث دیکھیں، مرقاۃ: ۶/۲۸۰)

## {الفصل الثانی}

### خطبہ نکاح

{۳۰۰۱} عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشْهَدَ فِي الصَّلَاةِ وَالتَّشْهَدَ فِي الْحَاجَةِ قَالَ التَّشْهَدُ فِي الصَّلَاةِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَالتَّشْهَدُ فِي الْحَاجَةِ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ نَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَيَقْرَأُ ثَلَاثَ آيَاتٍ يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِينَ نَسَاءَ لَوْنَ بِهِمُ وَالْأَرْحَامِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَابُو دَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ  
وَالدَّارِمِيُّ وَفِي جَامِعِ التِّرْمِذِيِّ فَسَّرَ الْآيَاتِ الثَّلَاثَ سُفِيَانُ الثَّوْرِيُّ وَزَادَ ابْنُ  
مَاجَةَ بَعْدَ قَوْلِهِ أَنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ تَحْمِيدُهُ وَبَعْدَ قَوْلِهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ  
سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، وَالدَّارِمِيُّ بَعْدَ قَوْلِهِ عَظِيمًا ثُمَّ يَتَكَلَّمُ بِحَاجَتِهِ وَرَوَى فِي شَرْحِ  
السُّنَّةِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ فِي خُطْبَةِ الْحَاجَةِ مِنَ النِّكَاحِ وَغَيْرِهِ.

**حوالہ:** احمد: ۶۹۲، ابو داؤد شریف: ۲۸۸/۲۸۹، باب خطبة النساء، کتاب  
النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۱۸، ترمذی: ۱/۲۱۰، باب ما جاء في خطبة النکاح، کتاب  
النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۰۵، نسائی شریف: ۲/۲۵، باب ما يستحب من الكلام عند  
النکاح، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۷۷، ابن ماجہ: ۱۳۶، باب خطبة النکاح، کتاب  
النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۹۶، دارمی: ۲/۱۹۱، باب خطبة النکاح، کتاب النکاح،  
حدیث: ۲۲۰۲، شرح السنة: ۵۰/۴۹، باب خطبة النکاح: حدیث نمبر: ۱۸۹۶۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے  
ہمیں نماز میں پڑھا جانے والا تشہد بھی سکھایا اور ضرورت کے وقت پڑھا جانے والا تشہد بھی سکھایا،  
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (نماز کا تشہد یہ ہے) "التحیات لله الخ..." تمام زبانی و بدنی اور  
مالی عبادتیں اللہ ہی کیلئے ہیں اے نبی ﷺ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو، اور ہم پر اور اللہ  
کے تمام نیک بندوں پر سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور اس بات کی  
میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے نیک بندے اور اس کے رسول ہیں اور کسی حاجت کے وقت  
پڑھا جانے والا تشہد یہ ہے۔ "ان الحمد لله الخ..." بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم ان  
سے مدد طلب کرتے اور ہم ان سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی  
پناہ چاہتے ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور  
اور اس کے رسول ہیں، اس کے بعد آنحضرت ﷺ تین آیات پڑھتے تھے۔ (۱) یا ایہا الذین آمنوا  
اتقوا الله حق تقاته الخ... اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور ہرگز



یہ تم مرو مگر اس حال میں کہ فرمانبردار ہو، (۲) یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحد الخ۔ اے لوگو! اللہ سے ڈور، جس نے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا ہے، اور اس نفس سے اسکا جوڑا پیدا کیا ہے، اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتوں پھیلائی ہیں، اور تم اللہ سے ڈرو جسکا واسطہ دیکر باہم سوال کرتے ہو، اور قرابتوں (کی حق تلفی) سے بچو، بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہیں۔ (۳) یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیداً الخ:۔۔۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈور اور سیدھی بات کہو وہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو اس کو بہت بڑی کامیابی ملے گی۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی) جامع ترمذی میں یہ بات بھی ہے کہ ان تینوں آیتوں کی وضاحت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کی ہے، ابن ماجہ نے "ان الحمد للہ" کے بعد "نحمدہ" اور "من شئور انفسنا" کے بعد "ومن سیئات اعمالنا" کا اضافہ کیا، اور دارمی نے اپنی روایت میں "عظیماً" کے بعد یہ اضافہ کیا ہے، کہ تشہد اور آیت پڑھنے کے بعد اپنی حاجت کا ذکر کرے، اور شرح السنۃ نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو نقل کیا ہے اور اس میں "خطبہ حاجت" سے مراد نکاح وغیرہ مراد لیا ہے۔

**تشریح:** حاجت سے مراد بظاہر حاجت نکاح ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے، "فی خطبۃ الحاجۃ فی النکاح وغیرہ۔ جس سے شافعیہ کی تائید ہوتی ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک خطبہ جس طرح عقد نکاح کے لئے مسنون ہے اسی طرح عقد بیع وغیرہ دیگر عقود میں بھی مسنون ہے، کذا فی المنہل۔

آگے روایت میں تشہد کے بعد اس طرح ہے، "یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام۔" حالانکہ مشہور قرأت اس طرح نہیں ہے بلکہ یہ ہے، "یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجھا وبث منہما رجلاً کثیراً ونساء واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام۔" یہ روایت ترمذی میں بھی ہے اس میں تشہد کے بعد اس طرح ہے، "قال ویقرأ ثلاث آیات قال عبثر ففسرہ سفیان ثوری اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن والا وانتم مسلمون، واتقوا اللہ الذی تساء لون بہ والارحام ان اللہ کا علیکم رقیباً، اتقوا اللہ و قولوا قولا سدیداً۔ پوری آیت تو ترمذی شریف کی روایت میں بھی نہیں ہے،

لیکن جتنی مذکور ہے وہ مافی المصحف کے مطابق ہے بخلاف ابوداؤد کے کہ اس میں ”یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام“ اس پر بذل المجہود میں ملا علی قاری سے یہ نقل کیا ہے ”ہکذا فی نسخ المشکاۃ والاذکار، وتیسیر الوصول الی جامع الاصول، وبعض نسخ الحصن“ اور پھر آگے یہ ہے کہ علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے مصحف ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں اسی طرح ہو، پھر اس کے بعد حضرت تحریر فرماتے ہیں اولیٰ اور مناسب یہ ہے کہ خطبہ میں آیت کو قرأت متواترہ کے موافق ہی پڑھنا چاہئے۔ (مرقاۃ: ۶/۲۸۴)

یہ پہلے گزر چکا کہ خطبہ نکاح مننون ہے شرط نہیں حافظ فرماتے ہیں کہ وہ ”قد شرطہ فی النکاح بعض اہل الظاہر وهو شاذ“ (بذل) اور امام ترمذی خطبہ نکاح کی حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں ”وقد قال بعض اہل العلم ان النکاح جائز بغیر خطبۃ وهو قول سفیان الثوری وغیرہ من اہل العلم“۔

## خطبہ نکاح کی روایات

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ خطبہ نکاح کی حدیث صحیحین میں سے کسی ایک میں نہیں ہے، البتہ امام بخاری نے ترجمۃ الباب ضرور قائم کیا ہے، ”باب الخطبۃ“ مگر اس میں حدیث خطبہ کی تخریج نہیں کی، حافظ فرماتے ہیں ”وورد فی تفسیر خطبۃ النکاح احادیث من اشہرہا ما اخرجہ اصحاب السنن وصحہ ابو عوانۃ وابن حبان عن ابن مسعود مرفوعاً“ پھر حافظ نے وہی حدیث ذکر کی ہے جو یہاں ابوداؤد میں ہے، اور امام طحاوی نے شرح مشکل الآثار میں کسی قدر اہتمام سے اس سلسلہ کی متعدد روایات کی تخریج فرمائی ہے، انہوں نے عبد اللہ بن مسعود کے علاوہ ابن عباس اور ایک اور صحابی یعنی نمیط بن شریط کی روایت ذکر کی ہیں۔

**فائدہ:** خطبہ نکاح کلام پاک میں تین آیات پر مشتمل ہے جن میں ہر ایک کی ابتداء امر بالتقویٰ

سے ہے، ”یا ایہا الناس اتقوا ربکم، یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاہ، یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وقولوا قولا سدیداً“ خطبہ منونہ کا یہ اسلوب قابل غور اور توجہ ہے چونکہ نکاح سے آدمی

کی گویا ایک نئی زندگی شروع ہوتی ہے اور تکثیر امت کا وہ ذریعہ ہے اس لئے خاص طور سے نکاح کی ابتداء میں تقویٰ و طہارت کی تعلیم فرمائی گئی ہے تاکہ یہ نکاح اقیاء کے وجود میں آنے کا ذریعہ ہو، نیز یہ کہ بیاہ شادیوں میں لگ کر آدمی تعیش اور لہو و لعب میں مبتلا نہ ہو جائے واللہ الموفق۔ (الدر المنضود: ۴۴/۴)

## بلا خطبہ نکاح بے برکت ہے

{۳۰۰۲} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ خُطْبَةٍ لَيْسَ فِيهَا تَشَهُّدٌ فَهِيَ كَالْيَدِ الْجَدْمَاءِ۔ (رواه الترمذی) وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۱۰، باب ماجاء فی خطبۃ النکاح، کتاب

النکاح، ۱۱۰۶۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس خطبہ میں تشہد نہ ہو وہ کٹے ہاتھ کی طرح ہے۔ (ترمذی) ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن غریب ہے۔

**تشریح:** کل خطبۃ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ خاء کے کسرہ کے ساتھ ہے اور اس کے معنی تزوج یعنی شادی کرنا عورت کو بیوی بنالینا لکھا ہے، مظاہر حق کے مصنف نے شاہ اسحاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہم نے اپنے اساتذہ سے اس لفظ کو ”خ“ کے پیش کے ساتھ سنا ہے اور حضرت عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے یہی مفہوم ہوتا ہے، صاحب التعلیق الصبیح نے بھی ضمہ لکھا ہے اور اگرچہ اس حرکت کے سلسلہ میں کوئی گفتگو تو نہیں کی لیکن اس موقع پر اور جو لکھا ہے اس کا حاصل خاء کا ضمہ ہونا ہی ہے، اور سید جمال الدین نے فرمایا کہ مظہر اور زین العرب نے اس حدیث کی شرح کے ضمن میں یہ لکھا ہے ”الخطبۃ بالكسر طلب التزوج“ یعنی خطبہ کے خاء کو کسرہ ہے جس کے معنی منگی کرنا، پیغام نکاح دینا ہیں، علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زین العرب کی یہ عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ خطبہ یہاں پر خاء کے کسرہ کے ساتھ ہے لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کی شرح میں اس پر دلالت ہے کہ وہ

ضمہ کے ساتھ ہے اس ناچیز کو یہ اشکال ہے کہ اگر خاء کو ضمہ تسلیم کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کے معنی یہ ہوتے کہ جس خطبہ نکاح میں ذکر شہادتین اور حمد و ثناء وغیرہ نہ ہوں وہ خطبہ مشکل آدمی کے کئے ہوئے ہاتھ کے ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اور جو خطبہ حاجت یعنی نکاح وغیرہ پچھلی حدیث میں گذرا اس میں یہی سب تو ہے یعنی حمد و ثناء واستعانت باللہ و مثل ذالک میں، وبالجملة حمد و ثناء واستعانت باللہ والتعوذ منہ سب شہادتین میں داخل ہیں اس لئے کہ شہادت نہ ہو تو حمد و ثناء اور استعانت تعوذ باللہ کا کوئی سوال نہیں ہے اور یہی معاملہ آیات کا ہے کہ تو حید و رسالت کے اقرار کے بغیر وہ بھی کالعدم ہیں اور اس وضاحت کے بعد حدیث پاک کا خاء کے ضمہ کے ساتھ اس جملہ کہ جس خطبہ نکاح میں تشہد نہ ہو وہ بالجمہاء ہے، کا صحیح مفہوم نکالنا دشوار ہے اس لئے کہ خطبہ نکاح میں تشہد یعنی ذکر شہادتین اور اسی میں شامل دیگر اجزاء مذکورہ کے بغیر پھر اور کیا ہوگا کہ جس کو خطبہ کہا جاسکے، اس لئے ملا علی قاری نے سید جمال الدین مظہر اور زین العرب کا اس کے بالکسر ہونے کا قول نہ صرف اصح ہے بلکہ یہی صحیح معلوم ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ یہ کہ خطبہ بالکسر سے توسعاً تروج مراد لیا جائے جیسا کہ علامہ قاری نے لیا ہے واللہ اعلم بالصواب، "الجزماء" کے معنی کٹا ہوا ہاتھ یا کٹی ہوئی انگلی یا کوڑھ کے ہیں علامہ تورپشتی نے فرمایا تشہد "اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہدان محمد رسول اللہ" ہے اور اسی شہادت کے ذریعہ ثناء کی بھی تعبیر کی جاتی ہے اس لئے کہ اللہ کی ثناء سب سے صحیح اور سب سے عظیم شہادت ہے۔ (انوار المصابیح: ۷/۷۷، مرقاۃ: ۶/۲۸۴)

## مذاہب

فہی کالید الجزماء: اہل ظواہر کے نزدیک نکاح میں خطبہ پڑھنا شرط ہے بغیر اس کے نکاح صحیح نہیں ہوگا مگر جمہور علماء اور ائمہ اربعہ کے نزدیک خطبہ شرط نہیں ہے بلکہ متحب ہے بغیر اس کے نکاح میں کوئی نقصان واقع نہیں ہوگا، اہل ظواہر نے ان احادیث سے استدلال کیا جن میں بغیر خطبہ کو کالید الجزماء واقطع وابترا کہا گیا، جمہور ائمہ دلیل پیش کرتے ہیں ابو داؤد شریف کی حدیث سے کہ "ان رجلا من بنی سلیم خطب الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امامۃ بنت عبد المطلب فانکحہ من غیر ان یتشہد" بنو سلیم کے ایک شخص نے حضرت نبی کریم ﷺ کو امامہ بنت عبد

المطلب کا پیغام دیا پس آنحضرت ﷺ نے انکا ان سے بلاخطبہ نکاح فرمادیا۔ تو اس سے واضح ہوا کہ نکاح بغیر خطبہ درست ہو جاتا ہے، انہوں نے جو حدیث پیش کیں ان کا جواب یہ ہے کہ وہاں استحباب مراد ہے کیونکہ وہاں ایسا کوئی لفظ نہیں ہے جو وجوب و شرط پر دال ہو بلکہ وہاں بے برکتی کہا گیا ہے جسکے قائل جمہور بھی ہیں۔ (درس مشکوٰۃ: ۸۰/۳)

## اہم کام کو حمد باری تعالیٰ سے شروع کرنا

{۳۰۰۳} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ

أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يُبْدَأُ فِيهِ بِالْحَمْدِ لِلَّهِ فَهُوَ أَقْطَعُ. (رواہ ابن ماجہ)

**حوالہ:** ابن ماجہ: ۱۳۶، باب خطبۃ النکاح، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۸۹۴۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: کہ ہر وہ اہم کام جو اللہ کی حمد سے شروع نہ کیا جائے نہایت بے برکت ہو جاتا ہے۔ (ابن ماجہ)

**تشریح:** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو بھی اہم کام شروع کیا جائے مثلاً کسی جگہ جھگڑے میں

صلح کرانا ہے یا کسی دینی محفل میں تقریر کرنا ہے یا نکاح کرنا ہے تو ان جیسے تمام امور میں سب سے پہلے اللہ

کی حمد کرنا چاہئے پھر اس عمل کو شروع کرنا چاہئے ہمارے عرف کے اعتبار سے یوں کہہ لیجئے کہ ان امور کی

انجام دہی سے پہلے خطبہ ضرور پڑھ لینا چاہئے۔

**امردی بال:** ہر شاندار چیز جس سے نفع کی توقع وابستہ ہو، "لا یبدأ" اگر اللہ تعالیٰ کی تعریف

کے بغیر شروع کیا گیا تو وہ "اقطع" یعنی برکت سے کٹا ہوا ہوگا اس میں کسی قسم کا فیض نہیں ہوگا، اگر زیادہ

موقع نہیں ہے تو کم از کم "بسم اللہ الرحمن الرحیم" ہی پڑھ لینا چاہئے صاحب مرقات لکھتے ہیں کہ

ایک روایت میں ہے "لا یبدأ بسم اللہ الرحمن الرحیم" بھی ہے اور اس کو ابن حبان نے روایت

کیا ہے۔ (مرقات: ۶/۲۱۷)

اس میں آپ ﷺ نے زندگی میں پیش آنے والے ہر معاملہ کو اللہ کے نام سے شروع

کرنے کی تلقین کی ہے ایک موقع پر آپ ﷺ نے یوں فرمایا کہ ”قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ وَکُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلْ بِمَایْلِکَ“ (بخاری) بسم اللہ پڑھ کر تناول کرو، داہنے ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے سامنے کھاؤ۔

**اللہ کے نام سے عمل کی ابتداء کی حکمت:** حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کی حکمت لکھتے ہیں کہ اسلام نے ہر کام کو اللہ کے نام سے شروع کرنے کی ہدایت کر کے انسانوں کی پوری زندگی کا رخ اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح پھیر دیا ہے کہ وہ قدم قدم پر اس حلف وفاداری کی تجدید کرتا رہے کہ میرا وجود اور میرا کوئی کام بغیر اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے اور اس کی امداد کے نہیں ہو سکتا، غور کیجئے اسلام کی صرف اسی ایک ہی مختصر تعلیم نے انسان کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے، اس لئے یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ بسم اللہ ایک نسخہ اکیر ہے جس سے تانبے کا نہیں خاک کا سونا بنتا ہے۔ (معارف القرآن، جلد اول)

## نکاح کے مستحبات

{۳۰۰۴} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَأَصْرِبُوا

عَلَيْهِ بِالْخُفُوفِ۔ (رواہ الترمذی) قال هذا حديث غریب۔

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۰۷، باب ماجاء فی اعلان النکاح، حدیث

نمبر: ۱۰۸۹۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ نکاح کا اعلان کیا کرو، اور نکاح مسجد میں کیا کرو، اور نکاح پردہ بجاؤ، اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

**تشریح:** اس حدیث میں تین باتوں کی تاکید ہے۔ (۱) نکاح کا اعلان کرو، مطلب یہ ہے کہ نکاح اعلانیہ کرو، خفیہ طور پر نکاح نہ کرو۔ (۲) مسجد کی برکت کی حصول کی خاطر مسجد میں نکاح کا اہتمام کرو۔ (۳) نکاح کی اچھی طرح تشہیر ہو جائے اور اس موقع پر کچھ تفسیر صحیح میرا آجائے، اس غرض سے

آنحضرت ﷺ نے نکاح کے موقع پر دف بجانے کی تاکید بھی فرمائی۔

**اعلنوا بالنکاح:** یا تو یہ مطلب ہے کہ گواہوں کے ذریعہ اسکو مشہر کرو تو اس معنی کے اعتبار سے "اعلنوا" کا امر و وجوب کے لئے ہو گا یا یہ مطلب ہے کہ اظہار و اشتہار کے ذریعہ اسکا اعلان کرو تو اس معنی کے اعتبار سے امر استحباب کے لئے ہو گا اور اسی کے مطابق یہ ہے۔ "واجعلوه فی المساجد" یعنی یہ امر تو برائے استحباب ہی ہے اور مسجد میں نکاح کرنے کی مصلحت ایک تو یہ ہے کہ وہاں اچھی طرح مشہر ہو جائے گا، اور یہ مصلحت تو آج کل بالعموم مفقود ہے اس لئے کہ مسجد میں نکاح سننے کے لئے کم لوگ جاتے ہیں بلکہ بارات کی دلچسپیوں میں ہی لگے رہتے ہیں اس سے زیادہ جہاں رات ٹھہرتی ہے وہیں پر لوگ زیادہ ہوتے ہیں لیکن دوسری مصلحت یعنی اللہ کے گھر کی برکت کا حصول تو یہ بالیقین وہاں حاصل ہوگی اور علامہ قاری نے فرمایا کہ اور مناسب یہ ہے کہ اس میں زمانہ کی فضیلت کی بھی رعایت کی جائے تاکہ "نور علی نور" اور "سرور علی سرور" ہو جائے مطلب غالباً یہ ہے کہ فضیلت والا دن مثلاً جمعہ یا مہینہ مثلاً رمضان المبارک کی رعایت بھی اگر ہو سکے تو کرنا مناسب اور ان شاء اللہ وجہ فضیلت ہوگی۔ حضرت ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مسجد میں نکاح کرنا اس لئے مستحب ہے کہ وہ عبادت ہے اور اس لئے کہ فضیلت والا دن جمعہ ہے۔ "واضر بوا علیہ ای علی النکاح" "بالدفوف" نکاح پر دف بجاؤ اور اگر واقعاً نکاح مسجد میں ہی ہو رہا ہو تو دف مسجد میں نہیں بلکہ باہر بجاؤ اور اس کا خیال رہے کہ دف میں گھنگھرو نہ ہوں۔ "وقال هذا حدیث غریب" علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا غریب کا حکم پوری روایت کے اعتبار سے ہے اور حدیث کا ابتدائی حصہ یعنی "اعلنوا بالنکاح" کو احمد ابن حبان، طبرانی، ابو نعیم اور حاکم نے اپنی مستدرک میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے لہذا حدیث کے اس حصہ پر غریب ہونے کا حکم نہ ہو گا۔ (انوار المصابیح: ۶/۸۰، مرقاۃ: ۶/۲۸۶)

**فائدہ:** مسجد میں نکاح کے فوائد: (۱) مسجد اللہ کا گھر ہے، (۲) دنیا کی جگہوں میں سب سے بہتر جگہ ہے، (۳) نکاح عامۃ کسی نماز کے بعد ہوتا ہے تو نکاح میں شرکاء سب نمازی ہوں گے، (۴) سب با وضو ہوں گے، (۵) سب خدا سے پاک کی طرف متوجہ ہوں گے، (۶) گانے بجانے، فوٹو گرافی، فلم سازی وغیرہ سے حفاظت ہوگی، اس لئے مسجد میں نکاح ہونے میں برکت بھی زیادہ ہوگی اسلئے مسجدوں میں

نکاح کا اہتمام کرنا چاہئے مگر افسوس اب مسجدوں میں نکاح کا سلسلہ بھی ختم ہوتا جا رہا ہے۔

## نکاح اعلانیہ ہونا چاہئے

{۳۰۰۵} وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ حَاطِبٍ الْجَمْعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالْدَّفُّ فِي النِّكَاحِ. (رواہ احمد و الترمذی و النسائی و ابن ماجہ)

**حوالہ:** احمد: ۴۱۸/۳، ترمذی شریف: ۲۰۷/۱، باب ماجاء فی اعلان النکاح، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۰۸۸، نسائی شریف: ۷۵/۲، باب اعلان النکاح، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۳۶۹، ابن ماجہ شریف: ۱۳۶، باب اعلان النکاح، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۹۶۔

**ترجمہ:** حضرت محمد بن حاطب عجمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ نکاح میں حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے والی چیز آواز اور دف بجانا ہے۔ (احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

**تشریح:** اس حدیث میں نکاح کے اعلان کرنے کی اہمیت کا بیان ہے، یہ مقصد نہیں ہے کہ اگر نکاح بغیر اعلان کے ہوگا تو ناجائز یا حرام ہے، نکاح کی درستگی کے لئے دو گواہوں کی موجودگی کافی ہے، البتہ اعلان نکاح امر متحب ہے شریعت میں اس کی بڑی تاکید ہے۔

**الصوت والدف:** خفیہ طور پر گواہوں کی موجودگی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا ہے اگر کوئی کرتا ہے تو وہ زنا کاری میں مبتلا ہوتا ہے نکاح کے لئے دو گواہ لازم ہیں اور تشہیر متحب ہے تشہیر دف، بحب کر بھی ہو سکتی ہے اور نظم اور گیت گا کر بھی ہو سکتی ہے۔ بس ایسا انتظام کر دیا جائے کہ پاس پڑوس والے نکاح سے مطلع ہو جائیں روشنی اور جھنڈی وغیرہ کے انتظام سے بھی مطلع کیا جاسکتا ہے، حدیث کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ پورے شہر کو دف بجا کر اور ڈھول اور تاشے کا انتظام کر کے مطلع کیا جائے اس میں اشارہ ان نکاحوں کے بطلان کا بھی ذکر ہے جو اہل عرب کے یہاں رائج تھے۔



## شادی میں گانا

{۳۰۰۶} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ عِنْدِي جَارِيَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ رَوَّجْتُهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ أَلَا تُغَنِّينَ فَإِنَّ هَذَا الْحَيَّ مِنَ الْأَنْصَارِ يُحِبُّونَ الْغِنَاءَ. (رواه ابن الحبان في صحيحه)

**حوالہ:** صحیح ابن حبان: ۱۸۵/۱۳، فصل فی السماع، کتاب الخطر والاباحۃ، حدیث نمبر: ۸۷۵۔

**حل لغات:** الجاریۃ: باندی، کمن عورت، لڑکی، نوکرانی، غنی تغنیہ: گانا گانا، ترنم سے شعر وغیرہ پڑھنا، الحی: زندہ، محلہ، زندہ دل، الغناء: گانا، نغمہ موسیقی۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے پاس ایک انصاری لڑکی تھی، جب میں نے اس کا نکاح کیا تو حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اے عائشہ! کیا تم گانا نہیں گاتی ہو؟ بے شک انصاری قوم گانے کو پسند کرتی ہے۔ (صحیح حبان)

**تشریح:** شادی کے موقع پر ترنم کے ساتھ مناسب اشعار پڑھنے کی اجازت ہے، بلکہ اظہار خوشی کے لئے متحسن عمل ہے، لیکن وہی تباہی گانے بجانے سے گریز کرنا چاہئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے آنحضرت ﷺ نے کسی غیر موجودہ کو خطاب کیا تھا، یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کسی گانے والی کا انتظام کر دیں، کیونکہ انصاریوں کی محبوب شئی ہے، ان ہی کی قوم کی لڑکی کی شادی ہے، لہذا ان کی خوشی کا خیال رکھنا بہتر ہے۔

**الافتین:** اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ کیا تم کسی سے گانے کے لئے نہیں کہہ رہی ہو؟ یا گانے کا بندوبست نہیں کر رہی ہو؟ اس کے بعد والی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ہے کہ کیا تم نے لڑکی کے ساتھ کوئی گانے والی بھیجی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار کرنے پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انصاری ایسی قوم ہے جس میں گانے کا شوق

ہے، لہذا تم کو ایسی عورت بھیجنا چاہئے۔ جو گائے، اتینا کم، اتینا کم، فحیانا و حیا کم۔  
ان احادیث سے بظاہر نہ صرف غنا کا جواز بلکہ شادی کے موقع پر اس کے اہتمام کرنے کی  
تائید معلوم ہو رہی ہے چونکہ یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے، لہذا گانا گانے، غناء کے جواز عدم جواز میں جو اختلاف  
ہے، اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

**غناء کیا ہے؟** غنا کا اطلاق دو معنوں پر ہوتا ہے۔ (۱) غناء کے معنی اشعار کو ترنم کے ساتھ  
پڑھنا۔ (۲) قواعد موسیقی کے رعایت کے ساتھ مخصوص انداز میں گانا گانا، غناء کے جواز عدم جواز میں  
اختلاف ہے۔

**قائلین جواز:** ابراہیم ابن اسعد مدنی اور بعض اہل حجاز کے نزدیک جو گانا گانے کے آلات  
سے خالی ہو وہ مباح ہے۔

**قائلین عدم جواز:** امام ابو حنیفہ امام ثوری اور اکثر فقہاء و محدثین کے نزدیک غناء مطلقاً  
حرام ہے، اسی طرح سازنگی ہارمونیم وغیرہ ہے۔

**قائلین جواز کے دلائل:** حدیث باب اور اگلی دونوں احادیث غناء کے جواز پر صریح ہیں،  
اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ”قالت و عندی جاریتان من جوار الانصار  
تغنیان بما تقاولت الانصار یوم بعث فقال ابوبکر امیر الشیطان فی بیت رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر ان لكل قوم  
عیدا و لهذا عیدنا“ (بخاری)

جنگ بعث کے متعلق دو انصاری لڑکیاں گانا گارہی تھیں یعنی بہادری سے متعلق فخریہ اشعار پڑھ  
رہیں تھیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا اللہ کے رسول ﷺ کے گھر میں شیطان کی بانسری  
بجاتی ہو؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ان سے درگزر کرو، اے ابوبکر! ہر قوم کے لئے عید ہوتی ہے اور  
آج ہماری عید ہے، اس کے علاوہ بھی بعض دلائل ہیں جن سے غناء کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

**قائلین عدم جواز کے دلائل:** (۱) وَمِنْ الذَّائِسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهَا الْحَدِيثُ...  
(الآیۃ) اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ

لوگوں کو بے سمجھے بوجھے اللہ کے راستے سے بھٹکائیں اور اس کا مذاق اڑائیں، ان لوگوں کو وہ عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (سورۃ لقمان: ۶) حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ آیت گانے، بجانے والوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔

”عن جابر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الغناء ينبت النفاق في القلب“ کہا ”ینبت الماء الزرع“۔ غناء سے دل میں ایسے ہی نفاق پروان چڑھتا ہے جیسے کھیتی پانی سے پھلتی پھولتی ہے، معلوم ہوا کہ مغنی اور منافق میں خاص مشابہت ہے۔ ”عن علی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بکسر۔ المزامیر“ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھ کو مزامیر کو توڑنے کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں بہت سے دلائل ہیں جن سے غناء کی حرمت صاف طور پر ثابت ہوتی ہے۔

**جوابات:** (۱) احادیث باب اور اس کے بعد والی حدیث میں جو غناء ہے وہ گانا بجانا نہیں ہے، بلکہ صرف ٹھہر کر شعر پڑھنا مراد ہے، اسی کو غناء سے تعبیر کیا گیا ہے، نیز ان کو پاکیزہ قلوب کے سامنے سنانے کی بات ہے، اور عصر حاضر میں خواہش نفس کے بندے سنتے ہیں، جس کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (۲) جنگ بعاث سے متعلق پچیاں جو اشعار پڑھ رہی تھیں وہ درحقیقت بہادرانہ کارناموں پر مشتمل ترانہ تھا، اس میں راہق میں ان کے آبا و اجداد کی طرف سے پیش کی گئی قربانیوں کا تذکرہ تھا، وہ آج کل کے فحش گانے اور عشقیہ غزلوں جیسا نہیں تھا، اس کے علاوہ علامہ ابوطیب طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں غناء کے جواز و عدم جواز دونوں پر کافی دلائل ہیں، لہذا مناسب یہ ہے کہ جواز کے دلائل کو غناء کے معنی اول پر محمول کیا جائے جو کہ درحقیقت صرف اشعار کو ٹھہر کر یا ترنم سے پڑھنا ہے، اور عدم جواز کے دلائل کو غناء کے معنی ثانی پر محمول کیا جائے، سطور بالا میں غناء کے دونوں معنوں کی وضاحت ہو چکی ہے۔

**سماع کی وضاحت:** مناسب ہے کہ مختصر طور پر یہاں پر سماع کی وضاحت بھی ہو جائے، سماع سے مراد گانا قوالی سننا ہے، اس سلسلہ میں آراء مختلف ہیں۔

**جمہور علماء کا مذہب:** جمہور علماء کے نزدیک سماع مکروہ تحریمی ہے۔

**دلیل:** ایک موقع پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بانسری کی آواز سنتے ہی اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں، اور فرمایا: "كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم: فسمع صوت يراع فصنع مثل ما صنعت". میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پس آنحضرت ﷺ نے گانے کی آواز سنی آنحضرت ﷺ نے ایسا ہی کیا جیسا میں نے کیا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: "استماع البلاهي هي معصية" اسی طرح وہ تمام دلائل جن سے غناء کی حرمت ثابت ہے، ان سے سماع کی حرمت بھی ثابت ہوگی۔

**علماء حجاز کا مذہب:** بعض علماء حجاز اور علماء مدینہ اور صوفیاء کے نزدیک سماع جائز ہے اور وہ سماع کا اہتمام کرتے تھے۔

**دلیل:** (۱) وہ تمام دلائل جن سے غناء کا جواز ثابت ہے، سماع کا جواز بھی ثابت ہوگا، (۲) قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی مدح ابی موسیٰ الاشعری لقد اعطی مزمارا من مزامیر آل داؤد۔ حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کی مدح میں فرمایا کہ: ان کو آل داؤد کی آواز کا ایک حصہ دیا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

**تنبیہ:** جن بزرگوں نے سماع کو جائز قرار دیا ہے ان کے قول کو حجت بنا کر آج کل کے گانوں کے سننے کو جائز قرار دینا ان بزرگوں پر بہتان باندھنے کے سوا کچھ نہیں ہے، بزرگان دین کے یہاں جو سماع رائج تھا اس کی حقیقت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے والے اشعار کسی اچھی آواز والے سے ترنم سے سنتے تھے، اسی سے قلب میں عشق الہی کا جوش پروان چڑھتا تھا۔

**سماع کے جواز کی شرائط:** مطلقاً سماع جائز کسی کے نزدیک نہیں ہے جن حضرات نے بھی جائز قرار دیا ہے بڑی قیودات لگائیں ہیں چنانچہ حضرت شیخ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ سماع کے حلال ہونے کے لئے چار شرطیں ہیں۔ (۱) مسموع گانے والا مرد ہو، امر دیا عورت نہ ہو، (۲) مستمع سننے والا یا دحق سے غافل نہ ہو، (۳) مسموع، یعنی جو چیز گائی جائے وہ محش اور بکواس نہ ہو، (۴) آلات سماع بانسری یا دیگر موسیقی کے آلات موجود نہ ہوں اس مضمون سے متعلق تفصیلات کے لئے معارف القرآن، فتح الملہم ابن تیمیہ کی السماع والرقص کا مطالعہ کیا جائے۔

## گانے کا نمونہ

{۳۰۰۴} وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أُنْكَحْتُ عَائِشَةَ ذَاتَ قَرَابَةٍ لَهَا مِنَ الْأَنْصَارِ فَمَجَّاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَهْدِيْتُمْ الْفَتَاةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَرْسَلْتُمْ مَعَهَا مَنْ تُغْنِي؟ قَالَتْ لَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْأَنْصَارَ قَوْمٌ فِيهِمْ غَزْلٌ فَلَوْ بَعَثْتُمْ مَعَهَا مَنْ يَقُولُ آتَيْنَاكُمْ آتَيْنَاكُمْ فَحَيَّانَا وَحَيَّاكُمْ - (رواہ ابن ماجہ)

**حوالہ:** ابن ماجہ شریف: ۱۳۷، باب الغناء والدف، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۹۰۰۔

**حل لغات:** الفتاة: یہ مؤنث ہے، الفتی کے معنی نوجوان، مراہقت اور جوانی کے درمیان کی عمر، اہدی: ہدی، بھدی ہداء العروس الی بعلها، دہن کو شوہر کے پاس بھیجنا، الغزل: عورتوں کے ساتھ کھیل کود، لو: تمہنی کے لئے بھی آتا ہے۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ایک انصاری رشتہ دار کی لڑکی کا نکاح کیا، حضرت رسول اکرم ﷺ تشریف لائے، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ کیا تم لوگوں نے لڑکی کو شوہر کے گھر بھیج دیا، لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں بھیج دیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ تم نے لڑکی کے ساتھ کسی کو بھیجا جو کہ گائے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں، یہ سن کر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انصار ایک ایسی قوم ہے جو کہ گانے کی شوقین ہے، کاش تم اس لڑکی کے ساتھ اس کو بھیجتیں جو یہ کہتا آتینا کہ الخ۔ ہم تمہارے پاس آئے، ہم تمہارے پاس آئے، اللہ ہم کو بھی سلامت رکھے اور تم کو بھی سلامت رکھے۔ (ابن ماجہ)

**تشریح:** شادی کے موقع پر مناسب اشعار گانے کی اجازت ہے انصار میں یہ رسم پہلے سے چلی آرہی تھی اور وہ اس کو پسند کرتے تھے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری لڑکی کی شادی کی، اور خوشی و مسرت کے لئے گانے والے کا انتظام نہیں کیا، تو آنحضرت ﷺ نے اپنی خواہش کا اظہار

فرمایا کہ تم انصار کی خوشی کا خیال رکھتے ہوئے گانا گانے والے کو لڑکی کے ساتھ روانہ کرتیں، تو انصار گانا سن کر مسرور ہوتے اور پھر آنحضرت ﷺ نے شادی کے موقع پر پڑھے جانے والے اشعار کا ایک مصرعہ بھی سنایا کہ یہ پڑھنا چاہئے۔

**فائدہ:** معلوم ہوا کہ گانے سے مراد صرف اشعار کو ترنم سے پڑھنا اور اشعار بھی وہ جو خوش نہ ہوں، عشقیہ اشعار نہ ہوں بلکہ صرف وہ اشعار جن سے خوشی کا اظہار ہوتا ہو حمد خداوندی اور دعاء کے مضمون پر مشتمل ہوں۔

### دونکا حول میں پہلا نکاح درست ہے

{۳۰۰۸} وَعَنْ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ زَوَّجَهَا وَلَيَّانٍ فَهِيَ لِلأَوَّلِ مِنْهُمَا وَمَنْ بَاعَ بَيْعًا مِنْ رَجُلَيْنِ فَهُوَ لِلأَوَّلِ مِنْهُمَا۔ (رواہ الترمذی و ابوداؤد والنسائی والدارمی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۱۱، باب ماجاء فی الولین یزوجان، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۱۰، ابوداؤد شریف: ۱/۸۵، باب الولیان، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۰۸۸، نسائی شریف: ۲/۲۰۲، باب الرجل یبیع السلعة، کتاب البیوع، حدیث نمبر: ۴۶۸۲، دارمی شریف: ۱۸۷/۱۸۸، باب المرأة یزوجها الولیان، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۹۳۔

**ترجمہ:** حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس عورت کا نکاح اس کے دو ولی کریں، تو یہ عورت اس کی بیوی ہوگی، جس سے پہلے نکاح ہوا ہے، اور جس شخص نے ایک چیز دو آدمیوں کے ہاتھوں فروخت کی تو وہ چیز اس کے لئے ہوگی جس کو پہلے بیچی ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

**تشریح:** یعنی اگر کسی عورت کے ایک ہی درجہ کے دو ولی ہوں مثلاً عمین یا اخوین اور یکے بعد دیگرے دونوں ولی اس عورت کی الگ الگ جبکہ شادی کر دیں تو ان دو میں نکاح اول صحیح ہوگا اور

دوسرا نکاح فاسد، اور اگر دونوں ولی ایک ساتھ مختلف جگہ نکاح کریں تو دونوں نکاح مفسوخ ہوں گے، حنفیہ اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے اس میں امام مالک کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں صحت نکاح کیلئے اتفاق اولیاء ضروری ہے لہذا اس صورت میں کوئی سا نکاح صحیح نہیں ہوگا، کذا فی البذل عن البدائع، لیکن منہل سے جس کے مصنف مالکی ہیں مالکیہ کا مسلک یہ نہیں معلوم ہوتا ہے بلکہ ان کے مسلک میں اس مسئلہ میں تفصیل ہے بعض صورتوں میں پہلا نکاح صحیح ہوتا ہے، بعض صورتوں میں دوسرا، فأرجع الیہ لو شئت۔ (الدر المنفود: ۳۹/۴)

**زوجہا ولیان:** نابالغ لڑکے یا لڑکی کے دو ولی ہوں اور وہ برابر کے درجہ کے ہوں تب وہ مسئلہ ہے جو حدیث باب میں ہے یعنی پہلے کا نکاح نافذ ہوگا اور دوسرے کا کالعدم ہوگا۔  
**ومن باع بیعاً:** جس نے پہلے خریدا چیز اس کی ہوگی، لیکن اگر دونوں نے ساتھ خریدا ہے تو اس چیز کی بیع میں دونوں مشترک رہیں گے، اور عقد بیع اشترکاً صحیح ہوگا۔ (مرقاۃ: ۲۱۹/۶)

## {الفصل الثالث}

### ابتداء اسلام میں متعہ

{۳۰۰۹} عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا لَيْسَ نِسَاءً فَقُلْنَا أَلَا نَخْتَصِمُ فَتَهَانَا عَنْ ذَلِكَ ثُمَّ رَخَّصَ لَنَا أَنْ نَسْتَبِيعَ فَكَانَ أَحَدُنَا يَنْكِحُ الْمَرْأَةَ بِالشُّؤْبِ إِلَى أَجْلِ ثُمَّ قَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا الطَّيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۱۱۳، باب لا تحرموا الطيبات ما احل الله لكم، سورة مائدہ، کتاب التفسیر، حدیث نمبر: ۴۶۱۵، مسلم شریف: ۴۵۰/۱، باب نکاح المتعہ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۰۴۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم سب حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک تھے، اس وقت ہمارے ساتھ ہماری عورتیں نہیں تھیں، چنانچہ (جنسی ہیجان کی بنا پر) ہم نے کہا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں؟ تو آنحضرت ﷺ نے ہم کو اس سے منع فرما دیا، البتہ آنحضرت ﷺ نے ہم کو متعہ کرنے کی اجازت عطا فرمادی، چنانچہ ہم میں سے بعض لوگوں نے کپڑے کے عوض ایک متعینہ مدت کے لئے نکاح کیا، پھر عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْزَنْهُمْ مُوَاطَّيَاتُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ“ اے ایمان والو! جن پاکیزہ چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے حلال کیا ہے تم ان کو حرام نہ سمجھو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** ابتداء اسلام میں متعہ جائز تھا بعد میں منسوخ ہو گیا، بعض صحابہ کو نسخ کا علم نہیں ہوا، لہذا وہ جواز کے قائل رہے ان میں حضرت عبد اللہ ابن عباس اور حضرت عبد اللہ ابن مسعود بھی ہیں، حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بعد میں نسخ کا علم ہو گیا، چنانچہ وہ بھی حرمت کے قائل ہو گئے تھے، ممکن ہے کہ حضرت عبد اللہ مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی اخیر میں اباحت کے فتویٰ سے رجوع کیا ہو، اس حدیث سے تو یہی بات سمجھ میں آرہی ہے کہ وہ جواز کے قائل تھے، اس بنا پر انہوں نے قرآن مجید کی آیت مذکورہ پڑھی، جس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ جب شریعت نے متعہ کی اجازت دی ہے تو پھر ہم اس کو کیسے حرام کریں؟

**لیس معنایا:** یعنی ہماری بیویاں یا لونڈیاں ہمارے ساتھ نہ تھیں جب کہ ہم کو ان کی خواہش ہی تھی علامہ قاری نے فرمایا کہ ان کا یہ جملہ ان کی کمال درجہ کی شجاعت اور مردانگی پر دلالت کرتا ہے نیز ان کے قلوب کی قوت اپنے پروردگار پر ظاہر کرتا ہے ”فقلنا الا نختصی؟“ تو ہم نے عرض کیا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں تاکہ شہوت نفسانیہ و وسوسہ شیطانیہ سے ہم کو نجات مل جائے؟ ”فنهنا نحن ذالك“ تو آنحضرت ﷺ نے اس سے یعنی خصی ہو جانے سے منع فرما دیا ”ثم رخص لنا ان نستمتع“ پھر آنحضرت ﷺ نے ہم کو متعہ کرنے کی یعنی ایک متعینہ مدت کے تک کے لئے نکاح کرنے کی اجازت دے دی، ”فكان احدا ينكح المرأة بالشوب الى اجل“ اجازت متعہ کے بعد ہم میں کا کوئی کوئی حسب ضرورت عورت سے کپڑے کے بدلے ایک متعینہ مدت کے لئے نکاح کر لیتا تھا، ”احدا ينكح“ میں ”ينكح“ سے ”يتمتع“ مراد لیا ہے، اس لئے کہ فقہاء نے متعہ اور نکاح موقت پر



فرق کیا ہے اس لئے کہ متعہ اب بالاتفاق باطل ہے اور نکاح موقت بھی جمہور کے نزدیک باطل ہے اور احناف میں امام زفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نکاح صحیح ہو جائے گا، اور شرط باطل ہوگی، اور ابن ہمام نے فرمایا کہ اگر کسی آدمی نے شادی کی اور نیت میں یہ ہے کہ اس کو اتنی مدت مثلاً ایک ماہ یا ایک ہفتہ بعد طلاق دیدوں گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے نیز نکاح نہار یارات یعنی نکاح اس شرط پر کیا کہ بیوی اس کے پاس دن میں رہے گی رات میں نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور پھر رات کے ساتھ قیام کی شرط بدرجہ اولیٰ صحیح ہے۔ ”ثم قرأ عبد الله يا ايها الذين آية... علامہ طیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آیت کریمہ کی تلاوت اس موقع پر اس بات پر دلالت ہے کہ متعہ کی اباحت کے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرح یہ بھی قائل تھے، متعہ کے اباحت کے اپنے قول سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی بنا پر رجوع کر لیا تھا جس کی صراحت اگلی حدیث میں ہی آرہی ہے البتہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق ان کے اس قول سے رجوع کے صراحت موجود نہیں ہے شارحین کا خیال ہے کہ غالب انہوں نے اس سے رجوع کر لیا ہوگا اور یا پھر متعہ کی تحریم کی نص ان تک پہنچ نہ سکی ہو اور وہ اباحت کے قول پر آخر تک قائم رہے ہوں اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے نزدیک ضرورت کے موقعہ پر رخصت کے طور پر جائز تھا ان کی روایات کردہ حدیث سے یہی معلوم بھی ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (انوار المصابیح: ۶/۸۳، مرقاۃ: ۶/۲۸۹)

## متعہ سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ کا رجوعی قول

{۳۰۱۰} وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ إِنَّمَا كَانَتْ الْمُنْعَةُ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبُلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرَى أَنَّهُ يُقِيمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَتُصْبِحُ لَهُ شَيْءٌ حَتَّى إِذَا نَزَلَتْ الْآيَةُ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَكُلُّ فَرْجٍ سِوَاهُمَا فَهُوَ حَرَامٌ۔ (رواہ الترمذی)

حوالہ: ترمذی شریف: ۱/۲۱۳، باب ماجاء فی نکاح المتعہ، حدیث

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ متعہ صرف ابتداء اسلام میں تھا، جب کوئی آدمی کسی شہر میں آتا اور اس شہر میں اس کی کوئی شاسائی نہ ہوتی تو وہاں وہ شخص کسی عورت سے اتنی مدت کے لئے نکاح کر لیتا جتنی مدت تک اس کو ٹھہرنا ہوتا، چنانچہ وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت کرتی اور اس کیلئے کھانا پکاتی، یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی، "الا علی ازواجہم الخ"۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دو کے علاوہ ہر شرمگاہ حرام ہے۔ (ترمذی)

**تشریح:** زمانہ جاہلی میں متعہ اور نکاح موقت کا رواج تھا، شروع میں اسلام نے اس کو باقی رکھا، لیکن باقی رکھنا شہوت رانی کی غرض سے نہیں، بلکہ غانگی مصالح کے پیش نظر تھا، جیسا کہ حدیث سے ظاہر ہے کہ اجنبی مسافر آدمی کا پردیس جا کر پریشان ہونا کسی سے شاسائی نہ ہونے کی بنا پر سامان کی حفاظت اور کھانے پینے کی پریشانی کا مسئلہ درپیش ہونا اس وجہ سے شریعت نے کچھ مدت تک کے لئے متعہ کو جائز رکھا، پھر غزوہ خیبر کے موقع پر اس کو حرام قرار دیا، پھر فتح مکہ کے معاً بعد عام او طاس میں صحابہ کے بیجان کی بنا پر صرف تین دن کے لئے اس کو جائز قرار دیا پھر حرام کر دیا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ شروع میں متعہ کو جائز سمجھتے تھے، بعد میں انہوں نے بھی اپنے قول سے رجوع کر لیا، اور انہوں نے بھی صراحت کر دی کہ بیوی اور باندی کے علاوہ محبت کرنا حرام ہے۔

**امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں فرمایا:** "ان المستمتعة لیست زوجا لہ"۔ یعنی متعہ کے طور پر حاصل کی گئی عورت بیوی نہیں ہوتی۔ "فوجب ان لا تحل"۔ اس لئے یہ واجب ہوا کہ وہ حلال نہ ہو۔ "قال ابن عباس: فکل فرج سواہما فهو حرام"۔ یعنی بیوی اور باندی کے علاوہ ہر ایک کی شرمگاہ حرام ہے اور مستمتعہ بیوی ہے نہیں لہذا وہ بھی حرام ہے۔ ابن ہمام نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور پھر اس کے مطابق حکم کیا، اور علامہ قاری نے فرمایا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیثوں سے ظاہر یہ ہے کہ انہوں نے جواز مطلق سے رجوع کیا ہے یعنی پہلے کی طرح بلا قید ضرورت کے اب وہ جائز نہیں ہے اور ضرورت کے وقت انہوں نے اس کو رخصت قرار دیا ہے، اور یہ بات تو بہت ہی تعجب خیز ہے کہ شیعوں نے حضرت علی کرم اللہ کی اس روایت کو "ان علیاً رضی اللہ عنہ سمع بن عباس یلین فی متعة النساء فقال مہلا یا ابن

عباس فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہی عنہا یوم خیبر وعن لحووم الحمر الانسیة۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ عورتوں کے متعہ کے سلسلہ میں نرم پہلور کھتے ہیں تو فرمایا چھوڑ دو اے ابن عباس رضی اللہ عنہ بے شک میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ روز خیبر اس سے اور پالتو گدھوں سے منع فرمایا ہے۔ اس روایت کو تو چھوڑ دیا اور متعہ سے مخصوص دلچسپی کی وجہ سے مسلم شریف کی اس مضبوط حدیث کی طرف توجہ نہ کی اور ابن عباس کے متنازع فیہ مسلک پر جواز مطلق کا پہلو تلاش کر لیا اور پھر اسی سے اپنی زندگی کو رنگین بنانے کی کوشش کی اور پھر متعہ کے ایسے ایسے فضائل گھڑ لئے کہ عقل حیران اور شرافت پریشان ہے، متعہ کے فضائل شیعوں کی معتبر ترین کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہیں جنکے نقل کے لئے یہ صفحات متحمل نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے متعہ کے سلسلہ میں پہلے جو خیالات تھے وہ منقول ہیں بعض یہاں بھی لکھے گئے آخر میں حضرت سعید بن جبیر کی روایت ملاحظہ ہو: قال ای سعید بن جبیر۔ لا ابن عباس حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جسکا حاصل یہ ہے کہ میں نے ذاتی طور پر ابن عباس سے متعہ کے سلسلہ میں اعتراض کے طور پر بعض لوگوں (شعرا) کے خیالات بتائے تو انہوں نے فرمایا: سبحان اللہ! بهذا افتیت وماہی الا کالمیتة والدم ولحم الخنزیر ولا تحل الا للبضطر۔ (رواہ الترمذی، انوار المصابیح: ۸۵/۶، مرقاۃ: ۲۹۱/۶)

## گانا گانے کی رخصت

{۳۰۱۱} وَعَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى قَرْظَةَ بِنِ كَعْبٍ وَأَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ فِي عُرْسٍ وَإِذَا جَوَارٍ يُغَنِّيْنَ فَقُلْتُ أَيْ صَاحِبِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَهْلٌ بَدْرٍ يُفْعَلُ هَذَا عِنْدَكُمْ فَقَالَ اجْلِسْ إِنْ شِئْتَ فَاسْمَعْ مَعَنَا وَإِنْ شِئْتَ فَادْهَبْ فَإِنَّهُ قَدْ رَخَّصَ لَنَا فِي اللَّهْوِ عِنْدَ الْعُرْسِ. (رواہ النسائی)

حوالہ: نسائی شریف: ۷۷/۲، باب اللہو والغناء عند العرس، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۳۳۸۳۔

**حل لغات:** العرس: زفاف، شادی رخصتی وغیرہ، اللہو: کھیل کود، تفریحی مشغلہ، دخل علیہ المكان، کسی کے پاس پہنچ کر ملاقات کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک شادی میں پہنچا، جہاں حضرت قرظہ بن کعب اور حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ موجود تھے، وہاں کچھ بچیاں گانا گارہی تھیں، تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول کے صحابیو! بدروالو! یہ کیا کیا جا رہا ہے تمہاری موجودگی میں؟ تو ان دونوں نے کہا اگر چاہو تو بیٹھ جاؤ اور ہمارے ساتھ سنو، اور اگر چاہو تو چلے جاؤ، بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں شادی کے موقع پر تفریحی مشغلہ کی اجازت دی ہے۔ (نسائی)

**تشریح:** دخلت علی قرظہ: قاف راء اور ظاء کو فتح ہے، ابن کعب۔ یہ خزر جی انصاری ہیں، "واذا جوار" یا تو چھوٹی چھوٹی بچیاں مراد ہیں یا باندیاں، "یغنین" یعنی گویا جشن شادی مناتے ہوئے گارہی تھیں، "فقلت، ای صاحبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" منادی ہونے کی وجہ سے "صاحبی" منصوب ہے اور اضافت کی وجہ سے نون تنہی حذف ہوا ہے۔ "اہل بدر" ان دو صحابیوں سے مخاطب ہونے کا انداز یہ ہے کہ پہلے ان حضرات کو ان کی عظمت شان کی طرف توجہ دلانی کہ آپ صحابی رسول ہیں اور بالیقین یہ مقام خود انتہائی بلند ہے اور اس کے بعد فضیلت کی دوسری چیز آپ کا بدر میں ہونا اصحاب بدر کی وہ فضیلت ہے کہ اگر ان کے نام لیکر دعا کی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے ان عظمتوں کے باوجود "یفعل هذا عند کم" یہ یعنی گانا آپ کے پاس گایا جا رہا ہے اور آپ سن رہے ہیں، واضح رہے کہ "عند کہا" کے بجائے "عند کم" یا تو تغلیباً فرمایا اور یا اس لئے بھی کہ جمع کم سے کم دو ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ صورت حال آپ کے احوال رفیعہ کے منافی ہے، "فقالا، اجلس ان شئت فاسمع معنا" ان دونوں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقریر نہ کیجئے اگر چاہیں تو تشریف رکھیں اور ہمارے ساتھ آپ بھی نہیں۔ "وان شئت فاذهب" اور اگر آپ کو یہ گوارا نہ ہو تو آپ چاہیں تو چلے جائیں اور بات دراصل یہ ہے، "فانه قدر خص لنا فی اللہو عند العرس" عام حالات کے احکام دوسرے ہیں اور شادی کے موقعہ پر تفریحی مشغلہ کی رخصت دی گئی ہے اور ان حضرات صحابہ کرام کی منشاء یہ بتانا معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح عزیمت کو پسند کرتا ہے اسی طرح رخصت کو بھی پسند فرماتا ہے۔ (انوار المصابیح: ۸۶، ۶/۲۹۱)

## {باب المحرمات}

### اُن عورتوں کا بیان جن سے نکاح حرام ہے

اس بات کے تحت کل بیس روایتیں درج کی گئی ہیں جو محرمات سے نکاح کی ممانعت، رضاعت سے حرمت، بیک وقت چار سے زائد عورتوں کے جمع کرنے کی ممانعت اور جمع بین الاختین کی حرمت جیسے مسائل پر مشتمل ہیں۔

نکاح کے صحیح ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ عورت محرمات میں سے نہ ہو اس باب میں اسی بات کی تفصیل بیان کی جائے گی کہ کون کون عورتیں محرمات میں سے ہیں کہ جن سے نکاح حرام ہے جن قرابت داروں سے ازدواجی تعلق قائم کرنا اسلام کی نظر میں ممنوع اور حرام ہے انہیں تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (۱) محرمات نسبیہ (۲) محرمات رضاعیہ، (۳) محرمات بالمصاہرت۔

(۱) ... **محرمات نسبیہ**: یعنی جن عورتوں سے نسبی رشتہ ہے ان میں حسب تصریح قرآن حکیم سات رشتہ کی عورتیں ایسی ہیں کہ ان کے رشتہ کے احترام میں ان سے ازدواجی تعلق قائم کرنا ممنوع اور حرام ہے اور وہ سات عورتیں یہ ہیں۔

(۱).....مائیں، (اس میں سب اصول آگئے، یعنی ماں کی ماں نانی پر نانی وغیرہ)

(۲).....بیٹیاں، (ان میں سب فروع داخل ہیں، یعنی لڑکی کی لڑکی وغیرہ نیچے تک)

(۳).....بہنیں، (خواہ حقیقی ہوں یا علاقائی یا خیالی)

(۴).....پھوپھیاں، (اس میں باپ اور باپ سے اوپر دادا وغیرہ کی تینوں قسموں کی بہنیں داخل ہیں)

(۵).....خالائیں، (اس میں ماں اور ماں سے اوپر نانی وغیرہ کی تینوں قسموں کی بہنیں آگئیں)

(۶).....بھتیجیاں، (تینوں قسموں یعنی حقیقی، علاقائی، یا خیالی بھائیوں کی اولاد در اولاد سب شامل ہیں)

(۷).....بھانجیاں، (اس میں تینوں قسموں کی بہنوں کی اولاد بواسطہ و بلا واسطہ سب آگئیں)

(۱)..... محرمات رضاعیہ: یعنی جن عورتوں نے دودھ پلایا ہے یہ عورتیں اگرچہ حقیقی مائیں نہیں ہیں مگر حرمت نکاح میں والدہ ہی کے حکم میں ہیں لہذا ماں کی اپنی اناں سے بھی نکاح کرنا حرام ہے یہاں یہ بات ملحوظ رہنی چاہے کہ یہ نکاح کی حرمت اسی وقت ثابت ہوگی جب کہ بچپن میں جو دودھ پینے کا زمانہ ہوتا ہے اس میں پیا ہو، رضاعت سے بھی وہ تمام سات عورتیں جو نسبی رشتے سے حرام ہوتی ہیں حرام ہوتی ہیں جیسا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "یحرم من الرضاعة ما یحرم من النسب" یعنی دودھ پینے کے رشتہ سے وہ سب عورتیں حرام ہو جاتی ہیں جو نسبی رشتہ کی بنا پر حرام ہیں۔

(۳)..... حرمت بالمصاہرت: یعنی سسرالی رشتہ کی بنا پر نکاح کی حرمت۔ اس آخری قسم میں بعض حرمت غیر مؤبدہ بھی ہیں جیسا کہ بیوی کی بہن، بیوی کی خالہ، بیوی کی پھوپھی اور چار محرمات مؤبدہ ہیں۔ (۱) خوش دامن، (۲) ربیبہ، (۳) باپ کی منکوحہ، (۴) بہو، بیٹے کی بیوی جنکی تفصیل عالمگیری سے نقل کی جاتی ہے۔

## اسباب حرمت اور اس کی تشریح

اسباب حرمت نو ہیں جن کی تفصیل فتاویٰ عالمگیری سے نقل کی جاتی ہے۔

(۱).... حرمت کا پہلا سبب نسب ہے۔

نسبی رشتہ سے حرام ہونے والی عورتیں مندرجہ ذیل ہیں، ماں بیٹی، بہن پھوپھی خالہ، بھتیجی، بھانجی۔

**ان کا حکم:** ان سے نکاح، جماع اور جماع کو تحریک دینے والے افعال مثلاً بوس و کنار وغیرہ سب ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔

**ماں:** ماں سے جہاں اپنی حقیقی ماں مراد ہے وہاں دادی اور نانی خواہ اوپر کے درجہ سے ہوں وہ سب اس میں داخل ہیں اور حرام ہیں۔

**بیٹی:** اس سے حقیقی بیٹی تو مراد ہے ہی مگر اس میں پوتی، نواسی اور نیچے کے

درجے تک سب شامل ہیں۔

بہن: جس طرح حقیقی بہن مراد ہے اسی طرح سوتیلی بہن خواہ صرف باپ شریک خواہ اخیانی بہن صرف ماں شریک ہو یہ سب شامل ہیں اور حرمت میں برابر ہیں۔

بھتیجی، بھانجی: اس میں جس طرح حقیقی بھتیجیاں اور بھانجیاں شامل ہیں اور وہ دوسری دونوں قسم کے بھائی بہن کی اولاد بھی مراد ہے خواہ وہ نچلے درجہ سے ہو، یہ سب ہی حرام ہیں۔

پھوپھی: حقیقی پھوپھی کے ساتھ، سوتیلی یعنی باپ شریک بہن اور ماں شریک بہن بھی شامل ہے، اسی طرح اوپر کے درجہ میں باپ کی پھوپھی، دادا کی پھوپھی دادی کی پھوپھی بھی اس میں شامل ہیں اس طرح نانی اور ماں کی پھوپھی بھی اس حرمت میں داخل ہے۔

ایک اختلافی صورت: پھوپھی کی پھوپھی کی حرمت میں تفصیل ہے، اگر کسی کی پھوپھی اس کے والد کی حقیقی بہن ہو یا سوتیلی تو اس میں پھوپھی کی پھوپھی بھی اس مرد پر حرام ہوگی اور اگر اس کی پھوپھی اس کے والد کی اخیانی یعنی ماں شریک بہن ہو تو پھر اس پھوپھی کی پھوپھی اس شخص کے لئے حرام نہ ہوگی۔

خالہ: حقیقی خالہ، سوتیلی، اخیانی ماں کی باپ شریک بہن یا صرف ماں شریک بہن اسی طرح باپ کی خالہ اور ماں کی خالہ، یہ تمام خالائیں بھی حرام ہیں۔

**اختلافی صورت:** خالہ کی خالہ میں تفصیل ہے۔

(۱)..... اگر خالہ اس شخص کی ماں کی حقیقی بہن ہے یا اخیانی بہن ہے تو اس خالہ کی خالہ اس شخص کے لئے حرام رہے گی۔

(۲)..... اگر خالہ اس شخص کی ماں کی سوتیلی یعنی باپ شریک بہن ہے تو اس خالہ کی خالہ مذکور شخص پر حرام نہ ہوگی، بلکہ حلال ہوگی۔

(۲).... حرمت کا دوسرا سبب مصاہرت ہے:

حرمت کا دوسرا سبب سسرالی رشتہ داری ہے، اس سسرالی رشتہ کی وجہ سے حرام ہونے والی عورت کو چار قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں، نمبر ۱ ساس، نمبر ۲ بیوی کی بیٹیاں، نمبر ۳، بہو، نمبر ۴، باپ کی بیویاں۔

(۱)..... ساس: بیوی کی ماں، بیوی کی دادی، بیوی کی نانی خواہ اس سے اوپر کے درجہ سے ہو مثلاً بیوی کے ماں باپ کی دادی و نانی وغیرہ اور بیوی کی ماں دادی وغیرہ صرف نکاح کرنے سے ہی حرام ہو جاتی ہیں۔

(۲).... **بیٹی جو بیوی سے ہو:** بیوی کی دوسرے خاوند سے بیٹی اور بیوی کے دوسرے خاوند کے بیٹوں کی اولاد خواہ نچلے درجہ سے ہو مثلاً بیوی کی نواسی وغیرہ یہ سب عورتیں حرام ہیں۔ مگر اس میں شرط یہ ہے کہ بیوی سے جماع کر لیا ہو، اگر بیوی سے جماع نہیں کیا تو اس کو طلاق دے کر اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے، بیوی کی بیٹی کیلئے اس کی پرورش میں ہونے کی پابندی نہیں ہے۔

**مسک احناف:** علماء احناف نے بیوی کی بیٹی کی حرمت کیلئے جماع کو ضروری قرار دیا ہے، فقط خلوت صحیحہ پر اکتفاء نہیں کیا، اگر خلوت تو ہوئی مگر جماع کا موقعہ نہیں ملا تو بیوی کی بیٹی اس کے لئے حرام نہیں ہوئی۔

(۳).... **بہو:** اپنے بیٹے کی بیوی یا پوتے کی بیوی، نواسے کی بیوی خواہ نچلے درجہ سے ہو، انہوں نے اپنی بیویوں سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بہر صورت حرام ہیں۔  
**لے پالک:** کی بیوی حرام نہیں بشرطیکہ حرمت کی اور کوئی وجہ نہ ہو، اس کے طلاق دینے پر اس سے نکاح ہو سکتا ہے۔

(۴).... **باپ کی بیوی:** سوتیلی ماں اسی طرح دادا اور نانا کی بیویاں یعنی توسیلی دادی، نانی خواہ اوپر کے درجہ سے ہوں محرمات ابدیہ سے ہیں ان سے نکاح و جماع ہر صورت میں حرام ہے۔  
**حرمت مصاہرت کا ثبوت:** سسرالی رشتہ سے حرمت کا ثبوت اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ نکاح صحیح ہو اگر نکاح فاسد ہو تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی، فاسد نکاح میں فقط عقد سے اس کی ماں حرام نہ ہوگی بلکہ وطی کے سبب حرام ہوتی ہے۔

(۲)..... حرمت مصاہرت صحبت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے۔

خواہ وہ صحبت حلال ہو یا حرام، وہ صحبت شبہ سے ہو یا زنا سے، پس جس شخص نے کسی عورت



سے زنا کر لیا تو زانی کے لئے مزنیہ کی اصول و فروع یعنی ماں، دادی، نانی، پوتی، پوتی نواسی سب حرام ہو جائیں گی۔

اسی طرح اس مزنیہ کے لئے اس شخص زانی کے اصول و فروع یعنی باپ، دادا، نانا اور اس زانی کا بیٹا، پوتا نواسہ نچلے درجہ تک سب حرام ہو جاتے ہیں۔

**ایک صورت:** اگر کسی شخص نے کسی عورت سے جماع کیا جس کی وجہ سے درمیان والا پردہ پھٹ کر عورت کا پیشاب و پاخانہ کا مقام ایک ہو گیا تو اس صورت میں اس عورت کی ماں اس جماع کرنے والے پر حرام نہ ہوگی، کیونکہ اس حالت میں یقین سے نہیں کہا جاسکتا کہ اس شخص نے اس عورت کے مقام بول میں جماع کیا ہے یا پاخانہ والے مقام میں۔

البتہ اگر جماع کے بعد عورت حاملہ ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ حمل اسی شخص کے لطفہ سے ہوا ہے تو اس صورت میں اس عورت کی ماں حرام ہو جائے گی کیونکہ اب بالیقین معلوم ہو گیا کہ جماع بول والے راستے سے ہوا ہے۔

(۳)..... جس طرح یہ حرمت مصاہرت صحبت سے ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح یہ شہوت کے ساتھ اس عورت کو چھونے شہوت سے اس کا بوسہ لینے اور شہوت سے اس کی شر مگاہ کو دیکھنے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے۔

**علمائے احناف:** یہ چھونا وغیرہ نکاح کی صورت میں ہو یا ملک یمین کی صورت میں ہو یا گناہ سے ہو، تینوں حالتوں کا حکم یکساں ہے کہ اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، البتہ شواہد کے نزدیک گناہ سے چھونے یا بوسہ لینے کی صورت میں حرمت ثابت نہ ہوگی، شبیہ اور غیر شبیہ کا کوئی فرق نہیں دونوں برابر ہیں۔

شہوت سے مرد و عورت کا ایک دوسرے سے جسم ملانا بوسہ کا حکم رکھتا ہے اسی طرح معانقہ کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح شہوت کے ساتھ دانتوں سے اس کو کاٹنا تو اس کا بھی یہی حکم ہے ان تمام صورتوں میں حرمت ثابت ہو جائے گی۔

**ایک دوسری صورت:** اگر کسی عورت نے شہوت کے ساتھ کسی مرد کے مخصوص عضو کو دیکھا یا

شہوت سے مرد کو چھوایا ہاتھ لگایا، یا اس کا بوسہ لیا تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔  
بقیہ اعضاء جسمانی کو شہوت کے ساتھ دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے اس میں سب کا اتفاق ہے۔ اگر شہوت کے بغیر دیگر اعضاء جسمانی کی طرف نظر کی تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

**ایک صورت:** علماء کہتے ہیں کہ عورت کی شرمگاہ کے ظاہری حصہ کو دیکھنے کا اعتبار نہیں بلکہ فرج داخل کو دیکھنے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی مرد عورت کی شرمگاہ کو اس حالت میں دیکھے کہ وہ کھڑی ہو تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس سے فرج داخل پر نگاہ نہیں پڑتی، فرج داخل پر اس وقت نگاہ پڑتی ہے جب کہ وہ تکیہ لگائے بیٹھی ہو۔

**ایک صورت:** اگر کوئی شخص عورت کی فرج داخل کو باریک پردے کے پیچھے شیشے کے پیچھے سے دیکھے اور اس میں اس کی فرج نظر آجائے تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔

**دوسری صورت:** اگر کسی نے آئینہ دیکھا اور اس میں اس نے عورت کی فرج داخل کو دیکھا اور اس پر شہوت سے نگاہ ڈالی تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس نے فرج نہیں بلکہ اس کا عکس دیکھا ہے، اس کی وجہ سے اس عورت کی ماں بیٹی اس پر حرام نہ ہوگی۔

**ایک صورت:** اگر عورت حوض کے کنارے پر یا پبل پر کھڑی ہو اس کی فرج کو اگر مرد شہوت کے ساتھ پانی میں دیکھے تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی۔

**برعکس صورت:** اگر کوئی عورت پانی کے اندر کھڑی ہو پس مرد اس کی فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھے تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

**کوئی فرق نہیں:** جس چھونے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اس چھونے میں قصد، نسیان یا زبردستی یا خطا یا سوتے ہوئے تمام حالتوں کا حکم برابر ہے، مثلاً بیوی کو جماع کے لئے جگانے لگا کہ اس کا ہاتھ بیٹی کی طرف پہنچ گیا تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(۲)..... اگر اس نے جماع کے لئے بیوی کو جگایا، بیٹی پر ہاتھ پڑا اس کی چٹکی اس گمان سے بھر لی کہ یہ اس کی بیوی ہے تو بیوی حرام ہوگئی، بشرطیکہ وہ لڑکی قابل شہوت یعنی جوان ہو، تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔

(۳)..... اگر کسی مرد نے شہوت سے عورت کے ان بالوں کو ہاتھ لگایا جو سر سے متصل ہوں تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی اور لٹکے ہوئے بالوں کو چھونے سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

**علامہ ناطقی کا قول:** بالوں کو مطلقاً چھونے سے حرمت ثابت ہو جائے گی خواہ لٹکے ہوں یا متصل ہوں۔

(۴)..... اگر عورت کے ناخن کو شہوت کے ساتھ چھوئے تب بھی حرمت ثابت ہو جائے گی۔

**چھونے کی نوعیت:** حرمت مصاہرت میں جس چھونے کا تذکرہ ہے اس سے مراد وہ چھونا ہے جو براہ راست ہو، اگر درمیان میں کپڑا حائل ہو اور بدن کی حرارت محسوس نہ ہو تو حرمت ثابت نہیں ہوگی، خواہ مرد کے عضو میں ایستادگی کیوں نہ پیدا ہو جائے اور اگر کپڑا اس قدر باریک ہے کہ چھونے سے ہاتھ کو بدن کی حرارت پہنچ گئی تو اس سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(۵)..... اگر کسی مرد نے عورت کے موزے کا نیچے والا اندرونی حصہ چھوا تو حرمت ثابت ہو جائے گی البتہ اگر موزہ چڑے کا ہو جس کی وجہ سے چھونے والے کو عورت کے قدم کی نرمی محسوس نہ ہو تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

(۶)..... اگر کسی مرد نے عورت کا اس حال میں بوسہ لیا کہ درمیان میں کپڑا حائل تھا اور بوسہ لینے والے کو عورت کے دانتوں یا ہونٹوں کی ٹھنڈک محسوس ہوئی تو حرمت ثابت ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

**ثبوت حرمت کے لئے دوام شرط نہیں:** چھونے کے لئے دیر تک چھونا ضروری نہیں چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ:

(۱)..... اگر کسی نے شہوت کے ساتھ اپنی بیوی کی طرف ہاتھ اٹھایا مگر وہ ہاتھ بیوی کے بجائے لڑکی کے ناک پر لگ گیا اور اس سے اس کی شہوت میں اضافہ ہو گیا خواہ اس نے اپنا ہاتھ فوراً اٹھالیا تب بھی اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائیگی۔

جوان یا بوڑھے مرد کے لئے معیار شہوت یہ ہے کہ خواہش کے وقت اس کے دل میں

حرکت پیدا ہو جائے جب کہ پہلے سے حرکت نہ تھی یا پہلے سے حرکت تھی لیکن اب اس میں اضافہ ہو گیا تو اس کو شہوت آنا شمار کیا جائے گا۔

**عورت وغیرہ کے لئے معیار شہوت:** عورت یا محبوب (یعنی وہ شخص جس کا عضو مخصوص کٹا ہوا ہو) کے لئے معیار شہوت یہ ہے کہ دل میں خواہش پیدا ہو اور ہاتھ لگانے سے جنسی لذت حاصل ہو جب کہ وہ خواہش پہلے موجود نہ تھی اور اگر پہلے سے موجود تھی تو اس میں اضافہ ہو جائے، ثبوت شہوت کے لئے دونوں میں سے کسی ایک میں شہوت کا ہونا حرمت کے لئے کافی ہے۔

### ہاتھ لگانے یا بوسہ وغیرہ سے ثبوت حرمت کی شرط:

یہ ہے کہ انزال نہ ہوا اگر ہاتھ لگانے یا شرمگاہ کی طرف دیکھنے سے انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی کیونکہ انزال سے یہ بات ثابت ہو جائیگی کہ یہ چھونا جماع کی طرف بلانے کے لئے نہیں۔  
(۱)..... اور اگر کسی مرد نے عورت کے ساتھ لواطت کی تو بھی حرمت ثابت نہ ہوگی اسی طرح مرد کے ساتھ جماع کے افعال کئے تو بھی حرمت ثابت نہیں ہوگی، مردہ سے جماع کرنے سے بھی حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

**اقرار حرمت:** اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کے ساتھ حرمت مصاہرت کا اقرار کیا تو اس کا اعتبار کر کے ان کے درمیان جدائی کروائی جائیگی۔

(۱)..... اور اگر مرد اپنی بیوی کو زمانہ نکاح سے پہلے کی بات کہے کہ میں نے تمہارے ساتھ نکاح سے پہلے تمہاری ماں سے جماع کیا تھا تب بھی دونوں میں جدائی کر دی جائیگی، لیکن مرد پر عورت کا متعینہ مہر واجب ہو جائے گا، البتہ عقد لازم نہ ہوگا، اس اقرار پر ہمیشگی ضروری نہیں بلکہ ایک مرتبہ کا اقرار بھی کافی ہے بار بار اقرار لازم نہیں، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص ایک مرتبہ اقرار کر کے رجوع کر لے تو قاضی اس نکاح کو صحیح تسلیم نہیں کرے گا، اور قاضی ان کے درمیان جدائی کر دے گا اگرچہ غلط اقرار کی صورت میں وہ عند اللہ اس کی بیوی رہے گی۔

(۲)..... اور اگر کسی نے اپنی بیوی کے بارے میں کہا کہ یہ تو میری رضاعی ماں ہے اور نکاح کے وقت اس بات سے مکر جائے تو اس عورت سے نکاح اتحماً ناجائز ہے۔

(۳)..... اور اگر کسی شخص نے عورت کا بوسہ لیا پھر کہنے لگا کہ یہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا یا عورت کو چھوا ہوا یا اس کی شرمگاہ کو دیکھا اب کہنے لگا کہ یہ شہوت کے ساتھ نہیں ہے، تو بوسے کی صورت میں حرمت کا فوراً حکم لگا دیا جائیگا، جب تک کہ عدم شہوت کا یقین نہ ہو جائے اور دوسری دونوں صورتوں میں حرمت کا فتویٰ اسی وقت دیا جائے گا جب شہوت سے چھوٹنے کا ثبوت مل جائے۔

**ثبوت حرمت کی شرط:** جس عورت کو ہاتھ لگایا جائے یا بوسہ وغیرہ لیا جائے وہ قابل شہوت ہو مفتی بہ قول یہی ہے، شہوت کی عمر کم از کم نو سال بتائی گئی ہے اس سے کم نہیں چنانچہ:

(۱)..... اگر کسی مرد نے کسی نابالغہ لڑکی سے جماع کیا جو قابل شہوت نہ تھی تو حرمت ثابت نہ ہوگی اس کے برعکس اگر کوئی عورت اس قدر بوڑھی ہوگئی کہ قابل شہوت نہ رہی تو اس سے جماع کر لینے سے حرمت ثابت ہو جائیگی کیونکہ وہ حدود حرمت میں آچکی ہے۔

بڑھاپے کے عذر کی وجہ سے اس سے خارج نہ ہوگی، اس کے برخلاف نابالغہ حرمت کے حکم میں ابھی داخل ہی نہیں ہوئی۔

**ثبوت حرمت کے لئے مرد کا قابل شہوت ہونا بھی ضروری ہے:**

اگر چار سال کے بچہ نے اپنے باپ کی منکوحہ سے جماع کر لیا تو اس سے حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔

اور اگر جماع کرنے والا بچہ اتنی عمر کا ہے کہ جس عمر کے بچے جماع کے قابل ہو جاتے ہیں تو اس کا حکم بالغ والا ہوگا، اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ جماع پر قدرت رکھتا ہو اور عورت کی طرف اس کا میلان ہو اور عورتیں اس سے شرم کرتی ہوں۔

**وجود شہوت شرط ہے:** ہاتھ لگانے، بوسہ لینے، فرج داخل کی طرف دیکھنے سے حرمت اس وقت ثابت ہوگی جب شہوت سے دیکھے، اگر پہلے دیکھا اور شہوت بعد میں پیدا ہوئی تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

**مرد کے لئے معیار شہوت:** مرد کے لئے شہوت اس طرح ہے کہ اس کے عضو خاص میں تناؤ پیدا ہو جائے اور اگر پہلے سے تناؤ ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے، یہی مفتی بہ قول ہے۔

اور اگر کسی مرد کے عضو خاص میں تناؤ تھا اس حالت میں اس نے اپنی بیوی کو اپنے پاس بلایا اسی دوران کسی طرح اس کا عضو لڑکی کی رانوں کے اندر داخل ہوا تو اس صورت میں اگر عضو میں تناؤ زیادہ نہیں ہوا تو لڑکی کی ماں اس کے لئے حرام نہ ہوگی۔

**وجہ فوق:** یہ ہے کہ بوسہ عموماً شہوت سے لیا جاتا ہے اور اس کی بنیاد ہی شہوت پر ہے اور چھونا اور دیکھنا شہوت اور بلا شہوت دونوں طرح سرزد ہوتے ہیں، مگر یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ شرمگاہ کے علاوہ کسی اور عضو کو چھوئے اگر کسی شخص نے عورت کی شرمگاہ کو چھوا اور پھر کہنے لگا کہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا، اسی طرح اگر عورت کی چھاتی کو پکڑا اور کہنے لگا کہ یہ شہوت کے ساتھ نہیں تھا تو اس کی بات کو سچا نہ سمجھا جائے گا۔

(۴)..... اور اگر عورت کے ساتھ جانور پر سوار ہوا اور پھر دعویٰ کیا کہ شہوت کے ساتھ سوار نہیں ہوا تو اس کی بات کا اعتبار نہیں ہوگا اس کے برعکس اگر دریا کو عبور کرنے کیلئے عورت کی پشت پر سوار ہوا اور اس نے کہا کہ میں شہوت سے سوار نہیں ہوا تھا تو اس کی بات کا اعتبار کیا جائے گا۔

(۵)..... اور اگر ایک شخص نے لوگوں کے سامنے اعتراف کیا کہ میں نے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ چھوایا اس کا بوسہ لیا اور لوگوں نے اس کے اقرار کی گواہی بھی دی تو گواہی کو قبول کر لیا جائے گا اور حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔

(۶)..... اور اگر اسی طرح گواہ یہ کہیں فلاں شخص نے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ چھوایا یا بوسہ لیا تو ان کی گواہی کو تسلیم کر لیا جائے گا کیونکہ عضو کے تناؤ کی حرکت یا دیگر علامات سے شہوت معلوم کی جاسکتی ہے۔

**قاضی علی سعد کا قول:** اگر نشہ میں چور شخص نے اپنی لڑکی کو پکڑ کر بدن سے لپٹایا پھر اس کا بوسہ لیا جب جماع کا ارادہ کیا تو لڑکی نے کہا میں تمہاری بیٹی ہوں تو اس نے اسے چھوڑ دیا اس صورت میں اس کی بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی۔

اور اگر کسی شخص سے پوچھا کہ تم نے اپنی ساس کے ساتھ کیا کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے جماع کیا تو اس اقرار سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی خواہ سوال کرنے والے نے مذاقاً سوال کیا اور

اس نے بھی بطور مذاق جواب دیا اس کے بعد یہ شخص اپنے اقرار سے رجوع بھی کرے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں، اور اگر کسی نے اپنی مملوکہ لونڈی کے بارے میں یہ کہا کہ میں نے اس سے جماع کیا تو وہ لونڈی اس کے لڑکے کے لئے حرام ہو جائے گی۔ اور اگر کسی کی مملوکہ لونڈی کے بارے میں جماع کا اقرار کیا تو وہ لڑکے کیلئے حرام نہ ہوگی۔

اور اگر کسی شخص کو باپ کی وراثت میں لونڈی ملی وہ اس کے ساتھ جماع کر سکتا ہے جب تک کہ یقین سے معلوم نہ ہو جائے کہ باپ نے اس لونڈی سے جماع کیا ہے۔

اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ باکرہ ہے لیکن نکاح کے بعد جماع کے وقت معلوم ہوا کہ وہ باکرہ نہیں عورت سے پوچھنے پر کہ تمہارا پردہ بکارت کیسے زائل ہوا تو عورت نے جواب دیا کہ تمہارے باپ نے زائل کیا اب اگر یہ شخص اس کی بات کا اعتبار کرے تو نکاح ختم ہو جائے گا اور وہ عورت مہر کی حقدار بھی نہ ہوگی اور اگر یہ اس عورت کی تکذیب کر دے تو نکاح باقی رہے گا۔

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کے لڑکے کے بارے میں کہا کہ اس نے مجھے شہوت سے چھوا ہے تو اس میں عورت کی بات کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ شوہر کے لڑکے کا قول معتبر ہوگا۔

اور اگر کسی شخص نے اپنے باپ کی بیوی کا شہوت کے ساتھ زبردستی بوسہ لیا یا کسی سسر نے بہو کا شہوت کے ساتھ زبردستی بوسہ لیا اور پھر یہ کہا کہ یہ عمل شہوت کے ساتھ نہیں ہے تو شوہر کی بات کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ عورت اسی کی بیوی رہے گی، لیکن اگر شوہر نے اس بوسے کو شہوت والا بوسہ قرار دیا تو میاں بیوی کے درمیان جدائی ہو جائے گی اور شوہر پر مہر لازم ہوگا، مگر وہ شوہر یہ مہر کی رقم فتنہ پھیلانے والے سے وصول کریگا اور اگر بوسہ کے بجائے باپ نے اپنی بہو سے یا لڑکے نے اپنی توسیلی ماں سے جماع کر لیا تو اس صورت میں شوہر مہر میں دی گئی رقم کسی طرح وصول نہیں کر سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں حد جاری ہوتی ہے حد کے ساتھ کوئی جرم مانہ واجب نہیں ہو سکتا۔

اگر کسی شخص نے دوسرے کی مملوکہ سے نکاح کیا تو خاوند کے جماع کرنے سے قبل شوہر کے لڑکے کا بوسہ شہوت سے لیا ہے مگر لونڈی کے مالک نے کہا یہ غلط ہے لیکن یہ کہتا ہے کہ یہ بوسہ شہوت کے ساتھ تھا تو اس صورت میں نکاح ختم ہو جائے گا، کیونکہ شوہر نے اس بات کا اقرار کیا کہ میری بیوی نے شہوت

سے بوسہ لیا ہے لیکن شوہر پر پورا مہر واجب نہیں ہوگا، بلکہ نصف مہر واجب ہوگا کیونکہ باندی کے مالک نے اس کی بات کو رد کر دیا ہے، اس بارے میں لونڈی کا قول معتبر نہ ہوگا کہ میں نے شہوت کے ساتھ بوسہ لیا تھا لہذا پورا مہر ادا کرو۔

اور اگر کسی عورت نے لڑائی جھگڑے کے دوران اپنے دادا کے عضو مخصوص کو پکڑ لیا اور کہا کہ میں نے شہوت کے ساتھ نہیں پکڑا تو اس کی بات معتبر ہوگی۔

حرمت مصاہرت یا حرمت رضاعت کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے اس لئے جماع تو حرام ہوتا ہے شوہر کو چاہئے کہ اس کو طلاق دیدے یا قاضی اس کے درمیان جدائی کرے، چنانچہ جدائی سے پہلے شوہر نے جماع کر لیا تو اس پر حد لازم نہیں ہوگی، خواہ جماع شبہ میں مبتلا ہو کر کیا یا بغیر شبہ کے، اگر کسی شخص نے ایک عورت سے زنا کیا یا ایسا کوئی عمل کیا جس سے حرمت ثابت ہوتی ہے مثلاً چھونا وغیرہ اگر یہ تو بہ بھی کرے تو یہ شخص اس عورت کی لڑکی کا حرم ہی رہے گا، اس لئے کہ اس لڑکی سے نکاح کرنا اس کے حق میں حرام ہے یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ حرمت زنا سے بھی ثابت ہو جاتی ہے اور ان چیزوں سے بھی ثابت ہوتی ہے جن سے حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے، مثلاً چھونا وغیرہ۔

اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ اگر کوئی شخص نکاح کرے اور اس کا بیٹا اسی عورت کی بیٹی سے یا اس کی ماں سے نکاح کر لیتا ہے، اگر کسی شخص نے اپنے عضو مخصوص پر کپڑا وغیرہ لپیٹ کر اپنی بیوی سے جماع کیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ کپڑا کیسا تھا، اگر درمیان میں ایسا کپڑا تھا جو ستر تک حرارت پہنچنے سے مانع نہیں تھا تو یہ عورت خاوند اول کے لئے حلال ہو جائے گی، اور اگر کپڑا ایسا تھا کہ اس سے حرارت نہیں پہنچتی تھی تو یہ عورت خاوند اول کے لئے حلال نہیں ہوگی۔

### حرمت کا تیسرا سبب رضاعت ہے:

رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب اور سسرال کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

اگر کسی عورت نے کسی بچہ کو اس کی شیر خوارگی کی عمر میں دودھ پلایا تو ان دونوں میں ماں بیٹے کا تعلق پیدا ہو جائے گا اور دودھ پلانے والی عورت کا خاوند دودھ پینے والے بچے کا رضاعی والد بن جائے گا،



اس بنیاد پر رضاعی ماں باپ کے وہ تمام رشتے اس بچے پر حرام ہو جائیں گے، جو حقیقی ماں باپ کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔

**ثبوت رضاعت:** شیر خوارگی کی عمر میں مطلقاً رضاعت سے یہ حرمت ثابت ہو جاتی ہے خواہ دودھ کم پیا ہو یا زیادہ کم کی آخری حد یہ ہے کہ مطلقاً دودھ کا پیٹ میں پہنچنا یقین سے معلوم ہو جائے۔

**مدت شیر خوار گی:** امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدت شیر خوارگی تیس ماہ یعنی اڑھائی سال ہے اور صاحبین کے نزدیک دو برس ہے، اور اگر کسی بچہ نے شیر خوارگی کی عمر میں دودھ پینا بند کر دیا پھر اس زمانہ میں شیر خوارگی میں دودھ پیا تو یہ رضاعت کے حکم میں داخل ہوگا، کیونکہ دودھ شیر خوارگی کے زمانہ میں پیا گیا، رضاعت کا زمانہ گزرنے پر اگر دودھ پیا تو رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

**مدت رضاعت برائے اجرت:** اجرت پر دودھ پلانے والی عورت کو اجرت دینے کے سلسلہ میں مدت دو سال ہی مسلمہ ہے چنانچہ مطلقہ نے دو سال کے بعد والے زمانہ کی اجرت کا مطالبہ کیا تو اس کا مطالبہ قابل تسلیم نہ ہوگا، عرصہ دو سال کی اجرت پر تو باپ کو مجبور کیا جائے گا، مگر اس سے زائد کی اجرت نہ دی جائے گی۔

**حرمت رضاعت کا اثر ماں اور باپ دونوں میں ہے:** حرمت جہاں ماں کے رشتہ داروں میں ثابت ہوگی وہاں باپ کے رشتہ داروں میں بھی ثابت ہوگی کیونکہ دودھ اترنے کا سبب وہ خاوند ہے۔

دودھ پینے والے بچے کے لئے رضاعی ماں باپ اور ان کے اصول اوپر کے درجہ تک اور ان کے فروع نچلے درجہ تک خواہ ان کا تعلق نسب کی وجہ سے ہو یا رضاعت کی وجہ سے ہو ہر دو حرام ٹھہریں گے۔

رضاعی ماں کی وہ اولاد جو اس رضیع سے پہلے پیدا ہوئی اور جو بعد میں پیدا ہوئی سب حرمت میں برابر ہیں اور وہ اولاد خواہ اس کے رضاعی باپ سے ہو خواہ اس کی رضاعی ماں کے کسی دوسرے شوہر سے ہو یا اس کی رضاعی ماں نے کسی دوسرے شخص کے بچے کو دودھ پلایا ہو، یا اس کے رضاعی باپ کی کسی دوسری بیوی کے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہو تو یہ دودھ پینے والے کے لئے رضاعی بہن بھائی شمار

ہوں گے، اور ان کی اولاد اس کے بھتیجے اور بھانجے شمار ہوں گے۔

رضاعی باپ کا بھائی اس کا چچا کہلائے گا اور رضاعی باپ کی بہن اس کی پھوپھی کہلائے گی اور رضاعی ماں کا بھائی اس کا ماموں اور رضاعی ماں کی بہن اس کی خالہ ہوگی، رضاعی باپ کا باپ اس کا دادا اور اس کی بیوی اس کی دادی ہوگی رضاعی ماں کی ماں دودھ پینے والی کی نانی شمار ہوگی۔

**پہلی صورت:** نسبی رشتہ میں تو نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح جائز نہ تھا مگر رضاعت میں رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح درست ہے۔

**وجہ فرق:** کیونکہ نسبی بیٹے کی بہن اگر اس کے اپنے نطفے سے ہو تو وہ اس کی حقیقی بیٹی بنے گی، اور اگر اس کے نطفہ سے نہ ہو پھر یہ سوتیلی بیٹی بن جائیگی، اس لئے حرمت قائم رہی مگر رضاعت میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتی ہیں اس لئے رضاعی بیٹے کی بہن حرام نہیں ہے چنانچہ نسبی رشتہ میں بھی اگر ان دونوں باتوں میں سے ایک بھی بات ثابت نہ پائی جائے تو نکاح درست ہو گا مثلاً کسی لونڈی کے ہاں بچہ پیدا ہو اور وہ لونڈی دو آدمیوں میں مشترک ہے وہ دونوں شریک اس بچے کے متعلق دعویٰ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس بچے کا نسب ان دونوں سے ثابت ہو گیا ادھر ان کی اپنی بیویوں سے ایک ایک بیٹی ہے اب ان دونوں میں سے ہر ایک کے لئے درست ہے کہ دوسرے شریک کی بیٹی سے اپنا نکاح کر لے، کیونکہ اس صورت میں دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی ہے، باوجودیکہ ان میں سے جس نے بھی دوسرے کی بیٹی سے نکاح کیا ہے تو اس نے گویا اپنے نسبی بیٹے کی بہن سے نکاح کیا ہے۔

**دوسری صورت:** اپنے نسبی بھائی کی ماں سے نکاح کسی شخص کو جائز نہیں مگر دودھ کے رشتہ میں یہ جائز ہے۔

**وجہ فرق:** نسبی رشتہ میں وہ اخیاں بھائی بنیں گے جبکہ دونوں کی ماں ایک ہوگی یا پھر باپ شریک بھائی بنیں گے، تو بھائی کی ماں اس کے باپ کی منکوحہ ہوگی، مگر دودھ کے رشتہ میں ہر دو باتیں نایاب ہیں، اس لئے بھائی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے۔

**ایک صورت:** دودھ شریک بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے جس طرح کہ نسبی رشتہ میں درست ہے، مثلاً زید اور سولے بھائی ہیں عمر کی ایک اخیاں بہن ہے یعنی صرف ماں شریک تو

اس سے زید کا نکاح درست ہے۔

**ایک اور صورت:** دودھ شریک بھائی کی ماں محرمات سے نہیں ہے، اسی طرح رضاعی چچا، رضاعی مامول، رضاعی پھوپھی اور رضاعی خالہ کی ماں بھی محرمات سے نہیں ہے۔

**ایک صورت:** رضاعی پوتی کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے، جب کہ اسی طرح رضاعی بیٹی کی دادی اور نانی سے بھی نکاح درست ہے، رضاعی بیٹی کی پھوپھی اس کی بہن کی ماں اس کی بھانجی اور اس کی پھوپھی کی بیٹی سے بھی نکاح جائز ہے۔

**ایک صورت:** عورت کو اپنی رضاعی بہن کے باپ سے رضاعی بیٹی کے بھائی سے رضاعی پوتے کے باپ سے اور اپنے رضاعی بیٹے کے دادا اور مامول سے نکاح درست ہے، حالانکہ نسبی رشتہ میں یہ سب محرمات ہیں، ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔

**ایک اور صورت:** اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو جس کو دودھ اتر ا ہوا طلاق دیدی، مطلقہ نے عدت کے بعد ایک دوسرے شخص سے نکاح کر لیا دوسرے خاوند نے اس سے جماع کیا اور دوسرے خاوند سے بچہ پیدا ہوا تو اس عورت کے دودھ سے پہلے خاوند کا تعلق نہیں رہے گا، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

البتہ اگر دوسرے خاوند سے وہ عورت حاملہ نہ ہوئی تو پھر دودھ پہلے خاوند ہی سے سمجھا جائے گا، یا حاملہ تو ہوئی مگر بچہ پیدا نہ ہوا تب بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دودھ پہلے خاوند کا ہی شمار ہوگا، بچہ جننے کے بعد دوسرے خاوند کا شمار ہوگا۔

**ایک صورت:** ایک آدمی نے کسی عورت سے نکاح کیا لیکن اس سے کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی، اس عورت سے دودھ اتر آیا تو دودھ اس نے کسی دوسرے بچے کو پلایا تو وہ دودھ اسی عورت کا شمار ہوگا، خاوند کا اس سے تعلق نہ ہوگا۔ یعنی اس دودھ پینے والے بچہ اور اس شخص کی دوسری اولاد جو دوسری بیوی سے ہے ان کے درمیان حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

**ایک صورت:** ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا جس سے بچہ پیدا ہوا اس عورت نے کسی دوسری لڑکی کو دودھ پلایا تو زانی کو اور اس کے باپ دادا اور اس کی اولاد کا اس دودھ پینے والی لڑکی سے

نکاح جائز نہیں ہے، البتہ زانی کا چچا یا اس کا ماموں نکاح کر سکتا ہے یہ اسی طرح ہے جیسا کہ زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی لڑکی سے زانی کا چچا اور ماموں نکاح کر سکتا ہے۔

**ایک صورت:** اگر کسی نے ایک عورت سے شبہ میں جماع کیا جس سے حمل ٹھہر گیا، پھر اس عورت نے کسی بچے کو دودھ پلایا تو یہ بچہ جماع کرنے والے کا رضاعی بیٹا شمار ہوگا۔

**ایک قاعدہ:** جن صورتوں میں بچے کا نسب جماع کرنے والے سے ثابت ہوتا ہے انہی صورتوں میں رشتہ رضاعت بھی ثابت ہوتا ہے اور جن صورتوں میں بچے کا نسب جماع کر نیوالے سے ثابت نہیں ہوتا ان صورتوں میں رضاعت کا رشتہ صرف رضاعی ماں سے ثابت ہوگا۔

**ایک صورت:** ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا، اس عورت نے اپنے بچے کو دودھ پلایا بعد میں دودھ خشک ہو گیا کچھ عرصہ بعد دودھ پھر اتر آیا اس عورت نے پھر دودھ دوسرے لڑکے کو پلایا تو اس دوسرے لڑکے کو اس نکاح کی دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد سے نکاح جائز ہوگا۔

**ایک صورت:** کسی کنواری لڑکی کو دودھ اتر آیا وہ دودھ اس نے کسی بچی کو پلایا اب یہ لڑکی اس بچی کی رضاعی ماں ہے، رضاعت کے تمام احکام اس پر لاگو ہوں گے۔

اگر کسی شخص نے اس کنواری لڑکی سے نکاح کیا پھر جماع سے پہلے طلاق دے دی تو اب اس شخص کو دودھ پینے والی لڑکی سے نکاح ناجائز ہے، اور اگر جماع کے بعد طلاق دی تو پھر اس لڑکی سے نکاح جائز نہیں۔

**ایک اور صورت:** اگر کسی لڑکی کو نو برس سے کم عمر میں دودھ اتر آیا اس نے وہ دودھ ایک لڑکے کو پلایا تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ حرمت رضاعت کے لئے دودھ نو برس یا اس سے زائد میں اترنا شرط ہے۔

**ایک اور صورت:** کسی کنواری لڑکی کی چھاتی میں زرد رنگ کا پانی آگیا تو اس کے پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

**ایک اور صورت:** کسی عورت نے بچہ کے منہ میں اپنی چھاتی داخل کر دی لیکن بچہ کا دودھ

چوننا معلوم نہ ہوا تو فقط شک کی وجہ سے حرمت رضاعت کا حکم نہ لگائیں گے البتہ بطور احتیاط حرمت ثابت کی جائے گی۔

**ایک صورت:** عورت کی چھاتی سے زرد رنگ کی صورت میں بہنے والی پتلی مائع چیز بچے کے منہ میں پہنچ جائے تو اسے معتبر رنگ کا دودھ شمار کر کے حرمت ثابت کر دی جائے گی۔

### رضاعت کا حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں:

دار الاسلام اور دار الحرب دونوں میں رضاعت کا حکم برابر ہے، اگر کسی عورت نے حالت کفر میں دار الحرب میں دودھ پلایا ہوگا تو مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آنے پر رضاعت کے تمام احکام اس پر نافذ ہوں گے۔

### ثبوت رضاعت کی مختلف شکلیں:

(۱)..... جس طرح عورت کی چھاتی سے دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے اسی طرح بچے کے منہ میں دودھ ڈالنے یا ناک میں دودھ نچوڑ دینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی، البتہ کان میں پکانے سے یا عضو مخصوص کے سوراخ میں ڈالنے سے یا حقنہ کے طور پر استعمال کرنے یا دماغ یا پیٹ کے زخم میں ڈالنے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی، خواہ دودھ ان زخموں کے ذریعہ پیٹ میں پہنچ جائے، البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حقنہ سے رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

(۲)..... اگر غذا کی کسی چیز میں دودھ ڈال دیا گیا پھر اس کو آگ پر رکھ کر پکایا گیا جس کی وجہ سے دودھ کی حقیقت بدل گئی تو اس کو کھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، اگرچہ دودھ غالب ہو یا مغلوب، اگر دودھ سے ملی ہوئی چیز کو آگ پر نہیں پکایا گیا اس صورت میں بھی اسے کھانے سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ بشرطیکہ دودھ غالب نہ ہو، اگر دودھ غالب ہو تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حرمت ثابت نہیں ہوگی، کیونکہ بہنے والی چیز جب جمی ہوئی چیز میں خلط ملط ہوگئی تو بہنے والی چیز اس جمی ہوئی چیز کے تابع بن گئی اور مشروبات میں سے نہ رہی اس وجہ سے علماء نے فرمایا کہ جس چیز میں دودھ مل جائے اگر بہنے کے قابل ہے تو اس کے بہنے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(۳)..... اگر عورت کا دودھ کسی جانور کے دودھ میں مل گیا اور عورت کا دودھ غالب ہے تو اسے پینے سے حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(۴)..... اگر عورت نے اپنے دودھ میں روٹی بھگوئی، روٹی میں دودھ جذب ہو گیا یا دودھ میں ستوملایا پھر وہ ستویا روٹی کسی بچے کو کھلا دی اگر دودھ کا ذائقہ موجود ہو تو حرمت ثابت ہو جائے گی، ذائقہ کی شرط اس صورت میں ہے، جب کہ بچے کو ایک ایک لقمہ کر کے کھلایا جائے اگر گھونٹ گھونٹ کر کے پلانے کے قابل تھا تو پھر ذائقہ کی شرط کے بغیر حرمت ثابت ہو جائے گی۔

(۵)..... عورت کا دودھ پانی یا دوا یا جانور کے دودھ میں مل گیا تو اس میں غالب کا اعتبار ہوگا، اگر عورت کا دودھ غالب ہوگا تو حرمت ثابت ہوگی اور اگر پانی کا غلبہ ہوگا تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔

(۶)..... اگر کسی عورت کا دودھ کسی پتلی چیز میں مل گیا یا جہی ہوئی چیز میں مل گیا تو بھی غالب کا اعتبار ہوگا۔

**غالب کا مطلب:** اس کا رنگ، بو، ذائقہ تینوں چیزیں یا ان میں سے ایک ظاہر یا باہر معلوم ہو، اگر دونوں چیزیں برابر مل جائیں تب بھی دودھ کو غالب قرار دیکر حرمت ثابت کر دی جائے گی۔

(۷)..... اگر دو عورتوں کا دودھ باہم مل گیا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس عورت سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی، جس کا دودھ غالب ہوگا، مگر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول جو زیادہ صحیح ہے وہ اسی طرح ہے۔

(۸)..... دونوں عورتوں کا دودھ برابر ہونے کی صورت میں تینوں امہ کے نزدیک رضاعت دونوں عورتوں سے ثابت ہو جائے گی۔

(۹)..... اگر کسی عورت نے اپنے دودھ کا دھی یا لسی یا پیر وغیرہ بنا کر کسی بچے کو کھلا دیا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوگی کیونکہ اس پر پلانے کا اطلاق نہیں ہوتا۔

(۱۰)..... گاؤں کسی عورت نے ایک بچی کو دودھ پلایا مگر بعد میں کسی کو بھی نہ یاد رہا نہ معلوم رہا کہ وہ مرضعہ کون تھی پھر اس بستی کے کسی شخص نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح درست ہو جائے گا۔

**عورتوں کا فرض:** عورتوں کو بلا ضرورت کسی بچے کو اپنا دودھ نہ پلانا چاہئے اگر پلائیں تو اس کو

یاد رکھیں بلکہ لکھ لیا کریں، تاکہ حرمت رضاعت کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہونے پائے۔

(۱۱)..... پہلے بعد کافرق نہیں: دودھ خواہ پہلے پلایا جائے یا بعد میں حرمت رضاعت بہر صورت ثابت ہو جاتی ہے، پہلے بعد سے فرق نہیں پڑتا۔

### (۱) رضاعتی رشتہ کے اعتراف کی چند صورتیں:

(۱)..... اگر کسی شخص نے شیر خوار بچی سے نکاح کر لیا پھر بعد میں اس شخص کی نسبی یا رضاعتی ماں بہن یا لڑکی نے آکر اس بچی کو اپنا دودھ پلایا تو یہ بچی اس شخص پر حرام ہو جائے گی اور اس پر نصف مہر بھی لازم ہوگا، مگر نصف مہر کی یہ رقم وہ مرضعہ سے وصول کریگا (کیونکہ وہ نکاح توڑنے کا باعث بنی) لیکن مرضعہ سے وصول اس صورت میں کریگا جب بطور شرارت پلادیا اور اگر شرارت کے طور پر نہیں پلایا بلکہ ہمدردی اور شدید ضرورت و حاجت کی وجہ سے پلایا تو پھر یہ خاوند اس سے رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

(۲)..... ایک شخص نے دو شیر خوار بچیوں سے نکاح کیا، کسی اجنبی عورت نے آکر دونوں کو بیک وقت یا یکے بعد دیگرے دودھ پلادیا تو دونوں شوہر پر حرام ہو گئیں، پھر وہ اس کے بعد ان دونوں میں سے کسی ایک سے نکاح کر سکتا ہے۔

(۳)..... اگر شیر خوار تین بچیاں ہوں ان سے کوئی نکاح کرے اور اس عورت نے ان تینوں کو ایک ساتھ دودھ پلایا ہو تو وہ تینوں حرام ہو جائیں گی، اس کے بعد وہ تینوں میں سے جس کو پسند کرے ایک سے نکاح کر سکتا ہے اور اگر تینوں کو یکے بعد دیگرے پلایا تو پہلی دو حرام ہوں گی، اور تیسری اس کی بیوی باقی رہے گی۔

(۴)..... اگر پہلے دو بچیوں کو ایک ساتھ پلایا اور اس کے بعد تیسری کو پلایا تو بھی یہی حکم ہوگا۔

(۵)..... اگر پہلے ایک لڑکی کو پلایا اور بعد میں دو کو بیک وقت پلایا تو تینوں حرام ہو جائیں گی اور ان میں سے ہر ایک کا آدھا مہر اس پر لازم ہو جائے گا، یہ مہر دودھ پلانے والی سے اس شرط پر وصول کیا جائے گا کہ اگر اس نے شرارت سے دودھ پلایا اور نہ نہیں، خود ادا کرے۔

(۶)..... اگر چار بچیوں سے نکاح کیا اور اس عورت نے ان چاروں کو ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے یا

ایک ایک کر کے دودھ پلایا تو چاروں حرام ہو جائیں گی، اگر پہلے ایک کو اور پھر تین کو ایک ساتھ پلایا تو بھی حکم حرمت کا ہوگا، اور اس کا عکس کیا کہ تین کو ایک ساتھ اور چوتھی کو الگ پلایا تو چوتھی حرام نہ ہوگی، پہلی تین رضاعت سے حرام ہو جائیں گی۔

(۷)..... اگر کسی شخص نے ایک بڑی عورت اور ایک شیر خوار بچی سے نکاح کیا، پھر بڑی عورت نے بچی کو دودھ پلادیا تھا شوہر پر دونوں حرام ہو جائیں گی، اگر بڑی سے جماع نہیں کیا تھا تو اس کو کچھ مہر نہ ملے گا اور چھوٹی کو نصف مہر ملے گا، جس کو وہ بڑی سے وصول کرے گا، جبکہ اس نے یہ شرارت کی غرض سے کیا ہو، اگر شرارت کی بنیاد پر نہیں پلایا تو پھر اس سے کچھ وصول نہ کیا جائے گا، خواہ بڑی یہ جانتی ہو کہ یہ میرے شوہر کی بیوی ہے۔

**ثبوت رضاعت:** دو باتوں میں ایک بات سامنے آنے پر رضاعت کا ثبوت ہو جاتا ہے۔

(۱)..... اقرار یعنی عورت کہے کہ میں نے فلاں بچے یا فلاں بچی کو دودھ پلایا ہے۔

(۲)..... گواہی، یعنی کوئی گواہ کہہ دے کہ فلاں عورت نے فلاں بچے کو دودھ پلایا، گواہی میں دو عادل مرد یاد و عورتیں اور ایک عادل مرد ہوں۔

**حق تفریق:** حرمت رضاعت اگر گواہی سے ثابت ہو یعنی جب دو مردوں یا ایک مسرد اور دو عورتوں سے ثابت ہو جائے تو قاضی ان میں تفریق کر دے گا، عورت کو جماع نہ ہونے کی صورت میں کچھ نہیں ملے گا اور اگر جماع ہو چکا تو مہر مثل اور مہر متعین میں سے کم مقدار والا مہر خاوند پر واجب ہوگا، نفقہ و سکنتی کا خرچہ لازم نہ ہوگا۔

(۱)..... اگر شہادت عادلہ نے نکاح کے بعد شادی شدہ عورت کے سامنے گواہی دی کہ تمہارے درمیان رشتہ رضاعت ہے تو ان کو شہادت عادلہ کی صورت میں عورت کے لئے شوہر کے ساتھ رہنا درست نہیں ہے، جیسا کہ قاضی کے سامنے شہادت عادلہ کا یہی حکم تھا، ان کے مابین تفریق کرادی جائے گی۔

(۲)..... اگر رضاعت کی خبر دینے والا ایک آدمی ہے مگر اس عورت کے دل میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ یہ آدمی سچا ہے، تو شوہر سے اعراض بہتر ہے واجب نہیں۔



(۳)..... ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، دوسری عورت نے آکر ان دونوں کو کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے تو اس کی چار صورتیں ہوں گی۔

### پہلی صورت:

دونوں میاں بیوی اگر اس عورت کا اعتبار کر لیں تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور عورت کو کچھ مہر نہ ملے گا، بشرطیکہ جماع نہ ہوا ہو۔

### دوسری صورت:

دونوں نے اعتبار نہیں کیا تو نکاح باقی رہے گا، اگر وہ عورت عادل ہے تو احتیاط جدائی میں ہے اور خاوند نصف مہر دے مگر عورت کچھ نہ لے، جب کہ یہ جدائی جماع سے پہلے ہوا اگر جماع ہو چکا تو مسرد کو پورا مہر دینا چاہئے اور ایام عدت کا نفقہ و سکنی بھی دے اور عورت کو مہر مثل پر اکتفاء کرنا چاہئے اور نفقہ و سکنی بھی چھوڑ دے، اگر خاوند نے عورت کو طلاق دیکر نہیں چھوڑا تو بیوی کو اس کے وہاں رہنا جائز ہے، اگر شہادت تو پوری ہے مگر غیر عادلہ ہے اور رضاعت کی گواہی دیں تب بھی یہی حکم ہے یعنی تفریق بہتر ہے۔

### تیسری صورت:

خاوند نے اس عورت پر اعتبار کیا مگر بیوی نے اعتبار نہ کیا تب بھی نکاح فاسد ہو جائے گا اور مہر واجب ہوگا۔

### چھوٹی صورت:

اگر بیوی نے اعتبار کر لیا مگر خاوند نے نہ کیا تو نکاح برقرار رہے گا، مگر عورت خاوند سے قسم لے کہ وہ حقیقت میں اس عورت کی بات کا اعتبار نہیں کرتا، اگر وہ نکاح کرے تو پھر دونوں میں تفریق کر دی جائے گی۔

(۴)..... ایک مرد نے کسی عورت سے نکاح کیا پھر کہنے لگا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا اسی قسم کے کسی رضاعی رشتے کا دعویٰ کیا پھر کہنے لگا مجھے وہم ہے میں نے غلط کہا تو استحسانا ان کے مابین تفریق نہ کی جائے، بشرطیکہ وہ اپنی بعد والی بات پر قائم ہو اور اگر وہ پہلی بات پر قائم ہو اور یہ کہے کہ میں نے درست کہا ہے تو دونوں میں تفریق کر دی جائے گی، اب اگر وہ پہلی بات کا انکار کر لے یہ

پس مرگ وادیا ہے، اب اس کا کوئی فائدہ نہیں اگر عورت نے خاوند کی اسی بات کی تصدیق کر دی تو اسے کچھ مہر نہ ملے گا بشرطیکہ جماع نہ ہوا ہو، اور اگر عورت اپنے خاوند کی اس بات کو غلط قرار دیتی ہے تو مرد پر نصف مہر لازم ہوگا بشرطیکہ جماع نہ ہوا ہو، اگر جماع ہوا تو پھر اس صورت میں خاوند پر پورا مہر لازم ہوگا۔

(۵)..... اگر مرد نے کسی عورت کے متعلق نکاح سے پہلے یہ کہا کہ یہ میری رضاعی بہن ہے یا رضاعی ماں ہے پھر بعد میں کہنے لگا مجھے تو وہم ہو گیا تھا اور مجھ سے غلطی ہوئی تو اس شخص کا اس عورت سے نکاح درست ہے اور اگر وہ سابقہ بات پر قائم ہو کہ اس نے صحیح کہا تھا تو نکاح جائز نہ ہوگا، اور اگر اس کے باوجود کر لے تو دونوں میں جدائی کرادی جائے گی اور اگر وہ اپنے بیان سابق سے مکر جائے اور دو گواہ اس کے بیان پر موجود ہوں تو ان کے مابین نکاح کی صورت میں تفسیق کرادی جائے گی۔

(۶)..... اگر کسی عورت نے کسی مرد کے متعلق اقرار کیا کہ وہ میرا رضاعی بھائی یا رضاعی بھتیجا ہے مگر مسرد نے انکار کر دیا اور پھر عورت نے بھی اپنے قول کی تردید کر دی اور کہنے لگی کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو اس عورت سے نکاح جائز ہو جائے گا اور اگر عورت کی تردید و اعتراف سے پہلے مسرد نے اس سے نکاح کر لیا تو وہ درست ہوگا۔

### نسبی رشتے کا اعتراف:

(۱)..... اگر کسی مرد نے اپنی منکوحہ کے ساتھ اپنے نسبی رشتہ کا اعتراف کیا کہ یہ میری حقیقی ماں بہن یا بیٹی ہے اور یہ عورت مجھول النسب ہے اور مرد بھی اس انداز کا ہے کہ یہ عورت اس کی ماں یا بیٹی وغیرہ ہو سکتی ہے تو اس مرد سے اس بیان کی تصدیق کرائی جائے گی اور اگر وہ کہے کہ مجھے تو وہم ہو گیا تھا اور میں نے غلطی کی ہے، تو استحساناً ان کا نکاح برقرار رہے گا اور اگر دوبارہ دریافت کرنے پر اس نے اپنے سابقہ بیان کی تصدیق پر اصرار کیا تو ان میں تفسیق کرادی جائے گی۔

اور اگر مرد اس صلاحیت کا مالک نہیں یعنی عمر میں تفاوت ظاہر کرتا ہے کہ اس عمر کی عورت اس

کی ماں یا حقیقی بیٹی نہیں ہو سکتی تو نسب ثابت نہ ہو گا اور ان دونوں میں تفریق نہ ہو گی۔

(۲)..... اگر مرد نے اپنی بیوی کے متعلق کہا کہ یہ میری حقیقی لڑکی ہے پھر بعد میں اپنے اس بیان کی تردید نہیں کی بلکہ اس پر مصر رہا حالانکہ لوگوں کو اس لڑکی کا نسب معلوم ہے کہ لڑکی اس کی نہیں ہے بلکہ فلاں کی ہے تو دونوں میں جدائی نہ کرائی جائے گی۔

(۳)..... اگر خاوند نے کہا کہ یہ میری حقیقی ماں ہے، حالانکہ لوگوں کو اس عورت کا نام و نسب معلوم ہے تو اس صورت میں بھی تفریق نہ کرائی جائے گی۔ (بلکہ اس بات کو جو اس قرار دیا جائے گا)

**چوتھا سبب:** ان دو عورتوں کا جمع کرنا جو جمع ہو کر باہمی محرمات بن جاتی ہیں۔  
ان دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں، نمبر: ۱۱ اجنبی عورتوں کو جمع کرنا، نمبر: ۲ ذوات الارحام کو جمع کرنا۔

#### (۱).... اجنبی عورتوں کو جمع کرنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ شرع نے آزاد مرد کو بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے اور غلام کو بیک وقت دو عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے، پس اس قاعدہ سے کسی آزاد کو چار سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا اور غلام کو دو سے زائد عورتوں کو بیک وقت نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔ البتہ آزاد کو کثیر تعداد میں باندی رکھنے کی اجازت ہے مگر غلام کو بلا نکاح باندی رکھنے کی بھی اجازت نہیں ہے خواہ اس کا آقا اجازت بھی دے۔

آزاد بیک وقت چار آزاد یا دو آزاد اور دو منکوحہ باندیاں رکھ سکتا ہے۔

(۱)..... اگر کسی شخص نے پانچ عورتوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا تو پہلی چار کا نکاح درست ہوا اور پانچویں کا باطل ہے۔

(۲)..... اگر پانچویں کو ایک ہی عقد میں قبول کیا تو پانچویں کا نکاح باطل ہے۔

(۳)..... اگر کسی غلام نے تین عورتوں سے نکاح کیا تو یہی تفصیل ملحوظ رہے گی، یکے بعد دیگرے نکاح کرے تو آخری سے نکاح نہ ہوا اور تینوں نے بیک وقت نکاح کیا تو تینوں کا نکاح باطل ہو گیا۔

(۴)..... اگر کسی حربی کافر نے پانچ عورتوں سے نکاح کیا پھر وہ اپنی بیویوں سمیت مسلمان ہوا تو اگر یہ

نکاح یکے بعد دیگرے ہوئے تو پہلی چار جائز رہیں گی پانچویں سے جدائی کرادی جائے گی اور اگر پانچوں سے بیک وقت ہو تو پانچوں کا نکاح باطل ہو پانچوں سے جدائی کرادی جائے گی۔  
(۵)..... اگر کسی نے ایک عورت سے پہلے نکاح کیا پھر چار عورتوں سے ایک ساتھ نکاح کیا تو پھر صرف پہلی سے نکاح درست ہوگا بعد والی چاروں سے نکاح درست نہ ہوگا۔

(۶)..... اگر کسی عورت نے ایک عقد میں دو مردوں سے نکاح کیا اور ان میں سے ایک شخص کے نکاح میں پہلے چار عورتیں موجود تھیں تو اس کا نکاح اس دوسرے شخص کے ساتھ درست ہوگا یعنی جس کے ہاں پہلے سے یہ چار نہ تھیں۔

(۷)..... اگر دونوں کے پاس پہلے چار چار موجود ہیں تو کسی سے بھی نکاح درست نہ ہوگا اور اگر کسی ایک کے بھی نکاح میں چار عورتیں نہ تھیں تو یہ نکاح بھی کسی سے درست نہ ہوگا۔

### (۲) ... ذوات الارحام کا جمع کرنا:

اس کا مطلب یہ ہے کہ دو ایسی عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا جن میں آپس میں ذی رحم والا رشتہ ہو مثلاً دونوں بہنوں سے بیک وقت نکاح حرام ہے، اسی طرح باندیاں بنا کر دونوں سے جمع حرام ہے، خواہ حقیقی یا انخیانی، علاتی یا رضاعی بہنیں ہوں۔

### ایک اہم اصول:

ایسی دو عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا درست نہیں کہ جن کے مابین ایسا رشتہ ہو کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد فرض کریں اور دوسری کو عورت تو ان کا نکاح آپس میں نہ ہو سکتا ہو، خواہ یہ رشتہ نسبی ہو یا رضاعی۔

(۱)..... تو جس طرح دو حقیقی یا رضاعی بہنوں کو جمع کرنا حرام ہے اسی طرح لڑکی اور اس کی نسبی پھوپھی یا رضاعی پھوپھی کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

(۲)..... کسی لڑکی اور اس کی حقیقی یا رضاعی خالہ یا اسی قسم کی کسی اور رشتہ دار کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں ہے۔

(۳)..... البتہ کسی عورت اور اس کے پہلے خاوند کی لڑکی جو اس عورت کے بطن سے نہ ہو، ان دونوں کو

بیک وقت ایک نکاح میں رکھا جاسکتا ہے، کیونکہ ان میں سے عورت کو مرد اور لڑکی کو عورت شمار کریں تو نکاح میں کوئی رکاوٹ نہیں البتہ اس کا عکس جائز نہیں کہ اگر اس لڑکی کو مرد فرض کریں تو اس عورت یعنی باپ کی منکوحہ سے نکاح جائز نہیں ہوگا۔

(۴)..... اسی طرح کسی عورت اور اسکی باندی کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھنا جائز ہے، بشرطیکہ اس باندی سے پہلے نکاح کیا ہو۔

(۵)..... اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے ایک عقد میں نکاح کیا تو نکاح باطل ہوگا، دونوں کو شوہر سے جدا کر دیا جائے گا۔ اگر جدائی قبل الدخول ہے تو دونوں کو بطور مہر کچھ نہ ملے گا۔

اور اگر دخول کے بعد جدائی ہو تو مہر مشل اور مقررہ مہر میں سے کمتر دیا جائے گا اور یہ مہر ہر ایک کو دیا جائے گا۔

(۶)..... اگر کسی نے دو بہنوں سے مختلف اوقات میں عقد کیا ہو یعنی یکے بعد دیگرے کیا تو پہلا نکاح درست دوسرا باطل ہوگا اور شوہر کو اس سے جدائی اختیار کرنا لازم ہے۔

اگر وہ خود جدائی اختیار نہیں کرتا اور قاضی کو اس کا علم ہو جائے تو قاضی ان میں جدائی کر دے، اگر یہ جدائی جماع سے پہلے واقع ہوگی تو احکام علیحدگی مہر وعدت وغیرہ سے کوئی نافذ نہ ہوگی اور اگر دخول کے بعد جدائی واقع ہوگی تو مہر مشل اور مہر متعین سے جس کی مقدار کم ہو وہ مہر دیا جائے گا اور اس پر عدت لازم ہوگی اور اس شخص کو اپنی بیوی سے اس وقت تک علیحدہ رہنا ہوگا جب تک کہ اس کی بہن کی عدت پوری نہیں ہوتی۔

(۷)..... اگر کسی شخص نے دونوں بہنوں سے علیحدہ عقد میں نکاح کیا مگر یہ بات یاد نہیں کہ کس بہن سے

پہلے اور کس سے بعد میں نکاح کیا تھا تو اس صورت میں شوہر کو کہا جائے گا کہ وہ اس کی وضاحت کرے اور اگر وہ ایک کے متعلق پہلے ہونے کی نشاندہی کر دے تو اس کے مطابق عمل کیا جائے گا اور پہلی کا نکاح برقرار رہے گا اور دوسری کا باطل قرار پائے گا اور اگر شوہر بیان سے عاجز رہے تو پھر قاضی ان میں تفریق کر دے، علیحدہ گی کے بعد دونوں کو نصف مہر ملے گا جب کہ دونوں کا مہر برابر اور متعین ہوا ہو اگر علیحدگی جماع سے پہلے عمل میں آئی ہو۔

اور اگر دونوں کا مہر برابر نہ تھا تو ان میں سے ہر ایک کو دوسرے کے مہر کا چوتھائی حصہ ملے گا اور اگر بوقت عقد مہر متعین نہ ہو تو آدھے مہر کے بجائے ایک ایک جوڑا کپڑا دونوں کو دیا جائے گا۔  
(۸)..... اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد ہو تو ہر ایک کو اس کا پورا مہر ملے گا۔

### علامہ ہندوانی کا قول:

علامہ فرماتے ہیں کہ مسئلہ مذکور بالا میں یہ حکم اس وقت ہوگا جب کہ ان دونوں میں سے ہر ایک عورت کا دعویٰ یہ ہو کہ اس سے نکاح پہلے ہوا مگر گواہ کسی کے پاس نہ ہوں تو دونوں کو نصف مہر ملے گا اور اگر دونوں اس بات کا اقرار کریں کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس کا نکاح پہلے ہوا تو ان کے متعلق فیصلے کو اس وقت تک معلق رکھا جائے جب تک دونوں اتفاق کر کے صلح نہ کریں اور قاضی کے پاس یہ نہ کہیں کہ ہم دونوں کا مہر ہمارے خاوند پر واجب ہے اور ہمارے اس دعویٰ پر کوئی دعویدار شریک نہیں کسی تیسری بیوی کا حق نہیں ہے، لہذا ہم دونوں اس پر اتفاق صلح رکھتی ہیں کہ نصف مہر لے لیں اس کے بعد قاضی فیصلہ دے گا۔  
(۹)..... اگر ان دونوں عورتوں میں سے ہر ایک اپنا نکاح پہلے ہونے پر گواہ پیش کر دے تو مرد پر نصف مہر ہوگا جو دونوں میں تقسیم ہوگا، اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

**تنبیہ:** دو بہنوں کے سلسلہ میں جو احکام بیان کئے گئے ہیں وہ ان تمام عورتوں پر جاری ہوں گے جن کا بیک وقت نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔

(۱۰)..... وہ شخص کہ جس نے دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا پھر وہ باطل ہو کر ان میں جدائی کر دی گئی اگر بعد میں ان میں دونوں میں سے کسی ایک سے نکاح کو پسند کرے تو کر سکتا ہے مگر اس کی شرط یہ ہے کہ جماع سے پہلے علیحدگی پیش آئی ہو اور اگر یہ علیحدگی جماع کے بعد پیش آئی ہو تو اس صورت میں دونوں کی عدت گزر جانے پر نکاح کر سکتا ہے اگر ایک عدت میں ہو اور دوسری کی عدت پوری ہو گئی تو خاوند کو اس عورت سے نکاح کرنا درست ہے جو عدت میں ہے، دوسری سے جائز نہیں اگر وہ دوسری سے نکاح کا خواہاں ہے تو جب تک عدت والی کی عدت پوری نہ ہو دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(۱۱)..... اگر اس نے ان میں سے ایک سے صحبت کی ہے تو خاوند کو اس سے نکاح کرنا جائز ہے دوسری

جو بلا صحبت ہے اس سے نکاح جائز نہیں، دوسری سے نکاح کرنا اس صورت میں درست ہے جب کہ معتدہ کی عدت پوری ہو جائے۔

(۱۲)..... اگر اس کی عدت بھی پوری ہو گئی تو خاوند جس سے چاہے نکاح کر سکتا ہے۔

(۱۳)..... دو بہنوں کو جو لونڈیاں ہوں تمتع کے لئے جمع کرنا اسی طرح ناجائز ہے جیسا کہ آزاد دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنا، پس جو شخص دو بہنوں کا مالک بن گیا تو اسے ایک سے فائدہ اٹھانا درست ہے، جبکہ ان میں سے ایک سے فائدہ اٹھایا تو دوسری سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوگا، جب تک کہ پہلی کو اپنے اوپر حرام نہ کر لے۔ (کسی سے نکاح کر دے وغیرہ)

(۱۴)..... اگر کسی نے ایک لونڈی خریدی اور اس سے صحبت کر لی پھر اس نے اس کی بہن خریدی، اسے پہلی لونڈی سے صحبت تو جائز ہے دوسری سے صحبت جائز نہیں جب تک کہ پہلی کو اپنے اوپر حرام نہ کر دے۔

### لونڈی کو حرام کرنے کی چند صورتیں:

کسی سے اس لونڈی کا نکاح کر دیا، آزاد کر کے ملک سے فارغ کر دیا، ملک سے نکال دیا، ہبہ کر کے فروخت کر کے اللہ کی راہ میں دے دیا، یا مکاتب بنا دے۔

**آزادی کا حکم:** بعض حصہ آزاد کرنا کل آزاد کرنے کی طرح ہے، بعض کا ملک کرنا کل ملک کر دینے کی طرح ہے۔

(۱۵)..... اگر کوئی اپنی لونڈی کے متعلق کہے کہ وہ مجھ پر حرام ہے، تو یہ کافی نہیں جیسا کہ دوسری کا حیض، نفاس، احرام، صیام میں ہونا ثبوت حرمت کے لئے کافی نہیں بلکہ یہ تو وقتی عوارض ہیں، حرمت سے مستقل حرمت مراد ہے۔

(۱۶)..... اگر کسی کی ملکیت میں دو لونڈیاں بہنیں ہوں اور دونوں سے صحبت کر چکا ہو، اب اس کو صحبت کی حرمت معلوم ہوئی تو آئندہ ان میں سے کسی سے اس وقت تک صحبت جائز نہیں جب تک وہ دوسری کو اپنے اوپر حرام نہ کر لے، جیسا اوپر مذکور ہوا۔

(۱۷)..... اگر اس نے دونوں میں سے ایک کا نکاح کر دیا یا ہبہ کیا مگر وہ عیب کی وجہ سے اس کی

طرف لوٹادی گئی یا اس نے اپنے ہبہ سے رجوع کر لیا یا جس لوٹڈی کا نکاح کیا تھا اس کے غاوند نے اسے طلاق دے دی اور اس کی عدت پوری ہو چکی تو تب بھی ان میں سے جو لوٹڈی اس کے پاس ہے اس سے صحبت کی اجازت نہیں کہ جب تک اس دوسری کو دوبارہ حرام نہ کر لے۔

(۱۸)..... اگر کسی شخص نے ایک لوٹڈی سے نکاح کیا ابھی تک صحبت نہ کرنے پایا تھا کہ اس کی بہن خرید لیا تو اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں کیونکہ نفس نکاح سے پہلی کا بیوی ہونا ثابت ہو چکا ہے، اب اگر خرید کر وہ لوٹڈی سے صحبت کر لی تو اس نے دو فراش کو جمع کر لیا جو کہ حرام ہے۔

(۱۹)..... اگر کسی شخص نے اپنی لوٹڈی کی بہن سے نکاح کر لیا اپنی لوٹڈی سے پہلے صحبت کر چکا تھا لوٹڈی کی بہن سے نکاح تو صحیح ہو گیا البتہ اپنی لوٹڈی سے صحبت حرام ہے اور اس منکوحہ سے بھی صحبت حرام ہے، اب یا تو لوٹڈی کو اسباب مذکورہ میں سے کسی سبب کے ذریعہ حرام کر لے تب منکوحہ سے صحبت درست ہوگی اور اگر لوٹڈی سے صحبت نہ کی وہ تو اس منکوحہ سے صحبت کر سکتا ہے، البتہ لوٹڈی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا بلکہ اسے اپنے اوپر حرام کرنا پڑے گا۔

(۲۰)..... اگر کسی نے اپنی لوٹڈی کی بہن سے نکاح فاسد کیا تو وہ لوٹڈی جس سے صحبت کرتا تھا اس وقت تک حرام نہ ہوگی جب تک کہ منکوحہ سے صحبت نہ کریگا، اگر منکوحہ سے صحبت کر لی تو وہ لوٹڈی جس سے صحبت کرتا تھا حرام ہوگی۔

(۲۱)..... اگر ایک مرد کو دو بہنوں نے کہا کہ ہم نے اتنے مہر کے بدلے تجھ سے نکاح کیا اور دونوں نے ایک ساتھ یہ کلام کہا، مرد نے ان میں سے ایک کے نکاح کو قبول کیا تو وہ نکاح درست ہو جائے گا۔

(۲۲)..... اگر مرد نے اس طرح دو بہنوں کو کہا کہ میں نے تم دونوں میں سے ایک سے نکاح کیا جب کہ مہر ایک ہزار درہم ہوگا۔ ان میں سے ایک نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی مگر دوسری نے انکار کر دیا تو دونوں کے ساتھ نکاح باطل ہے۔

(۲۳)..... امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد:

اگر کسی شخص نے کسی عورت کے ساتھ نکاح کا وکیل بنایا پھر ایک اور شخص کو کسی عورت سے نکاح کا وکیل بنایا ان وکلاء نے ایک ایک عورت سے اس کا نکاح کر دیا مگر وہ دونوں عورتیں بہنیں نکلیں، اب اگر



دو وکلاء کا کلام بیک وقت صادر ہوا تو نکاح باطل ہوگا اور اسی طرح حکم ہے جب کہ یہ نکاح ایک کی رضا مندی سے ہوئے یا دونوں نکاح دونوں کی رضا مندی سے ہوئے۔

(۲۴)..... اگر کسی شخص نے دو بہنوں سے اس حالت میں نکاح کیا کہ دونوں میں سے ایک عدت میں تھی یا کسی کے نکاح میں تھی تو جو غالی تھی اس کا نکاح درست ہو گیا لیکن دوسری کا نکاح درست نہیں۔

(۲۵)..... اگر کسی نے بیوی کو طلاق رجعی یا بائن یا مغلطہ دی اور وہ عدت میں ہے یا نکاح فاسد کی عدت یا وطی بالشہرہ کی عدت میں ہے تو اس کی بہن سے دوران عدت نکاح نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عورت کے کسی ایسے محرم سے نکاح جائز نہیں کہ جن دو کو جمع نہ کیا جاسکتا ہو، مثلاً پھوپھی بھتیجی اور اسی طرح زمانہ عدت میں اس عورت کے علاوہ چار عورتوں سے نکاح درست نہیں۔

(۲۶)..... اگر کسی شخص نے اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا تو اس کی عدت مکمل ہونے تک اس کی بہن سے نکاح حلال نہیں۔

(۲۷)..... اگر کسی خاوند نے کہا کہ میری مطلقہ بیوی نے مجھے بتلایا کہ اس کی عدت کا وقت پورا ہو چکا ہے پس اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہوں تو اس صورت میں دیکھنا ہوگا کہ زمانہ طلاق کس قدر ہے اگر وہ زمانہ اس قدر ہے کہ عدت کا زمانہ گزرنے کا امکان نہیں تو خاوند کی بات کو رد کر دیا جائیگا، اسی طرح اس کی مطلقہ عورت کا یہ قول بھی ناقابل اعتبار شمار ہوگا کہ میری عدت گزر چکی ہے۔

(۲۸)..... اگر معتدہ نے ایسی صورت بیان کی جس میں عدت کے مکمل ہونے کا احتمال ہو مثلاً یہ کہتی ہے کہ طلاق کے دوسرے دن میرا وہ حمل جس کے اعضاء پورے چکے تھے وہ ماقلا ہو گیا تو اس صورت میں اس کا قول معتبر شمار ہوگا اور اگر طلاق کو اتنا عرصہ ہو چکا ہو کہ جس میں عدت کا مکمل ہو جانے کا احتمال ہو اس صورت میں عورت اپنے شوہر کے بیان کی تصدیق کر دے یا خاموش رہے یا اس مجلس سے غائب رہے تو خاوند کے قول کا اعتبار کرنا درست ہے، اس کو بیک وقت چار عورتوں سے نکاح کرنا یا اس کی بہن سے نکاح درست ہے، بلکہ ہمارے علماء کے یہاں تو اگر عورت اس کی بات رد بھی کر دے تب بھی اور سے نکاح درست ہے۔

(۲۹)..... اگر کوئی عورت مرتدہ ہو کر دار الحرب میں چلی گئی تو خاوند کو اس کی بہن سے نکاح جائز ہے خواہ عدت

مکمل نہ ہوئی ہو جیسا کہ اس کے مرجع نے کی صورت میں اس کی بہن سے نکاح درست ہے۔  
(۳۰)..... اگر وہ مرتدہ مسلمان ہو کر دار الحرب سے اس حالت میں لوٹی کہ اس کا خاوند اس کی بہن سے نکاح کر چکا تھا تو لوٹنے سے اس کی بہن کا نکاح فاسد نہ ہوگا اگر بہن کے نکاح سے پہلے لوٹ آئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس صورت میں بھی وہ اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے مگر صاحبین کے نزدیک اس صورت میں وہ نکاح نہیں کر سکتا ہے۔

(۳۱)..... ایسی دو عورتوں کو ایک وقت نکاح لانا جائز نہیں جن کے مابین دونوں طرف سے پھوپھی یا خالہ کا رشتہ ہو کہ ہر ایک دوسرے کی پھوپھی وغیرہ لگتی ہوں، مثلاً نمبر: ۱/ ایک شخص نے دوسرے کی ماں سے نکاح کیا اور اس دوسرے نے اس کی ماں سے نکاح کیا ان دونوں کے ہاں لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ان میں ہر ایک لڑکی دوسرے کی پھوپھی بنتی ہے۔ نمبر: ۲/ ایک شخص نے دوسرے کی لڑکی سے نکاح کیا اور اس نے اس کی لڑکی سے نکاح کیا، اب دونوں کے بطن سے لڑکیاں پیدا ہوئیں تو ہر لڑکی دوسری لڑکی کی خالہ ہوئی اب ان دونوں کو ایک نکاح میں رکھنا درست نہیں ہے۔

(۳۲)..... اگر کسی شخص نے ایسی دو عورتوں سے نکاح کیا جن میں سے ایک اس کے لئے حرام تھی خواہ اس کا سبب محرم ہونا یا شادی شدہ ہونا یا بابت پرست ہونا تھا جب کہ دوسری عورت ایسی تھی کہ جس سے اس کا نکاح کرنا جائز تھا تو اس صورت میں اس عورت سے اس کا نکاح درست ہے، جو اس کے لئے حلال ہے اور دوسری عورت سے اس کا نکاح باطل ہوگا جو اس کیلئے حرام تھی، مقررہ مہر اسی عورت کو ملے گا جس سے درست نکاح ہوا ہے، یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ہے اور اگر اس شخص نے اس عورت سے نکاح کے بعد جماع کر لیا جس سے نکاح حرام تھا تو اس کو مہر مثل ملے گا خواہ اس کی مقدار کچھ ہی ہو اور مقررہ مہر اسی عورت کو ملے گا جس سے نکاح حلال تھا۔

### پانچواں سبب لونڈیاں ہونا:

آزاد عورت کے ہوتے ہوئے باندی سے نکاح حرام ہے۔ اسی طرح آزاد عورت اور باندی سے ایک ساتھ نکاح حرام ہے، مدبرہ (یعنی وہ لونڈی جس کو آقا کہہ دے کہ تم میری موت کے بعد آزاد ہو)

اور ام ولد (یعنی وہ لوٹڈی جس سے آقا کی اولاد ہو جائے) اس کا یہی حکم ہے۔

(۱)..... اگر کسی شخص نے ایک عقد میں آزاد عورت اور باندی سے نکاح کیا تو آزاد عورت کا نکاح درست ہے، باندی کا نہیں، بشرطیکہ وہ آزاد عورت ان میں سے ہو جن سے نکاح حرام نہیں۔ مثلاً اگر کسی نے باندی سے نکاح کیا اور اسی عقد میں اپنی پھوپھی یا خالہ سے نکاح کیا تو باندی سے نکاح باطل نہیں ہوا کیونکہ محرمات سے تو نکاح ہوتا ہی نہیں۔

(۲)..... اگر کسی نے پہلے باندی سے نکاح کیا پھر آزاد عورت سے نکاح کیا تو ہسردو سے نکاح درست ہو جائے گا۔

(۳)..... اپنی بیوی کو طلاق بائنہ یا مغلظہ دی اور وہ عورت ابھی عدت میں تھی کہ اس نے باندی سے نکاح کر لیا تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا نکاح درست نہیں، البتہ امام ابو یوسف و محمد رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نکاح درست ہے، البتہ اگر اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی اور وہ اس کی عدت میں ہے تو بالاتفاق باندی سے نکاح دوران عدت جائز نہیں ہے۔

(۴)..... اگر کسی شخص نے کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جو نکاح فاسد یا دلی بالشبہ کی عدت گزار رہی تھی تو باندی کا نکاح درست ہے۔

(۵)..... اگر کسی شخص نے اپنی منکوحہ باندی کو طلاق رجعی دی اس کی عدت کا زمانہ باقی تھا کہ اس نے آزاد عورت سے نکاح کر لیا، پھر اپنی اس منکوحہ باندی سے بھی رجوع کر لیا تو یہ درست ہے۔

(۶)..... غلام نے آقا سے اجازت نہ لی اور ایک آزاد عورت سے نکاح کیا اور اس سے صحبت بھی کر لی پھر آقا کی اجازت کے بغیر کسی باندی سے بھی نکاح کر لیا اور اس کے بعد اس کے آقا کو اطلاع ملنے پر اس نے دونوں کی اجازت دیدی تو آزاد عورت سے نکاح ثابت رہے گا اور باندی سے نکاح باطل ہوگا۔

(۷)..... اگر کسی شخص نے دوسرے کی باندی سے اس کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا مگر جماع کی نوبت نہ آئی تھی کہ کسی آزاد عورت سے بھی نکاح کر لیا۔ اس کے بعد باندی کے مالک نے نکاح کی اجازت بھی دے دی تب بھی باندی کا نکاح درست نہ ہوگا اور اگر کسی نے ایک باندی سے اس

کے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کیا پھر اس باندی کی لڑکی سے جو آزاد تھی نکاح کر لیا اس کے بعد باندی کے مالک نے باندی کے نکاح کی اجازت دے دی تو لڑکی کا نکاح درست ہو جائے گا مگر باندی کا درست نہ ہوگا۔

(۸)..... ایک شخص کی ایک بالغ لڑکی اور بالغ لڑکی ہے، اس نے ایک شخص کو کہا کہ میں نے دونوں کا نکاح اتنے مہر کے بدلے تمہارے ساتھ کر دیا۔ اس شخص نے باندی کا نکاح قبول کر لیا تو یہ نکاح باطل ہے، اگر اس کے بعد اس شخص نے آزاد لڑکی کا نکاح قبول کر لیا تو وہ درست ہو جائے گا۔

(۹)..... اگر کوئی شخص آزاد عورت سے نکاح کی طاقت رکھتا ہے مگر اس کے باوجود وہ باندی سے نکاح کر لیتا ہے تو وہ باندی مسلمان ہو یا اہل کتاب ہو نکاح درست ہو جائے گا، مگر آزاد عورت سے نکاح کی وسعت ہونے کے باوجود باندی سے نکاح میں کراہت ضرور ہے۔

(۱۰)..... اگر کسی نے ایک عقد میں چار باندیوں اور پانچ آزاد عورتوں سے نکاح کیا تو صرف باندیوں کے ساتھ نکاح درست ہوگا آزاد عورتوں سے نکاح درست نہ ہوگا۔

### چھٹا سبب: ان عورتوں سے دوسرے کے حق کا متعلق ہونا:

جن عورتوں سے دوسرے مردوں کا حق متعلق ہو ان سے نکاح حرام ہے مثلاً کسی کی منکوحہ یا معتد وغیرہ خواہ وہ عدت طلاق کی ہو یا موت یا فساد نکاح کی ہو جس میں جماع ہو چکا یا وطی بالشبہ والی عورت کی عدت ہو ان عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔

(۱) اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی منکوحہ سے دانستگی میں نکاح کر لیا اور اس سے جماع بھی کر لیا تو جدائی کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی۔

(۲)..... اگر وہ شخص جان بوجھ کر نکاح کرتا ہے حالانکہ اس کا منکوحہ غیر ہونا اس کو معلوم ہے تو اس صورت میں جدائی کے بعد عورت پر عدت نہ ہوگی مگر خاوند کو اس سے صحبت کرنا جائز نہ ہوگا اور اگر اس کا خاوند اس کو طلاق دے دے تو جس کی وہ عدت گزار رہی ہے اس کے زمانہ عدت میں نکاح درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ عدت کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

(۳)..... جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح تو جائز ہے مگر تادم ولادت ناکح کو اس سے جماع درست نہیں ہے۔ اسی طرح اسباب جماع یعنی بوس و کنار وغیرہ بھی درست نہیں اور مسزنیہ سے اس زانی کا نکاح کر دیا گیا تو اسے وضع حمل سے پہلے بھی جماع کی رخصت ہے اور وہ عورت نفقہ کی بھی حقدار ہے۔

(۴)..... اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا کچھ عرصہ بعد اس عورت کا حمل ساقط ہو گیا، اس حمل کے اعضاء وغیرہ بن چکے تھے، اب اس بات کو دیکھنے کی حاجت ہوگی کہ یہ اسقاط کتنے عرصہ میں ہوا اگر چار ماہ یا اس سے زائد عرصہ میں ساقط ہوا تو اس عورت کا اس مرد سے نکاح جائز ہے اور اگر چار ماہ سے قبل حمل کا اسقاط ہوا تو اس کا نکاح جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ حمل کے اعضاء چار ماہ سے پہلے ظاہر نہیں ہوتے مطلب یہ ہے کہ اعضاء کا ظاہر ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ حمل اسی شخص کا ہے جس نے نکاح کیا اور چار ماہ سے کم عرصہ میں اسقاط ہوا مگر اعضاء ظاہر تھے تو اس کا معنی یہ ہے کہ عورت پہلے کسی شخص کے نکاح میں تھی اور یہ حمل اسی کا ہے، اس سے یہ ظاہری فرق نکلا کہ نکاح ہی سرے سے درست نہ ہوا۔

(۵)..... وہ حاملہ عورت جس کے متعلق معلوم ہو کہ یہ فلاں کے جائز نطفہ سے ہے تو اس صورت میں بالاتفاق ایسی عورت سے نکاح جائز نہیں ہے، خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی عورت حربی کافر سے حاملہ ہو، اور وہ ہجرت کر کے دارالاسلام میں داخل ہو گئی یا باندی بنا کر لائی گئی تو اس سے نکاح جائز ہے، لیکن ولادت تک اس سے جماع حبانہ ہوگا، امام طحاوی رحمہ اللہ نے اسی قول کو پسند کیا۔

**امام محمد رحمہ اللہ کا قول:**

جو انہوں نے امام ابو حنیفہ (سے نقل کیا ہے کہ جس طرح ایسی حاملہ عورت سے جماع جائز نہیں نکاح بھی جائز نہیں، امام کرنی) نے اس قول کو زیادہ صحیح کہا ہے۔

(۶)..... اگر کسی شخص نے اپنی حاملہ ام ولد کا نکاح کسی سے کر دیا تو یہ نکاح باطل ہوگا، اگر وہ حاملہ نہ ہوئی تو نکاح درست ہے۔

(۷)..... اگر کسی نے اپنی باندی سے جماع کیا اور اس کے بعد اس کا نکاح کسی سے کر دیا، یہ نکاح تو درست ہو گیا مگر آقا کے لئے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے نطفہ کی حفاظت کے لئے باندی سے استبراء رحم کروائے یعنی حیض کے بعد جماع کرنے دے مگر جب نکاح درست ہے تو خاوند کو جماع کی اجازت ہے، یہ شیخین کا قول ہے البتہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک استبراء کے بغیر خاوند کا جماع پسندیدہ نہیں ہے، بقول ابواللیث امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نہایت محتاط ہے۔

### اس اختلاف کی نوعیت:

یہ اختلاف اس وقت ہے جب کہ آقا نے باندی کا نکاح استبراء کے بغیر کر دیا ہو اگر استبراء ہو چکا تو پھر بالاتفاق اس باندی سے اس کے خاوند کو جماع کی اجازت ہے۔

(۸)..... ایک عورت کو کسی نے زنا کرتے دیکھا پھر بعد میں اس سے نکاح کر لیا تو شیخین کے نزدیک استبراء کے بغیر بھی اس سے جماع درست ہے۔

(۹)..... اپنے لڑکے کی باندی سے نکاح کو احناف نے جائز قرار دیا ہے۔

(۱۰)..... اگر کوئی عورت مسلمان ہو کر دار الحرب سے دار الاسلام میں آگئی تو بقول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس پر بھی عدت لازم نہ ہوگی، اس سے جو چاہے نکاح کرے مگر صاحبین کے ہاں اس پر عدت لازم ہوگی اور عدت کے مکمل ہونے تک اس سے نکاح جائز نہ ہوگا، مگر استبراء کیلئے ایک حیض کے آنے تک اس کے ساتھ جماع کا کوئی قائل نہیں۔

### ساتواں سبب: اختلاف مذاہب ہے:

یعنی وہ عورتیں کہ جن سے مشرک ہونے کی بنیاد پر نکاح حرام ہے، مثلاً آتش پرست اور بت پرست عورتوں سے نکاح درست نہیں اگرچہ وہ آزاد ہوں یا باندیاں، ستارہ پرست، سورج کے پجاری، پسندیدہ تصاویر کو پوجنے والے یا یونانیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کو معطل اور بے کار ماننے والے، زندیق، باطنی، اباحت پسند گروہ وغیرہ کا یہی حکم ہے، (یہ تمام مشرکوں میں شمار ہیں) اسی طرح باطنیہ یہ شیعہ کا ایک گروہ ہے جو اس بات کا قائل ہے کہ قرآن مجید کا ایک باطنی معنی ہے جو امام ہی جانتا ہے انہوں نے بہت خرافات بکے ہیں۔

اسی طرح اباجیہ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ دنیا کا ہر اچھا برا کام مباح ہے، اسی طرح وہ عورتیں جو کسی ایسے مذہب کی قائل ہیں جس کا ماننا کفر ہے، وہ بھی آتش پرست مشرک باندیوں کے حکم میں ہیں اور اپنی آتش پرست مشرک باندی سے جماع ناجائز و حرام ہے۔

(۲)..... مسلمان کو اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے جو کہ دار الحرب میں رہائش پذیر ہوں نکاح کرنا درست ہے اور ذمیہ کافرہ (ذمی وہ کافر جو مسلمانوں کی حکومت میں رہ کر خراج ادا کرتا ہے) سے بھی شادی کر سکتا ہے۔ خواہ وہ آزاد ہو یا باندی مگر بہتر یہی ہے کہ ان سے بھی شادی نہ کی جائے اور بلا ضرورت ان کا ذبیحہ بھی استعمال میں نہ لایا جائے۔

(۳)..... اگر کسی مسلمان نے کسی اہل کتاب کی عورت سے شادی کر لی تو اب اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو ان کے عبادت خانہ (گر جا گھر) سے منع کرے اور اس کو اپنے گھر شراب بنانے سے منع کرے، مگر اس کو حیض و نفاس اور جنابت کے غسل کے لئے مجبور نہیں کر سکتا۔

(۴)..... دار الحرب میں کتابیہ سے بھی نکاح کیا گیا تو جائز ہے مگر اس میں کراہت ضرور ہے۔

(۵)..... اگر کوئی مسلمان اپنی کتابیہ بیوی کو لے کر دار الحرب سے دارالاسلام میں داخل ہوا تو نکاح باقی رہا اور اگر مسلمان خود وہاں سے نکل آیا مگر عورت کو وہیں چھوڑ آیا تو تبائین دارین کی وجہ سے ان میں فرقت ہو جائے گی۔

**اہل کتاب:** وہ لوگ جو کسی آسمانی دین کا اعتقاد رکھتے ہوں مثلاً مصاحف ابراہیم شیت، زبور، صحف موسوی، تورات و انجیل کو ماننے والے لوگ اہل کتاب ہیں، ان کو عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبیحہ کو کھانا درست ہے۔

(۱)..... وہ لوگ جن کے ماں باپ میں سے ایک اہل کتاب میں سے ہو اور دوسرا مجوسی ہو تو اس کا حکم اہل کتاب والا ہی ہوگا۔

(۲)..... کسی مسلمان نے کتابیہ سے نکاح کیا پھر وہ مجوسیہ ہو گئی تو وہ مسلمان پر حرام ہو گئی اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔

(۳)..... اگر کسی یہودیہ سے نکاح کیا پھر اس نے نصرانیت اختیار کی یا اس کا عکس کہ نصرانیہ سے نکاح کیا

اور اس نے یہودیت اختیار کر لی تو اس صورت میں نکاح فاسد نہ ہوگا۔

### ایک قاعدہ و اصول:

میاں بیوی میں سے کوئی جب ایسا مذہب اختیار کر لے کہ جس سے نکاح نہ ہو سکتا ہو تو نکاح باطل ہو جاتا ہے۔ نکاح کا فساد کسی طرف سے ہوا ہے اس کو دیکھا جائے گا، اگر عورت نے مجوسیت اختیار کر لی جس کی وجہ سے نکاح کا فساد ہوا تو ان میں تفریق ہو جائے گی اور عورت کو مہر دینا لازم نہ آئے گا، اور نہ ہی اس کو جوڑا دیا جائے گا، مگر اس میں شرط یہ ہے کہ یہ فساد صحبت سے قبل ہوا ہو اور اگر صحبت کے بعد فساد لازم ہوا ہے تو تمام مہر لازم آئے گا، اور اگر فساد نکاح خاوند کی طرف سے ہو کہ اس نے مجوسیت اختیار کر لی اب اس کی بھی دو صورتیں ہیں کہ اگر یہ صحبت سے پہلے ہوا تو خاوند پر نصف مہر لازم آئے گا جب کہ مہر کی رقم متعین تھی، اگر مہر کی رقم متعین نہ تھی تو کپڑوں کا جوڑا دینا لازم ہوگا۔

اور اگر صحبت کے بعد فساد نکاح کا معاملہ پیش آیا تو تمام مہر دینا پڑے گا۔

(۴)..... مرتد کو مسرتہ سے نکاح کرنا جائز نہیں، اسی طرح مرتد کا مسلمہ اور کافراہ اصلہ سے بھی نکاح درست نہیں۔

(۵)..... مرتدہ کا نکاح کسی مرتد سے یا اصلی کافریا مسلمان سے درست نہیں ہے۔

(۶)..... کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی مشرک، بتابی سے جائز نہیں۔

(۷)..... کافراہ عورت کافراہ مشرک کے ساتھ نکاح جائز ہے خواہ یہ عورت مجوسیہ ہو مشرکہ ہو البتہ مرتد کے لئے جائز نہیں۔

(۸)..... ذمیوں کا باہمی مناکحہ جائز ہے، خواہ مختلف ہوں مثلاً ایک مجوسی دوسرا یہودی۔

(۹)..... کتابیہ سے نکاح اس صورت میں بھی جائز ہے جب کہ پہلے مسلمہ سے نکاح کیا ہو اور مسلمہ سے نکاح بھی جائز جب کہ پہلے کتابیہ نکاح میں ہو، ان کی باری میں بھی برابری ہوگی۔

### انہواں سبب ملک کی وجہ سے حرمت:

یعنی وہ عورتیں مالکہ ہونے کی وجہ سے مملوکہ پر حرام ہیں، کسی مالکہ کو اپنے غلام سے نکاح درست نہیں ہے، اسی طرح مشرک غلام سے بھی نکاح جائز نہیں ہے۔



(۱)..... اگر نکاح ہو جانے کے بعد میاں بیوی میں سے ایک دوسرے بعض یا کل کاما لک بن گیا تو نکاح باطل ہو گیا۔

(۲)..... اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے نکاح کر لیا یا اس لونڈی سے نکاح کیا جس کے بعض حصہ کا وہ مالک ہے تو یہ نکاح درست نہ ہوگا۔

(۳)..... آج کل لونڈی، غلام کا یہ سلسلہ سمٹ گیا، بالفرض اگر کہیں لونڈی پائی جائے تو اس سے نکاح کرنا ہی بہتر ہے کیونکہ لونڈی بننے کی شرائط ندارد ہیں، اب نکاح کا فائدہ یہ ہوگا کہ نکاح کی بناء پر اس عورت سے صحبت حلال ہو جائے گی۔

(۴)..... امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو (جو باندی ہے) خیار شرط کے ساتھ خرید لیا تو نکاح باطل نہ ہوگا۔

### نواں سبب طلاق ہے:

ایسی عورتیں جن کو طلاق مغلفہ دی گئی ہو اور اس کی وجہ سے حرام ہو گئیں تو ان سے اسی حالت میں نکاح درست نہیں۔

(۱)..... کسی آزاد عورت کو مرد اگر تین طلاقیں دے دے تو اب اس عورت سے اس کا نکاح حرام ہے، یہاں تک کہ وہ دوسرے مرد سے نکاح کے بعد صحبت کرے اور وہ اپنی مرضی سے طلاق دے پھر وہ عورت عدت طلاق گزارے تو تب نکاح درست ہے۔

(۲)..... جس لونڈی کو دو طلاقیں ملی ہوں تو اس سے دوبارہ نکاح اس وقت تک جائز نہیں جب تک دوسرا نکاح کر کے اس سے صحبت نہ کرے اور اس کو طلاق نہ دے اور اس کی عدت نہ گزر جائے، پہلا شوہر اس لونڈی کو اگر خرید کر آزاد بھی کر دے تب بھی نکاح درست نہیں جب تک کہ دوسرا نکاح کر کے اس کا دوسرا شوہر اس سے صحبت نہ کرے اور پھر طلاق پا کر وہ عدت نہ گزارے، اسی طرح شوہر کے لئے اس لونڈی کو بطور ملک یمین استعمال کرنا بھی درست نہیں ہے۔ یعنی دو طلاقیں دے کر اس کو خرید لے تو خریدنے کے بعد اس سے وطی نہیں کر سکتا۔

### مسائل متفرقہ:

(۱)..... نکاح متعہ باطل ہے جب یہ جائز ہی نہیں تو اس کی وجہ سے نہ جماع حلال ہے اور نہ اس پر

طلاق واقع ہوگی اسی طرح ایلاء اور ظہار کے احکام بھی نافذ نہ ہوں گے اور نہ ہی ان کے مابین وراثت کا سلسلہ ہوگا۔

### متعہ:

کوئی مرد کسی ایسی عورت سے جس میں مندرجہ بالا موانع نہ ہوں، مال کی ایک مقدار پر ایک مدت کے لئے فائدہ اٹھانا طے کر لیں، مثلاً دس روز یا چند روز ہو، یہ سب متعہ کی صورتیں ہیں۔

### نکاح موقت:

(۱)..... متعہ کی طرح نکاح موقت بھی ناجائز ہے، خواہ مدت زیادہ ہو یا کم اور متعین ہو یا غیر متعین بہر صورت نکاح درست نہ ہوگا، البتہ اگر وہ ایسی مدت متعین کریں کہ جب تک دونوں کا زندہ رہنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں وہ نکاح موقت میں داخل نہ ہوگا مثلاً ایک ہزار سال تک کیلئے نکاح کرتا ہوں، یہ نکاح درست ٹھہرے گا اور شرط باطل ہوگی، جیسا کہ کوئی شخص نکاح کو وقوع قیامت یا خروج و جال یا نزول عیسیٰ و خروج داہد وغیرہ تک کی مدت تک موقت کرے تو نکاح صحیح اور شرط باطل ہوگی۔

(۲)..... اگر کسی شخص نے نکاح کا وقت متعین نہیں کیا مگر دل میں اس کی مدت متعین تھی مثلاً نکاح کرنے والے کا خیال تھا کہ میں اسے ایک یا دو سال تک رکھوں گا اور پھر اسے چھوڑ دوں گا تو اس صورت میں نکاح درست اور خیال کا اعتبار نہ ہوگا۔

(۳)..... اگر کسی شخص نے کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ میں ایک ماہ بعد طلاق دیدوں گا تو نکاح درست ہو جائے گا اور شرط باطل ہوگی۔

(۴)..... اگر کسی نے نکاح کرتے ہوئے عورت سے یہ شرط طے کی کہ میں دن میں تہارے ساتھ رہوں گا مگر رات نہ رہوں گا تو یہ نکاح درست ہے۔

(۵)..... اگر مرد عورت دونوں حالت احرام میں ہوں تو ان کا نکاح درست ہے۔

(۶)..... کسی عورت کا ولی اس عورت کے حالت احرام میں اس کا نکاح کر سکتا ہے۔

(۷)..... اگر عورت نے قاضی کی عدالت میں دعویٰ دائر کیا کہ فلاں شخص نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور

نکاح کے ثبوت کے لئے اس نے دو گواہ بھی پیش کر دیے اور قاضی نے اس شخص کو اس عورت کا شوہر قرار دے دیا حالانکہ اس نے واقعہً اس عورت سے نکاح نہیں کیا تھا تو قاضی کے فیصلہ کے بعد اس عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ زید کے ساتھ رہے اور اس شخص کو جائز ہوگا کہ اگر وہ عورت اس سے صحبت کا مطالبہ کرے تو اس سے صحبت کرے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا قول ہے قاضی کا فیصلہ اور ہر دو کا دو گواہوں کے سامنے تسلیم کرنا بمنزلہ عقد ہوگا بشرطیکہ عورت قابل عقد ہو اور گواہ بھی درست ہوں۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مرد کو اس عورت سے جماع جائز نہیں ہے۔

(۸)..... اگر قاضی کے فیصلہ کے موقع پر عورت کسی دوسرے شخص کے نکاح میں ہو یا پہلے شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے عدت میں ہو یا خود اس آدمی نے اس کو طلاق مغلطہ دیکر پہلے الگ کیا ہو تو ان صورتوں میں موانع کی وجہ سے قاضی کا فیصلہ نافذ العمل نہ ہوگا اور یہ عورت اس شخص کی بیوی نہ بن سکے گی۔

(۹)..... علماء کی اکثریت اس مسئلہ مذکورہ میں اس بات کی قائل ہے کہ قاضی کا فیصلہ اس وقت نافذ العمل ہوگا جب فیصلہ کے وقت گواہ حاضر ہوں۔

(۱۰)..... اگر کسی شخص نے عدالت میں دعویٰ کیا کہ فلاں عورت اس کی منکوحہ ہے اور ثبوت دعویٰ کے لئے گواہ پیش کر دے تو اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو اوپر مذکور ہوا۔

(۱۱)..... اگر کوئی عورت قاضی کے وہاں دعویٰ کرے کہ میرے فلاں شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے اور اس نے فیصلہ صادر کر دیا باوجود کہ وہ عورت جانتی ہے کہ میں نے جھوٹ بولا تھا لہذا قاضی کا فیصلہ بمنزلہ حکم طلاق شمار ہوگا اور اس عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی، اس طلاق کے بعد وہ عورت ایام عدت گزار کر کسی اور مرد سے نکاح کر سکتی ہے، ان گواہوں میں سے کسی کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہے۔

یہ عورت اپنے پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، اس کو اس سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔

**امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول:**

وہ عورت پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی اس سے اس کا نکاح درست نہیں اور نہ کسی

دوسرے سے نکاح جائز ہوگا۔

**امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول:**

اس عورت کا خاوند ثانی جب تک جماع نہ کرے اس وقت تک یہ پہلے شوہر کیلئے حلال رہے گی، اگر دوسرے مرد نے جماع کر لیا تو اب جب تک اس کی عدت نہ گزرے عدت واجب ہونے کی وجہ سے پہلے شوہر کے لئے یہ حرام رہے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے مرد سے اس کا نکاح جائز نہیں ہے۔

(۱۲)..... اگر کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ فلاں عورت کا میرے ساتھ نکاح ہوا تھا مگر عورت اس سے انکاری ہے، پھر اس شخص نے اس عورت سے مصالحت چاہی اور یہ لالچ دیا کہ اگر تم اقرار کر لو تو تمہیں اتنی رقم دوں گا اس عورت نے اقرار کر لیا تو اب اس شخص پر لازم ہے کہ اس عورت کو متعینہ مال ادا کرے، اب اس عورت کا یہ اقرار بمنزلہ نکاح شمار ہوگا، اب اگر یہ اقرار گواہوں کی موجودگی میں ہے تو نکاح کو درست قرار دیا جائے گا اور دونوں کا بطور میاں بیوی رہنا درست ہوگا اور اگر اقرار کے وقت کوئی گواہ موجود نہ تھا تو انعقاد نکاح نہ ہوگا اور دونوں میاں بیوی ہونے کی حیثیت سے رہنا ناجائز ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیریہ بیان المحرمات، مظاہر حق)

## {الفصل الاول}

### پھوپھی اور بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنا

{۳۰۱۲} عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُجْمَعُ بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَعَمَّتِهَا وَلَا بَيْنَ الْمَرْأَةِ وَخَالَتِهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۶۶/۲، باب لا تنکح المرأة علی عمتها، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۵۱۰۹، مسلم شریف: ۴۵۲/۲، باب تحریم الجمع بین المرأة و عمتها، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۰۸۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسی عورت کو اس کی پھوپھی کے ساتھ نکاح میں نہ جمع کیا جائے اور نہ کسی عورت کو اس کی خالہ کے ساتھ نکاح میں جمع کیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا تو نص قرآنی سے حرام ہے بھتیجی اور پھوپھی، بھانجی اور خالہ کو جمع کر نیکی حرمت حدیث مشہور سے ثابت ہے، یہی حکم ہسران دو عورتوں کا ہے جن میں قرابت محرمہ ہو یعنی ان میں سے کسی ایک کو مرد اور دوسری کو عورت فرض کیا جائے تو نکاح درست نہ ہوتا ہو ایسی عورتوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، یاد رہے کہ یہ حرمت دونوں طرف سے ہونا ضروری ہے یعنی ایک کو مرد اور دوسری کو عورت فرض کیا جائے تب بھی نکاح حرام ہو اور اس کے برعکس کیا جائے تب بھی حرام ہو، اگر ایک کو مرد اور دوسری کو عورت فرض کیا جائے تب بھی نکاح حرام ہوتا ہے لیکن اس کے برعکس کرنے سے ایسا نہیں ہوتا تو ان کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز ہے مثلاً بیوی اور اس کے پچھلے خاوند کی بیٹی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جمہور کے نزدیک جائز ہے کیونکہ اگر پچھلے خاوند کی بیٹی کو مرد فرض کیا جائے تو نکاح حرام بنتا ہے کیونکہ دوسری طرف زوجہ اب ہے لیکن اگر بیوی کو مرد فرض کیا جائے تو نکاح کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ (اثر التوضیح: ۲/۴۴)

پھوپھی اور خالہ حقیقی ہوں یا مجازی مجازی داد کی بہن یا پرداد کی بہن اور اس سے اوپر کی ہیں، یا نانی کی بہن یا دادی کی بہن اور اس سے اوپر کی سب بالاتفاق حرام ہیں، ان کو ایک نکاح میں جمع کرنے کی گنجائش قطعاً نہیں ہے، اسی طرح کسی کی ملکیت میں دو باندیاں ہوں جن میں پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی کا رشتہ ہو تو ان کو وطی میں جمع کرنا حلال نہیں ہے کسی ایک کے ساتھ ہی وطی جائز ہوگی۔ (مرقاۃ: ۶/۲۲۱)

**اشکال:** قرآن مجید میں محرمات کا تذکرہ کرنے کے بعد "واحل لکم ما وراء ذلکم" ہے یعنی جن عورتوں کا تذکرہ ہوا ان کے علاوہ عورتیں حلال ہیں، قرآن مجید کے عموم کو حدیث باب سے کیوں خاص کیا جا رہا ہے، جب کہ حنفیہ اخبار آحاد سے کتاب اللہ کی تخصیص کے قائل نہیں ہیں۔

**جواب:** اخبار احاد سے نہیں بلکہ احادیث مشہورہ سے تخصیص کی گئی ہے، (۲) آیت کریمہ میں تخصیص خبر واحد کی وجہ سے نہیں بلکہ اجماع امت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۲۹۳)

## حدیث سے مستنبط ایک اصول

اس حدیث سے فقہاء نے ایک قاعدہ مستنبط فرمایا ہے کہ اگر دو عورتوں میں ایک کو مذکر فرض کیا جائے تو وہ دوسری عورت پر حرام ہو ہر ایسی دو عورتوں سے نکاح ناجائز ہے اور یہ دونوں جانب سے فرض کیا جائے تب ہے اور اگر ایک جانب سے فرض کر نیکی صورت میں حرام ہوتی ہے لیکن دوسری جانب سے اگر مذکر فرض کریں تو اس کا نکاح حرام نہیں ہے تو امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جائز نہیں ہے ہمارے یہاں اس صورت میں جائز ہے۔

## حرمت رضاعت

{۳۰۱۳} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ. (رواہ

البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۸/۲، باب ما یحل من الدخول، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۲۵۳۹۔

**حل لغات:** ارضعه: بچہ کو دودھ پلانا، الولادة: جننا، پیدائش، ظہور، آغاز۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: کہ دودھ پینے کی وجہ سے وہ رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو پیدائش کی وجہ سے حرام ہیں۔ (بخاری)

**تشریح:** یحرم من الرضاعة: الرضاعة، میں راء کو فتح ہے جبکہ کسرہ بھی صحیح ہے، لغت

میں اس کے معنی وہ ہے جو لکھے گئے ہیں اصل میں اس کے معنی چھاتی سے دودھ چوسنا ہے، اصطلاح

شرع میں اس کے معنی دودھ پینے والے بچے کا عورت کی چھاتی سے وقت مخصوص میں دودھ کا چوسنا، ہدایہ

میں ہے کہ اگر دو بچے بکری کی چھاتی سے دودھ پیئیں تو ان کے درمیان حرمت رضاعت نہیں ہے، اس لئے کہ بہائم اور انسان کے درمیان جزئیت نہیں ہے اور حرمت اسی اعتبار سے ثابت ہوتی ہے۔

**یحرّم من الرضاعة ما یحرّم من الولادة:** جو رشتے نسب میں حرام ہیں وہ رشتے رضاعت سے بھی حرام ہیں، درحقیقت محرمات ابدیہ کی تین قسمیں ہیں، (۱) محرمات نسبیہ، (۲) محرمات رضاعیہ، (۳) محرمات بالمصاہرت، نسب کی وجہ سے جو عورتیں محرمات ابدیہ میں داخل ہیں وہ سات ہیں۔ (۱) ماں، (نانی دادی سب داخل ہیں) (۲) بیٹی، (نواسی پوتی داخل ہیں) (۳) بہن، (۴) پھوپھی (۵) خالہ (۶) بھتیجی (۷) بھانجی، حرمت بالمصاہرت کی وجہ سے چار عورتیں محرمات ابدیہ میں داخل ہیں۔ (۱) ساس (۲) ربیبہ (۳) باپ کی منکوحہ (۴) بیٹے کی بہو، توکل ملا کر محرمات ابدیہ گیارہ قسم کی عورتیں ہو گئیں اور یہی گیارہ رضاعت کے سبب سے بھی حرام ہیں تو محرمات ابدیہ کل بائیس ہو گئیں۔

حدیث کے الفاظ عموم سے تو یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ جو بھی رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہیں وہ تمام رشتے رضاعت کے سبب بھی حرام ہیں لیکن اس قاعدہ سے کچھ مسائل متشکی ہیں جن کو ذیل کے دو اشعار میں جمع کر دیا گیا ہے۔

یفارق النسب الرضاع فی صور

کام نافلة و جد ة الولد

وام عم و اخت ابن وام

أخ وام خال عمۃ ابن اعتمد

**سوال:** حدیث کے الفاظ مطلق ہیں تو پھر استثنائیں کیوں کیا ہے؟

**جواب:** جن صورتوں کا استثناء ہے وہ درحقیقت حدیث کے الفاظ کے دائرہ میں نہیں ہیں، صرف ظاہری صورت کے اعتبار سے حدیث کے الفاظ کے دائرہ میں داخل محسوس ہوتی ہیں، اس لئے ان کو الگ کر دیا گیا ہے، واقعہ یہ ہے کہ حرمت رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب کہ رضاعت کا رشتہ اسی حیثیت سے پایا جا رہا ہو، جس حیثیت سے وہ نسب میں حرام ہیں، حیثیت بدل جانے کی صورت میں حرمت نہیں رہتی

ہے، فقہاء نے جو مستثنیات بیان کئے ہیں ان میں حرمت نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ ان میں حیثیت بدل گئی ہے، مثلاً فقہاء نے اخ رضاعی کی بہن کو مستثنیٰ کیا ہے، دراصل اس کی وجہ یہ ہے کہ نسبی رشتوں میں "اخت الاخ" کے حرام ہونے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ وہ محض "اخت الاخ" ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ نسبی بہن ہے اور رضاعت میں یہ بات نہیں پائی جاتی ہے، کیونکہ "اخ" رضاعی کی بہن سے براہ راست نہ کوئی نسبی تعلق ہے نہ رضاعی تعلق ہے، لہذا یہ صورت حدیث کے تحت ابتدا ہی سے داخل نہیں ہے البتہ چونکہ صورتاً داخل معلوم ہوتی ہے لہذا اس پر مستثنیٰ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ (درس ترمذی، مرقاۃ: ۶/۲۹۴)

### علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

**یحرّم من الولادة:** علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حدیث میں اس کی دلیل ہے کہ نکاح حرام ہو جاتا ہے اور دیکھنا، غلوت اور سفر حلال ہو جاتا ہے لیکن رضاعی رشتہ پر نسب کے تمام احکام نافذ نہیں ہوتے چنانچہ یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے اور نہ ان میں سے کسی پر دوسرے کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور ملکیت کی وجہ سے آزادی ثابت نہیں ہوتی ہے اور رضاعی لڑکے کے قتل سے رضاعی ماں سے قصاص ساقط نہیں ہوتا چنانچہ ان احکام میں وہ مثل دو اجنبیوں کے ہیں۔ (مرقاۃ: ۶/۲۹۴)

### رضاعی چچا محرم ہے

{۳۰۱۴} وَعَنْهَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّي مِنَ الرِّضَاعَةِ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيَّ فَأَبَيْتُ أَنْ أَدْنَ لَهُ حَتَّى أَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَاهُ فَقَالَ إِنَّهُ عَمُّكَ فَأَذِنِي لَهُ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَرْضَعْتَنِي الْمَرْأَةُ وَلَمْ يُرْضِعْنِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهُ عَمُّكَ فَلْيَلِجْ عَلَيْكَ وَذَلِكَ بَعْدَ مَا ضَرَبَ عَلَيْنَا الْحِجَابُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۸/۲، باب ما یحل من الدخول، کتاب النکاح،



حدیث نمبر: ۵۲۳۹، مسلم شریف: ۱/۴۶۷، باب تحریم الرضاعة، کتاب الرضاعة، حدیث نمبر، ۱۴۴۵۔

**حل لغات:** استاذن علی فلان: کسی کے پاس آنے کی اجازت مانگنا، ملاقات کی اجازت مانگنا، ابی الشی: نہ ماننا، ناپسند کرنا، قبول نہ کرنا، ضرب علیہم: کسی پر کوئی چیز لازم کرنا واجب کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میرے رضاعی چچا آئے، اور انہوں نے مجھ سے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی، میں نے انہیں اس وقت تک اجازت دینے سے انکار کر دیا، جب تک کہ میں رسول اللہ ﷺ سے پوچھ نہ لوں، چنانچہ حضرت رسول اکرم ﷺ تشریف لائے تو میں نے آنحضرت ﷺ سے اس کے بارے میں معلوم کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ تمہارے چچا ہیں تم ان کو اجازت دیدو، میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، مجھ کو عورت نے دودھ پلایا تھا، کسی مرد نے نہیں دودھ پلایا تھا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ وہ تمہارے چچا ہیں، لہذا وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں، یہ واقعہ ہمارے اوپر پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد کا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** مضمون حدیث یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پاس اسلح بن القعیس آئے میں ان سے پردہ کرنے لگی، انہوں نے کہا کہ مجھ سے پردہ کرتی ہو؟ میں تو تمہارا چچا ہوں، میں نے کہا آپ میرے چچا کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا تم کو میرے بھائی کی بیوی نے دودھ پلایا ہے، اس پر انہوں نے فرمایا: "انما ارضعتنی المرأة ولم یرضعننی الرجل" مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے مرد نے دودھ نہیں پلایا۔ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس قصہ کے بعد جب حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: کہ ہاں وہ تمہارے چچا ہیں بغیر پردہ کے آسکتے ہیں جاننا چاہئے کہ اقلح کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رضاعی چچا ہونے کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) اقلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نسبی باپ کے رضاعی بھائی ہوں، (۲) اقلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی باپ کے نسبی بھائی ہوں، (۳) اقلح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی باپ کے رضاعی بھائی ہوں، لیکن یہاں دوسری صورت متحقق ہے جس کی روایت میں تصریح ہے، "ارضعتک امرأۃ اخی" تجھ کو میرے بھائی کی عورت نے دودھ پلایا ہے۔ (الدر المنضود: ۷۹/۴، مرقاۃ: ۶/۲۹۵)

## لبن فحل کے سلسلہ میں اختلاف ائمہ

مرضعہ عورت کے زوج کیلئے رضیعہ حرام ہوگی یا نہیں اس بارے میں اختلاف ہے چنانچہ ربیعۃ الرائے اور اہل ظاہر کے نزدیک رضاعت من جانب الرجل کسی شخص کو حرام نہیں کرتی ہے، بناء بریں مرضعہ کے زوج اور اس کے آباء و ابناء پر یہ رضیعہ پکی حرام نہیں ہوگی، لیکن جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک حرمت رضاعت مرضعہ اور اس کے شوہر دونوں کی جانب ثابت ہوگی، لہذا دودھ پینے والی لڑکی مرضعہ کے شوہر اور اس کے آباء و ابناء پر حرام ہوگی کما فی النسب۔

اہل ظواہر نے "وامہاتکم اللاتی ارضعنکم" اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے۔ کے ظاہر سے استدلال کیا ہے کہ یہاں محرمات کی فہرست میں صرف امہات کا ذکر کیا لہذا صرف اسی کی جانب سے حرام ہوگی، نہ کی زوج کی جانب سے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دودھ صرف مرضعہ سے نکلتا ہے مرد کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے تو پھر اس کی جانب میں حرمت کیسے ہوگی جمہور کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث ہے کہ اس میں آپ نے فرمایا: "فلیلج علیک فانہ عمک من الرضاعة" وہ تمہارے پاس آسکتے ہیں وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ رضاعت سے مرد کی جانب میں بھی حرمت ثابت ہوتی ہے، دوسری دلیل یہ ہے کہ حرمت رضاعت کے بارے میں جتنی حدیثیں آئی ہیں ان میں عام الفاظ سے فرمایا: "یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة ان الله حرم من الرضاعة ما حرم من النسب" رضاعت سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ولادت سے حرام ہوتے ہیں بے شک اللہ نے رضاعت سے حرام فرمایا ہے جو نسب سے حرام فرمایا ہے۔ ان میں مرد و عورت کی جانب کوئی تخصیص نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دودھ پیدا ہوتا ہے عورت اور مرد دونوں کے پانی سے لہذا حبس زیت دونوں طرف سے ثابت ہوتی ہے اور یہی حرمت کی علت ہے لہذا حرمت دونوں طرف میں ہوگی۔

انہوں نے آیت سے جو دلیل پیش کی اس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص اشی بالذکر سے ماعداء کی نفی پر استدلال کرنا درست نہیں خصوصی طور پر جبکہ دوسری طرف صحیح حدیث بھی موجود ہو، اور یہاں زوج کی جانب

سے حرمت پر حدیث موجود ہے کماذکرنا، قیاس کا جواب یہ ہے کہ صحیح احادیث کے مقابلہ میں قیاس کا کوئی اعتبار نہیں ہے پھر قیاس صحیح بھی نہیں کیونکہ دودھ میں مرد کی بھی شرکت ہے،

## تعارض مع دفع تعارض

اس حدیث کے اندر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو اپنے رضاعی چچا کا قصہ بیان کیا ہے وہ بعینہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی پیش آیا اب یہاں سوال یہ ہے کہ اگر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پہلے تھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس واقعہ کے پیش آنے کی صورت میں حضور ﷺ سے سوال کیوں کیا اس واقعہ سے خود جواز معلوم ہو گیا تھا، اور اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پہلے پیش آیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ کے اندر اس سوال و جواب کی کیا ضرورت تھی۔

**جواب: (۱)** علماء نے یہ بیان فرمایا: کہ چچا کی چند صورتیں ہیں ایک یہ کہ رضاعی باپ کا حقیقی بھائی ہو اور ایک یہ کہ حقیقی باپ کا رضاعی بھائی ہو، اور ایک یہ کہ رضاعی باپ کا رضاعی بھائی ہو تو ممکن ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا اور ہوں اور حضرت عائشہ کے رضاعی چچا کی صورت دوسری ہو اس لئے ہر ایک کے اندر سوال کی ضرورت پیش آئی ہو۔

**جواب: (۲)** چچا کی تین قسمیں ہیں اخیانی، عسلاقی، یعنی، اب نہ معلوم کس کے یہاں کون سے چچا آئے ہوں۔

**جواب: (۳)** ممکن ہے کہ واقعہ یاد نہ رہا ہو۔

**جواب: (۴)** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ بعد میں پیش آیا تھا اور وہ یہ سمجھیں کہ پہلے واقعہ کا جو جواز معلوم ہوا وہ منسوخ ہے آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: "انما ارضعتنی المرأة ولحم یرضعنی الرجل" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اشکال کا مقصد یہ تھا کہ میں نے عورت کا دودھ پیا ہے لہذا اس سے اور اس کے اقرباء سے حرمت رضاعت ثابت ہونا تو سمجھ میں آیا ہے، لیکن جب میرا اس کے شوہر سے کوئی واسطہ نہیں تو اس کے اقربا کیسے میرے محرم ہو گئے؟ آپ ﷺ نے اس اشکال کا جواب نہیں دیا، پس مکرر یہ بات فرمائی کہ رضاعی باپ کا بھائی چچا ہیں، لہذا وہ محرم ہونے کی بناء پر آسکتے ہیں۔ جواب نہ دینے کا

مقصد یہ تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ بات خود سمجھ میں آجائے گی۔ اور جواب یہی ہے کہ عورت کے دودھ اترنے کا ذریعہ شوہر ہے لہذا وہ دودھ میں شریک ہے۔ (بذل الجہود: ۸/۳)

## رضاعی بھائی کی بیٹی سے نکاح

{۳۰۱۵} وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ فِي بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةً، فَأَتَاهَا أَجْمَلُ فَتَاةٍ فِي قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُ أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ حَمْزَةً أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ وَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مِنَ الرِّضَاعَةِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۴۶۷، باب تحريم ابنتي الاخ من الرضاعة، حديث

نمبر: ۱۴۴۶۔

**حل لغات:** فتاة: یہ مؤنث ہے الفتی کی جگہ معنی نوجوان، مراہقت اور رجلیت کے

درمیان کا مرد۔

**ترجمہ:** حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ﷺ کیا آنحضرت ﷺ کی اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی میں رغبت ہے؟ بے شک ان کا شمار قریش کی حسین ترین لڑکیوں میں ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں کہ بلاشبہ حمزہ رضی اللہ عنہ میرے رضاعی بھائی ہیں، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ رضاعت سے بھی وہ رشتہ حرام کر دیتے ہیں جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام فرماتے ہیں۔ (مسلم)

**تشریح:** هل لك، ای رغبة، "فی بنت عمك حمزة" علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ لك مبتدا محذوف رغبة کی خبر ہے اور "فی" اسی سے متعلق ہے اور تقدیری عبارت یہ ہے، "هل لك رغبة فيها" فانہا اجمل فتاة ای احسن بنات، فی قریش "یعنی پورے قریش کی خوبصورت لڑکی ہے چہ جائیکہ نبوہاشم۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی میں آنحضرت ﷺ کو کچھ دلچسپی ہے، فانہا اجمل،

وہ سارے قریش میں سب سے زیادہ خوبصورت خواتون ہیں۔ ”ان حمزہ اخی من الرضاعة۔“ بلاشبہ حمزہ رضی اللہ عنہ میرے رضاعی بھائی ہیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور آنحضرت ﷺ دونوں کو ابولہب کی باندی حضرت ثویبہ نے دودھ پلایا تھا، لہذا دونوں رضاعی بھائی تھے، آنحضرت ﷺ نے چار عورتوں کا دودھ پیا ہے، (۱) اپنی ماں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا (۲) حضرت حلیمہ (۳) حضرت ثویبہ، (۴) ام ایمن۔ (مرقاۃ: ۶/۲۲۴، تعلیق: ۳/۳۰)

**ان الله حرم:** جو رشتے نسب کی بنا پر حرام ہیں وہ رشتے رضاعت کی بنا پر بھی حرام ہیں اس قاعدہ سے بعض مسائل کا استثناء ہے۔ تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی کے نام میں مختلف قول ہیں، (۱) امامہ، (۲) عمارہ، (۳) سلمہ، (۴) عائشہ (۵) فاطمہ (۶) امۃ اللہ (۷) لیلی (۸) حافظہ بصری فرماتے ہیں کہ ان کا نام ام الفضل تھا بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ نام نہیں بلکہ ان کی کنیت ہے۔

## ثبوت رضاعت کے لئے دودھ پینے کی مقدار

{۳۰۱۶} وَعَنْ أُمِّ الْفَضْلِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ إِنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الرُّضْعَةَ أَوْ الرُّضْعَتَيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ، عَائِشَةُ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْبَصَّةَ وَالْبَصَّتَيْنِ وَفِي أُخْرَى لِأُمِّ الْفَضْلِ قَالَ لَا تُحَرِّمُ الْإِمْلَاجَةَ أَوْ الْإِمْلَاجَتَيْنِ۔ (هَذِهِ رَوَايَاتُ لِمُسْلِمٍ)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۴۶۸/۲، باب فی المصۃ والمصتان، کتاب الرضاعة،

حدیث نمبر: ۱۴۵۱/۱۴۵۰۔

**ترجمہ:** حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ایک بار یا دو بار دودھ پینا حرمت رضاعت کو ثابت نہیں کرتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک بار یا دو بار جو سنا نکاح حرام نہیں کرتا ہے، اور ام الفضل کی ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ ایک بار یا دو بار منہ میں چھاتی داخل کر لینا نکاح حرام نہیں کرتا ہے۔ (یہ سب روایات امام مسلم نے نقل کی ہیں)

**تشریح:** وعن ام المفضل: یہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں علامہ قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پہلی اسلام والی ہیں۔ "لا تحرم" راء کی تشدید کے ساتھ اس کو کسرہ ہے "الرضعة والرضعتان" اور مشکوٰۃ کے ایک نسخہ میں "ولا الرضعتان" ہے ایک مرتبہ عورت کی چھاتی کو چوسنا یا دو مرتبہ چوسنا نکاح کو حرام نہیں کرتا یعنی حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور ابو عبیدہ ابو ثور اور داؤد نے کہا تین مرتبہ چوسنے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے حدیث کے مفہوم سے یہی ثابت ہوتا ہے، (قاری) "وفی رواية عائشة الخ" مفہوم حسب سالت ہے، "وفی اخرى لام الفضل قال لا تحرم" بچہ کا مال کے پستان کو ہونٹوں سے دبا کر دودھ پینا تینوں روایات کا مفہوم ایک ہی ہے اور چونکہ تینوں کلمات کا مفہوم ایک ہی ہے اس لئے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مختلف اوقات میں مختلف ہم معنی کلمات سے مفہوم ادا فرمایا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راویوں نے روایت بالمعنی کیا ہو واللہ اعلم، "البصة والبصتان" مال کی چھاتی کو چوسنا یہ بچہ کا فعل ہے اور "املاجة" منہ میں چھاتی داخل کرنا یہ فعل دودھ پلانے والی کا ہے۔

## ثبوت رضاعت کے لئے دودھ پینے کے مقدار اور اختلاف ائمہ

**امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:** بچہ کم از کم پانچ مرتبہ شکم سیر ہو کر مختلف اوقات میں بھوک کی حالت میں دودھ پئے تب حرمت رضاعت ثابت ہوگی۔

**دلیل:** ترمذی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، "انزل فی القرآن عشر رضعات معلومات فنسخ من ذالك خمس وصار الى خمس رضعات معلومات فتوفي رسول الله صلى الله عليه وسلم والامر على ذلك" پہلے قرآن مجید میں یہ حکم نازل ہوا تھا کہ جب بچہ دس مرتبہ شکم سیر ہو کر دودھ پئے تب حرمت ثابت ہوگی، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا، اور یہ حکم نازل ہوا پانچ مرتبہ سے رضاعت ثابت ہوگی، حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات ہو گئی اور یہ حکم یوں ہی باقی رہا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پانچ مرتبہ سے کم تعداد میں اگر بچہ نے دودھ پیا ہے تو حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

**حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:** امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم از کم تین مرتبہ

مختلف اوقات میں شکم سیر ہو کر بچہ دودھ پئے تو رضاعت ثابت ہوگی۔

**دلیل:** ان کی دلیل حدیث باب ہے جس میں صاف صراحت ہے کہ ایک بار دو بار چوسنے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی ہے، لہذا اس کا مفہوم مخالف یہی ہے کہ ثبوت رضاعت کے لئے کم از کم تین مرتبہ دودھ پینا ضروری ہے۔

**امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذهب:** ان دونوں کے نزدیک مطلقاً دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے کم یا زیادہ مقدار کا اعتبار نہیں ہے، بس یہ ثابت ہو جائے کہ بچہ کے پیٹ میں دودھ پہنچ گیا ہے۔

**دلیل:** قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”وامہاتکم اللتی ارضعنکم“ اور تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئی جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہے، اس آیت میں مطلق دودھ پلانے کو تحریم قرار دیا ہے، عدد یا قلیل و کثیر کی تفریق نہیں ہے۔

دوسری عقلی دلیل یہ ہے کہ اصل علت تو جزئیّت ہے اور یہ ایک قطرہ سے بھی ثابت ہوتی ہے، لہذا مطلق رضاعت محرم ہونا چاہئے۔

**امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا جواب:** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو حدیث پیش کی ہے سند کے اعتبار سے صحیح ہے، لیکن اگر معنی کے اعتبار سے صحیح مانا جائے تو پھر سب سے پہلی بات یہ سامنے آئے گی کہ جب مذکورہ آیت حضور ﷺ کی وفات تک موجود تھی تو پھر کہاں چسلی گئی اس صورت میں حفاظت قرآن کے مسئلہ پر حرف آجائے گا، لہذا اس حدیث کی صرف یہی توجیہ ممکن ہے کہ حرمت رضاعت کا حکم تدریجاً نازل ہوا، اولاً دس معلوم رضاعتوں میں پانچ منسوخ ہو گئی، اور پانچ باقی رہ گئیں پھر پانچ منسوخ ہو کر تین رہ گئیں پھر تین کا حکم بھی منسوخ ہو گیا اور مطلقاً دودھ پینا حرمت رضاعت کا سبب بنا البتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نسخ کا علم نہیں ہو سکا، چنانچہ انہوں نے یہ بات فرمائی کہ حضور ﷺ کی وفات تک یہ حکم باقی تھا۔

**امام احمد کی دلیل کا جواب:** اولاً یہ آثار اخبار آحاد میں، لہذا یہ کتاب اللہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہیں اور ان کے ذریعہ سے کتاب اللہ کے حکم کو مقید کرنا درست نہیں ہے، ثانیاً حنفیہ کے نزدیک

مفہوم مخالف حجت نہیں ہے اس کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد سعید صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ ہوتا یہ ہے کہ جب بچہ منہ میں پستان لیتا ہے تو فوراً دودھ نہیں اترتا ہے، اور جب دودھ نہیں اترتا ہے تو بچہ پستان منہ سے نکال دیتا ہے، بلکہ اگر دانت نکل آئے ہیں تو بچہ دانت سے کاٹ لیتا ہے، پس ماں دوبارہ اس کے منہ میں پستان دیتی ہے، پھر بھی دودھ نہیں اترتا تو بچہ پستان منہ سے نکال دیتا ہے، یہ سلسلہ چلا کرتا ہے، اس کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ یاد و مرتبہ محض چوس لینے یا منہ میں پستان داخل کر دینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ رضاعت اس وقت ثابت ہوگی جب کہ یقین سے معلوم ہو جائے کہ بچہ نے دودھ پیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ احادیث جو یہاں مذکور ہیں محتمل ہیں اور قرآن مجید کی آیت محکم ہے اس میں مطلق رضاعت کو سبب تحریم قرار دیا گیا ہے اس لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (تحفۃ اللمعی، فتح السہم، بذل الجہود: ۱۱/۳)

### پانچ مرتبہ دودھ پینے سے رضاعت کا ثبوت

{۳۰۱۴} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَ قِيَمًا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُجَرِّ مَنْ ثُمَّ نُسَخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ فَتَوَقَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ قِيَمًا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ. (مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۲۶۹، باب التحريم بخمس رضعات، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۱۲۵۲۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قرآن کریم میں یہ حکم نازل ہوا تھا اس مرتبہ کامل طور پر دودھ پینا نکاح حرام کرتا ہے، پھر یہ حکم پانچ مرتبہ کامل طور پر پینے کے حکم سے منسوخ ہو گیا، پھر رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور یہ آیت قرآن مجید میں پڑھی جاتی رہی۔ (مسلم)

**تشریح:** یہی وہ حدیث ہے جس کو گذشتہ حدیث میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی دلیل میں پیش کی گئی تھی، اس حدیث سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ جب تک بچہ پیٹ بھر کر پانچ مرتبہ



دودھ پنی نہ لے رضاعت ثابت نہ ہوگی یہ حکم قرآن مجید میں تھا اور نبی کریم ﷺ کی وفات تک یہ آیت تلاوت ہوتی تھی۔

**عشر رضعات معلومات:** یعنی ایسے طور پر بچہ دس مرتبہ دودھ پنی لے کہ جس کا علم یقین سے ہو اس کو دس مرتبہ شکم سیر ہو کر پینے سے بھی تعبیر کرتے ہیں "بخمس معلومات" دس مرتبہ کا حکم منسوخ ہو گیا پھر یہ حکم ہوا کہ جن پانچ مرتبہ کا دودھ پینا یقین سے معلوم ہو وہ حرمت رضاعت کو ثابت کرتا ہے، مطلب یہ ہے کہ پانچ مرتبہ مختلف اوقات میں شکم سیر ہو کر دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے، اس سے کم مرتبہ دودھ پینے سے حرمت رضاعت کا ثبوت نہ ہو گا یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اس کا جواب اور دیگر تفصیلات کے لئے گذشتہ حدیث دیکھیں۔

**فتویٰ رسول اللہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ کلمات آنحضرت ﷺ کی وفات تک قرآن کا جز تھے، حالانکہ قرآن مجید میں یہ کلمات موجود نہیں ہیں، مصحف عثمانی میں ان کلمات کا نہ ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ یہ الفاظ منسوخ ہو گئے تھے ممکن ہے کہ یہ الفاظ حضور ﷺ کی وفات سے چند دن قبل منسوخ ہوئے ہوں اور اس کے نسخ کا علم کچھ صحابہ کو نہ رہا ہو اگر یہ آیت منسوخ نہ ہوتی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابہ اس آیت کو قرآن میں داخل ضرور کراتے۔

**اشکال:** ممکن ہے کہ آیت کے الفاظ منسوخ ہو گئے ہوں، لیکن حکم باقی ہو، یعنی یہ آیت منسوخ التلاوة ہو اور منسوخ الحکم نہ ہو۔

**جواب:** ممکن ہے کہ آیت کے الفاظ کے ساتھ حکم بھی منسوخ ہو، الفاظ کے منسوخ ہونے کے باوجود حکم کا منسوخ نہ ہونا کسی دلیل کا تقاضہ کرتا ہے، اور دلیل یہاں موجود نہیں ہے، بلکہ اس کے خلاف دلائل ہیں۔ (فتح اللہ ۳۰۶/۳، مرقاۃ: ۲۹۸/۲۹۷، ۶/۲۹۷، التعلیق: ۳۱/۳۰)

## رضاعت کب معتبر ہے

{۳۰۱۸} وَعَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَانَتْ كَرَّةَ ذَلِكَ فَقَالَتْ إِنَّهُ أَخِي فَقَالَ انْظُرْنَ مَنْ إِخْوَانُكُنَّ

فَإِنَّمَا الرِّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۶۴/۲، باب من قال رضاع بعد حولین، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۱۰۲، مسلم شریف: ۴۷۰/۲، باب انما الرضاعة من المجاعة، کتاب الرضاعة، حدیث نمبر: ۱۴۵۵۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے کہ ان کے پاس ایک آدمی موجود تھے، ایسا محسوس ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس بات کو ناپسند کیا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ بے شک یہ میرے (رضاعی) بھائی ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اپنے بھائیوں کے بارے میں غور کرلو، اس لئے کہ رضاعت کا تعلق بھوک کے وقت سے ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** انما الرضاعة من المجاعة، وفي القاموس الجوع ضد الشبع وبالفتح مصدر جاع جوعاً ومجاعة، (ن) یعنی جوع بالضم اسم مصدر ہے اور جوع بالفتح اور مجاعة یہ دونوں مصدر ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ رضاعت وہ معتبر ہے جو بھوک کی وجہ سے ہو، یعنی جس زمانہ میں بھوک کا حل دودھ کے علاوہ کوئی اور چیز نہ ہو شرعاً وہ معتبر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ رضاعت وہی ہے جو بچپن میں مخصوص مدت کے اندر ہو، چنانچہ ظاہر ہے کہ بچہ کی پیدائش سے لیکر دو سال تک یہ ایسا زمانہ ہے کہ اس میں بچہ کی غذا فطرۃً وعادۃً دودھ کے علاوہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔

جاننا چاہئے کہ حدیث الباب سے مستفاد ہو رہا ہے کہ رضاعت میں اصل چیز ازالہ جوع ہے اور اس ازالہ کا تعلق وصول اللبن الی المعدة سے ہے لہذا ثبوت رضاعت کیلئے براہ راست پستان سے منھ لگا کر پینا ضروری نہ ہوا بلکہ جس طرح بھی عورت کا دودھ بچہ کے پیٹ میں پہنچ جائے اکلاً وشرباً حتی کہ بطریق وجور اور سعوط سب صورتیں اس میں داخل ہیں البتہ اس میں لیث بن سعد اور اہل ظاہر کا اختلاف ہے "حيث

قالوا ان الرضاعة انما تكون بالتقام الثدي ومص اللبن منه.. (الدر المنضود: ۱۸/۴)

حالت کبر میں دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور اس بارے سلف میں کچھ اختلاف تھا،

چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک حالت کبر میں بھی رضاعت سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور یہی داؤد ظاہری کا مذہب ہے، وہ دلیل پیش کرتے ہیں ابو داؤد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کے اشارہ سے سالم کو دودھ پلا کر اپنے اوپر حرام کر لیا اور رضاعی لڑکا کے مانند سلوک کرتی رہی۔ لیکن جمہور امت اور ائمہ اربعہ فرماتے ہیں کہ حالت صغریٰ رضاعت محرم ہے، اور حالت کبر کی رضاعت محرم نہیں ہے وہ دلیل پیش کرتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے "لا یحرم من الرضاعة الا ما کان فی الحولین" جو رضاعت دو سال کے اندر اندر ہو صرف اس سے رضاعت ثابت ہوتی ہے۔ دوسری دلیل مذکورہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ "انما الرضاعة من المجاعة" بس رضاعت کا حکم مجاعت سے ہے یعنی جب دودھ غذا کا کام دیتا ہے اور اس سے بچہ کی بھوک ختم ہوتی ہے اور وہ مدت رضاعت دو سال ہے۔ نیز قرآن کریم کی آیات جن میں رضاعت کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے ان میں ایک خاص مدت کے ساتھ حرمت کو متعلق کیا گیا ہے جیسے "حولین کاملین لمن اراد ان یتیم الرضاعة" اور مائیں اس اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں یہ مدت ان کے لئے ہے جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں۔ وحملہ وفصالہ ثلاثون شهرا" (سورہ بقرہ)

فریق اول نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے جو استدلال کیا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ابتداء زمانہ میں تھا پھر منسوخ ہو گیا، کما قال ابن حجر "یا تو یہ ایک خاص جزئی واقعہ ہے جو صرف ان دونوں کیلئے خاص تھا جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے قول سے معلوم ہوتا ہے "قالت ما نزلت الا رخصة ارخصها النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاصة دون الناس" ہم نہیں خیال کرتے مگر وہ ایک رخصت تھی جو خاص طور پر ان کو عام لوگوں کے علاوہ عطا فرمائی تھی۔ (رواہ ابو داؤد)

### مدت رضاعت اور اختلاف ائمہ

پھر یہاں دوسرے ایک مسئلہ میں بحث شروع ہوتی ہے کہ مدت رضاعت کتنی ہے، تو امام شافعی، احمد رحمہ اللہ کے نزدیک دو سال ہے، اور یہی ہمارے صاحبین کا مذہب ہے، اور امام

مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سال سے کچھ زائد اور ڈھائی سال سے کم اور امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین سال ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک ڈھائی سال ہے۔

## دلائل

شواہد وغیرہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ آیت قسراًنی سے "والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین" اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے "لا یحرم الرضاعة الا فی الحولین" رضاعت سے حرمت دو سال کے اندر اندر ہوتی ہے۔ امام ابو حنیفہ دلیل پیش کرتے ہیں قرآن کریم کی آیت "وحملہ وفصالہ ثلاثون شهرا" سے تو یہاں حمل وفصال کی مدت تیس مہینہ بیان کی گئی ہے لیکن حمل کے بارے میں منقص حدیث موجود ہے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا "قالت لا یبقی الولد فی بطن امہ اکثر من سنتین" بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں دو سال سے زائد نہیں رہتا۔ لہذا فصال کے بارے میں "ثلاثون شهرا" ڈھائی سال باقی رہا۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حمل سے حمل فی البطن مراد نہیں بلکہ حمل فی الید مراد ہے لہذا یہاں صرف مدت رضاعت کا ذکر ہے، انہوں نے دلیل میں جو آیت پیش کی اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں پر مسئلہ استیجار بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی اپنی زوجہ کو طلاق دیدے اور وہ بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو دو سال کی اجرت پائیگی، مدت رضاعت بیان کرنا مقصد نہیں، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب بھی یہی ہے کہ دو سال کی رضاعت سے مستحق اجرت ہوگی۔ کیونکہ صحیح روایت میں لاتحرم کے بجائے لارضاع کا لفظ ہے۔ (درس مشکوٰۃ: ۲۰/۳، مرقاۃ: ۲۹۸/۶، تعلیق: ۳۱/۴)

**تنبیہ:** امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے پیش کردہ دلیل پر اشکالات کئے جاتے ہیں حق بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں امام صاحب کا مذہب نہایت کمزور ہے اور جمہور کا مذہب بہت قوی ہے اور یہی مذہب صاحبین کا بھی ہے حنفیہ کے یہاں اسی پر فتویٰ بھی ہے لہذا دو سال کے بعد بچے کو دودھ نہ پلانا چاہئے، البتہ ڈھائی سال کے عرصہ تک اگر کسی عورت نے کسی بچہ کو دودھ پلایا ہے تو احتیاط کا تقاضہ یہی ہے کہ اس سے نکاح میں احتیاط برتی جائے۔

## ثبوت رضاعت کے لئے گواہ

{۳۰۱۹} وَعَنْ عُقْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ تَزَوَّجَ ابْنَةَ لَا بِنِ إِهَابِ بْنِ عَزِيزٍ فَأَتَتْ امْرَأَةً فَقَالَتْ قَدْ أَرْضَعْتُ عُقْبَةَ وَالَّتِي تَزَوَّجَ بِهَا فَقَالَ لَهَا عُقْبَةُ مَا أَعْلَمُ أَنَّكَ قَدْ أَرْضَعْتَنِي وَلَا أَخْبَرْتَنِي فَأَرْسَلَ إِلَى آلِ أَبِي إِهَابٍ فَسَأَلَهُمْ فَقَالُوا مَا عَلِمْنَا أَرْضَعْتَ صَاحِبَتَنَا فَرَكِبَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ فَسَأَلَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ وَقَدْ قِيلَ فَفَارَقَهَا عُقْبَةُ وَنَكَحَتْ زَوْجًا غَيْرَهُ. (رواه البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۱/۳۶۰، باب اذا شهد شاهد، کتاب الشهادات، حدیث

نمبر: ۲۶۲۰۔

**حل لغات:** کیف: کیسے، کیوں کر، کس طرح، یہ مبنی علی الفتح ہے، فارقه فراق: کسی سے علیحدگی

اختیار کرنا، جدا ہونا۔

**ترجمہ:** حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ابواہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی، تو ایک عورت نے آکر کہا کہ میں نے عقبہ کو اور اس لڑکی کو جس سے اس نے نکاح کیا ہے دودھ پلایا ہے، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا کہ مجھے اس بات کا علم نہیں ہے، کہ تو نے مجھے دودھ پلایا ہے اور نہ تم نے مجھے یہ بات بتائی تھی، چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی ابواہاب کی خاندان کی طرف روانہ کیا، اس نے ان لوگوں سے اس بارے میں معلومات چاہی، تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہمیں علم نہیں ہے، کہ ہماری لڑکیوں کو اس عورت نے دودھ پلایا ہے، اس کے بعد حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سوار ہو کر مدینہ منورہ حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ کیسے تم اس لڑکی کو نکاح میں رکھو گے جب کہ کہا گیا ہے (کہ تم اس کے بھائی ہو) تو حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی سے علاحدگی اختیار کر لی، اور اس لڑکی نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا۔ (بخاری)

**تشریح:** حاصل حدیث کا یہ ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی، شادی کے بعد ایک عورت آ کر کہنے لگی کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا تھا، لیکن اس کے دودھ پلانے کی کوئی اور شہادت نہ مل سکی نہ ہی خود اس عورت نے پہلے کبھی اس کا تذکرہ کیا تھا آنحضرت ﷺ سے مسئلہ پوچھا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "کیف وقد قیل" یعنی تم اس کو کیسے رکھو گے جبکہ یہ بات کہی جا چکی ہے۔ (اشرف التوشیح: ۲/۴۴۳)

### شہادت مرضعہ سے ثبوت حرمت

اگر ایک عورت شہادت دے کہ میں نے فلاں شخص کو دودھ پلایا تھا کیا محض اس کی شہادت سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی؟ اس میں اختلاف ہوا ہے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ محض مرضعہ کے کہنے سے حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اور جماہیر سلف کا مذہب یہ ہے کہ محض مرضعہ کی شہادت سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی البتہ اس میں ان حضرات کا بھی اختلاف ہوا ہے کہ پھر حرمت رضاعت کے ثبوت کیلئے کتنی شہادت ضروری ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو عورتوں کی شہادت کافی ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چار عورتوں کی ہونی چاہئے حنفیہ کے نزدیک رضاعت میں بھی شہادت کا عام ضابطہ چلے گا کہ دو مرد یا ایک مرد و دو عورتیں ضروری ہیں۔ البتہ اگر قبل النکاح ایک عورت گواہی دیدے تو دیانۃً معتبر ہوگی۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ و اسحاق رحمۃ اللہ علیہ زیر بحث حدیث سے استدلال کرتے ہیں جمہور کی طرف سے اسکے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں۔

(۱)..... ہو سکتا ہے کہ آپ کو وحی کے ذریعہ یقین ہو گیا ہو کہ واقعی اس عورت نے دودھ پلایا تھا اس لئے چھوڑنے کا حکم فرمایا۔

(۲)..... چھوڑنے کا حکم قضا اور فیصلہ شرعیہ کے طور پر نہیں تھا بلکہ احتیاطاً اور تورع کی بناء پر تھا یعنی اگرچہ شرعاً اس سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی لیکن شک پیدا ہو ہی گیا نیز عوام میں بھی بات چل

نکلے گی، اور لوگ کہیں گے کہ رضاعی بہن رکھے ہوئے ہے، نہ خود کو اطمینان ہو گا نہ لوگ مطمئن ہوں گے تو بہتر یہی ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے، اس فیصلہ کے قضاء شرعی نہ ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ قضا کے لئے ضروری ہے قاضی شاہد کو عدالت میں بلا کر اس کی شہادت سنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا معلوم ہوا یہ محض مشورہ تھا۔ (اشرف التوضیح: ۲/۳۴۲)

دوسرا قرینہ لفظ ”کیف وقد قیل“ واضح طور پر دلالت کرتا ہے کہ دیکھو اگرچہ اس عورت کی صداقت پر کوئی بھروسہ نہیں ہے لیکن جب ایک بات زبان پر آچکی ہے تو اطمینان کے ساتھ ازدواجی زندگی کیسے بسر کرو گے۔ اگر قضا تفریق کرنا مقصد ہوتا تو آپ صاف الفاظ سے تفریق فرما دیتے۔

**ابن حجر رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ:** ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک عورت کے کہنے پر زوجین کے درمیان تفریق کرنے سے اجتناب کیا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ اگر مرضعہ گواہ پیش کرے تو تفریق کر دو، ورنہ زوجین کو اپنی حالت پر چھوڑ دو کیونکہ اگر یہ دروازہ کھول دیا گیا تو جو عورت جب چاہے گی زوجین میں تفریق کرادے گی۔ (فتح الباری)

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر عورت کے دعویٰ میں ذرا سا بھی صداقت کا امکان ہے تو تفریق دینا کرنا بہتر ہے، اور اس کی طرف مشیر حدیث باب ہے، قضاء عورت کی گواہی غیر معتبر ہے، یہ مقصود ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا۔ (مرقاۃ: ۲/۲۹۹، ۱/۶، التعلیق: ۳/۳۲)

## دار الحرب سے گرفتار ہو کر آنے والی عورت کا حکم

{۳۰۲۰} وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّجُوا مِنْ غَشْيَانِهِمْ مِنْ أَجْلِ أَرْوَاجِهِمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى فِي ذَلِكَ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ

أَيَّمَانُكُمْ آمِي فَهِنَّ لَهُمْ حَلَالٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ. (رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/ ۴۷۰، باب جواز وطء المسببة، کتاب الرضاع،

حدیث نمبر: ۱۴۵۶۔

**حل لغات:** لقیہ: (س) پانا، ملنا، کسی سے ملاقات ہونا، قاتل: لڑنا، جنگ کرنا، ظہر علی عدوہ: دشمن پر غالب آنا، اصاب الشیء: پانا ملنا پالینا، السبی سبا یا: قیدی، تخرج: ننگی اور پریشانی سے بچنا، ننگی اور پریشانی سے بچنے والا کام کرنا، غش المكان غشانا: کسی جگہ آنا، احصن الرجل: شادی شدہ ہونا۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حنین کے دن اوطاس کی طرف ایک لشکر بھیجا، چنانچہ وہ لشکر دشمن کے مقابل ہوا اور ان پر غالب آ گیا، اور ان کو اپنے لئے بہت سے قیدی ملے، لیکن رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے بعض حضرات نے ان لونڈیوں سے جماع کرنے سے اس لئے پرہیز کیا کہ یہ مشرک شوہروں کی بیویاں ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں آیت نازل فرمائی: "والمحصنات من النساء الحرام کی گئی ہیں تم پر وہ عورتیں جو شوہر والی ہیں، مگر وہ عورتیں حرام نہیں ہیں جو تمہاری ملکیت میں آگئی ہیں، وہ عورتیں عدت گزارنے کے بعد تمہارے لئے حلال ہیں۔ (مسلم)

**تشریح:** سبا، سببہ کی جمع ہے فعلیۃ معنی مفعولہ قید کردہ عورتیں (باندیاں)

**غزوہ اوطاس:** حنین ایک وادی کا نام ہے مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان علی بضعة عشر میلا من مکة جہاں مشہور غزوہ ہوا، غزوہ حنین فتح مکہ کے بعد شوال ۸ھ میں ہوا اور اوطاس ایک وادی ہے دیار ہوازن میں اور کہا گیا ہے، "هو موضع عند الطائف وهو غير وادي حنين على الراجح۔ یعنی حضور اقدس ﷺ نے ایک لشکر روانہ فرمایا موضع اوطاس میں جس کا منشا یہ ہوا کہ جب حضور ﷺ غزوہ حنین سے فارغ ہوئے جو کہ قبیلہ ہوازن کے ساتھ ہوا تھا تو ایک دستہ (مختصر جماعت) ہوازن کی اوطاس میں آکر جمع ہوگئی اور وہاں آکر قبیلہ ثقیف کے ساتھ شامل ہوگئی آپ ﷺ نے ان کے مقابلہ کے لئے ایک جماعت بھیجی (جیسا کہ ابوداؤد کی روایت میں مذکور ہے) یہ جماعت ان کفار پر



بحمد اللہ تعالیٰ غالب آگئی اور مشرکین کی بہت سی عورتیں بھی اس نے قید کر لی جن میں بعض ایسی بھی تھیں جو شادی شدہ تھیں اور ان کے ازواج بھی زندہ تھے تقسیم کے بعد جن مجاہدین کے حصہ میں اس قسم کی عورتیں آئیں تو ان کو ان سے وٹلی کرنے میں اشکال ہوا کہ ان کے تو مشرک شوہر زندہ ہیں اور موجود ہیں پھر ان سے وٹلی کیسے کی جائے؟ جیسا کہ راوی کہہ رہا ہے کہ ”تحر جوا من غشیاءہن“ تو اس پر یہ آیت کریمہ ”والمحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم“ نیز وہ عورتیں (تم پر حرام ہیں) جو دوسرے شوہروں کے نکاح میں ہوں البتہ جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں آجائیں (وہ مستثنیٰ ہیں) (سورۃ النساء) نازل ہوئی، یعنی جو عورتیں کسی کے نکاح میں ہو وہ اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے کے لئے حرام ہیں، مگر وہ منکوحہ عورت جو دار الحرب سے قید کر کے لائی گئی ہو تو وہ جس شخص کے حصہ میں آئیگی اس کے لئے حلال ہوگی انقضاء عدت (ایک حیض) کے بعد اور اگر حاملہ ہے تو وضع حمل کے بعد۔ (الدر المنثور ۶۹/۴، مرقاۃ ۳۰۰/۶)

## سایا سے متعلق چند مسائل فقہیہ

یہاں پر چند مسئلے ہیں بعض ان میں اختلافی ہیں (۱) جس مسئلہ کا اس آیت کریمہ میں استثنا کیا گیا ہے اس سے مراد وہ کافرہ عورت ہے جس کو تنہا (بغیر اس کے شوہر کے) قید کر کے دارالاسلام میں لایا گیا ہو، اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک بتائین دارین سے فرقت واقع ہوتی ہے، نفس قید سے واقع نہیں ہوتی، اس مسئلہ میں شافعیہ وغیرہ کا اختلاف مشہور ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر کافرہ عورت کو مسلمان قید کر کے لے آئے تو اپنے شوہر سے بات نہ ہو جاتی ہے مسلمان غازی کے لئے حلال ہو جائے گی، عام ازیں شوہر اس کے ساتھ ہو یا نہ ہو، یعنی ان کے نزدیک سبب فرقت ہی ہے، یہی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور قول ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سبب فرقت بتائین دارین ہے فقط ہی نہیں، لہذا زوجہ کے ساتھ اگر اس کا شوہر بھی آجائے تو فرقت نہیں ہوگی۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دلیل پیش کرتے ہیں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے کہ صحابہ کرام مشرکین کی عورتیں قید کر کے لائے تھے اور ان سے وٹلی کرنے میں شک کیا تو اللہ

تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی: ”والمحصنات الخ“ اور آپ نے تفسیر کردی ”فھن لھم حلال اذا انقضت عدتھن الخ“ رواہ مسلم، تو اس میں شوہر کے ساتھ ہونے نہ ہونے کی قید نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ مطلقاً سبب فرقت ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حربیہ عورت مسلمان ہو کر دار الاسلام میں آجائے یا ذمیہ بن کر آجائے اور اس کا شوہر ساتھ نہ ہو تو سب کے نزدیک فرقت ہو جاتی ہے، جیسا کہ قرآن کریم نے مہاجرات کے بارے میں فرمایا: ”لا جناح علیکم ان تنکحوھن الا یہ“ اور سب کا کوئی ذکر نہیں، تو معلوم ہوا کہ تباین دارین سبب فرقت ہے۔

امام شافعی و مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آیت و حدیث سے جو دلیل پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے وہاں فقط سبب فرقت ہونے پر کوئی دلالت نہیں ہے بلکہ دوسرے طریق سے معلوم ہوتا ہے کہ تباین دارین سبب فرقت ہوا۔ چنانچہ محمد بن علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ یوم او طاس میں ان کے سب مرد پہاڑوں میں بھاگ گئے تھے، اور عورتوں کو پکڑ لیا گیا تو ان کے بارے میں آیت نازل ہوئی تو یہ آیت تباین دارین والی عورتوں کے متعلق ہے، مطلقاً مسبیہ عورتوں کے بارے میں نہیں ہے، نیز اہل مغازی فرماتے ہیں کہ ان کے مرد یا قتل کر دیے گئے یا فرار ہو گئے، ان کو قید کرنے کی نوبت نہیں آئی، لہذا یہ آیت و حدیث ان عورتوں کے بارے میں ہے جن کے ساتھ ان کے ازواج نہ ہوں ”فثبت بذالک ان سبب الفرقة ليس السبي فقط بل تباین الدارین“ (درس مشکوٰۃ ۲/۲۱۶، تعلیق ۳/۳۳)

(۲) مسبیہ مشرکہ جو کتابیہ نہ ہو وہ مسلمان کیلئے حلال نہیں جب تک اسلام نہ لائے، البتہ اگر وہ کتابیہ ہو تو حلال ہے یہ مسئلہ حنفیہ و شافعیہ کے یہاں اتفاقی ہے اور اس حدیث میں جن سبایا کا ذکر ہے وہ سب مشرکات تھیں یعنی پہلے سے لہذا یہاں یہ تاویل کی جاے گی کہ وہ اسلام لے آئیں ہوں گی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تاویل اور تو جیہہ یہاں ضروری ہے۔ (بذل)

تیسرا مسئلہ یہاں پر یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں جس مملوک کا استثنا کیا گیا ہے اس سے مراد عند الجمهور والائمہ الاربعہ مملوکہ بالسبی ہے، یعنی وہ منکوحہ الغیر جس کا کوئی مسلمان مالک ہو جائے اس کی قید کرنے کی وجہ سے اور جو منکوحہ الغیر مملوکہ بالشراء ہو اس کا حکم یہ نہیں ہے یعنی وہ مشتری کے لئے حلال نہ ہوگی کیونکہ شراء امۃ سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا، بخلاف قید کے کہ اس سے نکاح عند الجمهور فسخ ہو جاتا

ہے، لیکن اس مسئلہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اختلاف منقول ہے ان کے نزدیک بالشراء کا حکم بھی یہی ہے۔ (الدر المنضود: ۷۰/۴، التعلیق)

## {الفصل الثانی}

### ان عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا منع ہے

{۳۰۲۱} عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلَى عَمَّتِهَا أَوْ الْعَمَّةُ عَلَى بِنْتِ أَخِيهَا وَالْمَرْأَةُ عَلَى خَالَيَتِهَا أَوْ الْخَالَةُ عَلَى بِنْتِ أُخْتِهَا لَا تُنْكَحُ الصُّغْرَى عَلَى الْكُبْرَى وَلَا الْكُبْرَى عَلَى الصُّغْرَى. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ وَالنَّسَائِيُّ وَرَوَاهُ إِبْنُ أَبِي قَوْلٍ بِنْتِ أُخْتِهَا).

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۱۴، باب ماجاء ان لا تنكح المرأة على عمتها ولا خالتها، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۲۶، ابوداؤد شریف: ۱/۲۸۲، باب ما یکره ان یجمع بینھن من النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۰۶۵، نسائی ۲/۶۷، باب تحریم الجمع بین المرأة وخالتها کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۲۹۶، دارمی: ۲/۸۳، باب الحال التي یجوز للرجل ان ینکح فیھا، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۷۸۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے پھوپھی کی موجودگی میں بھتیجی سے یا بھتیجی کی موجودگی میں اس کی پھوپھی سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے، اور اسی طرح خالہ کی موجودگی میں اس کی بھانجی سے یا بھانجی کی موجودگی میں اس کی خالہ سے نکاح کرنے سے منع فرمایا ہے آپ ﷺ نے یہ بات بھی فرمائی کہ نکاح نہ کیا جائے چھوٹی سے بڑی پر اور نہ بڑی سے چھوٹی پر۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی) اور نسائی نے اس روایت "علی بنت اختها" تک نقل کیا ہے۔

**تشریح:** وہ عورتیں جن سے فی نفسہ نکاح تو جائز ہے لیکن ان میں سے دو کو نکاح میں جمع کرنا ناجائز ہے جیسا کہ قرآن کریم میں بیان محرمات میں ہے، ”وان تجمعوا بین الاختین“ اس آیت کریمہ میں تو تصریح صرف جمع بین الاختین ہی کی ہے لیکن احادیث الباب اور صحابہ کرام و تابعین اور ائمہ اربعہ وغیرہ کے اتفاق سے اس میں غیر اختین کو بھی شامل کیا گیا ہے جس کا ضابطہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر ایسی دو عورتیں جن میں سے اگر کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح دوسری سے جائز نہ ہو، ”ففی تفسیر الجلالین تحت قوله، وان تجمعوا بین الاختین ویلحق بہما بالسنة الجمع بینہما و بین عمتہا او خالتہا“

لہذا اگر کسی شخص کے نکاح میں کسی عورت کی بھتیجی ہے تو اب یہ شخص اس کی پھوپھی سے نکاح نہیں کر سکتا، وکذا العکس یعنی اگر اس کے نکاح میں پہلے سے پھوپھی ہے تو اب وہ اس کی بھتیجی سے نکاح نہیں کر سکتا اور یہی حال خالہ اور بھانجی کا ہے، امام ترمذی اس حدیث پر فرماتے ہیں ”والامر علی هذا عند عامة اهل العلم لانعلم بینہم اختلافا انه لا یحل للرجل ان یجمع بین المرأة و عمتہا او خالتہا“ لیکن اس مسئلہ میں خوارج کا اختلاف ہے کہ انہوں نے ”جمع بین المرأة و عمتہا و بین المرأة و خالتہا“ کو جائز قرار دیا ہے۔

جاننا چاہئے کہ جمع کی دو صورتیں ہیں (۱) فی النکاح (۲) فی الوطی، پس جمہور علماء کے نزدیک جس طرح جمع بین المحارم بالنکاح ناجائز ہے اسی طرح جمع فی الوطی بملک الیمین بھی ناجائز ہے، اور اس صورت ثانیہ میں شیعہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک جمع فی الوطی بملک الیمین جائز ہے۔

**قولہ:** ولا تنکح الکبریٰ علی الصغری ولا الصغری علی الکبریٰ: یہ ماقبل ہی کی تاکید ہے کبریٰ سے مراد عمو اور خالہ اور صغریٰ سے مراد بھتیجی اور بھانجی۔ تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔  
(الدر المنضو د: ۲۲/۴، التعلیق: ۳۴/۴، طبعی: ۶/۲۹۸)

## اشکال مع جواب

**والعمة علی بنت اختیہا:** اس پر اعتراض ہے کہ اس جملہ کا اور اس سے ماقبل والے

جملہ کا خلاصہ ایک ہی ہے لہذا احکام کی کیا ضرورت ہے، اس کا علماء نے جواب دیا کہ پھوپھی اشرف ہوتی ہے لہذا اس پر ادون سے نکاح جائز ہے اگر اس کا عکس ہو تو شاید جائز نہ ہو جیسے اگر پہلے سے کسی کے تحت حرہ ہو تو اس پر باندی سے نکاح جائز نہیں ہے اور اس کا عکس جائز ہے کیونکہ باندی ادون ہے اور حرہ اشرف ہے ایسا ہی یہاں ہوگا تو اس وہم کو دور فرمانے کے لئے آگے چل کر ادون پر اشرف کے نکاح ہونے کو حرام بتلایا، ایسے ہی اس وہم کو بھی رفع فرمایا کہ اگر پھوپھی کسی کی چھوٹی ہو تو بھی اس پر نکاح جائز نہیں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "ولا الصغریٰ علی الکبریٰ الخ" (مرقاۃ: ۲۰۱/۶)

حاصل کلام یہ ہے کہ پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی کو نکاح میں جتمع کرنا جائز نہیں ہے، اگر کوئی پھوپھی بھتیجی یا خالہ بھانجی کو جمع کرتا ہے تو جس سے دوسرے نمبر پر نکاح ہوگا وہ نکاح باطل ہوگا۔ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔

## باپ کی منکوحہ سے نکاح کی حرمت

{۳۰۲۲} وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ مَرْثِي خَالِي أَبِي بُرْدَةَ بْنِ نِيَّازٍ وَمَعَهُ لَوْاءٌ فَقُلْتُ آتِنِ تَذَهَبُ فَقَالَ بَعَثَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى رَجُلٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً أَبِيهِ أَتَيْتُهُ بِرَأْسِهِ. (رواة الترمذی وأبو داود) وَفِي رِوَايَةٍ لَهُ وَلِلنَّسَائِيِّ وَابْنِ مَاجَةَ وَالذَّارِقِيِّ فَأَمَرَنِي أَنْ أَضْرِبَ عُنُقَهُ وَأَخْذُ مَالَهُ وَفِي الرِّوَايَةِ قَالَ عَمِّي بَدَلْ خَالِي.

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲۵۲/۱، باب فیمن تزوج امرأۃ ابیہ، کتاب الاحکام،

حدیث نمبر: ۱۳۶۲، ابوداؤد شریف: ۶۱۲/۲، باب فی الرجل یزنی بحرمة، کتاب

الحدود، حدیث نمبر: ۴۴۵۶، نسائی شریف: ۷۰/۲، باب نکاح مانکح الالباء، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۳۳۳۲، ابن ماجہ شریف: ۱۸۷، باب من تزوج امرأۃ ابیہ، کتاب

الحدود، حدیث نمبر: ۲۶۰۷، دارمی: ۲۰۵/۲، باب الرجل یتزوج امرأۃ ابیہ، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۳۹۔

**حل لغات:** لوائ: جھنڈا، پرچم، ضرب عنقہ: گردن اڑانا۔

**ترجمہ:** حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے پاس سے میرے ماموں ابو بردہ بن نسیاز کا گذر ہوا، ان کے ہاتھ میں ایک جھنڈا تھا، میں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت رسول اکرم ﷺ نے ایک ایسے شخص کا سر کاٹ کر لانے کے لئے بھیجا ہے، جس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابوداؤد اور نسائی وابن ماجہ و دارمی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس کا سر کاٹ لوں، اور اس کا مال لے لوں، اور اس روایت میں انہوں نے میرے ماموں کی جگہ میرے چچا کہا ہے۔

**تشریح:** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے زمانہ جاہلیت کے طرز پر اپنے باپ کی بیوی سے نہ صرف نکاح کر لیا بلکہ اس کو جائز سمجھا اور اس نے شریعت کے حکم "ولا تنکحوا ما نکح آبائکم" اور نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے۔ کی نہ صرف خلاف ورزی کی بلکہ قرآن مجید کی اس آیت کا انکار کرتے ہوئے اور ظاہر بات ہے کہ شریعت کے کسی حکم قطعی کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے، اور اگر کوئی مسلمان ایسا کرے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے لہذا اس کا قتل کر کے اس کا مال و اسباب کو ضبط کر لینا شریعت کا حکم ہے، آنحضرت ﷺ نے اسی عمل کی انجام دہی کے لئے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کے چچا یا ماموں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا اور ساتھ میں علامتی جھنڈا بھی دے دیا تھا تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ حضور ﷺ کے فرستادہ ہیں۔

## ذوات محارم سے نکاح کا حکم

**عن البراء بن عازب:** الی رجل تزوج الخ: اس رجل کا نام منظور بن یسار فزاری ہے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ذوات محارم سے نکاح کا کیا حکم ہے؟ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ زفر عینی رحمۃ اللہ علیہ و سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح کرنے سے حد جاری نہ ہوگی خواہ اس کو پہلے سے معلوم ہو کہ یہ مجھ پر حرام ہے اور اقرار بھی حرمت کا کرے یا نہ کرے البتہ اس کو تعزیر شدید کی جائے گی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا یہ نکاح کرنا زنا کے حکم میں ہے

اور اس پر حد رحم لگائی جائے گی اگر محسن ہے ورنہ جلد لگائی جائے گی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت اسحق بن راہویہ اور تمام اہل حدیث کہتے ہیں کہ اس کو قتل کر دیا جائے گا، ابن حزم ظاہری فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کر لیا تو اس کو قتل کیا جائے گا یعنی صرف اسی صورت کے اندر قتل ہے اس کے علاوہ میں نہیں ہے اور یہ اس حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہیں، امام احمد وغیرہ نے اس حدیث سے قاعدہ مستنبط فرمایا کہ ہر ذی رحم محرم کے نکاح کا یہی حکم ہے جو اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ نکاح سبب محلل ہے یعنی اس کا تقاضہ ہے کہ محل حلال ہو جائے اور اس محل کا تقاضہ ہے کہ وہ حرام رہے تو دونوں کے اندر تعارض کی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا جو سقوط حد کے اندر کارگر ہو گا البتہ زجر شدید کیا جائے گا اور اس حدیث سے جن لوگوں نے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ایسا تعزیراً کیا تھا۔ اور جواب یہ ہے کہ اس شخص نے اس محل کو حلال سمجھا تو مستحل ہونے کی وجہ سے اس کو قتل کیا گیا کیونکہ وہ کافر ہو چکا تھا۔ (مرقاۃ: ۲۰۲/۶)

## مدت رضاعت کے بعد حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی

{۳۰۲۳} وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُحْرِمُ مِنَ الرِّضَاعِ إِلَّا مَا فَتَقَى الْأَمْعَاءُ فِي الثَّدْيِ وَكَانَ قَبْلَ الْفِطَامِ۔ (رواہ الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۱۸، باب ماجاء فی ذکر ان الرضاعة لا تحرم الخ،

کتاب الرضاعة، حدیث نمبر: ۱۱۵۲۔

**حل لغات:** الرضاع: ماں کا دودھ پینا، پستان یا تھن سے دودھ پینا، فتق: چیرنا بھاڑنا بیچ سے دو کرنا، فتق الکلام: پھیلانا، الفطام: دودھ چھڑانے کا زمانہ، دودھ چھڑائی دودھ چھڑانے کا عمل، الامعاء: جمع ہے، معی، کی آنت، الثدی: پستان، چھاتی، تھن۔

**ترجمہ:** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ دودھ پینا حرمت رضاعت کو ثابت کرتا ہے جو چھاتی سے پینے کی وجہ سے انٹریوں کو کھول دیتا ہے اور یہ دودھ پینا حرمت رضاعت سے پہلے ہو۔ (ترمذی)

**تشریح:** لا یحرم الرضاعة الا ما فتق الامعاء: بچہ جب دودھ پیتا ہے اور دودھ اس کے پیٹ میں اترتا ہے تو اس کی آنتیں پھول جاتی ہیں، اور یہ چیز جب ہوتی ہے جب بچہ دودھ غذا کے طور پر پیتا ہے، اور غذا کے طور پر دودھ پینا مدت رضاعت کے اندر ہے، اور وہ جمہور کے نزدیک دو سال ہے، جب کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈھائی سال ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حرمت رضاعت اس دودھ سے ثابت ہوتی ہے جو معدہ میں جا کر مکمل غذا کا کام دے ایسا دودھ مدت رضاعت ختم ہونے سے پہلے ہوتا ہے یعنی اگر مدت رضاعت سے پہلے دودھ پلایا جائے تو اس سے حرمت ثابت ہوگی اور اگر مدت رضاعت ختم ہونے کے بعد پلایا جائے تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ "وكان قبل الفطام" میں عطف تفسیری ہے "قبل الفطام" کا مطلب یہ ہے کہ دودھ پلانے کی شرعی مدت ختم ہونے سے پہلے ہو، لہذا اگر مدت رضاعت ختم ہونے سے پہلے دودھ چھڑا دیا گیا اس کے بعد مدت رضاعت کے اندر اندر کسی نے اس کو دودھ پلادیا تو اس سے ظاہر روایت کے مطابق حرمت ثابت ہو جائے گی، "فی الثدي" میں مضاف محذوف ہے ای فی ایام الثدي ایام ثدی سے مراد بھی دودھ پینے کے جواز کے دن ہیں، ثبوت حرمت کے لئے ضروری نہیں ثدی کو منہ لگا کر ہی دودھ پلایا جائے۔ (اشرف التوضیح: ۳/۴۴۳)

**ابن ہمام نے فرمایا:** کہ کیا مدت رضاعت کے بعد بھی دودھ پلانا جائز ہے؟ جواب یہ ہے کہ جائز نہیں اس لئے کہ دودھ آدمی کا جز ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرنا بلا ضرورت جائز نہیں اور یہ ضرورت اب ختم ہو چکی ہے اور اسی بناء پر دوا کے لئے بھی اس سے انتفاع جائز نہیں۔

اطباء نے یہ ثابت کیا ہے کہ کسی کی وہ بیٹی جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے اس کا دودھ باپ کی آنکھ کے لئے مفید ہوتا ہے، مشائخ کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ جائز ہے یا نہیں تو بعض نے کہا جائز نہیں ہے اور بعض نے کہا کہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اس سے آشوب چشم جاتا رہے گا تو اس کے لئے جائز ہے۔ علامہ قاری نے فرمایا: کہ اس کا علم حقیقی کہ نفع دیے گا یا نہیں یہ تو بہت دشوار ہے اس لئے اعتبار غلبہ ظن کا ہوگا۔ (مرقاۃ: ۳۰۳/۶)



## دودھ پلانے والی کے احسان کا بدلہ

{۳۰۲۴} وَعَنْ حَجَّاجِ بْنِ حَجَّاجٍ الْأَسْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَذْهَبُ عَنِّي مَذِمَّةُ الرَّضَاعِ فَقَالَ غُرَّةٌ عَبْدٌ أَوْ أَمَةٌ. (رواه الترمذی و ابوداؤد والنسائی والدارمی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/ ۲۱۹، باب ما جاء ما يذهب مذمة الرضاع، کتاب الرضاع، حدیث نمبر: ۱۱۵۳، ابوداؤد، ۱/ ۲۸۲، باب فی الرضع عند الفصال، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۰۶۴، نسائی: ۲/ ۷۰، باب حق الرضاع و حرمتہ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۳۲۹، دارمی: ۲/ ۲۰۹، باب ما يذهب مذمة الرضاع، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۵۴۔

**ترجمہ:** حضرت حجاج بن حجاج السلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ﷺ کون سی چیز ہے جس کے ذریعہ سے دودھ کا حق ادا ہو سکتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایک غلام، خواہ غلام ہو یا باندی ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

**تشریح:** جو عورت دودھ پلاتی ہے اس کا بہت بڑا احسان ہوتا ہے، لہذا اس عورت کا خیال رکھنا چاہئے، اور چوں کہ اس نے دودھ پلا کر بڑی خدمت انجام دی ہے، لہذا اس کی خدمت کیلئے کوئی غلام یا باندی کا انتظام کر دیا جائے تو اس سے اس کے احسان کی ادائیگی ہو جائے گی۔

**مذمت:** کے معنی حق کے آتے ہیں بظاہر اس وجہ سے کہ اس کی اضاعت سے آدمی مستحق مذمت ہو جاتا ہے اور یہاں پر اس سے وہ حق مراد ہے جو مرضعہ کو حاصل ہوتا ہے رضاعت کی وجہ سے، یہاں پر دو چیزیں ہیں ایک اجرت رضاعت، جو تراضی طرفین سے متعین کی جاتی ہیں، اور دوسری چیز وہ ہے جو مرضعہ کو عند الفصال یعنی تکمیل رضاعت کے بعد بطور بخشش اور انعام کے دی جاتی ہیں، اسی کو مذمت سے تعبیر کیا جاتا ہے، چنانچہ ان لوگوں کی عادت تھی کہ وہ عند الفصال مرضعہ کو انعام کے طور پر کچھ دیا کرتے تھے، اس حدیث میں ان صحابی نے آنحضرت ﷺ سے یہی دریافت کیا ہے کہ وہ بخشش کیا ہونی چاہئے

آپ نے فرمایا کہ ایک غلام یا ایک باندی۔

جاننا چاہئے کہ اعطاء رخص کا حکم ایجابی نہیں ہے واجب تو اصل اجرت کا ادا کرنا ہے، یہ حکم استجابی ہے۔ (الدر المنضود: ۲۱/۴، مرقاۃ: ۳۰۵/۶، التعلیق: ۳۴/۴)

## مرضعہ کی تعظیم و تکریم

{۳۰۲۵} وَعَنْ أَبِي الطُّفَيْلِ الْغَنَوِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَقْبَلَتْ امْرَأَةٌ فَبَسَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رِذَاءَهُ حَتَّى قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا ذَهَبَتْ قِيلَ هَذِهِ أَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. (رواه ابو داؤد)

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۲/۷۰۰، باب فی بر الوالدین، کتاب الادب، حدیث

نمبر: ۵۱۴۴۔

**حل لغات:** اقبل: آنا، اقبل الركب: قافلہ آگیا۔

**ترجمہ:** حضرت ابو طفیل غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک خاتون تشریف لے آئیں، آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر بچھادی، چنانچہ وہ خاتون اس پر بیٹھ گئیں، جب وہ چلی گئیں تو لوگوں نے بتایا کہ یہ وہ خاتون تھیں جنہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو دودھ پلایا ہے۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ رضاعی ماں بھی حقیقی ماں کے مانند ہوتی ہے، اس نے رضیع کو دودھ پلانے میں بڑی کلفت برداشت کی ہے، لہذا رضیع کو اس کی عزت و تکریم کرنا چاہئے حتی الامکان اس کا خیال رکھنا چاہئے البتہ ماں کا جو رتبہ ہے وہ تو کوئی پایہ نہیں سکتا۔

**فبسط النبی صلی اللہ علیہ وسلم:** حضرت نبی کریم ﷺ آنے والی خاتون کی آمد پر بہت خوش ہوئے اور ان کی تعظیم و تکریم کے لئے اپنی چادر بچھادی، تاکہ وہ آنحضرت ﷺ کی چادر مبارک پر بیٹھے، حضرت نبی کریم ﷺ نے ان کی اتنی خاطر مدارت کی کہ لوگوں کو حیرانی ہوئی کہ یہ کون

محترمہ شخصیت ہے، لوگوں کو بتایا گیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی رضاعی ماں ہیں، مواہب میں ہے کہ یہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جو کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حنین کے دن تشریف لائیں، آپ ﷺ ان کی تعظیم کی خاطر کھڑے ہو گئے، اور ان کے لئے اپنی چادر بچھا دی، اور وہ اس پر بیٹھی تھیں۔ (مرقاۃ: ۶/۳۰۵)

## چار سے زائد بیویاں رکھنے کی حرمت

{۳۰۲۶} وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ غِيلَانَ بْنَ سَلَمَةَ الثَّقَفِيَّ أَسْلَمَ وَلَهُ عَشْرُ نِسْوَةٍ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَأَسْلَمَنَ مَعَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْسِكْ أَرْبَعًا وَفَارِقِ سَائِرَهُنَّ. (رواه احمد والترمذی وابن ماجه)

**حوالہ:** احمد: ۴۴/۲، ترمذی: ۱/۲۴۱، باب ماجاء فی الرجل یسلم، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۲۸، ابن ماجہ: ۱۴۰، باب الرجل یسلم وعنده، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۹۵۳۔

**حل لغات:** فارقہ مفارقة: کسی سے علاحدگی اختیار کرنا، السائر: باقی بچا ہوا، سائر الشیء: کے معنی تمام کے نہیں بلکہ باقی ماندہ کے ہیں۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت غیلان مسلمان ہوئے تو ان کے نکاح میں زمانہ جاہلیت کی دس بیویاں تھیں، اور وہ سب ان کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئیں، تو جناب رسول اکرم ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ ان میں سے چار کو رکھو اور باقی کو علاحدہ کر دو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

**تشریح:** اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے اس کے ساتھ اس کی بیویاں بھی مسلمان ہو جائیں اور بیویوں کی تعداد چار سے زیادہ ہو تو اس بات پر تو اتفاق ہے کہ ان میں سے چار رکھ سکتا ہے باقی کو چھوڑنا ضروری ہے، لیکن کون سی رکھے اور کون سی چھوڑے، ائمہ ثلاثہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو اختیار ہے جو چاہے رکھ لے اور جو نہی چاہے چھوڑ دے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے

نزدیک تاخیر نہیں بلکہ پہلی چارجن سے نکاح ہوا تھا ان کو رکھ لے باقیوں کو چھوڑ دے یہی اختلاف اس وقت ہے جبکہ دو بیویاں آپس میں بہنیں ہوں، شیخین کی دلیل یہ ہے کہ جو چار نکاح پہلے ہوئے تھے وہ تو اسلام کی نظر میں صحیح ہیں چار کے بعد جو نکاح ہوئے وہ اسلامی نقطہ نظر سے درست ہی نہ تھے وہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوئے لیکن ان کے اسلام لانے سے پہلے ہم نے ان سے تعرض اس لئے نہیں کیا تھا کیونکہ اہل ذمہ کے مذہبی اور شخصی معاملات میں مداخلت نہیں کی جاتی لیکن جب وہ مسلمان ہو گئے ہیں تو اب قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ ہوگا، شیخین کا یہ استدلال قواعد شرعیہ عامہ پر مبنی ہے۔

ائمہ ثلاثہ زیر بحث غیلان بن سلمہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جب یہ مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں جو ان کے ساتھ ہی مسلمان ہو گئی تھیں، آنحضرت ﷺ نے انہیں فرمایا کہ ان میں سے چار رکھ لو باقی چھوڑ دو، ایسے ہی اس حدیث کے بعد فیروز دہلی کی حدیث آرہی ہے کہ یہ جب اسلام لائے تو ان کی دو بیویاں آپس میں بہنیں تھیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”اخرت ایہما شئت“ ان میں سے جو چاہا ہو اختیار کر لو اور دوسری کو چھوڑ دو۔

شیخین کی طرف سے اس استدلال کے مختلف جواب دیئے گئے ہیں۔

(۱)..... اختیار سے یہ مراد نہیں کہ مجموعہ میں سے جو کسی چاہے رکھ لے بلکہ حدیث میں ”اخرت“ وغیرہ کے الفاظ آرہے ہیں ان سے مراد اختیار قدیمات ہے یعنی یہ جائزہ لو کہ ان میں سے قدیمات کو کسی ہیں قدیمات چھانٹ کر رکھ لے باقی کو چھوڑ دے لیکن یہ جواب مناسب معلوم نہیں ہوتا کیونکہ غیلان بن سلمہ خود فرما رہے ہیں کہ میں نے سب سے پرانی کو چھوڑ دیا تھا ایسے ہی فیروز دہلی کی حدیث میں ہے ”اخرت ایہما شئت“ ان میں جس کو چاہا ہو اختیار کرو۔ ”ایہما شئت“ کے لفظ اس تاویل پر زیادہ منطبق نہیں ہوتے۔

(۲)..... بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے کہ جبکہ چار سے زائد عورتوں یا دو بہنوں کے ساتھ نکاح ایک ہی عقد میں کیا ہو اس صورت میں اختیار ہوگا لیکن یہ جواب بھی صحیح نہیں کیونکہ اگر ایک ہی عقد میں نکاح کیا ہو تو ہمارے نزدیک سب عورتوں سے نکاح باطل ہو جاتا ہے۔

سب سے بہتر جواب وہ ہے جو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس حدیث کا مطلب واقعی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو اختیار دیا تھا کہ ان میں سے جو چاہو رکھ لو لیکن یہ حق نکاح اس وقت کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ یہ نکاح اس وقت ہوئے تھے جب کہ چار سے زائد عورتوں سے نکاح سے نہی نازل نہیں ہوئی تھی ایسے ہی "جمع بین الاختین" سے بھی نہی نہیں تھی، چونکہ یہ نکاح نزول نہی سے پہلے ہو چکے تھے اس لئے یہ نکاح صحیح تھے یہ سب اس کی بیویاں بن گئی تھیں، اس لئے حق اختیار دینا معقول بات ہے لیکن جو چار سے زائد نکاح نہی کے بعد ہوئے ہیں وہ تو منعقد ہی نہیں ہوئے ان میں حق اختیار کیسے دیا جاسکتا ہے، لہذا موجودہ حالات میں ان حدیثوں سے مسئلہ نہیں نکالا جاسکتا یہ حدیثیں صرف ان نکاحوں سے متعلق ہیں جو نہی سے پہلے ہو چکے تھے۔ امام ابن ہمام نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (اشرف التوضیح: ۲/۴۴۴، ۲/۳۰۶:۶)

## بیک وقت کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے

اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ چار سے زیادہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جمہور امت کے نزدیک چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں ہے اس کے برخلاف روافض کے نزدیک نو سے نکاح جائز ہے۔ نخعی سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے، خوارج کے نزدیک اٹھارہ سے نکاح جائز ہے، بعض نے کہا "لا الی نہایۃ"۔ جائز ہے یہ سب اقوال غیر معتبر ہیں، روافض کا استدلال اور ایسے ہی خوارج کا استدلال "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلاث ورباع"۔ تو دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو جو تمہیں پسند آئیں دو دو سے تین تین سے اور چار چار سے ہے ان تمام اعداد کو شمار کرنے سے کل نو عدد ہوتا ہے اور خوارج کہتے ہیں کہ مثنی کے معنی دو، دو کے ہیں لہذا مثنی سے مرد چار اور ثلث سے مراد چھ اور رباع سے مراد آٹھ ہے لہذا کل اٹھارہ ہو گئے۔ ہم کہتے ہیں کہ قرآن کی تفسیر تمہاری لغت دانی پر موقوف نہیں ہے، بلکہ ان کے معنی کے اندر تکرار اس وقت آتا ہے جب کہ ان کے الفاظ کے اندر بھی تکرار ہو نیز اس آیت سے انتہا عدد کو بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کے درمیان میں سے ہر ایک سے نکاح جائز ہے، جمہور کے استدلال بہت کثیر روایات ہیں جو اسی باب کے اندر مروی ہیں نیز عمل کو اگر دیکھیں تو معلوم ہوا کہ کسی صحابی نے بھی چار سے زیادہ سے نکاح نہیں کیا۔ (مرقاۃ: ۶/۳۰۶:۶)

## حدیث سے مستنبط مسائل

حدیث سے درج ذیل مسائل معلوم ہوئے

(۱)..... بخفار کا کیا ہوا نکاح صحیح ہے اس لئے اگر وہ ایمان لے آئیں اور مسلمان ہو جائیں تو ان کو تجدید نکاح کا حکم نہیں کیا جائے گا، بشرطیکہ ان کے نکاح میں ایسے رشتوں والی عورتیں نہ ہوں جن کو نکاح میں جمع کرنا منع ہے۔

(۲)..... اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ایک مرد کے لئے چار عورتوں سے زائد کی اجازت نہیں۔

(۳)..... اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر چار سے زائد عورتوں والے مرد نے کہا میں فلاں فلاں کو اختیار کرتا ہوں یعنی اپنی زوجیت میں رکھتا ہوں تو باقی ماندہ کو طلاق کے بغیر جدائی حاصل ہو جائے گی، اس کے لئے طلاق کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

## نومسلم کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں

{۳۰۲۴} وَعَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعَاوِيَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي خَمْسُ نِسْوَةٍ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ فَارِقْ وَاحِدَةً وَأَمْسِكْ أَرْبَعًا فَعَمَدْتُ إِلَى أَقْدَمِهِنَّ صُحْبَةً عِنْدِي عَاقِرٍ مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً فَقَارَقْتَهَا. (رواہ فی شرح السنۃ)

**حوالہ:** بغوی فی شرح السنۃ: ۹۰/۹/۹۱، باب المشرک یسلم وتحتہ، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۸۹۔

**ترجمہ:** حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس حال میں مسلمان ہوا کہ میرے نکاح میں پانچ عورتیں تھیں، تو میں نے اس سلسلہ میں حضرت نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ ایک کو علاحدہ کر دو، اور چار روک لو، تو میں نے پہلی بیوی کو علاحدہ کر دیا جو کہ باخجہ تھی اور ساٹھ سال سے میرے نکاح میں تھی۔ (بغوی فی شرح السنۃ)

**تشریح:** نوفل بن معاویہ: ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کی عمر ایک سو بیس سال ہوئی، جس میں ساڑھ سال حالت کفر میں گزرے اور ساڑھ سال اسلام میں گزرے، اور ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کی عمر سو سال ہوئی، سب سے پہلا غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے فتح مکہ ہے، فتح مکہ سے قبل ہی مسلمان ہوئے تھے، ”اقدامہن صحبہ“ جب ان کو اختیار ملا تو ان کے حق میں جو بے فائدہ بیوی تھیں ان کو طلاق دیدی، یہ بانجھ بھی تھیں، اور لمبے عرصہ سے ان کی بیوی تھیں۔

**فائدہ:** معلوم ہوا کہ اگر نو مسلم کی چار سے زائد بیویاں ہیں شوہر کو حق تخیر حاصل ہوگا جن چار کو چاہے رکھے اور جس کو چاہے جدا کرے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۰۶)

## دو بہنوں کو نکاح میں جمع کرنے کی حرمت

{۳۰۲۸} وَعَنْ الضَّحَّاكِ بْنِ فَيْرُوزٍ الدَّيْلَمِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي أَسْلَمْتُ وَتَحْتِي أُخْتَانِ قَالَ احْتَرِ أَيْتَهُمَا شِئْتَ. (رواه الترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۲/۲۰۵، باب فی من اسلم وعنده، کتاب الطلاق، حدیث نمبر: ۲۲۴۳، ترمذی شریف: ۲/۲۱۴، باب ما جاء فی الرجل یسلم، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۳۰، ابن ماجہ: ۱۴۰، باب الرجل یسلم وعنده اخوتان، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۹۵۱۔

**ترجمہ:** حضرت ضحاک بن فیرزدیلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ بلاشبہ میں مسلمان ہو گیا ہوں، اور میرے نکاح میں دو سگی بہنیں جمع ہیں، حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ ان دونوں میں سے جس ایک کو چاہو منتخب کرلو۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

**تشریح:** ایک شخص اپنے نکاح میں دو حقیقی بہنوں کو جمع نہیں کر سکتا، اگر کسی نے زمانہ جاہلیت میں یعنی حالت کفر میں جمع کر رکھا تھا اور پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اس کے ساتھ اس کی دونوں بیویاں یعنی

دونوں بہنیں بھی مسلمان ہو گئیں تو وہ ایک کو نکاح میں رکھے گا اور ایک کو چھوڑ دے گا۔

**اخترایتہما شنت:** حدیث کے یہ کلمات صاف بتا رہے ہیں کہ شوہر کو اختیار حاصل ہو گا کہ دونوں بہنوں میں سے جس کو چاہے اپنے نکاح میں باقی رکھنے کے لئے منتخب کر لے، یہی جمہور کا مذہب بھی ہے لیکن حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس سے پہلے نکاح کیا تھا اس کو باقی رکھے گا اور بعد والی جدا ہو جائے گی شوہر کو اختیار نہیں ہے، ابن ہمام نے جمہور کے مذہب کو رائج قرار دیا ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۰۷)

## تفریق دین فسخ نکاح کا سبب ہے

{۳۰۲۹} وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَسْلَمْتُ امْرَأَةً فَتَزَوَّجْتُهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَعَلِمْتُ بِإِسْلَامِي فَأَنْتَزَعَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَوْجِهَا الْآخِرِ وَرَدَّهَا إِلَى زَوْجِهَا الْأَوَّلِ، وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ إِنَّهَا أَسْلَمْتُ مَعِيَ فَرَدَّهَا عَلَيْهِ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) وَرَوَى فِي شَرْحِ السُّنَّةِ أَنَّ جَمَاعَةً مِنَ النِّسَاءِ رَدَّهِنَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالنِّكَاحِ الْأَوَّلِ عَلَى أَرْوَاجِهِنَّ عِنْدَ اجْتِمَاعِ الْإِسْلَامِ بَعْدَ اخْتِلَافِ الدِّينِ وَالدَّارِ مِنْهُنَّ بِنْتُ الْوَلِيدِ بِنْتُ مُغِيرَةَ كَانَتْ تَحْتَ صَفْوَانَ ابْنِ أُمَيَّةَ فَأَسْلَمْتُ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْإِسْلَامِ فَبَعَثَ إِلَيْهِ ابْنُ عَمِّهِ وَهَبُ بْنُ عُمَيْرٍ بِرَدِّهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَانًا لِصَفْوَانَ فَلَمَّا قَدِمَ جَعَلَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْخِيرًا أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ حَتَّى أَسْلَمَ فَأَسْتَقَرَّتْ عِنْدَهُ وَأَسْلَمْتُ أُمُّ حَكِيمٍ بِنْتُ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ امْرَأَةً عِكْرِمَةَ بْنِ أَبِي جَهْلٍ يَوْمَ الْفَتْحِ بِمَكَّةَ وَهَرَبَ زَوْجُهَا مِنَ الْإِسْلَامِ حَتَّى قَدِمَ الْيَمَنَ فَأَرْتَحَلْتُ أُمُّ حَكِيمٍ حَتَّى قَدِمْتُ عَلَيْهِ الْيَمَنَ فَدَعَانِي إِلَى الْإِسْلَامِ فَأَسْلَمَ فَثَبَّتْنَا عَلَى نِكَاحِهَا. (رَوَاهُ مَالِكٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ مُرْسَلًا)



**حوالہ:** ابوداؤد: ۳۰۴/۲، باب اذا اسلم احد الزوجین، کتاب الطلاق، حدیث

نمبر: ۲۲۳۹۔

**حل لغات:** انتزع الشئ: اکھاڑنا، واپس لینا، چھیننا، سلب کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت مسلمان ہو گئی، پھر اس نے شادی کر لی تو اس کا شوہر حضرت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا، اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں مسلمان ہو چکا ہوں، اور میری بیوی میرے اسلام قبول کرنے سے واقف ہے، چنانچہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اس عورت کو دوسرے خاوند سے علاحدہ کر کے پہلے شوہر کی طرف لوٹا دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ پہلے شوہر نے کہا کہ وہ عورت یعنی میری بیوی میرے ساتھ ہی مسلمان ہوئی تھی، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو شوہر اول پر لوٹا دیا۔ (ابوداؤد) اور شرح السنہ میں یہ روایت نقل ہوئی ہے کہ عورتوں کی ایک جماعت کو نبی کریم ﷺ نے پہلے نکاح کی بنا پر ان کے خاوندوں کی طرف لوٹا دیا تھا، جب کہ دونوں اسلام میں اکٹھا ہو گئے، دین اور ملک کے اختلاف کے بعد، ان عورتوں میں ایک ولید بن مغیرہ کی بیٹی ہیں جو کہ صفوان بن امیہ کے نکاح میں تھیں، وہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئیں، جب کہ ان کے شوہر نے اسلام سے راہ فرار اختیار کر لی تھی، تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک دے کر ان کے پاس ان کے چچا کے لڑکے وہب بن عمر کو بھیجا کہ صفوان کیلئے امان ہے، جب وہ آگئے تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان کو چار ماہ تک گھومنے پھرنے کی مہلت دے دی، یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو گئے، چنانچہ ان کی بیوی ان ہی کے پاس رہنے لگیں، اسی طرح عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی ام حکیم بنت حارث بن ہشام فتح مکہ کے دن مکہ میں مسلمان ہو گئیں، جب کہ ان کے شوہر نے اسلام سے راہ فرار اختیار کی، یہاں تک کہ وہ یمن چلے گئے حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا بھی اس کی طرف روانہ ہوئیں یہاں تک کہ وہ ان کے پاس یمن پہنچ گئیں، اور اس کو اسلام کی دعوت دی، چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اور وہ دونوں اپنے نکاح پر باقی رہے۔ اس روایت کو حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب سے مرسل نقل کیا ہے۔

**تشریح:** اس حدیث اور اس کے ساتھ ذکر کردہ چند واقعات کو سمجھنے کے لئے چند

متعلقہ مسائل کو سمجھ لینا مناسب ہے۔

(۱)..... اگر زوجین کافر ہوں اور دارالاسلام میں ہوں ان میں سے اگر مرد مسلمان ہو جائے اور عورت غیر کتابیہ ہو تو حنفیہ کے نزدیک قاضی عورت پر اسلام پیش کرے گا اگر وہ اسلام قبول کر لے تو نکاح باقی رہے گا۔ اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دے تو قاضی ان میں تفریق کر دے گا یہ تفریق حنفیہ کے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فسخ نکاح ہوگی طلاق نہیں ہوگی اگر بیوی کتابیہ ہو تو بغیر عرض اسلام کے ہی نکاح برقرار رہے گا اگر بیوی مسلمان ہو جائے تو مرد پر اسی طرح اسلام پیش کیا جائے گا اگر مسلمان ہو جائے تو نکاح برقرار رہے گا اور اگر اسلام لانے سے انکار کر دے تو قاضی ان میں تفریق کر دے گا یہ تفریق طرفین کے نزدیک طلاق کے حکم میں ہوگی، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فرقت طلاق نہیں ہوگی بلکہ فسخ نکاح ہوگی۔

(۲)..... اگر زوجین دارالحرب میں ہوں اور ان میں سے ایک مسلمان ہو جائے تو حنفیہ کے نزدیک دوسرے پر عرض اسلام ضروری نہیں بلکہ عورت کی عدت گزرنے تک انتظار کیا جائے گا اگر عدت گزرنے سے پہلے دوسرا مسلمان ہو جائے تو نکاح برقرار رہے گا اگر عدت کی مدت کے اندر مسلمان نہ ہو تو نکاح فسخ ہو جائے گا، گویا حنفیہ کے نزدیک پہلی صورت میں تفریق کا سبب ابا عن الاسلام یعنی اسلام قبول کرنے سے انکار کرنا ہے۔ دوسری صورت میں عدت کی مدت کے اندر اسلام نہ لانا ابا عن الاسلام کے قائم مقام ہے اور سبب فرقت ہے۔

شافعیہ کے نزدیک دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہے کہ اگر دخول کر چکا ہے تو عدت کی مدت گزرنے کا انتظار کیا جائے گا اگر اس مدت میں اسلام نہ لائے تو فرقت ہو جائے گی اگر اسلام لے آئے تو نکاح باقی رہے گا، اگر خاوند نے پہلے دخول نہ کیا ہو تو ایک کے مسلمان ہوتے ہی فرقت ہو جائے گی۔

(۳)..... اختلاف دارین بھی حنفیہ کے نزدیک فسق کا سبب ہے مثلاً زوجین دارالکفر میں تھے ایک مسلمان یا ذمی ہو کر دارالاسلام میں آجاتا ہے تو حنفیہ کے نزدیک فرقت واقع ہو جائے گی شافعیہ کے نزدیک اختلاف دارین فرقت کا سبب نہیں۔

(۴)..... شافعیہ کے نزدیک سبی یعنی زوجین یا احد الزوجین کا مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو جانا سبب فرقت ہے حنفیہ کے نزدیک یہ سبب فرقت نہیں۔

آخری دو مسئلوں کی روشنی میں کئی صورتیں نہیں گی۔

(الف)..... زوجین کافرین دارالحرب میں تھے اکٹھے مسلمان ہو کر یا ذمی بن کر دارالاسلام میں آگئے تو بالاتفاق فرقت نہیں ہوگی نکاح برقرار رہے گا۔

(ب)..... زوجین میں سے ایک قید ہو کر دارالاسلام میں آگیا دوسرا دارالحرب میں رہا تو بالاتفاق فرقت واقع ہو جائے گی، شافعیہ کے نزدیک سببی کی وجہ سے، حنفیہ کے نزدیک تباین دارین کی وجہ سے۔

(ج)..... زوجین کافرین اکٹھے قید ہو کر دارالاسلام میں آگئے شافعیہ کے نزدیک فرقت ہو جائے گی سببی کی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک نہیں ہوگی۔

(د)..... زوجین میں سے ایک خود مسلمان ہو کر یا ذمی بن کر دارالاسلام میں آگیا دوسرا دارالکفر میں رہا تو حنفیہ کے نزدیک فرقت ہو جائے گی، اختلاف دارین کی وجہ سے اور شافعیہ کے نزدیک نہیں ہوگی لعدم وجود سببی۔

زیر بحث حدیث کے ماتحت اصل مقصد تیسرے مسئلہ کی وضاحت ہے کہ تباین دارین سے فرقت واقع ہوتی ہے یا نہیں؟ دوسرے مسائل بالتبع بیان کئے گئے ہیں۔

## مشکوٰۃ میں پیش کردہ دلائل اور ان کے جوابات

صاحب مشکوٰۃ نے پہلے یہاں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیر بحث حدیث پیش کی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک عورت مسلمان ہوگئی اور اس نے دوسرا نکاح کر لیا اس کا خاوند حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں مسلمان ہو چکا تھا، اور اس کو میرے اسلام کا علم بھی تھا پھر بھی اس نے دوسرا نکاح کر لیا، آنحضرت ﷺ نے اس عورت کا دوسرا نکاح باطل قرار دے کر اس کو پہلے خاوند کی طرف لوٹا دیا، یہ حدیث پیش کرنے کے بعد صاحب مشکوٰۃ نے شرح السنۃ سے نقل کیا ہے ”ان جماعۃ النساء ردھن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنکاح الاول علی ازواجھن عند اجتماع الاسلامین بعد اختلاف الدین والدار“ یعنی

عورتوں کی ایک جماعت ایسی ہے جن میں پہلے تو اختلاف دین و اختلاف دار پایا گیا یعنی ان میں سے ایک مسلمان ہو کر دارالاسلام میں آگیا پھر کچھ عرصہ بعد دوسرا بھی مسلمان ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے پہلے ہی نکاح کی وجہ سے بیوی کو خاوند کی طرف لوٹا دیا، اس کے بعد امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے چند مثالیں دیں ہیں گویا امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اور صاحب مشکوٰۃ زیر بحث حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ اور شرح السنہ میں ذکر کردہ مثالوں میں سے استدلال کرنا چاہتے ہیں اس بات پر کہ بتائیں دارین سے فرقت واقع نہیں ہوتی، ان دلائل کو ترتیب وار ذکر کر کے ان کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔

**دلیل نمبر (۱)** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زیر بحث حدیث جس کا حاصل پہلے بیان

ہو چکا ہے۔

**جواب:** لیکن اس روایت سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس روایت میں ایسی کوئی تصریح نہیں کہ ان میں بتائیں دارین ہوا تھا، حدیث میں صراحت نہیں عورت پہلے دار الکفر سے آکر مسلمان ہوئی تھی ہو سکتا ہے کہ اہل ذمہ میں سے کوئی عورت ہو، دوسرا نکاح اس لئے رد فرما دیا کہ احد الزوجین کے محض اسلام لانے سے نکاح ختم نہیں ہوتا اگر بالفرض تسلیم کر لیں کہ وہ میاں بیوی پہلے دار الحرب میں رہتے تھے تب بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلے میاں بیوی دار الکفر میں ہی مسلمان ہو چکے تھے بعد میں بیوی نے ہجرت کی ہے۔

**دلیل نمبر (۲)** صاحب شرح السنہ نے صفوان بن امیہ او ان کی بیوی کے واقعہ سے استدلال کیا ہے، فتح مکہ کے موقع پر صفوان کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی لیکن صفوان خود مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ مکہ سے بھاگ گئے تھے، آنحضرت ﷺ نے ان کے چچا زاد بھائی وہب بن عمیر کو اپنی رداء دیکر بھیجا تھا یہ رداء بطور امان کی نشانی کے تھی، چنانچہ یہ مکہ مکرمہ میں آئے اور اسلام قبول کرنے یا نہ کرنے کے بارہ میں سوچنے کیلئے آنحضرت ﷺ سے مہلت طلب کی آپ نے مہلت دے دی چنانچہ تقریباً ایک مہینہ کے بعد مسلمان ہو گئے، اور ان کی بیوی انہی کے نکاح میں رہی، یہاں صفوان مکہ مکرمہ سے چلے گئے تھے لہذا بتائیں دارین ہو گیا اس کے باوجود آنحضرت ﷺ نے ان کا نکاح باقی رکھا۔

**جواب:** اس روایت میں بتائیں دارین کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے، صفوان کی بیوی تو مکہ

مکرمہ میں ہی تھیں جو دارالاسلام بن چکا تھا مستدل کے ذمہ یہ ثابت کرنا ہے کہ صفوان اتنے دور چلے گئے تھے کہ حدود دارالاسلام سے نکل گئے تھے زیر بحث روایت میں ایسی کوئی دلیل موجود نہیں بلکہ دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے یہ کہ مکہ مکرمہ کے مضافات میں ہی تھے اس سے باہر نہیں نکلے تھے، دارالاسلام سے نکلنا ثابت نہ ہوا بلکہ زوجین دارالاسلام میں تھے اس صورت میں اسلام پیش کیا جاتا ہے آنحضرت ﷺ نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی انہوں نے انکار نہیں کیا بلکہ مہلت مانگی ہے آنحضرت ﷺ نے مہلت دے دی چنانچہ یہ مسلمان ہو گئے، اگر اباہ عن الاسلام کرتے تو نکاح فسخ ہو جاتا۔ (اعلاء السنن: ۱۱/۱۰۱)

**دلیل نمبر: (۳) عکرمہ بن ابی جہل** کی بیوی ام حکیم بنت الحارث بن ہشام فتح مکہ مکرمہ کے موقعہ پر مسلمان ہو گئی تھیں لیکن عکرمہ مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ یمن کی طرف بھاگ گئے۔  
ام حکیم رضی اللہ عنہا بھی ان کے پیچھے گئیں اور وہاں جا کر انکو دعوت اسلام دی چنانچہ عکرمہ بھی مسلمان ہو گئے، آنحضرت ﷺ نے ان کے اسلام پر بہت زیادہ خوشی کا اظہار کیا اور ان دونوں کے نکاح کو برقرار رکھا۔

**جواب:** یہاں بھی تباین دارین کا تحقق متیقن نہیں کیونکہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کے مکہ مکرمہ سے نکلنے کے بعد ان کی بیوی ان کے پیچھے چلی گئی تھیں، ہو سکتا ہے کہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کے دار الکفر کی حدود میں داخل ہونے تک ام حکیم بھی مکہ مکرمہ کی حدود سے نکل چکی ہوں، نیز جب ام حکیم مسلمان ہوئیں ہیں اس وقت عکرمہ مکہ میں تھے اب تفریق کیلئے ضروری ہو گیا تھا کہ ان پر اسلام پیش کیا جائے اور وہ اسلام سے انکار کر دیں، بغیر عرض اسلام کے فرقت نہیں ہو سکتی تھی چنانچہ ان پر جب اسلام پیش کیا گیا تو یہ مسلمان ہو گئے ”ہرب من مکہ“ عرض اسلام سے پہلے ہوا تھا۔ (اعلاء السنن: ۱۱/۱۰۳)

### حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے دوسرے نکاح کی بحث

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو واقعات پیش کئے ہیں ان میں سے کسی میں بھی تباین دارین کی کوئی صراحت موجود نہیں اس لئے ان سے شافعیہ کے مسلک پر استدلال بہت مشکل ہے اس مسئلہ میں اختلاف کا

اصل مدار ایک اور واقعہ پر ہے وہ ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ابوالعاص ابتداءً مسلمان نہیں ہوئے تھے، ابھی تک مسلمان اور کافر کے درمیان نکاح کی حرمت بھی نازل نہیں ہوئی تھی، غزوہ بدر میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ مشرکین قیدیوں کے ساتھ قید ہو کر مدینہ طیبہ میں آئے تھے، جب قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا فیصلہ کیا گیا تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کے فدیہ کے طور پر ایک بار بھیجا یہ وہ ہارتھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو دیا تھا، یہ ہار دیکھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یاد کر کے آنحضرت ﷺ پر رقت طاری ہو گئی اور صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے دریافت فرمایا کہ اگر طیب خاطر سے اجازت دو تو یہ ہار واپس کر دیا جائے اور ابوالعاص رضی اللہ عنہ کو بغیر فدیہ کے آزاد کر دیا جائے، سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کو بخوشی اجازت دے دی چنانچہ ان کو آزاد کر دیا گیا لیکن ساتھ ساتھ یہ معاہدہ بھی کر لیا گیا کہ مکہ میں جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھیج دیں، جو ابھی تک مکہ مکرمہ میں ہی تھیں، چنانچہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کر دیا، چھ سال کے بعد ابوالعاص رضی اللہ عنہ خود بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے، آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی کو انہی کے نکاح میں رکھا۔

اتنی بات پر تو سب روایات متفق ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بعد میں حضرت ابوالعاص کے نکاح میں ہی رہیں لیکن اس بات میں روایات مختلف ہیں کہ ان کا دوبارہ جدید نکاح ہوا تھا یا سابقہ نکاح کی وجہ سے زینب کو ان کی طرف لوٹا دیا گیا تھا، ترمذی وغیرہ میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن حبہ کی روایت ہے، ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ردا بنتہ زینب علی ابی العاص بن الربیع بمہر جدید و نکاح جدید“ بے شک رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کو ابوالعاص ابن الربیع رضی اللہ عنہ پر مہر جدید اور نکاح جدید کے ساتھ لوٹایا۔ (ترمذی: ۲۱۷۱)

اس سے معلوم ہوا کہ نکاح جدید، ہوا تھا ترمذی ہی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”رد النبی صلی اللہ علیہ ابننتہ زینب علی ابی العاص بن الربیع بعد ست سنین بالنکاح الاول ولم یحدث نکاحاً“ حضرت نبی کریم ﷺ نے اپنی صاحبزادی صاحبہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

کو حضرت ابو العاص بن الربیع رضی اللہ عنہ پر چھ برس کے بدنکاح اول کے ساتھ ہی لوٹایا اور نیا نکاح نہیں فرمایا۔ (ترمذی ایضاً) اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نکاح جدید نہیں ہوا تھا بلکہ پہلے نکاح کے ساتھ ہی ان کو لوٹا دیا گیا تھا، سند کے اعتبار سے دونوں روایتیں قابل قبول ہیں اگرچہ تھوڑا تھوڑا کلام دونوں روایتوں میں ہے، حنفیہ نے اپنے مذہب کا مدار پہلی روایت کو بنایا ہے، اور شافعیہ نے دوسری روایت کو اپنے مسلک کا مدار بنایا ہے، پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بتاین دارین سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بتاین دارین سے نکاح فسخ نہیں ہوتا ہے۔

دونوں روایتوں میں تعارض ہو اس لئے تطبیق یا ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے، ترجیح کے اعتبار سے دیکھیں تو حدیث عمرو بن شعیب عن امیہ عن جدہ کو ترجیح ہونی چاہئے کیونکہ وہ نئے نکاح کی مثبت ہے جبکہ حدیث ابن عباس نافی ہے، جب مثبت اور نافی میں تعارض ہو تو ترجیح مثبت کو ہوتی ہے، تطبیق کے لئے ایک روایت کو اپنے ظاہر پر رکھ کر دوسری میں تاویل کرنی پڑے گی، حنفیہ روایت عمرو بن شعیب عن امیہ عن جدہ کو اپنے ظاہر پر محمول کرتے ہیں اور حدیث ابن عباس میں ان کی طرف سے مسند رجہ ذیل تو جیہیں کی گئی ہیں۔

(۱) ... بالنکاح الاول: میں بائبہ یعنی بسبب النکاح الاول، یعنی حضرت زینب کو اگرچہ نکاح جدید کی وجہ سے حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا ہے لیکن اس نکاح جدید کا سبب پہلا نکاح ہی تھا چونکہ یہ پہلے ان کے نکاح میں رہی تھیں اور انہوں نے ان کو بھیجنے کا وعدہ کر کے اس کا ایفاء کیا اس لئے آنحضرت ﷺ نے دوبارہ ان کے ساتھ نکاح کر دیا۔

(۲) ... بالنکاح الاول: کا معنی ہے بشروط النکاح الاول یعنی نکاح اگرچہ نیا ہوا تھا لیکن اس میں کوئی شرط وغیرہ نہیں لگائی تھی بلکہ پہلے نکاح والی شرطوں کے ساتھ ہی نکاح ہوا تھا۔

## شافعیہ کے استدلال پر ایک اشکال

شافعیہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے استدلال کیا ہے جس میں ہے کہ جناب سرور کائنات آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو چھ سال بعد سابقہ نکاح کے ساتھ واپس ابو العاص رضی اللہ عنہ

کے گھر بھیج دیا تھا جس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ تبائین دارین کی وجہ سے اگرچہ ان کے ہاں فرقت نہیں ہوتی لیکن یوی کے مسلمان ہو جانے کے بعد عدت گزر جانے پر تو ان کے نزدیک بھی فرقت ہو جاتی ہے، تو کیا چھ سال کی طویل مدت میں ان کی عدت نہیں گزری تھی عام طور پر اتنی مدت میں عدت ختم ہو جاتی ہے اس صورت میں شافعیہ کے مذہب پر بھی نکاح جدید ہونا چاہئے، یہ حدیث شافعیہ کے بھی خلاف ہوئی، علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کا جواب یہ دیا ہے کہ اکثر طہر کی مدت متعین نہیں، بعض اوقات ایک طہر کئی سال کا بھی ہو سکتا ہے اس لئے ممکن ہے کہ ان کی عدت پوری نہ ہوئی ہو، لیکن چھ سال میں عدت نہ گزرنا اگرچہ ممکن ہے لیکن خلاف عادت ضرور ہے۔ (اشرف التوضیح: ۲/۴۴۳) تفصیل کے لئے دیکھیں (مرقاۃ: ۳۰۸/۶، اعلیٰ السنن: ۱۱/۱۰۱)

## {الفصل الثالث}

### محرم عورتوں کا تذکرہ

{۳۰۳} عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ حُرِّمَ مِنَ النَّسَبِ سَبْعٌ وَمِنَ الصَّهْرِ سَبْعٌ ثُمَّ قَرَأَ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ الْآيَةَ. (رواہ البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۶۵، باب ما یحل من النساء، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۱۰۵۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نسب کی بنا پر سات عورتیں حرام ہیں، اور سسرالی رشتے سے سات عورتیں حرام ہیں، پھر انہوں نے قرآن مجید کی آیت ”حرمت الخ“ تلاوت فرمائی، حرام کی گئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اخیر تک۔ اس کو بخاری نے نقل کیا ہے۔

**تشریح:** نسب کی وجہ سے جو سات حرام ہیں وہ یہ ہیں، (۱) امہات (۲) بنات (۳) اخوات



(۴) عمات (۵) خالات (۶) بنات الاخ (۷) بنات الاخت۔

صہر کی وجہ سے جو حرام ہیں وہ یہ ہیں، (۱) ام الزوجہ یعنی ساس، (۲) بیٹے، پوتے وغیرہ کی بیوی یعنی بہو، (۳) باپ دادا وغیرہ کی بیوی یعنی توسیلی ماں، دادی پردادی (۴) مدخول بہا بیوی کی بیٹی دوسرے خاوند سے یہ چار حرام علی التابید ہیں، (۵) اخت الزوجہ (سالی) (۶) عمتہ الزوجہ (بیوی کی پھوپھی) (۷) خالۃ الزوجہ (بیوی کی خالہ یہ تین ہمیشہ کے لئے حرام نہیں بلکہ جب تک بیوی نکاح میں ہو یا عدت میں ہو اس وقت تک حرام ہیں۔ (مرقاۃ: ۳۱۱/۶)

## بیوی کی بیٹی اور ماں کی حرمت

{۳۰۳۱} وَعَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَدَخَلَ بِهَا فَلَا يَحِلُّ لَهُ نِكَاحُ ابْنَتِهَا وَإِنْ لَمْ يَدْخُلْ بِهَا فَلْيَنْكِحِ ابْنَتَهَا وَأَيُّمَا رَجُلٍ نَكَحَ امْرَأَةً فَلَا يَحِلُّ لَهُ أَنْ يَنْكِحَ أُمَّهَا دَخَلَ بِهَا أَوْ لَمْ يَدْخُلْ. (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ) وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصُحُّ مِنْ قَبْلِ إِسْنَادِهِ فَأَيُّمَا رَوَاهُ ابْنُ لَهْيَعَةَ وَالْمُثَنَّى بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ وَهُمَا يُضَعَّفَانِ فِي الْحَدِيثِ.

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۱۲، باب ماجاء فی من تزوج المرأة، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۱۷۔

**ترجمہ:** حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، اس کے بعد اس سے صحبت کر لی، تو اس کے لئے اپنی اس بیوی کی لڑکی سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے، اور اگر نکاح کے بعد بیوی سے وطی نہیں کی تو اس کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے، اور جس شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، تو اس کے لئے منکوحہ کی ماں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، منکوحہ سے صحبت کی ہو یا نہ کی ہو، (ترمذی) امام ترمذی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ حدیث اپنی سند کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس روایت کو ابن لہیعہ اور

مثنیٰ بن صباح نے حضرت عمرو بن شعیب سے نقل کیا ہے اور دونوں حدیث بیان کرنے میں ضعیف شمار کئے جاتے ہیں۔

**تشریح:** ماں اور بیوی کی بیٹی شوہر کے لئے محرمات ابدیہ میں سے ہیں ان سے نکاح کرنا درست نہیں ہے، لیکن بیوی کی ماں اور بیٹی کی حرمت میں اس اعتبار سے فرق ہے کہ بیوی کی ماں تو نفس نکاح کی بنا پر حرام ہو جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مطلقاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وامہات نسائکم" یعنی تمہاری بیویوں کی مائیں تم پر حرام ہیں لیکن بیوی کی دوسرے شوہر سے جو بیٹی ہے وہ بیوی سے نفس نکاح سے حرام نہیں ہوتی ہے، بلکہ نکاح کے بعد دخول کی بنا پر حرام ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، "وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بہن فان لم تکنوا دخلتم بہن فلاجناح علیکم" اور تم پر تمہاری بیویوں کی وہ بیٹیاں جو کہ پہلے شوہروں سے ہیں، اور تمہاری پرورش میں ہیں اس صورت میں حرام ہیں جب کہ تم ان بیویوں سے جماع کر چکے ہو اور اگر تم نے ان سے جماع نہیں کیا ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ان کی بیٹیوں سے نکاح کرو، لیکن بیوی کی بیٹی سے نکاح اس وقت ہوگا، جب کہ بیوی انتقال کر جائے یا اس کو طلاق دیدی ہو، دونوں کو جمع کرنا حرام ہے، دو مکملے مذکور ہیں، (۱) ربیبہ، یعنی منکوحہ کی وہ لڑکی جو پہلے شوہر سے ہو، اس سے نکاح اس وقت حرام ہے، جب بیوی سے صحبت کر لی ہو، اس کی حرمت کے ساتھ قرآن نے اس قید کو ذکر کیا جیسا کہ سطور بالا میں ذکر ہے، (۲) ماں سے نکاح کی حرمت قرآن مجید میں بغیر قید کے بیان ہوئی ہے، لہذا اس سے مطلقاً نکاح حرام ہے، یہ دونوں مسئلے قرآن مجید میں صراحتاً مذکور ہیں لہذا یہ اتفاقی مسائل ہیں۔

## {باب المباشرة}

### عورتوں سے صحبت کا بیان

اس باب کے تحت پندرہ روایتیں درج کی گئی ہیں جو عورت سے مباشرت (جماع) عول اور زمانہ حیض میں وطی اور بدفعی سے ممانعت، بیوی سے ہمبستری کے بعد اثناء راز پر وعید وغیرہ جیسے احکام پر مشتمل ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مدنی الطبع پیدا کیا اور مشیت خداوندی نے طے کیا کہ نوع انسانی کی بقا والد و تناسل کے ذریعہ ہو تو ضروری ہے کہ مثبت پہلو سے انسان کو افزائش نسل کی تاکید کے ساتھ ترغیب دی جائے، چنانچہ سورہ نساء کی پہلی آیت میں ارشاد پاک ہے ”وَبَشِّرِ الصَّالِحِينَ إِذَا أَنفَضُوا ذُرِّيَّتَهُمْ فَامْرَأَتُهُمْ جُلُوسٌ لَهُمْ مُوْجِبَاتٌ يُرِيدُونَ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے مرد و زن سے بہت سے مرد و عورتیں پھیلائیں یہ ارشاد پاک جملہ خبریہ ہے اور ہر خبر انشاء کو متضمن ہوتی ہے، پس اس میں افزائش نسل کا حکم ہے اور حدیث میں فرمایا ”تزوجوا الودود“ الودود ایسی عورتوں سے نکاح کرو جو بہت پیار کرنے والی اور بہت بچے جننے والی ہوں، اس میں افزائش نسل کی طرف اشارہ ہے۔

اور منفی پہلو یعنی قطع نسل اور ان باتوں سے جو قطع نسل کا باعث ہوتی ہیں سختی سے روک دیا جائے اور والد و تناسل کا واحد ذریعہ شہوت فرج ہے شہوت بطن اس کے لئے ممد و معاون ہے، یہ شہوت ہمہ وقت انسان پر مسلط ہے اور اس کو طلب نسل پر مجبور کرتی ہے۔ خواہ وہ چاہیں یا نہ چاہیں، اور نسل کی بربادی کے اسباب مثال کے طور پر چھ ہیں۔

(۱)..... لڑکوں سے اغلام کرنا۔

(۲)..... عورتوں سے اغلام کرنا، یہ دونوں باتیں اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی ہیں اور وہ اس طرح کی جو شہوت فرج ایک خاص مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر مسلط کی ہے، اس کو بروئے کار

لانے کے بجائے ضائع کر دیا جاتا ہے، یہ فطری چیز میں تبدیلی ہے، پھر پہلا یعنی لڑکوں سے اغلام کرنا زیادہ سنگین ہے، کیونکہ اس میں جانین سے اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی ہے اور وہ اس طرح کہ مفعولیت کی شان اللہ تعالیٰ نے مردوں میں پیدا نہیں کی، پس فاعل مفعول دونوں ہی خلاف فطرت عمل کا ارتکاب کرتے ہیں۔

(۳)..... مردوں کا مخنث بننا، یہ بھی بدترین خصلت ہے۔

(۴)..... اعضاء تناسل کا دینا۔

(۵)..... ایسی دوائیں استعمال کرنا کہ قوت باہ ختم ہو جائے۔

(۶)..... عورتوں سے بے تعلق ہو جانا، اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جیسے تجرد کی زندگی اپنانا، یہ سب اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی ہیں اور نسل کو رایگاں کرنا ہے، چنانچہ حضرت نبی کریم ﷺ نے ان سب باتوں کی ممانعت کی، اور فرمایا: عورتوں سے ان کی پچھلی راہ میں صحبت مت کرو۔ اور فرمایا: وہ شخص ملعون ہے جو اپنی بیوی کی پچھلی راہ میں صحبت کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فوطی نکال دینے کی ممانعت کی اور بیوی سے بے تعلق ہو جانے کی ممانعت فرمائی، اس سلسلہ میں کثیر روایات مروی ہیں۔ (مستفاد از رحمۃ اللہ الواسعہ: ۱۰۹/۵)

## {الفصل الاول}

### مباشرت کے سلسلہ میں یہودی نظریہ کی تردید

{۳۰۳۲} عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ كَانَتْ الْيَهُودُ تَقُولُ إِذَا أَتَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ مِنْ دُبْرِهَا فِي قُبْلِهَا كَانَ الْوَلَدُ أَحْوَلَ فَتَزَلَّتْ نِسَائُكُمْ حَرْتُ لَكُمْ فَأَتُوا حَرْثَكُمْ أَتَى شِئْنُكُمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حوالہ: بخاری شریف: ۶۴۹/۲، باب نساءکم حرث لکم، کتاب التفسیر،

حدیث نمبر: ۴۵۲۸، مسلم شریف: ۴۶۳/۲، باب جواز جماع امراته فی قبلہا الخ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۳۵۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی کہتے تھے کہ جب آدمی اپنی بیوی کے آگے کی شرمگاہ میں پیچھے کی جانب سے جماع کرتا ہے تو لڑکا بھینگا پیدا ہوتا ہے، اس پر قرآن مجید کی آیت نازل ہوئی، ”نسائکم حرث الایۃ“ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، لہذا تمہیں اختیار ہے اپنی کھیتی میں جس طرح چاہے آؤ۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** بیوی کی آگے کی شرمگاہ شوہر کے لئے حلال ہے وہ جس طرح چاہے اس سے نفع اٹھا سکتا ہے لہذا اس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ اگر پیچھے کی جانب سے اگلے حصے میں جماع کریں گے تو اس کی وجہ سے اولاد ناقص الخلق ہوگی قطعی خود ساختہ اور غلط نظریہ ہے، یہود کا اس قسم کا نظریہ تھا، جس سے مسلمان متاثر ہو سکتے تھے، لہذا اس نظریہ کی تردید کر دی گئی۔

**فاتو حرثکم انی شنتم:** چونکہ لفظ ”انی“ کی معنی ”من این“ بھی آتے ہیں یعنی عموم مکان مراد ہوتا ہے اور کیف کے معنی پر بھی اطلاق ہوتا ہے یعنی عموم حال مراد ہوتا ہے تو روافض نے دونوں معنی لے کر دبر میں وطی کرنے کو جائز قرار دیا ہے، نیز حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک مجمل روایت سے بھی استدلال کیا ہے، جو بخاری شریف میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، ”انی شنتم ای فی دبرھا“ لیکن جمہور ائمہ بلکہ جمہور امت وطی فی الدبر کو حرام قرار دیتے ہیں اور یہ صرف امت محمدیہ کے نزدیک نہیں بلکہ تمام ادیان میں حرام ہے، کما قال ابن الملک، کیونکہ قرآن کریم نے موقع حرث میں وطی کا حکم دیا ہے اور یہ قبل ہے دبر نہیں نیز حالت حیض میں وطی کی حرمت کی علت قرار دی ”اذی“ اس سے دلالت النص کے ذریعہ دبر میں وطی کی حرمت ثابت ہوگئی کیونکہ علت اذی اس میں بھی پائی جاتی ہے، نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ایسے شخص کو ملعون کہا گیا۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ملعون من اتی امرأته فی دبر“ حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ملعون ہے وہ شخص جو اپنی بیوی سے پیچھے کے مقام میں صحبت کرے۔ رواہ ابو داؤد۔

روافض نے لفظ انی کے عموم سے دلیل پیش کی اس کا جواب یہ ہے کہ آیات کے سیاق و سباق سے

معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عموم موضع مراد نہیں ہے بلکہ عموم حال مراد ہے کہ موضع خاص ہو اور کیفیت عام ہو چاہے سامنے سے یا پیچھے کی جانب سے بیٹھ کر لیٹ کر، کھڑے ہو کر سب جائز ہے، لیکن موضع خاص ہونا چاہئے کیونکہ آیت میں موضع حرث میں آنے کو کہا گیا اور ظاہر بات ہے کہ در موضع حرث نہیں ہے تو وہ کیسے شامل ہوگا، نیز آیت کی شان نزول سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ جانب دبر سے قبل میں وطی کرنے سے اولاد احوال ہوتی ہے، ان کی تردید کے لئے آیت نازل ہوئی کہ کیفیت میں کوئی قید نہیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے جو استدلال کیا اس کا جواب یہ ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس سے انکار کرتے ہیں ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: ”هل يفعل ذالك احد من المسلمين“ کیا مسلمانوں میں سے کوئی شخص ایسا کر سکتا ہے۔ یا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ کافی دبر ہا کا مطلب من جانب دبر ہا فی قبلہا ہے۔ (مرقاۃ: ۳۱۳/۶، تعلیق: ۴/۱۳، درس مشکوٰۃ: ۳/۲۳)

## عزل کی اجازت

{۳۰۳۳} وَعَنْهُ قَالَ كُنَّا نَعْزِلُ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَزَادَ

مُسْلِمٌ فَبَلَغَ ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا -

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۴/۲، باب العزل، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۲۰۸، مسلم شریف: ۴۶۵/۱، باب حکم العزل، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۴۴۰ -

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ عزل کرتے تھے اور قرآن نازل

ہوتا رہتا تھا۔ (بخاری و مسلم) مسلم نے اپنی روایت میں یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں کہ ہمارے فعل کی اطلاع

رسول اللہ ﷺ کو ہوئی، لیکن آنحضرت ﷺ نے ہمیں اس سے منع نہیں فرمایا۔

**تشریح:** کنا نعزل: ہم عزل کرتے تھے، عزل کا مطلب یہ ہے کہ مرد انزال فرج کے باہر

کرے، یعنی مرد مقاربت کے وقت آخری لمحات میں اپنا عضو مخصوص عورت کی شرمگاہ سے باہر نکال لے،

تاکہ منی باہر گرے، ”والقرآن ينزل“ اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عزل حرام نہیں ہے اس لئے کہ عزل

اگر حرام ہوتا تو قرآن مجید میں عول کی حرمت نازل ہوتی قرآن مجید میں حرمت نازل نہیں ہوئی، اور آنحضرت ﷺ نے بھی عول کے باوجود اس عمل سے منع نہیں کیا، یہ دلیل ہے اس کے جائز ہونے کی۔

## عزل کا مقصد

اگر عول کا مقصد روزی کا مسئلہ ہے، یا خوش عیشی کی غرض سے چھوٹے خاندان سکھی خاندان کا نظریہ اپنا کر عول کیا جا رہا ہے، یا کوئی اور مقصد ہے، جو اسلامی اصول کے خلاف ہے تو عول حرام ہے، رزق دینے والی ذات اللہ کی ہے، لہذا یہ سوچ کر کہ بچے زیادہ ہو گئے تو کھائیں گے کہاں سے غیر اسلامی نظریہ ہے، اور اللہ کی صفت رزاقیت پر سوء عقیدہ ہوتا ہے جس میں ایمان کا خطرہ ہے۔ اسی طرح افزائش نسل نکاح کے بنیادی مقاصد میں سے ہیں، لہذا بلا کسی اہم سبب کے بچوں کی کثرت سے اعراض کرنا مقاصد نیک کے خلاف ہے، ایسے میں ان وجوہات سے عول جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی شخص بچوں کی مصلحت یا بیوی کی صحت کی غرض سے عارضی منع حمل کی تدبیر اختیار کرتا ہے تو یہ جائز ہے۔

## منع حمل کی تین تدبیریں

**پہلا طریقہ:** مرد یا عورت میں کوئی ایسا عمل جراحی (آپریشن) کرنا جس سے ہمیشہ کیلئے قوت تولید ختم ہو جائے، عورت کی آپریشن کر کے بچہ دانی نکال دیتے ہیں اور مرد کی نبدی کر دیتے ہیں، فوطوں کے نیچے ایک رگ ہوتی ہے جس سے جڑوے آتے ہیں اس کو کاٹ کر سی دیتے ہیں، جس سے شہوت، بحالہ رہتی ہے اور جڑوے آنے بند ہو جاتے ہیں اس لئے حمل قرار نہیں پاتا۔

**دوسرا طریقہ:** مرد یا عورت میں کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا کہ لمبے عرصہ تک تولید رک جائے، مگر آئندہ تولید شروع ہو سکتی ہے، ایسا طریقہ مرد میں کوئی نہیں اور عورت میں کئی طریقے ہیں، مثلاً ایک آلہ ہے، انگریزی کے (ٹی) کی شکل کا اس کو بچہ دانی کے منہ پر لگا دیتے ہیں جس کی وجہ سے بچہ دانی کا منہ بند ہو جاتا ہے اور حمل نہیں ٹھہرتا، پھر جب بچہ کی خواہش ہوتی ہے تو اس آلہ کو نکال دیتے ہیں پس تولید شروع ہو جاتی ہے۔

**تیسرا طریقہ:** مرد وزن کوئی ایسا عارضی طریقہ اختیار کریں، جس کا اثر ایک صحبت تک یا ایک رات تک رہے، ایسا طریقہ مرد میں زودھ (ربڑ کی کیپ) کا استعمال ہے، اور عورت میں اندام نہانی میں کوئی گولی رکھی جاتی ہے جس سے جڑوئے بھسم ہو جاتے ہیں اور حمل قرار نہیں پاتا۔

## منع حمل کی تین نیتیں

**پہلی نیت:** روزی کا مسئلہ: آدمی سوچتا ہے کہ اگر بچے ہوتے رہے تو ان کا پیٹ کیسے بھروں گا، گویا وہ رزاق ہے۔

**دوسری نیت:** خوش عیشی: آدمی یہ خیال کرتا ہے کہ اگر اس قدر آں قدر بچے ہو گئے تو رات بھر پریشان کریں گے، اور سارا مزہ کرا کر دیں گے، اس لئے یہ آفت رک جائے تو بہتر ہے۔

**تیسری نیت:** عورت یا پیدا ہونے والے بچے یا پیدا شدہ بچوں کی مصلحت، مثلاً عورت نجف ہے، یا آپریشن سے بچہ لیا گیا ہے اور اب ولادت سے اس کی جان کو خطرہ ہے یا یہ اندیشہ ہے کہ اگر حمل ٹھہر جائے گا تو دودھ پینے والے بچے کی صحت متاثر ہوگی یا اس کی صحیح تربیت نہیں ہو سکے گی یا عورت کسی مرض میں مبتلا ہے کہ بظاہر اسباب تعدیہ کا اندیشہ ہے اور دیندار حکیم ڈاکٹر کی رائے میں حمل ٹھہرنا مناسب نہیں وغیرہ۔

## احکام

(۱)..... مرد میں عمل جراحی کر کے قوت تولید ختم کر لینے کی شرعاً قطعاً گنجائش نہیں، یہ خصی ہونا ہے، جس کی سخت ممانعت آئی ہے، ارشاد پاک ہے "وَلَا مَرْنَهُمْ فَلْيَغْيِرْنَ خَلْقَ اللَّهِ" (سورہ نساء) یعنی شیطان نے کہا: میں ضرور لوگوں کو تعلیم دوں گا جس سے وہ اللہ کی بناوٹ کو بگاڑ دیں گے، اور احادیث میں خصی ہونے کی ممانعت آئی ہے، اور عورت میں بعض مخصوص حالات میں یعنی اضطراب کی صورت میں مفتیان کرام بچہ دانی نکالنے کی اجازت دیتے ہیں پس خاص حالات میں مفتیان کرام کی طرف رجوع کیا جائے۔



اور منع حمل کا دوسرا طریقہ یعنی ٹی لگوانا حکم عزل ہے، اگرچہ یہ لمبے وقت کیلئے عزل ہے اور منع حمل کا تیسرا طریقہ تو اصل عزل ہے پس جو حکم عزل کا ہے وہی حکم ان دونوں صورتوں کا ہے، عزل کا حکم آگے آ رہا ہے۔

(۱)..... اور روزی کے ڈر سے کوئی بھی طریقہ اختیار کرنا ایساں کی کمزوری ہے، کیا مؤمن یہ سمجھتا ہے کہ وہ رزق رساں ہے؟ اللہ تعالیٰ آنے والے بچے کو ایک منہ کھانے کے لئے تو دو ہاتھ کمانے کے لئے بھی دیتے ہیں۔

(۲)..... اور خوش عیشی کے لئے منع حمل کا کوئی بھی طریقہ اپنانا مقصد نکاح کے خلاف ہے، اسلام میں نکاح کا اہم مقصد عفت و پاکدامنی ہے اور دوسرا بنیادی مقصد افزائش نسل ہے، سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۷ میں ہے ”فَالْأُنْثَىٰ بِأَشْرَ وَهْنٍ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ“ ترجمہ: پس اب رمضان کی راتوں میں بیوی سے ملو ملاؤ اور وہ اولاد چاہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کی ہے۔ اور حدیث میں ہے ”زیادہ بچے جننے والی اور زیادہ پیار کرنے والی عورتوں سے نکاح کرو، کیونکہ میں تمہاری زیادتی سے دوسری امتوں پر قیامت کے دن فخر کروں گا، معلوم ہوا کہ اسلام میں نکاح کا مقصد افزائش نسل بھی ہے اور خوش عیشی کی نیت اس مقصد کے منافی ہے، البتہ عورت کی مصلحت سے یا اولاد کی مصلحت سے عزل کی گنجائش ہے اور اس کی دلیل غیل (زمانہ حمل میں بچے کو پلایا جانے والا ماں کا دودھ) کی ممانعت کا ارادہ فرمانا ہے، یہ ارادہ بچے کی مصلحت کے پیش نظر تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ منع حمل کے رائج تین طریقے ہیں اور ان کے پیچھے کارگر تین نیتیں ہیں، پس جب تین کو تین میں ضرب دیں گے تو نو قسمیں ہوں گی، اور ان کے احکام مذکورہ تفصیل سے باآسانی نکالے جاسکیں گے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عزل کے سلسلہ میں چار روایتیں ہیں، دو حکم سے متعلق ہیں اور دو میں عزل کا مکمل بیان کیا گیا ہے۔

**پہلی حدیث:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جس زمانہ میں قرآن نازل ہو رہا تھا ہم عزل

کرتے تھے مگر نہ وحی جلی نے ہمیں روکا نہ وحی خفی نے، یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کا جواز برقرار رکھا، گھروں میں پرائیوٹ زندگی میں جو عمل ہوتا ہے ضروری نہیں کہ وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے علم میں آئے، آپ عالم الغیب نہیں تھے، لیکن اللہ تعالیٰ عالم الغیب میں، اگر صحابہ کا یہ عمل ناجائز ہوتا تو قرآن میں کوئی آیت نازل ہوتی یا کم از کم رسول اللہ ﷺ کو خبر دی جاتی اور آنحضرت ﷺ لوگوں کو منع کرتے، مگر کوئی ممانعت نازل نہیں ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ نے اس کے جواز کو برقرار رکھا ہے۔

**دوسری حدیث:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے عمل کا تذکرہ آیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "لم يفعل ذالك احد کم" یعنی تم میں سے کوئی یہ کام کیوں کرتا ہے؟ اس جملہ میں ناپسندیدگی کا اظہار ہے مگر آنحضرت ﷺ نے "لا يفعل" کوئی ایسا کام نہ کرے، نہیں فرمایا، بلکہ فرمایا جو بھی نفس پیدا ہونے والا ہے وہ ہونے والا ہے، یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے تو عمل کے باوجود حمل قرار پائے گا، مثلاً اگر بچہ پیدا ہونا مقدر ہے تو جب آدمی انزال کے قریب عضو کو باہر نکالے گا تو چند قطرے اندر ٹپک جائیں گے اور حمل ٹھہر جائے گا، یا دل میں داعیہ پیدا ہوگا کہ آج تو اندر ہی فارغ ہو جاتے ہیں، اور اس طرح حمل قرار پا جائے گا۔

ان دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے یہ حکم نکلتا ہے کہ عمل مطلقاً جائز نہیں بلکہ "لا بأس بہ" گنجائش کے درجہ میں ہے اور جواز اس لئے ہے کہ عمل سے نظام تولید اور تولید پر کوئی اثر نہیں پڑتا، جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے عمل کے باوجود حمل قرار پائے گا۔

**سوال:** جب عمل سے نظام تولید اور تولید پر اثر نہیں پڑتا تو عمل مطلقاً جائز ہونا چاہئے، "لا بأس بہ" کے درجہ میں کیوں ہے؟

**جواب:** اس کو سمجھنے کے لئے دوسری دو حدیثیں سمجھنی چاہئے۔

**تیسری حدیث:** صحابہ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم عمل کرتے ہیں اور یہود کہتے ہیں یہ "البوءة الصغری" ہے یعنی بچہ کو کسی درجہ میں زندہ درگور کرنا ہے، حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہود چھوٹے ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہیں گے عمل بچہ کو نہیں روکے گا۔

**چوتھی حدیث:** مسلم شریف میں روایت ہے، کہ حضرت نبی کریم ﷺ سے عمل کے

متعلق پوچھا گیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "ذلک الواد الخفی" یہ چپکے سے بچے کو زندہ درگور کرنا ہے۔  
**تشریح:** الواد: مصدر ہے اور مصدر معنی حدی کا نام ہے، جس کا کوئی خارجی وجود نہیں ہوتا بس  
 نفس الامر وجود ہوتا ہے اور "المؤدة" اسم مفعول ہے اور اس مفعول میں فاعل کا فعل مفعول پر واقع  
 ہو چکا ہوتا ہے پس یہ وجود خارجی کا درجہ ہے، پس یہود کا عزل کو المؤدة قرار دینا تو غلط ہے اس لئے کہ  
 بچہ کا ابھی خارج میں وجود نہیں ہوا، پس عزل نہ "المؤدة الصغری" ہے اور نہ "المؤدة الکبری"  
 البتہ معنی حدی کے درجہ میں یہ ضرور بچے کو زندہ درگور کرنا ہے، یعنی عزل بچے کو زندہ درگور کرنے کی سعی ہے  
 اس لئے عزل ناپسندیدہ ہے صرف "لا بأس به" (گنجائش) کے درجہ میں جائز ہے۔ (تحفہ الہمی: ۵۶۹/۳)  
**تنبیہ:** عزل سے متعلق مزید تفصیل آخر باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

## عزل کی قسمیں مع احکام

طریقے	نیتیں	احکام
۱ قوت تولید ختم کر لینا	مسکد رزق کی وجہ سے	حرام اور ایمان کی کمزوری
۲ قوت تولید ختم کر لینا	خوش عیشی کے مقصد سے	حرام اور مقصد نکاح کی خلاف ورزی
۳ قوت تولید ختم کر لینا	عورت یا بچے کی مصلحت سے	حرام مگر بحالت اضطرار عورت میں گنجائش
۴ لمبی مدت کے لئے تولید روک دینا	مسکد رزق کی وجہ سے	حرام اور ایمان کی کمزوری
۵ لمبی مدت کے لئے تولید روک دینا	خوش عیشی کے مقصد سے	مکروہ تحریم اور مقصد نکاح کی خلاف ورزی
۶ لمبی مدت کے لئے تولید روک دینا	عورت یا بچے کی مصلحت سے	برا مگر مجبوری میں گنجائش
۷ وقتی طور پر حمل روکنا	مسکد رزق کی وجہ سے	مکروہ اور ایمان کی کمزوری
۸ وقتی طور پر حمل روکنا	خوش عیشی کے مقصد سے	برا اور مقصد نکاح کی خلاف ورزی
۹ وقتی طور پر حمل روکنا	عورت یا بچے کی مصلحت سے	گنجائش

## عزل سے تقدیر نہیں بدلتی

{۳۰۳۴} وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَجُلًا أَتَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ لِي جَارِيَةً هِيَ خَادِمَتُنَا وَأَنَا أَطْوُفُ عَلَيْهَا وَأَكْرَهُ أَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْهَا إِنَّ شَيْئًا سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا فَلَبِثَ الرَّجُلُ ثُمَّ أَتَاهَا قَالَ إِنَّ الْجَارِيَةَ قَدْ حَبَلَتْ فَقَالَ قَدْ أَخْبَرْتُكَ أَنَّهَا سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۲/۴۶۵، باب حکم العزل، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۴۳۹۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ایک باندی ہے اور ہماری خادمہ ہے، جس سے میں صحبت کرتا ہوں اور میں اس کا حاملہ ہونا پسند نہیں کرتا ہوں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو اس سے عزل کرلو؛ لیکن جو چیز اس سے پیدا ہونا مقدر ہو چکی ہے وہ پیدا ہو کر رہے گی، کچھ مدت تک وہ شخص ٹھہرا رہا پھر وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا بلاشبہ باندی تو حاملہ ہو گئی ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تم کو بتا دیا تھا، کہ جو کچھ اس سے پیدا ہونا مقدر ہو گا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ (مسلم)

**تشریح:** اس حدیث سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ عزل کی اجازت تو ہے، لیکن اس سے تقدیر کا لکھا نہیں ٹالا جاسکتا، جب بچہ پیدا ہونا ہو گا تو آدمی کتنی ہی احتیاطی تدابیر اختیار کر لے، اللہ تعالیٰ ایسے اسباب پیدا کر دیں گے کہ بچہ پیدا ہو جائے گا، مثلاً انزال کے قریب آدمی جب اپنا عضو نکالنے لگے گا تو چند قطرے اندر ٹپک جائیں گے، یا دل میں داعیہ پیدا ہو جائے گا کہ اندر ہی فارغ ہو جائیں، بس ایسا ہوتے ہی حمل ٹھہر جائے گا، اور ایک مدت کی احتیاطی تدابیر پر پانی پھر جائے گا۔

**جاریۃ:** باندی اور لونڈی مراد ہے، اس لئے اس کے بعد ”خادمتنا“ کے لفظ کا اضافہ فرمایا، تاکہ بیٹی یا کم سن لڑکی مراد نہ ہو، ”انا اطوف علیہا“ یہاں جماع کرنا مراد ہے، ”اعزل عنہا“ معلوم ہوا کہ باندی سے عزل کرنے میں اجازت لینا ضروری نہیں ہے، البتہ اگر باندی کسی کے نکاح میں ہے تو جمہور

علماء کے نزدیک اجازت ضروری ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ اجازت باندی کے آقا سے لی جائے گی، اور اس کی اجازت کافی ہے، صاحبین کہتے ہیں کہ باندی سے اجازت لی جائے۔ (مرقاۃ: ۳۱۳/۶)

## باندیوں سے عزل کرنا

{۳۰۳۵} وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فَاصْبَنَّا سَبِيًّا مِنْ سَبْيِ الْعَرَبِ فَاشْتَهَيْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَيْنَا الْعُرْبَةُ وَأَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَأَرَدْنَا أَنْ نَعْزَلَ وَ قُلْنَا نَعْزِلُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ فَسَأَلْنَاهُ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ مَا عَلَيْكُمْ أَنْ لَا تَفْعَلُوا مَا مِنْ نَسَبَةٍ كَائِنَةٍ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِلَّا وَهِيَ كَائِنَةٌ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۵۹۳/۲، باب غزوة بنی المصطلق، کتاب المغازی، حدیث نمبر: ۴۱۳۸، مسلم شریف: ۴۶۴/۱، باب حکم العزل، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۳۸۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ حضرت رسول اکرم ﷺ کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق میں گئے عرب قیدیوں میں سے کچھ قیدی ہمیں حاصل ہوئے، تو ہمیں عورتوں کی خواہش ہوئی، اور مجرد رہنا ہمارے لئے دشوار ہو گیا، اور ہم نے عزل کرنا چاہا اور عزل کا پختہ ارادہ کر لیا؛ لیکن پھر ہم لوگوں نے دل میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے درمیان موجود ہیں، آنحضرت ﷺ سے دریافت کرنے سے قبل ہمارے لئے عزل درست نہیں ہے، چنانچہ ہم نے اس بارے میں آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اگر عزل نہ کرو تو تمہارے اوپر کوئی مشکل نہیں، کیونکہ قیامت تک جس جان کا پیدا ہونا طے ہو چکا وہ پیدا ہو کر رہے گی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** عزل یہ ہے کہ آدمی وطی کے وقت جب انزال کا وقت آئے تو فوراً اپنے عضو کو

باہر کر دے تاکہ حمل نہ ٹھہرے حضور ﷺ کے زمانہ میں زیادہ تر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس کی نوبت باندیوں کے ساتھ پیش آتی تھی جس کی وجہ یہ تھی کہ ایک طرف تو حاجت ہوتی تھی صحبت کی دوسری طرف فدیہ کی یعنی باندی کی قیمت کی کہ بوقت ضرورت اس کو فروخت کر سکیں اور یہ فروخت کر کے اس کی قیمت حاصل کرنا اسی وقت ممکن ہے جب اس کے اس وٹلی سے بچہ پیدا نہ ہو کیونکہ ولادت کی صورت میں وہ باندی ام ولد بن جائے گی جس کی بیع جائز نہیں ہے۔

### روایات عزل کی تشریح اور مذاہب ائمہ

اسکے بعد جاننا چاہئے کہ تقریباً سبھی روایات حدیثیہ سے عزل کا جواز لیکن غیر مفید ہونا ثابت ہوتا ہے، یہاں مشکوٰۃ شریف میں بھی جتنی روایات ہیں سب کا حاصل یہی ہے۔

صحیح بخاری میں عزل سے متعلق ایک مختصر سا باب ہے جس میں دو تین روایات ہیں۔ ”کنا نعزل والقرآن یُنزل“ کراہت یا منع کی کوئی روایت اس میں نہیں ہے، البتہ صحیح مسلم میں ایک روایت ہے یعنی حدیث جدامہ بنت وہب جس میں ہے ”ذلک الواد الخفی“ جس کی وجہ سے دو دشواریاں پیدا ہو گئیں ایک حکم عزل کے بارے میں اس لئے کہ حدیث جدامہ کا مقتضی یہ ہے کہ وہ ممنوع ہے جب کہ دوسری تمام روایات سے اباحت مستفاد ہوتی ہے۔

دوسری یہ کہ یہ روایت ہے ”کذبت یہود“ کے خلاف ہے یہود بھی تو یہی کہتے تھے کہ عزل واد ہے، اس اشکال ثانی کا جواب حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ الواد الخفی کا مطلب یہ ہے کہ ”ان العزل نوع من الواد ای صورة وليس بواد حقیقیاً“ بلکہ وہ واد ہے من وجہ یعنی قصد اوٹلی کے لحاظ سے جو یہ چاہتا ہے کہ استقرار حمل نہ ہو، بخلاف یہود کے کہ وہ اس کو واد حقیقی مانتے تھے لیکن واد صغیر یعنی وہ بالجزم یہ کہتے تھے کہ اس میں قلع نسل ہے، آپ نے اس کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اگر اس وٹلی سے پیدا فرمانا چاہیں گے تو وہ یقیناً پیدا ہوگا، لہذا اثبات ونفی کا تعلق شئی واحد سے نہیں ہے تاکہ اس کو تعارض کہا جائے۔

اور اباحت و منع کا جو تعارض ہے اس کی مختلف توجہیں کی گئی ہیں، ”قال البیہقی النہی محمول

على التنزيه لا على التحريم واحاديث الجواز على نفي التحريم، ومنهم من رجح رواية المنع كابن حزم كما هو مسلكه وبعضهم بعكس ذلك.

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ عول کے حکم میں فقہاء کے مابین یہ تفصیل ہے۔

عند الجمهور والائمة الثلاثة حرہ کے ساتھ عول کرنا بغیر اس کی اجازت کے مکروہ ہے اور شافعیہ کے نزدیک دو روایتیں ہیں کراہت اور عدم کراہت دہوراج عند المتأخرين اور اگر عورت امۃ ہو تو اگر اپنی مملوکہ ہے تب تو اس کے ساتھ بالاتفاق جائز ہے مطلقاً ولو بغیر الاذن اور اگر امۃ مزوجہ ہے تو وہ حکم میں حرہ کے ہے، لہذا عند الجمهور والائمة الثلاثة بغیر اذن کے مکروہ ہے اور اس میں معتبر اذن سید ہے "عند الاثمة الثلاثة على الرجح عندهم وعند الصحابين المعتبر اذن الامۃ" اور ابن حزم ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ عول مطلقاً حرام ہے خواہ حرہ یا امۃ۔ (من الاوجز)

**فاصبنا سبا من سبي الازرب:** راوی فرما رہے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ بنو المصطلق کے ساتھ غزوہ کیا اور اس غزوہ میں بہت سے عرب قیدیوں کو قید کیا۔

### استرقاق العرب کا مسئلہ

اس پر شرح لکھ رہے ہیں کہ بنو المصطلق خالص عرب تھے پس اس سے معلوم ہوا کہ عرب کو جنگ میں قید کرنا جائز ہے، جس طرح غمیوں کو قید کرنا جائز ہے، جیسا کہ جمهور علماء کا مذہب ہے بخلاف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ان کے نزدیک استرقاق عرب جائز نہیں، اس کا جواب بذل المجہود میں یہ دیا ہے کہ مسئلہ یہ ہے حنفیہ کے نزدیک رجال عرب کو قید کرنا جائز نہیں، نساء و صبیان کو قید کرنا جائز ہے، اور سیاق حدیث نساء ہی سے متعلق ہے۔ (الدر المنفود: ۴/۷۴)

### اشکال مع جواب

اشکال یہ ہے کہ ان مشرک باندیوں سے جو قید کی گئی تھیں نکاح کیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا جبکہ مشرک سے نکاح جائز نہیں ہے طاؤس کے نزدیک اُن سے نکاح جائز ہے اور وہ اس حدیث سے استدلال

کرتے ہیں لیکن جمہور کے نزدیک یہ چونکہ جائز نہیں ہے، لہذا اس حدیث کو منسوخ مانتے ہیں۔

## بچے کی پیدائش اللہ کی مشیت پر موقوف ہے

{۳۰۳۶} وَعَنْهُ قَالَ سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ كُلِّ الْمَاءِ الْوَلَدُ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ خَلْقَ شَيْءٍ لَمْ يَمْنَعْهُ شَيْءٌ۔  
(رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۴۶۴، باب حکم العزل، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۴۳۸۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ سے عزل کے بارے میں پوچھا گیا، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ ہر پانی سے بچہ نہیں پیدا ہوتا، اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو کوئی چیز اس کو روک نہیں پاسکتی ہے۔ (مسلم)

**تشریح:** بچہ کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، جب اللہ چاہیں گے تب ہی پیدا ہوگا، آدمی چاہے جتنی کوشش کر لے، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت نہ ہوگی تو ولادت نہ ہوگی۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولاد مقدر ہوگی تو ضبط ولادت کے چاہے جتنے طریقے آزما لے بچہ پیدا ہو کر رہے گا۔ بچہ کی پیدائش کا سبب اللہ نے مادر رحم میں منی کے پہنچنے کو بنایا ہے، لہذا جب اللہ کو اولاد دینا منظور ہوتا ہے تو کسی نہ کسی طرح مادر رحم تک منی پہنچ ہی جاتی ہے، مقصد یہ ہے کہ عزل نہ کرنا ہی بہتر ہے اس لئے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے البتہ حسن نیت سے تسکین خاطر کے لئے کرنا جائز ہے۔ باقی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

## اشکال مع جواب

**من العزل:** عزل کے جواز و عدم جواز کے بارے میں سوال کیا بظاہر آنحضرت ﷺ کا جواب سوال کے مطابق نہیں لگتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا جواب پورے طور پر سوال کے مطابق ہے اس لئے کہ سوال سائل کے ذہن میں اس لئے آیا کہ ان کے خیال میں ولادت کا سبب منی کا رحم



میں صرف پہنچنا تھا، اور عول کرنا ولادت کو منقطع کرنے کا ذریعہ تھا، لہذا آنحضرت ﷺ نے جواب میں ان کے خیال کی اصلاح فرمائی کہ عول سے بچہ کی ولادت بالیقین منقطع ہو جائے ایسا نہیں ہے، ممکن ہے کہ عول کے باوجود مہنی کا کوئی قطرہ مادر رحم تک پہنچ جائے اور وہ حاملہ ہو جائے، اس میں سائل کا جواب بھی ہو گیا کہ عول نہ کرنا بہتر ہے۔

## حمل سے دودھ کو کوئی نقصان نہیں

{۳۰۲۴} وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي أَعْزَلُ عَنْ إِمْرَأَتِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَ تَفْعَلُ ذَلِكَ فَقَالَ الرَّجُلُ أَشْفِقُ عَلَى وَلَدِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ ذَلِكَ ضَارًّا ضَرًّا فَارِسَ وَالزُّوْمَ - (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۴۶۶، باب جواز الغيلة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۴۴۳۔

**ترجمہ:** حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئے اور انہوں نے عرض کیا کہ بیشک میں اپنی بیوی سے عول کرتا ہوں، حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں اس کے بچہ پر شفقت کرتا ہوں، حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر یہ نقصان دہ ہوتا تو فارس اور روم والوں کو بھی نقصان پہنچاتا۔ (مسلم)

**تشریح:** حسن نیت سے عول کرنا عذر کے وقت درست ہے، اگر ماہر طبیب عورت کو یہ بتائے کہ ایام حمل میں شیر خوار بچہ کو دودھ پلانا نقصان دہ ہے تو شیر خوار بچہ کے حق میں رعایت کرتے ہوئے اس کے رضاعت کے دوران حمل نہ ٹھہرے اس غرض سے عول جائز ہے، روم و فارس والے ایام رضاعت میں جماع کرتے تھے اور انکی بیویاں حالت حمل میں بچوں کو دودھ پلاتی تھیں، اسی کو مثال میں پیش کر کے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ حالت حمل میں دودھ پلانا نقصان نہیں پہنچاتا، لیکن اگر مخصوص

حالات میں ماہر حکیم کسی عورت کے لئے فیصلہ کر دے کہ اس کے حق میں حاملہ ہو کر بچہ کو دودھ نقصان دہ ہے تو اس کا شوہر اس سے عزل کر سکتا ہے، اسی طرح اگر حمل کی وجہ سے دودھ کم ہونے کا امکان ہے یا مختصر وقفہ کی وجہ سے بچوں کی اچھی تربیت نہ ہو پانے کا خطرہ ہے یا عورت کی صحت کا خطرہ ہے تو عزل جائز ہے۔

## عزل بچے کو مارنے کی کوشش ہے

{۳۰۳۸} وَعَنْ جَذَامَةَ بِنْتِ وَهْبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ حَضَرْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَنَائِسٍ وَهُوَ يَقُولُ لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَتْهِيَ عَنِ الْغَيْلَةِ فَتَنْظَرْتُ فِي الرُّومِ وَفَارِسَ فَإِذَا هُمْ يُغَيِّلُونَ أَوْلَادَهُمْ فَلَا يَصُتُّ أَوْلَادَهُمْ ذَٰلِكَ شَيْئًا ثُمَّ سَأَلُوهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَهِيَ وَإِذَا الْمُوَدَّةُ سُئِلَتْ. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۴/۱، باب جواز الغيلة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۴۴۲۔

**ترجمہ:** حضرت جذامہ بنت وہب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں چند لوگوں کی موجودگی میں حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، آنحضرت ﷺ فرما رہے تھے: کہ میں نے لوگوں کو "غیلہ" کرنے سے روکنے کا ارادہ کر لیا؛ لیکن پھر میں نے روم و فارس کے لوگوں کو اپنی اولاد کی موجودگی میں غیلہ کرتے ہوئے دیکھا، اور یہ دیکھا کہ اس سے ان کی اولاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے (تو میں اپنے ارادہ سے باز رہا) پھر لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عزل کے بارے میں دریافت کیا تو اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ یہ چپکے سے بچے کو زندہ درگور کرنا ہے، اور یہ بات جس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے: "وَإِذَا الْمُوَدَّةُ سُئِلَتْ" زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے سوال ہوگا۔

**تشریح:** زمانہ حمل میں بچہ کو دودھ پلانا بچہ کی صحت کے لئے مضر ہے، یہ بات پہلے مشہور تھی، لہذا اس شہرت کی بناء پر آنحضرت ﷺ نے بچوں پر شفقت کی غرض سے زمانہ حمل میں دودھ پلانے سے منع کرنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن جب آنحضرت ﷺ کے مشاہدہ میں یہ بات آئی کہ زمانہ حمل میں

دودھ پلانا بچوں کے حق میں مضر نہیں ہے، تو آنحضرت ﷺ نے منع نہیں فرمایا، یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے زمانہ حمل میں عہل کرنے کے بارے میں پوچھنے پر بھی اس سے اشارہ روکا ہے، اور اس حدیث میں تو عہل سے صراحتاً منع کیا گیا ہے اور اس کو گناہ قرار دیا گیا ہے لیکن اگر طبی نقطہ نظر سے حمل ٹھہرنا بچہ کے یا ماں کے حق میں مضر ہے تو نیت صحیحہ کے ساتھ عہل کرنے کی گنجائش ہے۔ یہاں جو ممانعت ہے اس سے مراد نیت فاسدہ سے عہل کرنا ہے۔

**الفیلة:** اس کے دو معنی نقل ہوئے ہیں (۱) ایام حمل میں بچہ کو دودھ پلانا (۲) ایام رضاعت میں جماع کرنا آنحضرت ﷺ نے ارادہ کیا تھا کہ ایام حمل میں بچوں کو دودھ پلانے سے منع کر دیں، یا پھر ایام رضاعت میں شوہروں کو بیویوں سے جماع کرنے سے روک دیں، لیکن جب آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ رومی اور فارسی لوگ یہ عمل انجام دیتے ہیں اور اس سے ان کی اولاد کی صحت متاثر نہیں ہوتی ہے تو آنحضرت ﷺ نے منع نہیں کیا۔

**الواد الخفی:** واد کی دو قسمیں ہیں واد جلی، واد خفی اول کا مطلب ہے کہ حقیقتہً زندہ درگور کر دیا جائے اور ثانی کا مطلب ہے کہ عہل کیا جائے کیونکہ جیسے پہلے کے اندر افساء ہوتا ہے ایسے ہی ثانی کے اندر بھی افساء ہوتا ہے "اذا الموءودة سئلت" میں "ہی" کی ضمیر راجع ہے اس فعل شنیع کی طرف جو اس کلام سے سمجھ میں آتا ہے "ای الفعلة الشنیعة" اب اس حدیث پر اعتراض وارد ہوگا کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ عہل واد ہے اور ایک روایت کے اندر ہے حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ سے کہا کہ یہود کہتے ہیں کہ عہل مؤدۃ صغریٰ ہے اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کذب یعنی یہود جھوٹ بولتے ہیں اب دونوں کے اندر تعارض ہو گیا، بعض نے کہا کہ ابو سعید والی روایت راجح ہے، بعض نے کہا کہ وہ سنن کی روایت ہے اور حضرت جدامہ کی روایت ہے صحیح کی روایت لہذا راجح ہوگی بعض نے یہ جمع کیا کہ جب آنحضرت ﷺ اہل کتاب کی موافقت کرتے تھے تب کا واقعہ ہے اور ابو سعید رضی اللہ عنہ والی روایت اس وقت پر محمول ہے جب کہ آنحضرت ﷺ نے ان کی موافقت ترک فرمادی تھی۔ (مرقاۃ: ۳۱۸/۶)

## بیوی کی پوشیدہ باتوں کو ظاہر کرنے پر وعید

{۳۰۳۹} وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَعْظَمَ الْأَمَانَةِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِي رِوَايَةٍ إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللَّهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَى أَمْرَاتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ ثُمَّ يُنْشِرُ سِرَّهَا - (رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۴۶۴، باب تحریم افشاء سر المرأة، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۱۴۳۷۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بڑی امانت، اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رتبہ کے اعتبار سے قیامت کے دن سب سے برا وہ مرد ہے جو اپنی بیوی سے صحبت کرے اور اس کی بیوی اس سے ملاقات کرے، پھر یہ شخص بیوی کے بھید کو فاش کر دے۔ (مسلم)

**تشریح:** زوجین کا خلوت کی باتیں دوسروں سے بیان کرنا نہایت قبیح عمل ہے جو شخص اس گناہ کبیرہ کو انجام دے گا، قیامت کے دن بہت ذلیل ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس پر سخت مواخذہ فرمائیں گے۔

**ان اعظم الامانة:** شوہر اور بیوی کے جنسی معاملات کو راز میں رکھنا یہ بڑی امانت ہے، جو بھی اس کو فاش کرے گا وہ بہت بڑی خیانت کا مرتکب ہوگا، "ان من شر الناس" اپنی بیوی سے جو راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں اس کا لوگوں کے سامنے ذکر کرنا بہت بڑی بے حیائی ہے، اسی طرح بیوی کے احوال کو ذکر کرنا بھی مذموم ہے، جو شخص یہ کام کرے گا اللہ کی نگاہ میں مبغوض ہوگا، صاحب مرقات نے لکھا ہے کہ ایک ادیب نے لوگوں سے کہا کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہوں تو اس سے پوچھا گیا کہ کیوں طلاق دے گا؟ ادیب نے کہا کہ میں اپنی بیوی کا عیب کیسے بیان کروں، جب اس نے طلاق دے دی تو لوگوں نے کہا کہ تم نے کیوں طلاق دی ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں ایک اجنبیہ کا عیب کیسے بیان کروں؟ یہ

کمال احتیاط ہے کہ آدمی عیب گیری سے زبان کو روک رکھے، اگر کوئی ضرورت کے وقت افتاء راز کر رہا ہے تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، مثلاً عورت دعویٰ کرتی ہے کہ اس کا شوہر جماع پر قادر نہیں ہے، یا اور کوئی الزام لگائے تو مرد کے لئے اپنے دفاع میں غلو کی باتیں ذکر کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لا یحب الله الجهر بالسوء من القول الا من ظلم" اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند نہیں کرتے ہیں کہ کسی بری بات کو علی الاعلان بیان کیا جائے لیکن جس پر ظلم ہوا ہے وہ بیان کر سکتا ہے۔ (مرقاۃ: ۲۳۹/۶)

## {الفصل الثانی}

### بدعلی کی ممانعت

{۳۰۴} عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ أَوْحَىٰ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَائُكُمْ حَرَّتْ لَكُمْ فَأَتُوا حَرَّتْكُمْ الْآيَةُ أَقْبَلُ وَأَذْبَرُ وَأَتَقَى الذُّبُرَ وَالْحَيْضَةَ. (رواه الترمذی وابن ماجه والدارمی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲/۱۲۷، باب ومن سورة البقرة، کتاب تف سیر القرآن، حدیث نمبر: ۲۹۸۰، ابن ماجه شریف: ۱۳۸، باب النهی عن اتيان النساء فی اد بارهن، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۹۲۵۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی، "نِسَائُكُمْ حَرَّتْ لَكُمْ" تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں تو آؤ تم اپنی کھیتوں میں اٹھ، لہذا اگلے مقام میں آگے سے آؤ، پیچھے سے آؤ، لیکن پچھلے مقام میں جماع کرنے سے اور ایام حیض میں جماع کرنے سے بچو۔ (ترمذی ابن ماجه)

**تشریح:** بیوی اور باندی سے جماع صرف ان کی اگلی شرمگاہ میں جائز ہے، پچھلی شرمگاہ میں دخول قطعی حرام ہے، اور یہ لواطت کے حکم میں ہے اس عمل کو انجام دینے والا ملعون ہے، البتہ اگلے

مقام میں جماع کرنے کی صورت میں شریعت نے اس کی رخصت دی ہے کہ مرد پیچھے کی جانب سے آگے کی جانب سے بیٹھ کر لیٹ کر ہر طرح جماع کر سکتا ہے، جس طرح پیچھے کے مقام میں جماع حرام ہے اسی طرح ایام حیض میں اگلے مقام میں دخول حرام ہے، اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہے۔

**واقعہ الدبر:** مرد یا عورت کے پچھلے مقام میں وطی کرنا بہت قبیح عمل ہے، حضرت لوط علیہ السلام جس قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے وہ قوم کفر و شرک کے ساتھ اس غلیظ ترین غیر فطری حرکت کی بھی عادی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو بدترین عذاب سے دو چار کیا، اللہ کے حکم سے فرشتے اس قوم کی بستیوں کو زمین سے اٹھا کر لے گئے اور اوندھا کر کے پٹخ دیا اور پر سے ان پر پتھروں کی بارش ہوئی، سورہ اعراف میں اور دیگر مقامات پر اس کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ: "ملعون من عمل عمل قوم لوط، ملعون من عمل عمل قوم لوط، ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، ملعون ہے وہ شخص جو قوم لوط والا عمل کرتا ہے، بعض لوگ اپنی بیویوں سے بدعتی کرتے ہیں یہ بھی قطعی طور پر حرام ہے، ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "لا ينظر الله عز وجل الى رجل اتى رجلا او امرأة في دبرها" اس شخص کی طرف اللہ تعالیٰ نگاہ رحمت نہیں کریں گے جو شخص کسی مرد یا عورت کے ساتھ بدعتی کرے گا، اس قبیح فعل کی کوئی مقررہ سزا تو نہیں ہے، لیکن اس کو سخت ترین سزا دی جائے گی، چنانچہ اس سزا کے حوالے سے آگ میں جلانا، دیوار گرا کر کچل دینا تلوار سے قتل کر دینا وغیرہ سزائیں منقول ہیں، حاکم جو مناسب سزا سمجھے گا دے گا۔

**والحيضة:** ایام حیض میں بھی صحت حرام ہے، اس پر سخت وعید ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ "من اتى حائضا او امرأة في دبرها او كاهنا فصدقه فقد كفر بما انزل الله على محمد صلى الله عليه وسلم" جو شخص ایام حیض میں بیوی سے صحبت یا اس کے ساتھ بدعتی کرتا ہے، یا کسی کا ہن کے پاس جاتا ہے، اور اس کی خبر کی تصدیق کرتا ہے، تو وہ اس دین کا انکار کرتا ہے، جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے، معلوم ہوا کہ حالت حیض میں جماع حرام ہے، اگر کوئی شخص غلبہ شہوت کی بنا پر اس حرام فعل کا مرتکب ہو گیا تو اس کو خوب توبہ کرنا چاہئے اور کچھ صدقہ و خیرات کرنا چاہئے۔ (مرقاۃ: ۳۲۰/۶)

## بد فعلی حرام ہے

{۳۰۴} وَعَنْ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْسَخُ حَيْثُ مِنَ الْحَقِّ لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ فِي

أَذْبَارِهِنَّ. (رواه احمد والترمذی وابن ماجه والدارمی)

**حوالہ:** مسند احمد: ۵/۲۱۳، ترمذی شریف: ۱/۲۲۰، باب ماجاء فی

کراہیۃ اتیان النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۶۴، ابن ماجه شریف: ۱۳۸، باب

النهی عن اتیان النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۹۲۴، دارمی: ۲/۱۹۶، باب النہی

عن اتیان النساء کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۱۳۔

**ترجمہ:** حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے

ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ حق کہنے میں شرم نہیں کرتا ہے، تم لوگ عورتوں سے ان کے پیچھے مقام میں صحبت

مت کرو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

**تشریح:** اس حدیث میں اپنی بیویوں سے ان کے پیچھے مقام میں جماع کرنے کی ممانعت

ہے، یہ بہت بڑا گناہ ہے یہیں سے مردوں اور لڑکوں کیساتھ بد فعلی کرنے والوں کے گناہ کی شدت کا علم ہوتا

ہے، اور ان کا ملعون و مبغوض ہونا معلوم ہوتا ہے۔

**ان اللہ لا یستحی:** مطلب یہ ہے کہ بات اگرچہ شرم والی ہے، لیکن حق ہے، اور اللہ تعالیٰ اظہار

حق کو ترک نہیں فرماتے آنحضرت ﷺ نے اپنے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت مبالغہ کی

بناء پر کی ہے۔ "لَا تَأْتُوا النِّسَاءَ" اگر کوئی شخص اپنی باندی یا بیوی سے بد فعلی کرتا ہے تو اگرچہ یہ گناہ ہے

لیکن اس جبرم میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، البتہ سزا دی جائے گی لیکن اگر اجنبی سے کیا ہے پھر

دونوں کو سزا دی جائے گی۔

## بد فعلی کرنے والا ملعون ہے

{۳۰۴۲} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَلْعُونٌ مَنْ آتَى امْرَأَتَهُ فِي دُبْرِهَا. (رواه احمد وابوداؤد)

**حوالہ:** احمد: ۴۴۴/۲، ابوداؤد شریف: ۲۹۴/۱، باب فی جامع النکاح،

کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۶۲

**ترجمہ:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ شخص ملعون ہے جس نے اپنی بیوی سے اس کی پچھلی شرمگاہ میں صحبت کی۔ (احمد، ابوداؤد)

**تشریح:** امرأتہ: اپنی بیوی سے جماع حلال ہے، اس کے باوجود پچھلے مقام میں اپنی بیوی سے صحبت کرنے والا ملعون ہے، ایسے میں کیسی عبرت ناک سزا ہوگی، ان لوگوں کی جو مردوں سے اس غلیظ حرکت کو انجام دیتے ہیں۔

## بد فعلی کرنے والا نظر کرم سے محروم

{۳۰۴۳} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ

الَّذِي يَأْتِي امْرَأَتَهُ فِي دُبْرِهَا لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِ. (رواه فی شرح السنة)

**حوالہ:** بغوی فی شرح السنة: ۱۰۷/۱، باب العزل، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۲۲۹۷۔

**ترجمہ:** حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بے شک جو آدمی اپنی بیوی سے اس کی دبر میں صحبت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نگاہ کرم نہیں فرماتے ہیں۔ (شرح السنہ)

**تشریح:** چوں کہ پچھلے مقام میں صحبت کرنا بد فعلی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے، اس عمل کی عادی قوم پر عذاب نازل کیا ہے، لہذا جو بھی اس عمل بد کو انجام دیتا ہے، اس سے اللہ تعالیٰ



شفقت کی نگاہ پھیر لیتے ہیں۔

**لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَيْهِ:** بدفعی مطلقاً حرام ہے خواہ مرد کے ساتھ ہو یا عورت کے ساتھ، خواہ اجنبی عورت کے ساتھ ہو یا اپنی بیوی کے ساتھ، بہر صورت اس عمل بد سے اللہ تعالیٰ کا غصہ شدید ہو جاتا ہے، اور اس عمل کو انجام دینے والا نظر کرم سے محروم ہو جاتا ہے۔

## نظر شفقت سے محرومی

{۳۰۴۴} وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْظُرُ اللَّهُ إِلَى رَجُلٍ آتَى رَجُلًا أَوْ امْرَأَةً فِي الدُّبْرِ۔  
(رواہ الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/ ۲۲۰، باب ما جاء فی کراهية اتیان النساء، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۶۵۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی طرف نہیں دیکھتے جو کسی مرد یا عورت کے ساتھ بدفعی کرتا ہے۔ (ترمذی)

**تشریح:** اتی رجلاً: پچھلے مقام میں صحبت کرنے کا عمل سب سے پہلے قوم لوط نے انجام دیا، اسی بنا پر اس بدفعی کو لواطت کہا جاتا ہے، اور جو شخص یہ خلاف فطرت عمل انجام دیتا ہے، اس کو لوطی کہا جاتا ہے، جیسا کہ ما قبل میں یہ بات گزری کہ لواطت مطلقاً حرام ہے، اپنی بیوی کے ساتھ حرام ہے، اور اجنبی مرد و عورت کے ساتھ بھی حرام ہے، لیکن اجنبی کے مقابلہ میں بیوی کے ساتھ کرنے میں سزا کم ہے، اللہ تعالیٰ نے قوم لوط کو جو سزا دی تھی اس کے بعض حصہ کا اللہ تعالیٰ نے یوں ذکر فرمایا: "وأمطرنا عليهم مطراً" ہم نے ان پر ایک خاص قسم کی بارش برسائی، یعنی پتھر برساتے، اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے حنفیہ کہتے ہیں کہ لوطی پر دیوار گرانے یا بلند مقام سے نیچے پھینکنے کی سزا جائز ہے۔

## ہم جنسی کی لعنت

آج کا بے حیا معاشرہ شرم و حیا سے عاری ہو کر انسان ہونے کے باوجود اپنے آپ کو ذلیل جانوروں کی صف میں کھڑا کر چکا ہے۔ ہم جنسی یعنی مسردوں کا مسردوں سے اور عورتوں کا عورتوں سے خواہشات پوری کرنے کا عمل وہ منحوس اور بدترین جرم ہے جس کا دنیا میں سب سے پہلے قوم لوط نے ارتکاب کیا۔ جس کی وجہ سے اس قوم کو دنیا ہی میں ایسا بھیانک عذاب دیا گیا جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، ان کی بستیوں کو الٹ کر انہیں پتھروں سے سنگسار کیا گیا اور جس جگہ یہ بستیاں الٹی گئیں، وہاں ”بحر مردار“ کے نام سے ایسی جھیل بن گئی، جس میں اب تک بھی کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہتی۔ (معارف القرآن)

اس منحوس عمل کی شریعت میں نہایت سخت مذمت وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث شریف میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ان من اخوف ما اخاف علی امتی او علی هذه الأمة عمل قوم لوط“ (شعب الایمان: ۵۳۴/۴)

ان بدترین چیزوں میں جن کا مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خطرہ ہے قوم لوط کا عمل ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب دومر ایسا کام کریں تو دونوں کو قتل کر دیا جائے یعنی ان پر زنا کی حد جاری کی جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے ایسے شخص کی سزا کے بارے میں فرمایا: کہ اسے شہر کی سب سے اونچی عمارت سے گرا کر پتھروں سے سنگسار کر دیا جائے۔ (شعب الایمان: ۳۵۷/۴)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہوں نے عرب کے بعض قبائل میں ایک ایسا شخص دیکھا ہے جس کے ساتھ عورتوں کی طرح نکاح کیا جاتا ہے۔ (یعنی ہم جنسی کی حباتی ہے) جب یہ خط حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کیا

اور مشورہ فرمایا: کہ ایسے شخص کو کیا سزا دی جائے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ یہ ایسا جرم ہے جس کا صرف ایک امت یعنی قوم لوط نے ارتکاب کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی سزا دی جو آپ جانتے ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلادیا جائے۔ چنانچہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے بھی اس سے متفق ہو گئی۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مذکورہ شخص کو جلادینے کا حکم دے دیا۔ (شعب الایمان: ۳/۳۵۷)

حماد بن ابراہیم کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو دو مرتبہ سنگسار کرنا مناسب ہوتا تو لواطت کرنے والے کو دو مرتبہ سنگسار کیا جاتا۔ (حوالہ بالا: ۳/۳۵۷)

مشہور محدث محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ جانوروں میں سے بھی سوائے گدھے اور خنزیر کے کوئی جانور قوم لوط والا عمل نہیں کرتا۔ (تقریر درمنثور: ۳/۱۸۷)

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ اگر یہ منحوس عمل کرنے والا شخص آسمان وزمین کے ہر قطرے سے بھی نہالے پھر بھی (باطنی طور پر) ناپاک ہی رہے گا۔ (شعب الایمان: ۳/۳۵۹)

### خوبصورت لڑکوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا موجب فتنہ

ہم جنسی سے بچنے کے لئے وہ تمام دروازے بند کرنے ضروری ہیں جو اس منحوس عمل تک پہنچاتے ہیں، بے ریش نوعمر بچوں کے ساتھ اختلاط سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے، بعض تابعین کا قول ہے کہ دیندار عبادت گزاروں کو ان لڑکوں کے لئے پھاڑ کھانے والے درندے سے بھی بڑا دشمن اور نقصان دہ، وہ امر دلڑ کا ہے جو اس کے پاس آتا جاتا ہے۔

**حسن بن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: کہ**

مالداروں کے بچوں کے ساتھ زیادہ اٹھنا بیٹھنا نہ کرو، اس لئے کہ ان کی صورتیں عورتوں کی طرح ہوتی ہیں اور ان کا فتنہ کنواری عورتوں سے زیادہ سنگین ہے۔ (شعب الایمان: ۳/۳۵۸) کیونکہ عورتیں تو کسی صورت میں حلال ہو سکتی ہیں لیکن لڑکوں میں حلت کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ

ایک مرتبہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حمام میں داخل ہوئے تو وہاں ایک خوبصورت لڑکا بھی آگیا تو آپ نے فرمایا: کہ اسے باہر نکالو، کیونکہ عورت کے ساتھ تو ایک شیطان ہوتا ہے اور لڑکوں کے ساتھ دس سے زائد شیطان ہوتے ہیں۔ (شعب الایمان: ۳۶۰/۴)

## ہم جنس پرستوں اور لو اطت کرنے والوں کا دنیا میں خوفناک انجام

یہ گندی عادت دراصل ایمانی کمزوری کا نتیجہ ہے اور مذہبی مانع نہ ہونا اس کا سبب ہے، کیونکہ ایمان کی وجہ سے ایک صاحب ایمان پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ شریعت کی اتباع کرے۔ قرآن کریم نے مومنین کی جن صفات کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک شرمگاہ کی حفاظت بھی ہے، جیسے فرمایا: **وَالَّذِينَ هُمْ لِأَفْوَ جِہْمَ حَافِظُونَ** (سورۃ معارج: ۲۹) [اور جو اپنی شرمگاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں۔] [آسان ترجمہ] اس سے قبل کہ ہم اس واقعہ کو ختم کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس گناہ کی وجہ سے انسانی صحت پر پڑنے والے برے اثرات و نقصانات بیان کر دیئے جائیں۔

(۱)..... عورت سے مرد کی رغبت کا ختم ہو جانا۔ کیونکہ اس بری خصلت سے لوطی کی مردانہ قوت خراج ہوتی ہے، پھر اس کا عمل مباشرت قیمتی خزانہ کو برباد کر دینے کے بعد معطل اور بیکار ہو جاتا ہے، صرف یہی نقصان نہیں ہوتا بلکہ وہ مرد کمزور ہو کر وظیفہ زوجیت سے بھی بے بس ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ بیوی کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔

(۲)..... اعصابی امراض میں مبتلا ہونا۔ ایسے شخص کا شعور بدل جاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہ مسرد بننے کے لئے پیدا نہیں ہوا، اس لئے وہ اپنے ہم جنس کی طرف میلان اور رغبت رکھتا ہے، اور وہ ہر وقت گندے خیالات میں مبتلا رہتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے لوگ چال چلن وغیرہ میں عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔ اس مرض کی وجہ سے ان کی زندگی کا لطف ختم ہو کر رہ جاتا ہے اور انسانی مردانگی کی ساری صفات سلب ہو جاتی ہیں۔

(۳)..... دماغی توازن کا خلل انداز ہونا، فکری اضطراب اور قوت ارادی کا کمزور ہونا۔

(۴)..... اس فعل بد کی وجہ سے مرض سویداء کا پیدا ہونا۔

(۵).....لوٹی کا سیر نہ ہونا۔ وہ جنسی عمل سے سیر نہیں ہوتا۔ اور وہ رشتہ داری کو بھی پسند نہیں کرتا کیونکہ اس میں طبعی میلان نہیں پایا جاتا۔

(۶).....اس کے عضلات کا ڈھیلا ہونا۔ اس کے بعد اجزا ٹوٹا اور گرنا، اور براز پر قدرت نہ پایا جانا اور اس کو نہ روک سکا حتیٰ کہ بلا ارادہ اس سے مادہ نکلنا۔

(۷).....لوٹی کا اخلاق سے گرنا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسے شخص میں مروت، مسردائی اور خود داری وغیرہ نہیں ہوتی۔ ایسا انسان بد اخلاق، کم ہمت، بے ضمیر اور قوت ارادی سے معذور ہوتا ہے، خلاصہ یہ کہ وہ دین و اخلاق سے تہی دست، خدا سے دور اور شیطان کے قریب ہوتا ہے۔

(۸).....لوٹی شخص کی صحت عام طور پر کمزور ہوتی جاتی ہے اور وہ مختلف امراض اور تکلیفوں میں مبتلا رہتا ہے۔

(۹).....لوٹی کا نظام تناسل متاثر ہوتا ہے، پھر رفتہ رفتہ اس میں بانجھ پن پیدا ہو جاتا ہے اور پھر وہ صاحب اولاد نہیں ہو سکتا۔

(۱۰).....اب جدید سائنس نے اس جنسی بے ضابطگی کا جو برا اثر بتایا ہے وہ ایک ایسی خطرناک صورت ہے جو ہر لوٹی اور فطرت سلیمہ سے منحرف شخص کے لئے خطرہ کا باعث ہے، یعنی ایڈز کا مرض۔ جو دراصل معاشرہ میں بے حیائی کے پھیلاؤ کا نتیجہ ہے۔ اس مرض کو رسول کریم ﷺ کی صداقت پر ایک نئی دلیل شمار کیا گیا ہے، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ہے: ”جس قوم میں بے حیائی پھیل جائے تو اللہ تعالیٰ ان کو ایسے امراض میں مبتلا کر دیتے ہیں جو امراض ان سے پہلے لوگوں میں نہیں ہوں گے۔“ آنحضرت ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔

اس لواطت کی اور بھی صورتیں ہو سکتی ہیں، جیسے عورت کا عورت سے برا عمل کرنا، جانوروں سے برا عمل کرنا، مرد کا مشت زنی کرنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ گمراہوں اور بدکاروں نے اس جنسی بے ضابطگی کے طریقے ایجاد کئے ہوئے ہیں۔ ان تمام بری صورتوں کا منشاء ایک ہی ہے۔ یہ سب لوگ گناہ میں شریک ہیں، کیونکہ ایسے تمام لوگ طبیعت سلیمہ اور اپنے رب کے راستہ سے منحرف ہیں۔

## قوم لوط کا عبرتناک انجام

اللہ کے فرشتے جبریل و میکائیل علیہما السلام حضرت لوط علیہ السلام کے مکان پر انہوں اور خوبصورت لڑکوں کی شکل میں پہنچے تو حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی انتہا کو پہنچ گئی کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ ان کے بیٹے نے گھر آ کر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردیسی نوعمر لوگ ہیں ان جیسے میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ جاؤ اور انہیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے انہیں ستائیں گے۔ اس بستی کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جا کر چپکے سے انہیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی اسی کے ذریعہ بات پھوٹ نکلی۔

اب کیا تھا قوم کے لوگ دوڑے بھاگے آ گئے، جسے دیکھو خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے، ان کی تو یہ جو خصلت ہو گئی تھی، اس سیاہ کاری کی تو گویا انہوں نے عادت بنالی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کے نبی انہیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بد خصلت کو چھوڑو۔ اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو۔ ”بَقَاتِی“ (سورہ ہود: ۷۸) [یہ میری بیٹیاں موجود ہیں۔] (آسان ترجمہ) یعنی میری لڑکیاں، اس لئے فرمایا: کہ ہر نبی علیہ السلام اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قرآن کریم کی اور آیت میں ہے کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منع کر چکے تھے کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھہرایا کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور دنیا و آخرت کی بھلائی انہیں سمجھائی اور کہا: کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا، نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔

امام ابن جریج رحمۃ اللہ فرماتے ہیں یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔ فرماتے ہیں اللہ

تعالیٰ سے ڈرو میرا کہا مانو، عورتوں کی طرف رغبت کرو۔ ان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ۔ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں۔ میری عزت کا خیال کرو، کیا تم میں ایک بھی سمجھدار نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں؟ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا: کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار نہیں۔ یہاں بھی ”ہناتک“ یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا ہے۔ پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

”قَالَ لَوْ أَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ قَالُوْا یَلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْکَ فَاَسْرِ بِاَهْلِکَ بِقَطْعٍ مِّنَ الْبَیْلِ وَلَا یَلْتَفِیْ مِنْکُمْ اَحَدٌ اِلَّا اَمْرًا اَنَّکَ اِنَّهٗ مُصِیْبُهُمَا مَا اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلْیَسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ“ (سورہ ہود: ۸۱)

[لوط نے کہا: کاش کہ میرے پاس ان کے مقابلہ پر کوئی طاقت ہوتی، یا کسی مضبوط سہارے کی پناہ لے سکتا۔ (اب) فرشتوں نے (لوط سے) کہا: ہم تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ (کافر) لوگ ہرگز تم تک رسائی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ لہذا تم رات کے کسی حصہ میں اپنے گھروالوں کو لے کر بستی سے روانہ ہو جاؤ اور تم میں سے کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں! مگر تمہاری بیوی (تمہارے ساتھ نہیں جائیگی) اس پر بھی وہ مصیبت آنے والی ہے، جو اور لوگوں پر آ رہی ہے، یقین رکھو ان (پر عذاب نازل کرنے) کے لئے صبح کا وقت مقرر ہے۔ کیا صبح بالکل نزدیک نہیں آگئی؟] (آسان ترجمہ)

## قوم لوط کا عمل بد

حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت اثر نہیں کرتی تو انہیں دھمکایا کہ اگر مجھ میں قوت طاقت ہوتی یا میرا کنبہ قبیلہ زوردار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث شریف میں فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو حضرت لوط علیہ السلام پر کہ وہ زور آور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات اللہ تعالیٰ عروج مل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنی قومی ثروت میں ہی بھیجا گیا۔ ان کی افسردگی اور کامل ملال اور تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے اپنے تئیں

ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ رات کے آخری حصہ میں اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جائیے۔ خود ان سب کے پیچھے رہئے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جائیے۔ قوم والوں کی آہ و بکا پر ان کے چیتنے چلانے پر تمہیں مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے، پھر اس بات سے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا استثناء کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے گی۔ وہ عذاب کے وقت کی قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھے گی اس لئے کہ اللہ کی قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا طے ہو چکا ہے۔

ایک قرأت میں "إِلَّا امْرَأَتُكَ" تاکہ پیش سے بھی ہے جن لوگوں کے نزدیک پیش اور زیر دونوں جائز ہیں ان کا بیان ہے کہ آپ کی بیوی بھی یہاں سے نکلنے میں آپ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور سن کر صبر نہ کر سکی۔ مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم! اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور اس کا بھی ڈھیر ہو گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس غیبت قوم کی ہلاکت کے وقت کی نزدیکی بھی بیان کر دی کہ صبح ہوتے ہی یہ تباہ ہو جائے گی اور صبح اب بالکل قریب ہے، یہ کوہ باطن آپ کا گھر گھرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آہنچے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام دروازے پر کھڑے ہوئے ان لوطیوں کو روک رہے تھے، جب کسی طرح وہ نہ مانے اور حضرت لوط علیہ السلام آزرده خاطر سے ہو کر تنگ آ گئے، اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان لوگوں کے پاس آتے انہیں سمجھاتے کہ دیکھو عذاب اللہ نہ خریدو مگر انہوں نے غلیل اللہ کی بھی نہیں مانی۔ یہاں تک کہ عذاب کے آنے کا قدرتی وقت آ پہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے، آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے، انہوں نے کہا: کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمان الہی ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بد چلنی کی شہادت نہ دے لیں ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلتے ہی خبر دی کہ یہاں کے لوگ بڑے



بد چلن ہیں۔ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔

کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو اس روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں۔ آہ میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا: دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کس بدی میں مبتلا ہیں، روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا: دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بد چلنی کی شہادت دے چکے، یاد رکھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔

گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا اٹانے لگی، جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں، میں نے تو ان سے زیادہ خوب صورت اور ان سے زیادہ خوشبو والے لوگ کبھی دیکھے ہی نہیں۔

اب کیا تھا یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کئے دوڑتے بھاگتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر گئے۔ چاروں طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں نصیحتیں کیں، فرمایا: کہ عورتیں بہت ہیں، لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے، اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے اجازت مل گئی۔

حضرت لوط علیہ السلام سے آپ نے فرما دیا کہ ہم تو تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں، یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے، آپ اس دروازے سے نکل جائیں یہ کہہ کر ان لوگوں کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے، راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لے کر راتوں رات چل دیئے، یہی اللہ تعالیٰ کا حکم بھی تھا۔ محمد بن کعب قتادہ صدی وغیرہ کا یہی بیان ہے۔

## قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب

سورج کے نکلنے کے وقت اللہ تعالیٰ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہ و بالا ہو گئی۔

عذاب نے اوپر تلے سے ڈھانک لیا۔ آسمان سے پتھر پکی مٹی کے ان پر برسنے لگے، جو سخت اور زنی اور بہت بڑے بڑے تھے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے سبکین بجیل دونوں ایک ہی ہیں۔ منضود سے مسراد پے پے بہتہ بہتہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے، جس کے نام کا پتھر تھا، اسی پر گرتا تھا، وہ مثل طوق کے تھے، جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور مومنینوں سمیت اونچا اٹھالیا، یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں، آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی بستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا، ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا، اور سب ایک ساتھ غارت ہو گئے۔ اگے دنگے جو رہ گئے تھے ان کے بھیجے آسمانی پتھروں نے پھوڑ دیے، اور محض بے نام و نشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں، ہر بستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی بستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی غلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آ کر وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔

### غلیلہ کا طبعی اثر

{۳۰۴۵} وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ سَمِعْتُ

رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ سِرًّا فَإِنَّ

الْغِيلَ يُدْرِكُ الْفَارِسَ فَيَدْعُوهُ عَنْ قَرْسِهِ. (رواہ ابوداؤد)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۵۴۲/۲، باب فی الغیل، کتاب الطب، حدیث

نمبر: ۳۸۸۱۔

**ترجمہ:** حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے جناب حضرت رسول اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ اپنی اولاد کو چپکے سے مت قتل کرو اس لئے کہ بلاشبہ ”غیل“ (ایام حمل میں دودھ پلانا) شہ سوار پر اثر انداز ہوتا ہے، اور اس کو اس گھوڑے سے گرا دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** لا تقتلوا اولادکم سرًا: اپنی اولاد کو خفیہ طریقہ پر قتل مت کرو، مطلب یہ ہے کہ غیلہ کے ذریعہ سے اولاد کو موت کے قریب مت لے جاؤ، غیلہ کے سلسلہ میں ابوداؤد میں ہے کہ ”قال مالک الغيلة ان یمس الرجل امرأته وهی ترضع“ یعنی دودھ پینے والے بچہ کی ماں سے اس کے شوہر کا صحت کرنا، چوں کہ وٹی کے بعد اگر عورت حاملہ ہوگئی تو حمل سے دودھ فاسد ہو جاتا ہے پس اگر یہی دودھ عورت اس بچے کو پلاتی ہے تو یہ دودھ بچے کے حق میں مضر ہوگا اور اگر نہیں پلاتی تو بچہ بھوکا رہے گا، لہذا ایام رضاعت میں شوہر بیوی سے دور رہے، اور اگر جماع کرتا ہے تو یہ بچے کو قتل کرنے کے مترادف ہے، اور چوں کہ براہ راست قتل کرنا نہیں ہے اس لئے ”سرًا“ کی قید لگائی ہے، ”یدرک الفارس“ مطلب یہ ہے کہ کبھی غیلہ کے اثر سے اچانک ایک خاص کمزوری پیدا ہو جاتی ہے جس کی بناء پر سوار گھوڑے سے دفعہ گر پڑتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے۔

**تعارض:** اس حدیث میں یعنی حدیث اسماء میں دو حیثیت سے تعارض ہے، (۱) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ غیل اولاد کی صحت کے لئے مضر ہے، اور سابقہ حدیث سے غیر مضر ہونا سمجھ میں آتا ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے، ”فلا یضر اولادہم ذلک شیئاً“ غیل ان کی اولاد کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے، (۲) اس حدیث میں غیل کی ممانعت ہے، اور سابقہ حدیث میں ممانعت نہیں ہے، بلکہ اس کی نفی ہے۔

**دفع تعارض:** حدیث جذامہ مقدم ہے، اس میں آنحضرت ﷺ نے عرب کے مصالح کے پیش نظر یہ سمجھا تھا کہ غیلہ مضر ہے، لہذا اس سے منع کرنے کا ارادہ کیا تھا، پھر آنحضرت ﷺ کو بعض اسباب کی بناء پر اندازہ ہوا کہ مضر نہیں ہے، لہذا آنحضرت ﷺ نے غیلہ سے منع نہیں کیا، پھر من جانب اللہ آنحضرت ﷺ کو علم دیا گیا کہ درحقیقت یہ مضر ہے، لیکن ہر ایک کیلئے اور ہر حال میں مضر ہو

ایسا ضروری نہیں ہے، لہذا آنحضرت ﷺ نے منع تو کیا، لیکن یہ نہی تنزیہی ہے، تحریمی نہیں ہے، (بذل) علامہ طیبی نے تو یہ توجیہ پیش کی ہے کہ سابقہ حدیث میں غیل کے اثرات کی نفی اس مقصد سے تھی کہ جاہلیت کے اس عقیدہ کی تردید ہو کہ وہ اس کو یعنی غیل کو فساد صحت کے لئے مؤثر بالذات سمجھتے تھے، اور اس حدیث میں اس کے اثر کا اثبات اس لحاظ سے ہے کہ یہ بھی موت کا سبب بن سکتا ہے، جب کہ مؤثر حقیقی اللہ کی ذات ہے، (طیبی، ۶/۳۱۱)

اس توجیہ سے دونوں طرح کی احادیث میں تطبیق بھی پیدا ہو گئی اور یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ "عزل" عذر کے وقت جائز ہے، اس لئے کہ غلبہ شہوت کے وقت بیوی سے جماع کئے بغیر رہا بھی نہیں جاسکتا ہے، اور ایام رضاعت میں حمل ٹھہرتا ہے تو بچہ کی صحت کے لئے مضر ہے، ایسے میں بچہ کی صحت کے پیش نظر عزل جائز ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۲۱، التعلیق: ۴/۴۰۰)

## {الفصل الثالث}

### عزل کے لئے اجازت حصرہ

{۳۰۴۶} عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَهْلِي رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ إِلَّا بِإِذْنِهَا۔ (رواہ ابن ماجہ)

حوالہ: ابوداؤد شریف: ۱۳۸، باب العزل، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۳۱۹۷۔

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے آزاد

عورت کی اجازت کے بغیر اس سے عزل کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح: نہی: آنحضرت ﷺ نے بغیر حرہ کی اجازت کے عزل کو اسلئے ممنوع قرار دیا

ہے کہ اس میں آزاد عورت کی حق تلفی ہے، جماع سے عورت کے دو حقوق وابستہ ہیں، (۱) حصول اولاد

(۲) لذت، عزل کی صورت میں اولاد کے حصول کا امکان بھی کم ہو جاتا ہے اور لذت میں بھی کمی آتی ہے، لہذا اگر آزاد عورت اولاد چاہتی ہے، یا مزید لذت چاہتی ہے تو اس غرض سے وہ عزل کی اجازت نہیں دیتی ہے تو اس کا بنیادی حق ہے۔ (مرقاۃ: المفاہج: ۶/۳۲۲)

## عزل کی موجودہ شکلیں اور احکام

بیوی سے مقاربت کے وقت آخری لمحات میں مرد کا اپنی منی کو باہر خارج کرنا عزل کہلاتا ہے۔ موجودہ دور میں عزل کی مختلف صورتیں رائج ہیں اور احکام بھی ان کے مختلف ہیں، یہاں ان صورتوں کا اور ان کے احکام کا ایک مختصر تعارف فائدہ سے خالی نہ ہوگا، عزل کا مقصد یہ ہے کہ مرد کی منی عورت کے رحم تک نہ پہنچے اور حمل نہ ٹھہرے، اس مقصد کے حصول کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جائے گا وہ عزل شمار ہوگا، عزل یا موانع حمل کے اسباب دو طرح ہیں۔

(۱) مستقل اور دائمی مانع حمل (۲) عارضی اور وقتی مانع حمل

مستقل اور دائمی مانع حمل کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے تو والد و تاسل کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے منقطع ہو جائے، عصر حاضر میں عموماً اس کے مندرجہ ذیل طریقے مروج ہیں:

(الف) **نس بندی:** بار آور ہونے والی نسلوں کو دونوں جانب سے یا کسی جگہ سے کاٹ کر باندھ دیا جاتا ہے۔

(ب) **گروہ بندی:** اس طریق کار میں نسلوں کو کاٹے بغیر اس طرح باندھ دیا جاتا ہے، تاکہ مادہ منویہ کا اخراج ممکن نہ رہے، گروہ بندی اگرچہ عارضی مانع حمل تدبیر سمجھی جاتی ہے، لیکن عملاً یہ مستقل اور دائمی ہوتا ہے۔

(ج) **تقطیع و تخریج:** اس طریقہ کا حاصل یہ ہے کہ عورت کی بیضہ دانی یعنی رحم کو کاٹ کر شکم سے باہر نکال دیا جاتا ہے، تاکہ بار آور نہ ہو سکے یہ تینوں طریقے عمل جراحی کے نتیجے میں رو بہ عمل لائے جاتے ہیں۔

مرد کے لئے کوئی ایسی تدبیر جس سے مستقل طور پر قوت تو والد و تاسل اور اس کی صلاحیت

اور استعداد ہی سرے سے ختم ہو جائے کسی حال میں بھی جائز نہیں۔ اس لئے مذکورہ تین طریقے شرعی لحاظ سے جائز نہیں۔

عورت کے لئے بھی عام حالات میں اس طرح کی تدبیر اختیار کرنا جائز نہیں جس سے بچہ کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہو جائے، البتہ سخت اضطراری حالت میں اس کی گنجائش ہے، جس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی خاتون کے متعلق ماہر ڈاکٹر تحقیق کے بعد قطعی اور یقینی طور پر یہ کہہ دے کہ اگر سلسلہ تولید ختم نہ کیا جائے، اور حمل ٹھہر گیا تو اس کی ولادت کی کوئی صورت نہیں اور عورت کے لئے موت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، ایسے حالات میں منقول مانع حمل تدابیر اختیار کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ "الضرورات تبیح المحظورات"

**عارضی مانع حمل تدابیر:** یعنی وہ تدابیر جن کے اختیار کرنے سے ایک مدت تک حمل نہیں ٹھہرتا، البتہ تولید و تناسل کی استعداد اور صلاحیت برقرار رہتی ہے، اس کی مروجہ صورتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(الف) عزل یہ وہ قدیم اور سادہ طریقہ ہے جو ابتداء اسلام سے آج تک رائج ہے وہ یہ کہ انزال کے وقت مرد اپنی منی کو باہر خارج کر دے۔

(ب) عورت رحم کا منہ بند کر دیتی ہے تاکہ مرد کی منی رحم تک نہ پہنچنے پائے، موجودہ دور میں اس کی ایک صورت لوپ کار پڑتی کی ہے یہ انگریزی (ٹی) کی شکل کا تانبے کا تار ہوتا ہے، جسے ڈاکٹر عورت کے اندام نہانی میں اس طرح فٹ کر دیتے ہیں کہ یہ مرد کی منی رحم میں داخل ہونے نہیں دیتا، اس طریقہ میں عموماً عورت کی ماہواری میں بے قاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

(ج) غلاف آک کا استعمال (یعنی زودھ، کاٹڈوم) یہ ایک مہین ملائم باریک غبارے کی مانند ہوتا ہے، بغیر ہوا بھرے لمبے غبارے کی شکل کا یہ مخصوص غبارہ مباشرت سے قبل مرد عضو تناسل پر اسی طرح چڑھا لیتا ہے جس طرح پاؤں پر موزہ اور ہاتھ پر دستانہ چڑھایا جاتا ہے، اس صورت میں عضو تناسل مکمل طور پر ڈھک جانے کے باعث مباشرت میں مرد کی منی عورت اندام نہانی کے بجائے اسی کاٹڈوم میں گرتی ہے، اس لئے حمل قرار پانے کا نانوے فیصد اندیشہ ختم ہو جاتا ہے۔

(د) **مانع حمل گولیاں یا مانع حمل انجکشن کا استعمال:** ان کے استعمال سے حمل نہیں ٹھہرتا لیکن یہ طریقہ صحت کے لئے مضر ہے، جدید تحقیق کے مطابق اس کی وجہ سے خون میں خطرناک حد تک چربی کی مقدار کم ہو جاتی ہے۔

(س) **پانی کی پچکاری سے رحم دھونا:** جماع کے بعد پانی کی پچکاری سے رحم دھولیا جاتا ہے تاکہ مادہ منویہ اگر رحم میں پہنچ چکا ہے تو وہ نکل جائے۔

### عارضی موانع حمل کے جواز کی صورتیں:

درج ذیل صورتوں میں بلا کراہت عارضی مانع حمل تدابیر کو اختیار کیا جاسکتا ہے۔

(۱) دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ کے لئے، تاکہ ہر بچہ کو ماں کی طرف سے توجہ اور نگہداشت مل سکے، مثلاً بچہ ایام رضاعت میں ہے اور استقرار حمل ہو گیا تو ماں کا دودھ مضر ثابت ہوگا، جس سے فطری طور پر اس کے بدن پر ضعف و کمزوری پیدا ہو سکتی ہے، اس کے علاوہ دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ نہ ہونے کی وجہ سے ماں کی توجہ اور نگہداشت تقسیم ہو جاتی ہے، جس سے بچوں کی صحت متاثر ہو سکتی ہے۔

(۲) بچے کے بارے میں یہ خطرہ ظن غالب کے درجے میں ہو کہ وہ خطرناک موروثی امراض میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ (جدید فقہی مباحث: ۱/۳۱۸)

(۳) اگر عورت اتنی کمزور ہو کہ بار حمل کا تحمل نہیں کر سکتی، حمل کی تکالیف یا درد زہ وغیرہ برداشت کرنے کی اس کے اندر طاقت نہیں، یا ولادت کے بعد شدید کمزوری لاحق ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں بھی منع حمل کی اجازت ہے۔ (ضبط ولادت: ۱۹)

(۴) بعض فقہاء کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر عورت بد اخلاق سخت مزاج ہو، خاوند طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور اندیشہ ہو کہ اولاد پیدا ہو جانے کے بعد بد اخلاقی میں اضافہ ہوگا، تو ایسی صورت میں بھی منع حمل یعنی عول درست ہے، شامی میں ہے: "او كانت الزوجة سيئة الخلق ويريد فراقها يخاف ان تحبل" (شامی: ۲/۴۱۲)

(۵) مکتب فقہ میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ فساد زمان کی وجہ سے اگر نافرمان اور

بدکردار اولاد کے پیدا ہونے کا خوف ہو تو ایسی صورت میں بھی عزل جائز ہے۔ ”وفی الفتاویٰ ان خاف من الولد السوء من الحرّة یسعه العزل رضاها لفساد الزمان، وبه جزم القہستانی حیث قال اذا لم یخف علی الولد السوء لفساد الزمان والا فتجوز بلا اذنیہا۔“ (ثامی: ۲/۲۱۲)

### عارضی مانع حمل کے عدم جواز کی صورتیں:

(۱) معاشی تنگی کے پیش نظر عزل کرنا، تاکہ کم بچے ہوں اور ان کا مستقبل بہتر ہو یہ عذر شرعی نہیں، کیونکہ معاش کے اعتبار سے مستقبل کی بہتری اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھی ہے، اس لئے اسے عزل کے اعذار میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ (ضبط ولادت: ۲۰۰)

(۲) موجود دور کے فیشن ”چھوٹا خاندان“ کے لئے بھی یہ تدبیر جائز نہیں، چھوٹے خاندان کا تصور اسلام کے مزاج و ماحول سے ہم آہنگ نہیں۔

(۳) عارضی منع حمل کی وہ تدبیر بھی جائز نہیں جو ہمیشہ کے لئے مایوسی کا سبب ہے۔

(۴) محض اولاد سے اعراض مقصود ہو یعنی صرف یہی نیت ہو کہ اولاد نہ ہونے پائے۔

(۵) اس کا محرک کوئی ایسی غرض ہو کہ اسلامی اصولوں کے خلاف ہو مثلاً لڑکی پیدا ہونے کے

خوف سے عزل کرنا۔ (ضبط ولادت: ۲۰۰، کشف الباری: ۱۰/۲۸۸)



## {باب}

## گذشتہ باب کے متعلقات کا بیان

یعنی اس باب میں گذشتہ باب سے متعلق حدیثیں نقل ہوئیں ہیں

## {الفصل الاول}

## باندی کا آزادی کے بعد نکاح فسخ کرنا

{۳۰۴} عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهَا فِي بَرِيرَةَ خُذِيهَا فَأَعْتَقِيهَا وَكَانَ زَوْجُهَا عَبْدًا فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْتَارَتْ نَفْسَهَا وَلَوْ كَانَ حُرًّا لَمْ يُخَيِّرَهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۳۴۸/۱، باب استعانة المكاتب، كتاب المكاتب،

حدیث نمبر: ۲۵۶۳، مسلم شریف: ۴۹۴/۲، باب انما الولاء لمن اعنت، كتاب العتق،

حدیث نمبر: ۱۵۰۴۔

**ترجمہ:** حضرت عروہ رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بریرہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا کہ تم اس کو لے لو اور پھر تم اس کو آزاد کر دو اور چونکہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے لہذا بریرہ کو رسول اللہ ﷺ نے اختیار دیا، چنانچہ

انہوں نے اپنے کو اختیار کیا، اور اگر ان کا شوہر آزاد ہوتا تو آنحضرت ﷺ بریرہ کو اختیار نہ دیتے۔  
(بخاری و مسلم)

**تشریح:** خذیہا: حضرت بریرہ کی خریداری کے وقت آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ پہلے ان کو خرید لو، پھر آزاد کر دو، "کان زوجها عبدا" حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر مغیث غلام تھے، اسی بنا پر آنحضرت ﷺ نے اس بات کا اختیار دیا کہ چاہیں تو ان کی نکاح میں باقی رہیں اور چاہیں تو نکاح فسخ کر لیں، اصل بات خیارعشق کی علت عدم کفایت ہے، کیوں کہ عبد حرہ کا کفو نہیں، "فاختارت نفسها" بریرہ رضی اللہ عنہا نے شوہر سے علاحدگی اختیار کر لی، "ولو كان حرا" اگر بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر آزاد ہوتے تو بریرہ رضی اللہ عنہا کو خیارعشق حاصل نہ ہوتا، کیوں کہ دونوں آزاد ہیں، لہذا ایک دوسرے کے کفو ہیں، ایسے میں خیاری کی ضرورت نہیں ہے، یہ حضرت عروہ کا کلام ہے، اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کے کیلئے شروع سند میں "عن عائشة" نہ کہہ کر "عن عروة عن عائشة" کہا ہے اور یہ اختلافی مسئلہ ہے۔  
(بخاری و مسلم)

## خیارعشق اور اختلاف ائمہ

اس حدیث میں خیارعشق کا مسئلہ ہے یہ مسئلہ اب پرانا ہو گیا ہے اس کی اب چنداں ضرورت نہیں ہے، مگر حدیثوں کو سمجھنے کے لئے اس کو سمجھنا ضروری ہے۔

تمام ائمہ متفق ہیں کہ باندی کو آزاد ہونے کے بعد خیارعشق حاصل ہوتا ہے، یعنی اب اگر وہ چاہے تو اپنے شوہر کے نکاح میں رہے اور علاحدگی اختیار کرنا چاہے تو علاحدہ ہو سکتی ہے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ یہ خیاری کس صورت میں حاصل ہوتا ہے؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اگر باندی کی آزادی کے وقت شوہر غلام ہے تو باندی کو خیارعشق حاصل ہوگا اور اگر شوہر آزاد ہے خواہ حرا الاصل ہو یعنی ہمیشہ سے آزاد ہو یا وہ بیوی سے پہلے آزاد ہو چکا ہو تو باندی کو خیارعشق حاصل نہیں ہوگا اور احناف کے نزدیک دونوں صورتوں میں خیارعشق حاصل ہوگا۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ میں صرف ایک روایت ہے، اور اس میں بھی اختلاف ہے،

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کیا تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اب تمہیں اختیار ہے چاہو تو اپنے شوہر کے نکاح میں رہو اور علاحدہ ہونا چاہو تو علاحدہ ہو سکتی ہو، چنانچہ انہوں نے علاحدہ ہونے کا فیصلہ کیا، ان کے شوہر حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو ان سے بے حد محبت تھی وہ اس فیصلہ سے بہت پریشان ہوئے، وہ مدینہ طیبہ کی گلیوں میں روتے پھرتے تاکہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا کا دل پیچے، مگر انہوں نے شوہر کو قبول نہیں کیا، حضرت مغیث کی بد حالی کو دیکھ کر آنحضور ﷺ نے سفارش کی، مگر وہ بہت سمجھ دار تھیں، انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے یا مشورہ؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مشورہ ہے، انہوں نے عرض کیا: میں اپنے معاملہ کو بہتر سمجھتی ہوں یعنی آنحضرت ﷺ کا مشورہ قبول کیا۔

جس وقت حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا آزاد ہوئیں اس وقت ان کے شوہر آزاد تھے، یا غلام؟ یہ تو طے ہے کہ حضرت مغیث حرا اصل نہیں تھے، اور یہ بھی طے ہے کہ وہ بھی آزاد ہو گئے تھے، مگر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا جب آزاد ہوئیں اس وقت وہ آزاد تھے یا غلام؟ دونوں طرح کی روایات ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں، ائمہ ثلاثہ نے اس روایت کو لیا ہے، جس میں حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے آزاد ہونے کی بات ہے اور کان عبد... کو انہوں نے نہیں لیا، اور احناف نے دونوں روایتوں کو لیا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک ہر صورت میں خواہ شوہر آزاد ہو یا غلام: باندی کو خیار عتیق حاصل ہوگا۔

اور اس مسئلہ میں جو اختلاف ہے وہ ایک دوسرے مسئلہ میں اختلاف پر متفرع ہے، کتاب الطلاق میں یہ مسئلہ آئے گا کہ طلاق میں عورت کا اعتبار ہے یا مرد کا؟ احناف کے نزدیک عورت کا اعتبار ہے، چنانچہ ان کے نزدیک اگر بیوی آزاد ہو تو شوہر اس کو تین طلاقیں دے سکتا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، اور اگر بیوی باندی ہو تو شوہر اس کو دو طلاقیں دے گا، خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، تین نہیں دے سکتا، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک طلاق میں اعتبار مرد کا ہے اگر شوہر آزاد ہے تو وہ تین طلاقیں دے سکتا ہے خواہ بیوی آزاد ہو یا باندی، اور اگر شوہر غلام ہے تو دو طلاقیں ہی دے سکتا ہے خواہ بیوی آزاد ہو یا باندی۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ باندی کو آزاد ہونے کے بعد جو خیار عتیق ملتا ہے اس کی علت کیا ہے؟ حنفیہ کے نزدیک علت، ازدیاد ملک ہے یعنی بیوی جب تک باندی تھی شوہر اس کو دو ہی طلاقیں دے سکتا

تھا، اب بیوی کی آزادی کے بعد شوہر کو مزید طلاق دینے کا حق حاصل ہوگا، پس بیوی کو اختیار ہے کہ وہ یہ مزید حق حاصل ہونے دے یا نہ دے، کیونکہ پہلے شوہر کو طلاق سے دینے کا حق حاصل ہوا تھا وہ عورت کی رضامندی سے حاصل ہوا تھا۔

اس نے نکاح قبول کیا تھا اس کی وجہ سے شوہر کو طلاق کا حق ملا تھا، پس اب جب کہ وہ تیسری طلاق کا مالک ہونے جا رہا ہے تو بھی عورت کی رضامندی ضروری ہے۔ اگر عورت راضی ہوگی تو ملکیت بڑھے گی، ورنہ نہیں، اور ملکیت میں تجزی نہیں، پس یا تو تیسری طلاق کا حق ملے گا یا پہلی دو بھی ختم ہو جائیں گی اور عورت نکاح سے نکل جائے گی۔

اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خیار کی یہ علت نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے نزدیک طلاق کا مدار مسرد پر ہے، اس لئے انہوں نے خیار کی اور علت نکالی ہے اور وہ ہے: عار کالاً حق ہونا، آزاد بیوی کا شوہر اگر غلام ہو تو اس کو اس کے ساتھ رہنے میں عار لاحق ہوگا، اس لئے اس کو نکاح میں رہنے کا یا علاحدہ ہونے کا اختیار دیا جاتا ہے اور شوہر اگر آزاد ہو خواہ حراً اصل ہو یا پہلے آزاد ہو چکا ہو تو اس کے ساتھ رہنے میں عورت کو کوئی عار لاحق نہیں ہوگا، اس لئے ائمہ ثلاثہ شوہر کے آزاد ہونے کی صورت میں خیار عتق کے قائل نہیں اس لئے انہوں نے صرف "کان عبداً" والی روایت لی اور احناف نے دونوں روایتوں کو جمع کیا، کیونکہ ان کی سمجھی ہوئی علت پر دونوں روایتیں جمع ہو سکتی ہیں۔ (تحفہ اللمی: ۵۹۳/۳، بذل: ۸۷/۳، مرقاۃ: ۳۶۵/۶)

## حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کا حال

{۳۰۲۸} وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا كَانَ زَوْجُ بَرِيرَةَ عَبْدًا أَسْوَدَ يُقَالُ لَهُ مُغِيثٌ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطْوِفُ خَلْفَهَا فِي سِكَكِ الْمَدِينَةِ يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى خَدَّيْهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ يَا عَبَّاسُ أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مُغِيثٍ بَرِيرَةَ وَمِنْ بُغْضِ بَرِيرَةَ مُغِيثًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ رَأَيْتُهِ فَقَالَتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَأْمُرُنِي قَالَ إِنَّمَا أَشْفَعُ قَالَتْ لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ۔ (رواہ البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/ ۹۵، باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج

بریرہ، کتاب الطلاق، حدیث نمبر: ۵۲۹۳۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بریرہ کا شوہر کالا تھا، جس کو مغیث کہا جاتا تھا، ایسا لگتا ہے کہ میں اس کو دیکھ رہا ہوں وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے مدینہ کی گلیوں میں پھر رہا ہے، وہ رو رہا ہے اور اس کے آنسو اس کی داڑھی پر بہہ رہے ہیں، حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے عباس! کیا آپ کو مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کی مغیث سے نفرت پر تعجب نہیں ہے، پھر حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ بہتر ہے کہ تم مغیث سے رجوع کر لو، بریرہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ آنحضرت ﷺ مجھے حکم فرما رہے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں سفارش کر رہا ہوں، حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا بولیں مجھے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

**تشریح:** عبد اسود: بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ آزاد تھے، جبکہ اس روایت سے غلام ہونا معلوم ہوتا ہے، تطبیق یوں ہے کہ پہلے غلام تھے پھر آزاد ہو گئے، یا پھر یہ مراد ہے کہ غلام کے مانند سیاہ فام تھے، ”یطوف“ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو بریرہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی، وہ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے آزادی کے بعد علاحدگی اختیار کی تو حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کو بہت قلق ہوا، بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے لگے رہتے ہیں اور اپنی محبت کا یقین دلاتے تاکہ وہ ان پر رحم کھا کر اپنے فیصلہ کو بدل دیں، ”الا تعجب: مغیث رضی اللہ عنہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے مابین یک طرفہ محبت تھی، ایک طرف شدید محبت، دوسری طرف حد درجہ بیزاری، یہ چیز باعث تعجب ہے“ فقال النبیؐ ”جب مغیث رضی اللہ عنہ اپنی کوششوں میں ناکام ہوئے تو حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچ کر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آنحضرت ﷺ بریرہ سے میرے بارے میں سفارش کر دیں، آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے اندر سوائے شکل و صورت کے کوئی خرابی نہیں ہے، اگر بریرہ رضی اللہ عنہا ان سے رجوع کر لیں گیں تو عند اللہ ان کا مرتبہ بڑھ جائے گا، اور ان کو دلداری کا ثواب ملے گا، لہذا آنحضرت ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے سفارش کی، ابن ماجہ میں الفاظ ہیں، ”لوراجعتہ فانہ ابو ولدک“ اگر تم اپنے فیصلہ سے رجوع کر لو تو بہتر ہے، اس لئے کہ وہ تمہارے بچے کے باپ ہیں، ”تأمرنی“ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا

نے پوچھا کہ کیا یہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے، یعنی اگر حکم ہے تو میں اس کو قبول کرتی ہوں، اور ان سے نکاح کرنے کو تیار ہوں، ”انما اشفع“ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرا حکم نہیں ہے، میں تو سفارش کر رہا ہوں، یعنی ایک طرح مشورہ دے رہا ہوں، اس کے قبول کرنے کا یار د کرنا کا تم کو مکمل اختیار ہے، ”لا حاجة“ حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ جب مجھے رد کرنے کا اختیار ہے تو میں ان سے علاحدگی اختیار کرنے کے اپنے فیصلہ پر قائم رہنا چاہتی ہوں معلوم ہوا کہ جو باندی آزاد ہوتی ہے اس کو خیار عتق ملتا ہے، امام طحاوی فرماتے ہیں کہ خیار عتق کی اصل علت باندی کا آزادی کے بعد خود مختار ہونا ہے، آزادی سے پہلے سارا اختیار اس کے آقا کو تھا، آقا ہی نے اپنے اختیار سے اس کا نکاح کیا تھا، لہذا آزاد ہونے کے بعد اس کو مکمل اختیار ہے، وہ چاہے تو شوہر کو قبول کرے اور چاہے تو نہ قبول کرے، اس کا شوہر غلام ہو یا آزاد اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

**فوائد:** اس حدیث سے چند باتوں کا علم ہوتا ہے۔

- (۱)..... باندی آزاد ہو جائے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ شوہر کے نکاح میں باقی رہے یا نکاح فسخ کر کے اپنی مرضی سے دوسری جگہ شادی کر لے۔
- (۲)..... بڑا آدمی چھوٹے آدمی سے سفارش کر سکتا ہے۔
- (۳)..... سفارش قبول کرنا ضروری نہیں ہے۔
- (۴)..... بڑے کی چھوٹا سفارش قبول نہ کرے تو بڑے کو برا نیگینہ نہ ہونا چاہئے، اس کو یہ سوچنا چاہئے کہ میں نے بھلے کام کی سفارش کی مجھے ثواب ملا، جبر کرنا، یا اپنے اثر و رسوخ کو استعمال کر کے سفارش قبول کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔
- (۵)..... کسی کی بد صورتی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا، یا فسخ کا اختیار ملنے کے وقت بد صورتی کی بنا پر علاحدگی اختیار کرنا جائز ہے۔

## {الفصل الثانی}

### خاوند کو پہلے آزاد کرنا بہتر ہے

{۳۰۴} عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا أَرَادَتْ أَنْ تُعْتِقَ مَمْلُوكَيْنِ لَهَا زَوْجٌ فَسَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَهَا أَنْ تَبْدَأَ بِالرَّجُلِ قَبْلَ الْمَرْأَةِ. (رواه ابو داؤد والنسائی)

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۱/ ۳۰۴، باب فی المملوکین یعتقان معاً، کتاب الطلاق، حدیث نمبر: ۲۲۳۷، نسائی شریف: ۸۸/۲، باب خیار المملوکین، کتاب الطلاق، حدیث نمبر: ۳۴۴۶۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے دو غلاموں کو جو کہ آپس میں شوہر بیوی تھے، آزاد کرنے کا ارادہ کیا، تو اس بارے میں حضرت رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا تو آنحضرت ﷺ نے ان کو حکم دیا کہ عورت سے پہلے مرد سے ابتداء کی جائے۔ (ابوداؤد، نسائی)

**تشریح:** یعنی اگر زوجین دونوں مملوک ہوں ایک باندی ہے اور دوسرا غلام، اگر ان کو ان کا مالک ایک ساتھ آزاد کر دے تو اس صورت میں عورت کو خیار عتق حاصل ہوگا؟ گذشتہ باب میں جو ضابطہ ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حنفیہ کے نزدیک خیار حاصل ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک حاصل نہ ہوگا، لیکن امام احمد سے اس صورت میں دو روایتیں مروی ہیں ایک تو یہی کہ "لا خیار لہا وهو الاصح، والثانیۃ لہا الخیار"

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں کو آزاد کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے حضور ﷺ سے یہ دریافت کیا کہ اعتاق کی ابتداء کس سے کروں؟ غلام سے یا باندی سے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا مرد سے ابتداء کرو، حنفیہ تو اس کی مصلحت یہ بیان کرتے ہیں "انما قدم الرجل لشر فہ" اور جمہور اپنے مسلک کے پیش نظر یہ مصلحت بتاتے ہیں کہ آپ نے تقدیم رجل کا مشورہ اسلئے دیا تاکہ حرہ تحت العبد والی

شکل نہ پائی جائے اور نکاح قائم اور باقی رہے اور عورت کو خیار حاصل نہ ہو ورنہ اس کے عکس کی صورت میں عورت کو خیار حاصل ہوتا، یہ مصلحت جمہور نے اپنے مسلک کے پیش نظر اور اس کی رعایت اور تائید میں بیان کی ہے، ہمارے بعض اساتذہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اگر یہ بات ہوتی جو آپ کہہ رہے ہیں یعنی تقدیم مراۃ کی صورت میں عورت کو خیار حاصل ہو جاتا تو ہم کہیں گے کہ پھر آپ تقدیم رجس کا مشورہ نہ دیتے کیونکہ اس میں حق المراۃ کی اضافت اور اس کا اتلاف تھا اور آپ کسی کو ایسا مشورہ نہیں دے سکتے جس میں کسی کے حق کی اضافت ہو۔ (الدر المنضود: ۱۱۴/۴، مرقاۃ: ۳۲۴/۶)

### جماع سے خیار ختم ہو جاتا ہے

{۳۰۵۰} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ بَرِيرَةَ عَتَقَتْ وَهِيَ عِنْدَ

مُغِيثٍ فَخَيَّرَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَهَا إِنْ قَرَبْتُكَ فَلَا

خِيَارَ لَكَ. (رواہ ابو داؤد)

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۱/۳۰۴، باب حض من یكون لها الخيار، کتاب الطلاق،

حدیث نمبر: ۲۲۳۶۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ بریرہ رضی اللہ عنہا کو جس وقت آزادی ملی وہ مغیث کا نکاح میں تھیں، حضرت رسول اکرم ﷺ نے ان کو اختیار دیا، اور ان سے فرمایا کہ اگر تم سے مغیث نے جماع کر لیا تو پھر تم کو اختیار نہ رہے گا۔ (ابو داؤد)

**تشریح:** یعنی خیار عتق جو عتق کے بعد باندی کو حاصل ہوتا ہے وہ اس کو کب تک رہتا ہے، مسئلہ میں فی الجملہ اختلاف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک یہ خیار علی التراخی ہے یہاں تک کہ وہ قدرت دے زوج کو اپنے نفس پر "فان وطئها فلا خيار لها" اور امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک قول میں یہ خیار علی الفور ہے، "وعنه الى ثلاثه ايام" اور احناف کے نزدیک معتق کو یہ خیار حاصل رہتا ہے جب تک وہ مجلس سے کھڑی نہ ہو، یعنی مجلس عتق کے اندر اندر رہتا ہے، اس کے بعد باقی نہیں رہتا الا یہ کہ مجلس میں کوئی چیز عورت کی جانب سے ایسی پائی جائے جو اعراض پر دلالت کرے تو پھر باوجود قیام مجلس کے بھی خیار باقی نہ رہے گا۔ (الدر المنضود: ۱۱۴/۴، مرقاۃ: ۳۲۴/۶)



## {باب الصداق}

### (مہر کا بیان)

صداق میں دو لغت ہیں بفتح الصاد جیسے سحاب، اور بالکسر جیسے کتاب اور اس کی ”جمع صدق“، بضم تین آتی ہے، اس میں اور بھی لغات ہیں جیسے ”صَدَقَهُ“ جس کی جمع ”صَدَقَاتُ“ آتی ہے، ”فَفِي التَّزْوِيلِ وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ“ اور ایک لغت اس میں صَدَقَهُ ہے جس کی جمع ”صَدَقَاتُ“ ہے، یعنی مہر، مہر کی وجہ سے مہر صداق کے ساتھ علماء نے یہ لکھی ہے کہ وہ صدق رغبت فی النکاح پر دلالت کرتا ہے کہ یہ شخص واقعی نکاح کا طالب ہے چنانچہ اس کے لئے انفاق مال کے لئے بھی تیار ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۲۵)

### مہر کی مشروعیت

مہر کی مشروعیت کتاب اللہ، حدیث اور اجماع سے ہے، ”قال الله تعالى وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ“ ان عورتوں کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کر کے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو بشرطیکہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کا رشتہ قائم کر کے عفت حاصل کرو، صرف شہوت نکاح مقصود نہ ہو۔ (سورۃ النساء آیت: ۲۴) ایسے ہی ”وَأَتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ فِحْلَةً“ اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔ (سورۃ النساء آیت: ۴) اور احادیث تو بے شمار ہیں، ”التمس ولو خاتما من حديد“ وغیرہ وغیرہ۔

### مہر کی شرعی حیثیت

پھر جاننا چاہئے کہ مہر کی نوعیت میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ آیا وہ شرط صحت نکاح ہے یا نہیں؟ حنفیہ

کے یہاں شرط صحت نہیں بلکہ ان کے یہاں مہر احکام نکاح میں سے ہے، چنانچہ ہدایہ میں ہے ”ویصح النکاح وان لم یسم فیہ مہراً، وکذا اذا تزوجها بشرط ان لا مہر لھا“ نیز ہدایہ میں اس میں امام مالک رحمہ اللہ کا اختلاف نقل کیا ہے کہ ان کے نزدیک نفی کی صورت میں نکاح صحیح نہیں، میں کہتا ہوں اس لئے کہ مالکیہ کے نزدیک مہر ارکان نکاح میں سے ہے، ”کما قال الدرر دیر ارکان النکاح اربعة ولی وصداق ومحل وصیغة“ اسی لئے ان کے یہاں نفی صداق کی صورت میں نکاح باطل ہے، اب یہ کہ ذکر صداق بھی ان کے یہاں ضروری ہے یا نہیں سو اس میں ان کے یہاں تفصیل ہے۔ (نفی الاویز: ۲۴۶/۲)

قال الدسوقي الاقسام فيه اربعة اول ما ینعقد به النکاح مطلقاً سواء سمی صداق اولاً وهو انکحت وزوجت والثانی ما ینعقد به ان سمی صداقاً والا فلا وهو وهبت، فقط الى آخر ما قال۔ اور کتب شافعیہ میں ہے ”سن ذکر فی العقد وکراهة اخلاؤه عنه کذا فی حاشیة الجمل علی المنہج“ اب یہ کہ شافعیہ کے نزدیک نفی مہر کی صورت میں نکاح صحیح ہے یا نہیں اس کی تصریح تو سردست مجھے کتب شافعیہ میں نہیں ملی لیکن قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ نفی کی صورت میں نکاح صحیح نہ ہو، اس لئے کہ نکاح ان کے یہاں ”عقد معاوضہ“ ہے مثل بیع کے اور ظاہر ہے کہ نفی ثمن کی صورت میں بیع باطل ہے۔ ”فکذا النکاح والله تعالیٰ اعلم۔ (الدر المنضود: ۴/۴)

## مہر کی مقدار

پھر مہر کی جانب اکثر میں کوئی اختلاف نہیں جتنا چاہے مقرر کرے اگرچہ مستحب یہ ہے کہ غلو نہ کیا جائے لیکن جانب اقل میں اختلاف تو امام شافعی رحمہ اللہ و احمد رحمہ اللہ کے نزدیک کم کی بھی کوئی مقدار متعین نہیں بلکہ زوجین جس مقدار پر راضی ہو جائیں درست ہے چاہے کم ہو یا زیادہ، گویا ان کے نزدیک نکاح بیع و فروخت کے مانند ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک کم سے کم ربع دینار ہونا چاہئے، اور ابن حزم تو کہتے ہیں کہ ایک سیر جو بھی مہر ہو سکتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کم سے کم دس درہم ہونا چاہئے اس سے کم مہر نہیں

ہو سکتا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ دلیل پیش کرتے ہیں ان احادیث سے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زوجین جس چیز پر راضی ہو جائیں مہر ہو سکتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی ”ولو خاتما من حديد“ اگر چہ لوہے کی اگوٹھی ہو۔ نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: ”من اعطی فی صداق امرأة مالا کفیه سویدا او تمرۃ فقد استحل“ جس شخص نے عورت کے مہر میں دو ٹھٹی ستو دیا یا کھجوریں دیں بے شک اس نے حلال کر لیا۔ (رواہ ابو داؤد)

اور حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نعلین کا ذکر ہے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ دلیل پیش کرتے ہیں چوری میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے ربیع دینار کے بدلے میں تو ایک عضو کا بدلہ کم سے کم ربع دینار ہوا، لہذا ”بضع“ بھی ایک عضو ہے لہذا اس کا بدلہ کم سے کم ربع دینار ہونا چاہئے، مقدار ”سرقہ“ کی تفصیل آئندہ آئے گی، تو گویا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ”قطع ید فی السرقة“ پر مہر کو قیاس کرتے ہیں، حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دلیل پیش کرتے ہیں قرآن کریم کی آیت ”قد علمنا ما فرضنا علیہم“ ہمیں وہ احکام خوب معلوم ہیں جو ہم نے ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں ان پر عائد کئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہر کی کوئی خاص مقدار مقرر کی ہے، لیکن وہ مجمل ہے تو حدیث نے اس کو بیان کر دیا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

”لا مہر اقل من عشر دراهم“ دس درہم سے کم مہر نہیں ہوتا۔ (رواہ الدار القطنی والبیہقی)

اگرچہ اس حدیث میں کچھ ضعف ہے لیکن اس کے شواہد موجود ہیں چنانچہ دارقطنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، ”لا تقطع الا ید فی اقل من عشرة دراهم ولا یكون المہر اقل من عشرة دراهم“ دس درہم سے کم میں ہاتھ نہیں کاٹے جاتے اور دس درہم سے کم مہر نہیں ہوتا۔ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی یہی منقول ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ نے جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم کے مقابلہ میں خبر آحاد سے استدلال صحیح نہیں، یا وہ سب اس زمانہ میں تھسا جب بغیر مہر کے بھی نکاح جائز تھا، پھر منسوخ ہو گیا، سب سے بہتر جواب یہ ہے کہ وہ سب احادیث مہر معجل کے بارے میں ہیں، مطلق مہر کے بارے میں نہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو ”قطع ید فی السرقة“ پر قیاس کرتے

ہوئے ربع دینار کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ”قطع الید“ کے بارے میں احادیث مختلف ہیں بعض روایت میں دس درہم کا ذکر ہے جیسا کہ فرمایا: ”لا قطع الا فی دینار او عشرة دراهم“ ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا مگر ایک دینار یا دس درہم میں۔ اور اسی کو احناف نے راجح قرار دیا ہے لہذا اس پر قیاس کرتے ہوئے احناف کی تائید ہوگی نہ کہ مالکیہ کی۔ (درس مشکوٰۃ: ۲۶/۳، التعلیق: ۴۳/۴)

## مہر کی مصلحت

حضرت رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے پہلے زمانہ جاہلیت میں نکاح کا جو شریفانہ طریقہ رائج تھا اس میں مہر مقرر کیا جاتا تھا اسلام نے اس کو برقرار رکھا، اس میں دو مصلحتیں ہیں۔

**پہلی مصلحت:** مہر سے نکاح پائیدار ہوتا ہے، نکاح کا مقصد اس وقت تکمیل پذیر ہوتا ہے، جب میاں بیوی خود کو دائمی رفاقت و معاونت کا خوگر بنائیں، اور یہ بات عورت کی طرف سے تو اس طرح متحقق ہوتی ہے کہ نکاح کے بعد تمام اختیار اس کے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں، وہ مرد کی پابند ہو جاتی ہے، مگر مرد با اختیار رہتا ہے، وہ طلاق دے سکتا ہے، اور ایسا قانون بنانا کہ مرد بھی بے بس ہو جائے جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں طلاق کی راہ مسدود ہو جائے گی، اور مرد بھی عورت کا ایسا اسیر ہو کر رہ جائے گا جیسا کہ عورت اسیر تھی اور یہ بات اس ضابطہ کے خلاف ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اور دونوں کا معاملہ کورٹ کو سپرد کرنا بھی درست نہیں، کیونکہ قاضی کے یہاں مقدمہ لے جانے میں سخت مراطل سے گزرنا پڑتا ہے، اور قاضی وہ مصلحتیں نہیں جانتا جو شوہر اپنے بارے میں جانتا ہے، پس مرد کو دائمی نکاح کا خوگر بنانے کی راہ یہی ہے کہ اس پر مہر واجب کیا جائے تاکہ جب وہ طلاق دینے کا ارادہ کرے تو مالی نقصان اس کی نگاہ کے سامنے رہے اور وہ ناگزیر حالات ہی میں طلاق دے، پس مہر نکاح کو پائیدار بنانے کی ایک صورت ہے۔

**دوسری مصلحت:** مہر سے نکاح کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، نکاح کی عظمت و اہمیت بغیر مال کے، جو کہ شرمگاہ کا بدل ہوتا ہے، ظاہر نہیں ہوتی، کیونکہ لوگوں کو جس قدر مال کی حرص ہے اور کسی چیز کی نہیں پس مال خرچ کرنے سے نکاح کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں مہر میں اور بھی فوائد ہیں: (۱) مہر اولیاء کی خوش دلی کا ذریعہ ہے۔ (۲) مہر کے ذریعہ نکاح اور زنا میں امتیاز بھی قائم ہوتا ہے۔ (مستفاد از رحمۃ اللہ الواسعہ: ۶۸/۵)

## {الفصل الاول}

### مہر کی ادنیٰ مقدار

{۳۰۵۱} عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنِّي وَهَبْتُ نَفْسِي لَكَ فَقَامَتْ طَوِيلًا فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! زَوِّجْنِيهَا إِنْ لَمْ تَكُنْ لَكَ فِيهَا حَاجَةٌ، فَقَالَ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ شَيْءٍ تُضِدُّقُهَا قَالَ مَا عِنْدِي إِلَّا إِزَارِي هَذَا قَالَ فَالْتِمِسْ وَلَوْ خَاتَمًا مِنْ حَدِيدٍ فَالْتِمَسَ فَلَمْ يَجِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ شَيْءٌ قَالَ نَعَمْ سُورَةٌ كَذَا فَقَالَ قَدْ زَوَّجْتُكَهَا بِمَا مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ انْطَلِقْ فَقَدْ زَوَّجْتُكَهَا فَعَلَّيْهَا مِنَ الْقُرْآنِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/ ۷۷۱، باب السلطان و لی، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۱۳۵، مسلم شریف: ۱/ ۴۵۷، باب الصداق کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۴۲۵۔

**ترجمہ:** حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور اس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کیا، پھر وہ دیر تک کھڑی رہی، ایک آدمی کھڑے ہو کر بولے اے اللہ کے رسول ﷺ اگر آپ کے لئے اس عورت کی کوئی حاجت نہیں ہے تو آپ میری شادی ان سے کر دیجئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے جس کو تم اس کو مہر میں دو؟ اس شخص نے کہا کہ میرے پاس اس تہبند کے علاوہ کچھ نہیں ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تلاش کرلو، اگر چہ لوہے کی

ایک انگوٹھی ہی ہو، ان صاحب نے تلاش کیا، لیکن کوئی چیز ان کو مل نہ سکی، تو جناب حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ کیا تمہیں قرآن میں سے کچھ یاد ہے، انہوں نے کہا ہاں مجھے یہ سورتیں یاد ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تم کو قرآن کی جو مقدار یاد ہے میں نے تمہارا نکاح اس کے سبب سے اس عورت سے کر دیا، اور ایک روایت میں ہے کہ جاؤ میں نے اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیا، تم اس کو قرآن سکھا دو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** جاء ته امرأة: یہ ام شریک بنت جابر یا خولہ بنت حکیم یا زینب بنت خدیجہ یا حضرت یمونہ بنت حارث میں سے کوئی تھیں۔

### ہبہ سے نکاح کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ائمہ

اگر عورت بلا مہر کے اپنے آپ کو ہبہ کر رہی ہے تو یہ نبی کے لئے حلال ہے دوسرے کے لئے جائز نہیں لیکن اگر کوئی عورت اپنے آپ کو کسی شخص کے لئے ہبہ کر دے اور وہ شخص اس کو قبول کر لے تو کیا مہر مثل کے وجوب کے ساتھ نکاح صحیح ہو گا یا نہیں، اس مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

**امام شافعی رحمۃ اللہ کا مذہب:** امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک لفظ تزویج کے علاوہ دوسرے الفاظ مثلاً ہبہ وغیرہ سے نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے۔

**دلیل:** اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "وَأَمَرَ أَنَّهُ مُؤْمِنَةٌ إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلَّهِ إِنْ أَرَادَ اللَّهُ بِیْ أَنْ یَسْتَنْکِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ" [اگر کوئی مؤمن عورت اپنے آپ کو نبی ﷺ کو ہبہ کر دے اور پیغمبر اس سے نکاح کرنا چاہیں تو یہ صرف آنحضرت ﷺ ہی کے لئے ہے سب مسلمانوں کے لئے نہیں] اس سے معلوم ہوا کہ لفظ ہبہ سے نکاح کا جواز نبی کے ساتھ خاص ہے۔

**امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا مذہب:** امام صاحب کے نزدیک ہر وہ لفظ جو "تملیک عین فی الحال" کے لئے وضع کیا گیا ہے اس سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

**دلیل:** امام صاحب کی دلیل بخاری کی حدیث ہے "ملکتها بما معک من القرآن" میں نے تجھ کو اس کا مالک بنادیا اس قرآن کی وجہ سے جو تیرے ساتھ ہے۔ معلوم ہوا کہ لفظ نکاح اور تزویج کے

علاوہ دیگر الفاظ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

**جواب:** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو آیت پیش کی ہے اس میں لفظ مہبہ سے انعقاد نکاح کو آنحضرت ﷺ کیلئے خاص نہیں کیا گیا ہے، بلکہ بلا مہر کی حلت آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے، بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ یہاں مہبہ کا اختصاص نہیں ہے، بلکہ واہبہ کا اختصاص ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۲۶)

**فالتمس ولو خاتما:** نکاح کی خواہش رکھنے والے شخص کے پاس چادر تک نہ تھی، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: مہر میں دینے کیلئے کچھ لے آؤ، کچھ نہ سہی تو ایک لوہے کی انگوٹھی ہی لے آؤ۔

## مہر کی کم سے کم مقدار اور اختلاف ائمہ

**امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:** حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مہر کی مقدار کی کوئی تحدید نہیں ہے، ہر وہ چیز جن پر زوجین راضی ہو جائیں اور جو عقد بیع میں عین بن سکتی ہو وہ چیز عقد نکاح میں مہر بن سکتی ہے۔

**دلیل:** ایک دلیل تو حدیث ہے جس میں مہر کے لئے آنحضرت ﷺ نے لوہے کی انگوٹھی تلاش کرنے کی تاکید فرمائی، ظاہر بات ہے یہ بہت معمولی چیز ہے، معلوم ہوا کہ معمولی چیز بھی مہر بن سکتی ہے، اس کے علاوہ ترمذی میں عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، ”تزوجت علی نعلین فاجازہ“ میں نے دو جوتیوں کے عوض نکاح کیا پس آنحضرت ﷺ نے اس کو جائز قرار دیا۔ آنحضرت ﷺ نے صرف دو جوتیوں پر نکاح کو جائز قرار دیا ہے، مزید اس باب کے تحت بہت سی احادیث آرہی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم مال بھی مہر بن سکتا ہے۔

**حنفیہ کا مذہب:** احناف کے نزدیک کم سے کم مہر کی مقدار دس درہم ہے۔

**دلیل:** ”قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا مہر اقل من عشر۔ دراهم۔“ دس درہم سے کم مہر نہ ہونا چاہئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول بھی نقل ہوا ہے، ”لا تقطع الید فی اقل من عشرة دراهم ولا یکون المہر اقل من عشرة دراهم۔“ دس درہم سے کم میں ہاتھ کاٹا جائے اور نہ دس درہم سے کم مہر ہوگا۔ (دارقطنی)

حنفیہ کی طرف سے دلیل عقلی کے طور پر یہ بات بھی پیش کی جاتی ہے کہ نکاح کے ذریعہ شوہر کو ملکیت "بضعه" حاصل ہوتی ہے اور اس کے عوض میں مرد پر مہر واجب ہوتا ہے، شریعت نے ایک عضو کا عوض کم سے کم دس درہم مقرر کیا ہے۔ اس کا علم ہمیں اس بات سے ہوتا ہے کہ جو کم از کم جب دس درہم کی کوئی چیز چوری کریگا تب اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، لہذا مہر کی کم از کم مقدار بھی دس درہم ہوگی۔

**جواب:** شوافع وغیرہ جن احادیث سے استدلال کرتے ہیں ان کا تعلق مہر معجل سے ہے، اہل عرب کی عادت تھی کہ دخول سے قبل کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور پیش کرتے تھے، جو کہ مہر معجل ہوتا تھا، اس کا ذکر حدیث باب میں بھی ہے، جیسا کہ ہمارے یہاں بھی رائج ہے کہ مہر شرعی کے علاوہ پہلی ملاقات کے وقت کچھ نہ کچھ ہدیہ ضرور دیتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۶/۳۲۷)

**زوجتکم بائمانکم من القرآن:** مطلب یہ ہے کہ تمہارے قرآن کی سورتوں کے حافظ ہونے کی وجہ سے میں نے تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیا، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ یہ نصاب علم تھا، مہر نہ تھا، اس کی نظیر عرف میں بھی ملتی ہے، کہا جاتا ہے کہ عالم ہونے کی بناء پر نکاح ہو رہا ہے، مطلب یہ ہے کہ عالم ہونا مہر نہیں بلکہ سبب نکاح ہے۔

## تعلیم قرآن پر نکاح

آنحضرت ﷺ نے اس عورت کا ایک صحابی سے نکاح کرتے ہوئے فرمایا تھا "زوجتکھا بما معک من القرآن" میں نے اس سے تیرا نکاح کر دیا اس قرآن کی وجہ سے جو تیرے ساتھ ہے۔ اس بات میں اختلاف ہوا ہے، کہ تعلیم قرآن کو مہر بنایا جاسکتا ہے یا نہیں، امام ابوحنیفہ و امام مالک کا مذہب اور امام احمد کی صحیح روایت یہ ہے کہ تعلیم قرآن کو مہر نہیں بنایا جاسکتا ہے اگر اس کو مہر بنایا تو مہر مثل واجب ہوگا امام احمد کی ایک روایت اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ تعلیم قرآن کو مہر بنایا جاسکتا ہے۔ (عمدة القاری: ۱۰/۳۵)

**حنفیہ کی دلیل قرآن کریم کی آیت ہے:** "ان تبتغوا بما مالکم" اس سے معلوم ہوا کہ مہر کا مال ہونا ضروری ہے اور تعلیم قرآن مال نہیں ہے لہذا اس کو مہر بنانا جائز نہ ہوا، شافعیہ حضرت



سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں ”زوجتکھا بما معک من القرآن“ شافعیہ کے نزدیک بما معک میں باء بدلیت کی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ نکاح کے اندر قرآن کو عوض بنانا جائز ہے حنفیہ کی طرف سے اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔

(۱)..... یہاں باء بدلیت اور عوض کے لئے نہیں ہے بلکہ باء بدلیت کی ہے یعنی چونکہ تمہیں قرآن کریم کی سورتیں یاد ہیں اس لئے تمہاری اس فضیلت کی بناء پر تمہارے ساتھ اس کا نکاح بغیر مہر معجل کے کیا جاتا ہے۔ (چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تخریج ”باب خیر کم من تعلم القرآن وعلمہ“ تم میں بہت ستر وہ شخص ہے جو قرآن کریم کو سیکھے اور اس کو سکھائے، میں بھی کی ہے۔

(۲)..... اگر تسلیم کر لیں کہ باء عوض کے لئے ہے تو جواب یہ ہوگا کہ یہ اس شخص کی خصوصیت پر محمول ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ سعید بن منصور اور ابن السکن نے ابوالنعمان ازدی کی حدیث نقل کی ہے، ”زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأة علی سورة من القرآن وقال لا ینکون لاحد بعدک مہرا“ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت کا نکاح قرآن کریم کی ایک سورۃ پر فرمایا اور ارشاد فرمایا: تیرے بعد یہ کسی کا مہر نہیں ہوگا۔ (حاشیہ الکوکب الدری: ۳۳۲/۱، اشرف التوضیح: ۲/۴۵۴)

### ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کا عمومی مہر

{۳۰۵۲} وَعَنْ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ كَمْ كَانَ صَدَاقُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ صَدَاقُهُ لَا زَوْاجَهُ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أَوْقِيَةً وَنَشْ أَتَدْرِجِي مَا النَّشْ قُلْتُ لَا قَالَتْ بِصُفٍّ أَوْ قَبِيَّةٍ فَبَلَكَ خَمْسَ مِائَةِ دِرْهَمٍ۔ (رواہ مسلم) وَنَشْ بِالرَّفْعِ فِي شَرْحِ السُّنَّةِ وَفِي جَمِيعِ الْأُصُولِ

حوالہ: مسلم شریف: ۱/۴۵۸، باب الصداق، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۴۲۶۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ کا کتنا مہر تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ حضرت نبی کریم ﷺ کا مہر اپنی بیویوں کے لئے بارہ اوقیہ اور ایک "نش" تھا پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: تم جانتے ہو کہ نش کیا ہے؟ میں نے کہا نہیں، فرمایا کہ آدھا اوقیہ، تو یہ کل پانچ سو درہم ہو گئے۔ (مسلم) شرح السنہ، اور اصول کی تمام کتابوں میں 'نش' 'نون' کے پیش کے ساتھ ہے۔

**تشریح:** یعنی آنحضرت ﷺ کا زیادہ سے زیادہ مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا، نش نصف اوقیہ کا ہوتا ہے، ساڑھے بارہ اوقیہ ہو گئے ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس حساب سے کل پانچ سو درہم بنتے ہیں، فصل ثانی کے شروع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد آرہا ہے، کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے نکاحوں میں بارہ اوقیہ سے زیادہ مہر نہیں رکھا غالباً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حذف کسر سے کام لیا ہے، حذف کسر عرب میں بہت زیادہ شائع تھا یا درہم کہ یہ مقدار ان مہروں کی ہے جو آنحضرت ﷺ نے خود ادا کئے ہیں، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر چار ہزار درہم تھے، لیکن وہ مہر نجاشی نے مقرر کیا تھا اور اسی نے ادا کیا تھا۔ (مرقاۃ: ۳۲۹/۶)

## {الفصل الثانی}

### زیادہ مہر باعث فضیلت نہیں

{۳۰۵۳} عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ لَا تُغَالُوا صَدُقَةَ النِّسَاءِ فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرَمَةً فِي الدُّنْيَا وَتَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ لَكَانَ أَوْلَا كُمْ بِهَا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عَلِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَكَحَ شَيْئًا مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أَنْكَحَ شَيْئًا مِنْ بَنَاتِهِ عَلَى أَكْثَرِ مِنْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً. (رواه احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجه والدارمی)

**حوالہ:** مسند احمد: ۴۰/۱/۴۱، ابو داؤد شریف: ۲۸۷/۱، باب الصداق، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۰۶، ابن ماجہ شریف: ۱۳۵، باب صداق النساء کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۸۷، دارمی: ۱۹۰/۲، باب کم کانت مهور النساء الخ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۰۰، ترمذی شریف: ۲۱/۱، باب کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۰۰۔

**ترجمہ:** حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں کہ خبردار عورتوں کا مہر بہت زیادہ مت مقرر کرو، اگر یہ دنیا میں عورت کی اور اللہ کے نزدیک تقویٰ کی بات ہوتی تو حضرت رسول اکرم ﷺ تم لوگوں سے زیادہ اس کے متحق تھے، مجھے نہیں معلوم کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی سے نکاح کیا ہو یا اپنی بیٹیوں میں سے کسی کا نکاح کیا ہو بارہ اوقیہ سے زائد پر۔ (ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، دارمی، احمد)

**تشریح:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ عورتوں کے مہروں کو زیادہ آگے مت بڑھاؤ اس لئے کہ مہر کی زیادتی اگر کوئی دنیوی عورت یا تقویٰ اور بزرگی کی چیز ہوتی تو پھر اس کے سب سے زیادہ مستحق آنحضرت ﷺ ہوتے حالانکہ آنحضرت ﷺ نے اپنی کسی بیوی کو بارہ اوقیہ سے زائد مہر نہیں عطا کیا ایسے ہی نہ آپ کی صاحبزادیوں میں سے کسی کو اس مقدار سے زائد مہر دیا گیا۔

## مہر فاطمی کی مقدار

اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مہر اور مہر فاطمی دونوں یکساں اور برابر تھے یعنی پانچ سو درہم ہمارے عرف میں اس مہر کو مہر فاطمی کے ساتھ موسوم کرتے ہیں جس کی مقدار میں مفتیان کرام کا کسی قدر اختلاف ہے اس میں حضرت مفتی شفیع صاحب قدس سرہ کی تحقیق ہم یہاں نقل کرتے ہیں، حضرت مفتی صاحب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ عورت کے مہر کی کم سے کم مقدار جو حنفیہ کے نزدیک دس درہم ہے دو تو لے ساڑھے سات ماشہ چاندی ہے اور مہر فاطمی جس کی مقدار منقول پانچ سو درہم ہیں اس کی مقدار موجودہ روپیہ سے کہ (روپیہ کا وزن ساڑھے گیارہ ماشہ ہے) ایک سو چھتیس روپیہ پندرہ آنہ ساڑھے

تین پائی (بھر) چاندی ہوئی اور تولہ کے حساب سے (تولہ بارہ ماشہ کا ہوتا ہے) ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ بھر چاندی ہوئی لہذا اگر کوئی مہر فاطمی مقرر کرے تو چاندی کی مقدار مذکورہ مقرر کرے، اور اس چاندی کی مقدار کی قیمت اس وقت کی معتبر ہوگی جب مہر کی ادائیگی ہو۔ (منقول از حاشیہ بہشتی زیور اختری حصہ ۴، الدر المنثور ۴۸/۴)

## اشکال

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زیادہ مہر باندھنے سے منع کیا ہے، حالانکہ قرآن مجید میں اللہ کا ارشاد ہے ”فَإِنْ آتَيْتُمْ أَحَدَهُمْ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا“ اگر تم میں سے کسی نے اپنی بیوی کو بہت زیادہ مال بطور مہر کے دیا تو بھی اس میں سے واپس مت لو، آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ مہر مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

**جواب:** قرآن مجید کی آیت کا تعلق نفس جواز سے ہے، اور حدیث باب میں فضیلت کا ذکر ہے، یعنی زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے، لیکن بہتر یہی ہے کہ مہر مقرر کرنے میں مبالغہ نہ کیا جائے۔  
**اشی عشرۃ اوقیۃ:** آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اور بیٹیوں کا مہر مقرر بارہ اوقیہ تھا۔

**اشکال:** گذشتہ حدیث میں ساڑھے بارہ اوقیہ کا ذکر ہے، جب کہ اس میں تذکرہ ہے کہ بارہ اوقیہ سے زائد نہ تھا۔

**جواب:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عدد صحیح کو لیا ہے کسر کو شمار نہیں کیا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جس نصف اوقیہ کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اضافہ کیا ہے اس کا علم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہ ہو۔ (التعلیق: ۴۴/۴)

## مہر معجل

{۳۰۵۴} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَعْطَى فِي صَدَاقِ امْرَأَتِهِ مِلْءِي كَفْفِيهِ سَوِيْقًا أَوْ ثَمَرًا فَقَدْ اسْتَحْلَلَ. (رواه ابوداؤد)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۱/ ۲۸۷، باب قلة المهر، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۲۱۱۰۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو مہر میں اپنی دونوں ہتھیلیاں بھر کے ستویا کھجور دیا تو اس نے اپنی بیوی کو حلال کر لیا۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** اس حدیث میں مہر سے مہر معجل مراد ہے، اہل عرب کے یہاں معمول تھا کہ رخصتی کے موقع پر شوہر بیوی کو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دیتا تھا، اس تحفہ کا تذکرہ ہے کل مہر کا ذکر نہیں ہے، چونکہ اہل عرب بغیر تحفہ دئے شوہر کی عورت سے ملاقات کو معیوب سمجھتے تھے، لہذا آپ ﷺ نے فرمایا: کھجور یا ستو کا تحفہ بھی پیش کر دیا تو مہر معجل ادا ہو گیا، لہذا ملاقات کرنے میں کوئی عیب نہیں ہے۔ (التعلیق: ۴/۴۴)

## اقل مہر کی مقدار

اس بات پر اتفاق ہے کہ اکثر مہر کی کوئی مقدار نہیں ہے جتنا مقرر کر لیا جائے اس کی ادائیگی واجب ہوگی البتہ فخر و مباہات کے لئے زیادہ مہر مقرر کرنا درست نہیں اس بات میں اختلاف ہوا کہ اقل مہر کی کوئی تحدید ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو کتنی ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقل مہر کی کوئی تحدید نہیں امام مالک کے نزدیک اقل مہر ربع دینار ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اقل مہر دس درہم ہے، یہ یاد رہے کہ اگر مقررہ مقدار سے کم مہر مقرر کیا یا بالکل نہ مقرر کیا تو نکاح پھر بھی ہو جائے گا۔ (عمدة القاری: ۲/۲۵)

**حنفیہ کی دلیل:** آنحضرت ﷺ کا ارشاد: لا مہر اقل من عشرة دراهم... اس کی تخریج دارقطنی اور بیہقی نے کی ہے۔ اس حدیث کی سندوں میں بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن محقق ابن الہمام فرماتے ہیں کہ میرے ایک صاحب حافظ ابن حجر عسقلانی سے ابن ابی حاتم کے حوالے سے اس حدیث کی ایک سند لائے ہیں جو درجہ حسن سے کم نہیں ابن الہمام نے وہ سند درج بھی کی ہے، حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میرا گمان یہ ہے کہ یہ صاحب ابن امیر الحاج ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اثر مصنف ابن ابی شیبہ میں "لامہر باقل من عشرة دارہم" (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۸۸، جز ۴) اس حدیث کی سند پر بھی اگرچہ بعض نے کچھ کلام کیا ہے لیکن یہ بھی درجہ حسن سے کم نہیں۔ (عمدة القاری: ۵/۲۴۵، اعلیٰ السنن: ۸۰/۱۱)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں بعض صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں دس درہم یا ربع دینار سے کم پر نکاح کرنا آرہا ہے، ان سب کا ایک مشترکہ جواب تو یہ ہے کہ ان واقعات میں مہر معجل کا ذکر ہے، پورے مہر کا ذکر نہیں ہے، عرب میں عموماً رواج تھا کہ مہر معجل کے بغیر رخصتی نہیں کی جاتی تھی، بعض صحابہ کے پاس معجل طور پر دینے کیلئے زیاد مال نہیں ہوتا تھا، اس لئے تھوڑے سے مہر معجل پر رخصتی ہو جاتی تھی پورا مہر بعد میں اداء ہوتا رہتا تھا، اگر کسی کے پاس بالکل مال نہ ہو تو اس مہر معجل کی ادائیگی معاف فرما کر! فرما دیتے تھے کہ دلجوئی کیلئے اور خوش کرنے کے لئے قرآن کی چند سورتیں اس کو سکھا دو بعد میں مہر ادا ہوتا رہے گا۔

بعض حضرات نے یہ بھی جواب دیا ہے کہ ابتداء اسلام میں مہر کی اقل مقدار کم تھی پھر آہستہ آہستہ زیادہ ہوتی رہی پہلے لوہے کی انگوٹھی بھی مہر بن سکتی تھی پھر ربع دینار ہو گئی اسی طرح بڑھتے بڑھتے استقرار دس درہم پر ہوا۔

زیر بحث حدیث میں ہے کہ جس نے ایک مٹھی ستویا کھجوریں دیں "فقد استحل" اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں صرف استحلال کا ذکر ہے، یعنی استمتاع حلال ہو جائے گا، اس کے ہم بھی قائل ہیں، باقی بعد میں مہر پورا کرنا پڑے گا یا نہیں؟ حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں، نیز ہو سکتا ہے کہ حدیث میں مہر معجل مراد ہو، دخول سے پہلے کچھ مہر اداء کر دینا مستحب ہے، مطلب یہ ہو گا کہ اتنا سادہ سینے سے بھی یہ استحباب پورا ہو جاتا ہے۔

بعض حدیثوں میں دو جوتوں پر نکاح کا ذکر آرہا ہے، اس کا ایک جواب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جوتے کی قیمت کوئی معین نہیں جوتا بہت زیادہ قیمت کا بھی ہو سکتا ہے، حدیث میں تصریح نہیں کہ جن جوتوں کو مہر بنایا گیا تھا ان کی قیمت دس درہم سے کم ہی تھی۔ (اثر التوشیح: ۵۵/۲)

## ایک جوڑی جوتے پر نکاح

{۳۰۵۵} وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ أَمْرَأَةً مِنْ بَنِي فَزَارَةَ تَزَوَّجَتْ عَلَى نَعْلَيْنِ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْضَيْتِ مِنْ نَفْسِكَ وَمَالِكَ بِنَعْلَيْنِ قَالَتْ نَعَمْ فَأَجَازَهَا. (رواه الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲۱۱/۱، باب ماجاء فی مہور النساء، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۱۱۱۳۔

**ترجمہ:** حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنی فزارہ کی ایک عورت نے دو جوتوں کے بدلہ میں نکاح کیا تو حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم اپنی مال داری کے باوجود اپنے آپ کو ایک جوڑی جوتی کے عوض سپرد کرنے پر راضی ہو؟ اس عورت نے کہا ہاں: تو اللہ کے رسول ﷺ نے اس کو درست قرار دیا۔ (ترمذی)

**تشریح:** تزوجت علمی نعلین: حدیث کے اس جز سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ استدلال کرتے ہیں کہ کم سے کم شئی بھی مہر بن سکتی ہے، دس درہم ضرور نہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک جوڑی جوتے پر نکاح ہو گیا، اس کا جواب حنفیہ کی طرف سے یہ ہے کہ اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے، ثانیاً مہر معجل پر محمول ہے، پھر اس کو مہر کل بنایا ہو تو اس کی بنا پر مہر مثل ہوا ہوگا، جس کو عورت نے معاف کر دیا ہوگا۔

## مہر مثل کا وجوب

{۳۰۵۶} وَعَنْ عَلْقَمَةَ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ تَزَوَّجَ أَمْرَأَةً وَلَمْ يَفْرِضْ لَهَا شَيْئاً وَلَمْ يَدْخُلْ بِهَا حَتَّى مَاتَ فَقَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ لَهَا مِثْلُ صَدَاقِ نِسَائِهَا لَا وَكَسَ وَلَا شَطَطَ وَعَلَيْهَا الْعِدَّةُ وَلَهَا الْمِيزَاتُ فَقَامَ مَعْقِلُ بْنُ سِنَانَ الْأَشْجَعِيُّ فَقَالَ قَضَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَزْوَعٍ بَنَاتٍ وَاشْتَقِ أَمْرَأَةً مِمَّنَّا بِمِثْلِ مَا قَضَيْتَ فَفَرَّحَ بِهَا ابْنُ مَسْعُودٍ. (رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی والدارمی)

**حوالہ:** ابوداؤد: ۲۸۸/۱، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقاً، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۱۵، ترمذی شریف: ۲۰۷/۱، باب ما جاء فی الرجل یتزوج المرأة فیموت، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۲۵، نسائی شریف: ۳/۲، باب اباحۃ التزوج بغير صداق، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۳۵۵، دارمی: ۲۰۷/۲، باب الرجل یتزوج المرأة فیموت، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۲۶۔

**ترجمہ:** حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس شخص کے بارے میں دریافت کیا جس نے کسی عورت سے نکاح کیا اور کچھ بھی مہر مقرر نہ کیا اور اس سے صحبت کرنے سے پہلے ہی انتقال ہو گیا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ عورت اپنی عورتوں کے برابر مہر کی حقدار ہے نہ اس میں کمی ہوگی اور نہ اس میں اضافہ، عدت بھی گزارے گی، اور اس کو میراث بھی ملے گی، حضرت معقل بن سنان اشجعی رضی اللہ عنہ یہ سن کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ہم میں سے ایک عورت بروع بن واشق کے بارے میں اسی طرح کا فیصلہ فرمایا تھا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فیصلہ کیا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس بات پر بہت خوش ہوئے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی)

**تشریح:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ذکر فرمائی ہے کہ ان سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا نکاح کے کچھ روز بعد اس کا انتقال ہو گیا درانحالیکہ اس کی طرف سے نہ دخول پایا گیا نہ تسمیہ مہر تو ایسی صورت میں اس متوفی عنہا کو جہا کے لئے کیا ہوگا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ سوال سائل نے بار بار کیا وہ اس مسئلہ میں غور کرتے رہے ایک ماہ غور و فکر کے بعد انہوں نے یہ جواب دیا: لہا الصداق کاملًا وعليہا العدة ولہا الميراث۔ اس کو مہر بھی کامل ملے گا اور اس پر عدت بھی ہوگی اور اس کو میراث بھی ملے گی۔

### مسئلہ الباب میں مذاہب ائمہ

مسئلہ مختلف فیہ ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ و احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب تو یہی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس عورت کے لئے صرف میراث ہے مہر کچھ نہیں، حضرت امام



شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول تو یہی ہے دوسرا قول ان سے یہ منقول ہے، کہ انہوں نے فرمایا: ”لو صح حدیث بروع لقلت بہ“ بذل میں ہے ”قال الحاکم شیخنا ابو عبد اللہ لو حضرت الشافعی لقلت علی رؤس الناس وقلت وقد صح الحدیث فقل بہ“

**فائدہ:** جاننا چاہئے کہ اس مسئلہ کی مختلف شقوق ہیں جس کی تفصیل یہ ہے: ”ان طلقها قبل

الدخول (والخلوة الصحيحة في حكم الدخول) ولم يسم لها مهر فليس لها مهر بل المتعة فقط والمتعة هي الكسوة، والدرع والخمار والملحفة وان كان سمي لها المهر ولم يدخل بها حتى طلقها فحينئذ لها نصف المسمى، قال تعالى وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم ولو لم يسم المهر لكن دخل بها او مات عنها فلها مهر مثلها كاملا فالحاصل ان في صورة الدخول او موت الزوج كمال المهر وان لم يسم المهر وان لم يوجد الموت ولا الدخول بل الطلاق فحينئذ في صورة التسمية نصف المسمى، وفي صورة عدم التسمية لا مهر مطلقا بل المتعة فقط“ (ملخصاً من مختصر القدوري)

امام ترمذی رحمہ اللہ اس حدیث کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: حدیث حسن صحیح، ”والعمل علی هذا عند بعض اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم وغيرهم، وبه يقول الثوري واحمد واسحاق، وقال بعض اهل العلم منهم علي بن ابي طالب وزيد بن ثابت وابن عباس وابن عمر اذا تزوج الرجل امرأة ولم يدخل بها ولم يفرض لها صداقا حتى مات قالوا لها الميراث ولا صداق لها وعليها العدة وهو قول الشافعي، وقال ولو ثبت حدیث بروع بنت واشق لكانت الحجة فيه وروى عن الشافعي انه رجع بمصر - عن هذا القول وقال بحديث بروع بنت واشق“ (الدر المنثور: ۵۵/۴، مرقاة: ۶/۳۲۶)

## {الفصل الثالث}

### ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر کی مقدار

{۳۰۵۷} عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ تَحْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنِ جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ فَرَوَّجَهَا التَّجَاشِيُّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَمَهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعَةُ آلَافٍ وَفِي رِوَايَةٍ أَرْبَعَةُ آلَافٍ دِرْهَمٍ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ شُرَحْبِيلِ بْنِ حَسَنَةَ. (رواه ابوداؤد والنسائي)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۱/۲۸۷، باب الصداق، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۷۰، نسائی شریف: ۲/۳۷۲، باب القسط فی الا صدقة، کتاب الا صدقة، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۳۵۰۔

**ترجمہ:** حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ وہ عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، سرزمین حبشہ میں ان کا انتقال ہو گیا، تو ان کا نکاح نجاشی نے حضرت نبی کریم ﷺ کے ساتھ کر دیا، اور ان کو حضرت نبی کریم ﷺ کی طرف سے چار ہزار عطا کیا، اور ایک روایت میں ہے کہ چار ہزار درہم عطا کیا اور ان کو شربیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا۔ (ابوداؤد، نسائی)

### تشریح:

### حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کے نکاح کا قصہ

یہ ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا ہیں جو پہلے عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں جو شروع میں مکہ مکرمہ میں مشرف باسلام ہوئے تھے، اور پھر دونوں ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور وہاں جا کر یہ عبد اللہ

مرتد ہوئے اور دین نصاریٰ کی طرف چلے گئے جیسا کہ شراح نے لکھا ہے کہ "ثم ارتد عن الاسلام وتنصر" اور اسی حال میں وہاں ان کا انتقال ہو گیا، یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنے اسلام پر قائم رہیں وہ کہتی ہیں کہ میں نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے: یا ام المؤمنین! جس پر میں فوراً چونک گئی میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ میں آنحضرت ﷺ کی ازواج میں شامل ہوں گی، چنانچہ انقضاء عدت کے بعد نجاشی کی طرف سے قاصد ہونے کی حیثیت سے اس کی ایک باندی میرے پاس پہنچی اور اس نے آکر مجھ سے یہ کہا کہ شاہ حبشہ نے یہ فرمایا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے میرے پاس والا نامہ پہنچا ہے "کتب الی ان ازوجک منہ" پھر آگے یہ کہ وکیل بالنکاح کون بنا اس میں روایات مختلف ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ خود نجاشی بنے اور کہا گیا ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ "وقیل خالد ابن سعید بن العاص وکان ولیا لها" ان اقوال میں سے ایک قول کے مطابق نجاشی کا خطبہ اس طرح منقول ہے "الحمد لله الملك القدوس السلام، المؤمن المهيمن العزيز الجبار والشهيد ان لا اله الا الله وحده وان محمداً عبده ورسوله وانه الذي بشر به عيسى بن مريم، اما بعد الى آخر ما في البذل" یہ واقعہ ۷ ہجری کا ہے اس نکاح میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر جو شاہ حبشہ نے اسی مجلس میں پیش کیا جس کی مقدار چار سو دینار اور ایک روایت میں چار ہزار درہم وارد ہے، نکاح کے بعد نجاشی نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ جناب حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں روانہ فرمادیا حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ یہ نکاح کا واقعہ حنفیہ کی دلیل ہو سکتا ہے ولایت فی النکاح کے بارے میں کہ حرہ بالغہ اپنا نکاح خود کر سکتی ہے، اس لئے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا وہاں کوئی ولی نہیں تھا اور روایت کے الفاظ اگرچہ یہ ہیں، "زوجها النجاشي" جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ متولی نکاح نجاشی ہوئے تھے، بذل میں لکھا ہے "والنجاشي ليس بولي لها فلا يثبت اشتراط الولي في النكاح، او يقال ان النجاشي كان سلطان والسلطان ولي من لا ولي له فعقد عقد الولي" لیکن اس دوسری صورت میں یہ واقعہ حنفیہ کی دلیل نہیں ہوگا۔ پھر آگے، بذل میں یہ ہے کہ وہ جو بعض لوگ کہتے ہیں خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ متولی نکاح بنے تھے اور وہ فی الواقع حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ولی تھے فلم یثبت بطریق صحیح" (الدر المنضود: ۳۸/۴، بذل، مرقاة: ۳۳۳/۶)

## قبولیت اسلام کو مہر بنانا

{۳۰۵۸} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَزَوَّجَ أَبُو طَلْحَةَ فَكَانَ صِدَاقَ مَا بَيْنَهُمَا الْإِسْلَامَ أَسْلَمْتُ أُمَّ سُلَيْمٍ قَبْلَ أَبِي طَلْحَةَ فَخَطَبَهَا فَقَالَ: إِنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ فَإِنْ أَسْلَمْتَ نَكَحْتُكَ فَأَسْلَمَ فَكَانَ صِدَاقَ مَا بَيْنَهُمَا. (رواه النسائي)

**حوالہ:** نسائی شریف: ۱/۲، باب الزوج علی الاسلام، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۳۳۴۰۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم سے شادی کی تو ان دونوں کے درمیان مہر اسلام تھا، ام سلیم نے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام قبول کیا، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم کو نکاح کا پیغام دیا تو ام سلیم نے کہا کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اگر تم قبول کر لو تو میں تم سے نکاح کر لوں گی، چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، تو اسلام ان دونوں کے درمیان مہر ہوا۔ (نسائی)

**تشریح:** ام سلیم رضی اللہ عنہا (والدہ حضرت انس رضی اللہ عنہ) ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے پہلے مسلمان ہو گئیں تھیں، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو پیغام دیا ام سلیم نے کہا کہ میں مسلمان ہو چکی ہوں تم بھی مسلمان ہو جاؤ، چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے، اور ان کا آپس میں نکاح ہو گیا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کا مہر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا اسلام تھا، اسلام نکاح کا مہر بن سکتا ہے یا نہیں؟ شافعیہ کے نزدیک بن سکتا ہے، حنفیہ کے نزدیک نہیں، حنفیہ کی طرف سے اس روایت کا جواب یہ ہے کہ "وَأَجَلَ لَكُمْ مَّا وَرَأَيْتُمْ أَن تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ" کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے بھی پہلے کا واقعہ ہے، کیونکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا اسلام اور ان کا ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح قریب قریب واقعات میں اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے، بلکہ یہ بیعت عقبہ میں شریک تھے، اور سورہ نساء جس میں مذکورہ بالا آیت ہے باتفاق مدنی ہے معلوم ہوا یہ واقعہ اس آیت کے نزول سے پہلے کا ہے لہذا یہ منسوخ ہے۔ (اعلاء السنن: ۸۳/۱، اشرف التوضیح: ۲/۵۷۷)

## {باب القسم}

### باری مقرر کرنے کا بیان

اس باب کے تحت کل نورواتیں درج کی گئی ہیں جو ایک سے زائد عورتوں میں باری مقرر کرنے کی تاکید اور خلاف ورزی میں وعید وغیرہ پر مشتمل ہیں۔

**قسم کے لغوی و معنی:** قسم قاف کے فتح اور سین کے سکون کے ساتھ مصدر ہے جسکے معنی شرکاء کے درمیان تقسیم کرنا اور ہر ایک کا حصہ متعین کرنا ہے۔ اور یہاں اس سے مراد متعدد بیویوں کے درمیان شب باشی، کھانے پینے اور کچڑے وغیرہ عطیات میں برابری کرنا ہے۔

### قسم کی شرعی حیثیت

اگر کسی شخص کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو خاوند پر ضروری ہے کہ ان میں باریاں تقسیم کرے، جتنی راتیں ایک کے پاس گزارے اتنی ہی راتیں دوسری کے پاس گزارے۔ امت پر بالاتفاق قسم واجب ہے آنحضرت ﷺ پر بھی قسم واجب تھا یا نہیں؟ دونوں رائیں میں مختار یہ ہے کہ آپ پر قسم واجب تو نہ تھا لیکن تبرعاً اس کی پابندی فرمایا کرتے تھے۔

اور قسم کو قرآن نے عدل سے تعبیر کیا ہے، فرمایا: "وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ" اور عورتوں کے درمیان مکمل برابری رکھنا تمہارے بس میں نہیں، چاہے تم ایسا چاہتے بھی ہو۔ اور یہی آیت اس کے وجوب کی دلیل ہے، نیز دوسری آیت ہے "فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً" ہاں اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: "إِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشَقَّه سَاقِطٌ" جب کسی شخص کے پاس دو عورتیں

ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرے وہ بروز قیامت اس حال میں آئے گا کہ اس کی ایک جانب ساقط (فالج زدہ) ہوگی۔ (رواہ الترمذی والبداد)

## قسم کا وجوب کن چیزوں میں ہے

عورتوں کے درمیان عدل و مساوات کا جو حکم ہے وہ اختیاری معاملات میں انصاف کرنا واجب ہے، اور جو معاملات غیر اختیاری ہیں جیسے محبت مؤدت اس میں برابری ضروری نہیں ہے، کیونکہ دل پر کسی کا اختیار نہیں، خود حضرت نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی اور آنحضرت ﷺ یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ جو باتیں میرے اختیار میں ہیں ان میں برابری کرتا ہوں مگر جو بات میرے بس میں نہیں آپ کے بس میں ہے اس پر میرا مواخذہ نہ فرمائیں، معلوم ہوا کہ محبت میں برابری ضروری نہیں ہے اسی طرح جماع میں بھی کیونکہ اس کا مدار نشاط پر ہے اس لئے اس میں برابری کرنا واجب نہیں ہے ہاں متحب ہے۔

## کیا باری میں قدیمہ اور جدیدہ میں کوئی فرق؟

اگر کسی شخص کی ایک یا اس سے زیادہ بیویاں ہوں وہ نیا نکاح کرے تو اب قدیمہ اور جدیدہ میں باریوں کے تقسیم کے معاملہ میں کوئی امتیاز بھی ہو گا یا نہیں؟ حنفیہ کے نزدیک کوئی امتیاز نہیں ہو گا جتنے دن نئی بیوی کو دینے ہیں اتنے ہی دن دوسری کو دینے پڑیں گے، دوسرے ائمہ کے نزدیک جدیدہ اگر باکرہ ہو تو اس کو سات دن ملیں گے اور اگر ثیبہ ہے تو تین دن ملیں گے، اس کے بعد باری شروع ہوگی، وہ حضرات انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، "من السنة اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندها سبعا وقسم و اذا تزوج الثیب اقام عندها ثلاثا وقسم" سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص بیوی کے ہوتے ہوئے کنواری سے نکاح کرے تو اس کے پاس سات دن قیام کرے اور پھر باری مقرر کرے اور جب بیوہ سے نکاح کرے اس کے پاس تین دن قیام کرے اور پھر باری مقرر کرے۔ ہمارے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ مناسب یہ ہے کہ جدیدہ

باکرہ کو سات دن دیدے لیکن باقیوں کو بھی پھر سات دن دے ایسے ہی جدیدہ ثنیہ کے پاس تین دن رہ کر باقیوں کے پاس بھی تین تین دن رہے۔

حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآن کریم نے بیویوں میں عدل کا مطلقاً حکم دیا ہے اس میں جدیدہ یا قدیمہ کی کوئی قید نہیں ہے، ایسے ہی حدیثوں میں بھی عدل اور تسویہ نہ کرنے پر وعیدیں بیان کی گئیں ہیں اور کوئی جدیدہ یا قدیمہ کی قید نہیں ہے۔ (اثر التوضیح: ۲)

## قسم سے متعلق دیگر مسائل

(۱)..... ایک بیوی کی باری میں دوسرے کے وہاں ٹھہرنا ناجائز ہے اور دو عورتوں کو ایک رات میں جمع کرنا بھی جائز نہیں ہے، البتہ وہ خود اجازت دیں یا رضامندی کا اظہار کریں تو جائز ہے۔

(۲)..... باقی آنحضرت ﷺ کا ایک رات میں اپنی ازواج رضی اللہ عنہم سے صحبت کرنا اس وقت کی بات ہے جب کہ باری لازم نہ تھی، یا تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی اجازت سے ایسا کیا تھا۔

(۳)..... مسلک احناف تو یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ پر باری مقرر کرنا واجب نہ تھا لیکن آنحضرت ﷺ نے مہربانی و شفقت اور بطور تفضل باری مقرر فرما رکھی تھی۔ واللہ اعلم

(۴)..... حالت سفر میں خاوند پر لازم نہیں ہے کہ عورتوں کے مابین باری مقرر کرے بلکہ جس بیوی کو چاہے ساتھ لے جاسکتا ہے البتہ اولیٰ یہ ہے کہ ان کے مابین قرعہ اندازی کرے اور جس کا نام قرعہ میں نکلے اس کو ساتھ لے جائے۔

(۵)..... مقیم کے حق میں باری کا اصل تعلق رات سے ہے دن اس کے تابع ہے، اگر کوئی شخص رات کو کسی کام میں مشغول رہتا ہو مثلاً چوکیداری وغیرہ کرتا ہے تو اس کے حق میں دن کی باری کا اعتبار ہے، کتب فقہ میں باری کے مفصل احکام مذکور ہیں۔

(۶)..... عورتوں کے پاس رات کے رہنے، لباس اور کھانے میل جول میں برابری کرنا ضرور ہے البتہ جماع اور محبت میں برابری ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔

(۷)..... عورت کا حق ایک بار جماع سے ساقط ہو جاتا ہے۔

- (۸).....دیانہ کبھی کبھی جماع کرنا واجب ہے۔
- (۹).....ایلاء کی مدت (یعنی چار ماہ) کی مقدار جماع کو ترک نہ کرے البتہ اگر کثرت جماع بیوی کے لئے ضرر رساں ہو تو پھر اس کی طاقت سے زیادہ جماع نہ کیا جائے۔
- (۱۰).....ایک بیوی کی پاس ایک دن رات رہے مگر رات میں برابری ضروری ہے یہاں تک کہ اگر کسی شخص نے باری والی بیوی کے علاوہ دوسری بیوی سے غروب کے بعد جماع کیا اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد گیا تو اس نے باری کی تقسیم کے سلسلہ میں خلاف ورزی کا ارتکاب کیا۔
- (۱۱).....جس بیوی کی باری ہو اس کے علاوہ دوسری سے اس کی باری میں جماع نہ کرے اور دوسری بیوی کے پاس اس کی باری کے بغیر رات کو عیادت کے علاوہ نہ جائے یعنی اگر بیوی بیمار ہو تو عیادت کے لئے اس کی باری کے بغیر بھی اس کے پاس جاسکتا ہے اور بیماری کی شدت ہو جانے پر اگر اسی بیوی کے پاس حصول شفاء تک رہے تو کچھ حرج نہیں۔
- (۱۲).....اسی طرح اشتداد مرض میں وفات تک اس کے پاس رہ سکتا ہے اور یہ بیماری میں زیاد قیام والی بات اس صورت میں ہے جب کہ اس کا کوئی تیمار دار نہ ہو۔
- (۱۳).....اگر کوئی خاوند اپنے گھر بیمار ہو تو ہوسر بیوی کو اس کی باری میں بلائے۔ (در مختار، اثر فی مظاہر حق ۳۸۲/۴)

## {الفصل الاول}

### حرم نبوت میں باری کی تقسیم

{۳۰۵۹} عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ عَنْ تِسْعِ نِسْوَةٍ وَكَانَ يَفْسِمُ مِنْهُنَّ لِثَمَانٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حوالہ: بخاری شریف: ۵۸/۲، باب كثرة النساء، کتاب النکاح، حدیث



نمبر: ۵۰۶۷، مسلم شریف: ۴۷۳/۲، باب جواز ہتھاتھتھا، کتاب الرضاع، حدیث  
نمبر: ۱۲۶۵۔

**حل لغات:** قبض فلان: روح قبض ہونا، کرنا مرنے کے قریب ہونا، عن: بہت سے معنوں  
میں استعمال ہوتا ہے، بعمنی ترک بھی ہیں جیسے ”مات عن ولدین: دو لڑکے چھوڑ کر مرا۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وصال کے وقت حضرت رسول  
اکرم ﷺ کی نوازاوج مطہرات تھیں، اور ان میں سے آٹھ کی آنحضرت ﷺ نے باریاں مقرر  
فرما رکھی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** قبض عن تسع نسوة: جناب آنحضرت ﷺ کی وفات کے وقت  
آنحضرت ﷺ کی نویویاں تھیں، ان کے نام یہ ہیں، (۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (۲) حضرت  
حفصہ رضی اللہ عنہا (۳) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا (۴) حضرت سودہ رضی اللہ عنہا (۵) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا (۶)  
حضرت مسمونہ رضی اللہ عنہا (۷) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (۸) زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا (۹) حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا۔  
آنحضرت ﷺ کی کل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی تعداد گیارہ ہے، لیکن دو بیویاں حضرت  
خدیجہ رضی اللہ عنہا اور زینب بنت خزاعہ رضی اللہ عنہا کا انتقال آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ ہی میں ہو گیا تھا،  
اس لئے ان کے علاوہ جو نویویاں تھیں ان کا یہاں ذکر ہے، ان نو میں سے ایک حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے  
اپنی باری اپنی خوشی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی تھی، لہذا باری آٹھ بیویوں کے درمیان مقرر تھی۔

## بیک وقت چار سے زائد نکاح کرنا یہ آپ ﷺ کی خصوصیت ہے

آنحضرت ﷺ کے لئے بیک وقت چار سے زائد نکاح کرنا جائز تھا، اور یہ آنحضرت ﷺ  
کی خصوصیت تھی، آنحضرت ﷺ پر اگرچہ بیویوں کے درمیان باری مقرر کرنا لازم نہ تھا، لیکن  
آنحضرت ﷺ نے باری مقرر کر رکھی تھی۔

## چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا

اسلام سے پہلے جو شخص جتنے نکاح کرنا چاہتا تھا سب کو آزادی تھی، قرآن نے چار سے زائد عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے پر پابندی عائد کی اور فرمان رسالت نے اس کو اچھی طرح واضح کیا، قیس بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جب مسلمان ہوا تو میرے نکاح میں آٹھ عورتیں تھیں، میں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان میں سے چار کو رکھ لو اور باقی کو طلاق دے دو۔ (ابوداؤد)

## تعداد ازواج کی حکمت

حضور ﷺ کی ذات والا صفات سرِ پارِ حمت ہے اور برکت ہے امت کی تعلیم و تبلیغ کی دینی ضرورت کے پیش نظر حضور اقدس ﷺ کے لئے کثرت ازواج ایک ضروری امر تھا۔ پھر چونکہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس میں نبی کی رہبری کی ضرورت نہ ہو، نماز باجماعت سے لے کر بیویوں کے تعلقات آل و اولاد کی پرورش اور پانخانہ، پیشاب اور طہارت کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی قوی و فعلی ہدایات سے کتب حدیث بھری پڑی ہیں، اندرون خانہ کیا کیا کام کیا، بیویوں سے کیسے میل جول رکھا گھر میں آکر مسائل پوچھنے والی عورت کو کیا کیا جواب دیا اس طرح کے سینکڑوں مسائل ہیں جن سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ذریعہ ہی امت کو رہنمائی ملی، صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احکام و مسائل اخلاق و آداب اور سیرت نبوی سے متعلق دو ہزار دو سو روایات مروی ہیں جو کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے فتاویٰ جمع کئے جائیں جو انہوں نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد دیئے ہیں، تو ایک رسالہ مرتب ہو سکتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روایت و درایت اور فقہ و فتاویٰ میں جو مرتبہ ہے وہ محتاج بیان نہیں، ان کے شاگردوں کی تعداد لگ بھگ دو سو ہے، حضور ﷺ کی وفات کے بعد مسلسل ۴۸ سال علم دین پھیلایا، بطور مثال آنحضرت ﷺ کی دو بیویوں کا حال مجمل لکھ دیا ہے، دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی روایات بھی مجموعی حیثیت سے کافی تعداد میں موجود ہیں، ظاہر ہے کہ اس

تعلیم و تبلیغ کا نفع صرف ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن سے پہنچا، انبیاء کرام علیہم السلام کے مقاصد بہت بلند اور پورے عالم کے انفرادی و اجتماعی خائگی و ملکی اصلاحات فکروں کو دنیا کے شہوت پرست انسان کیا جائیں، وہ تو سب کو اپنے اوپر قیاس کر سکتے ہیں، اسی کے نتیجہ میں کئی صدی سے یورپ کے ملحدین و مستشرقین نے اپنی ہٹ دھرمی سے فخر و عالم ﷺ کے تعدد ازواج کو ایک خالص جنسی اور نفسانی خواہش کی پیداوار قرار دیا ہے، اگر حضور ﷺ کی سیرت پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو ایک ہوش مند منصف مزاج کبھی بھی آنحضرت ﷺ کی کثرت ازواج کو اس پر محمول نہیں کر سکتا آنحضرت ﷺ کی معصوم زندگی، قریش مکہ کے سامنے اس طرح گزری کہ پچیس سال کی عمر میں ایک سن رسیدہ چالیس سالہ صاحب اولاد بیوہ (جس کے شوہر فوت ہو چکے تھے) سے عقد کر کے عمر کے پچیس سال تک انہیں کے ساتھ گزارہ کیا، وہ بھی اس طرح کہ مہینہ مہینہ بھر گھر چھوڑ کر غار حرا میں مشغول عبادت رہتے تھے، دوسرے نکاح جتنے ہوئے وہ پچاس سال عمر شریف کے بعد ہوئے، یہ پچاس سالہ زندگی اور عنفوانِ شباب کا سارا وقت اہل مکہ کی نظروں کے سامنے تھا کسی بھی دشمن کو آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرنے کا موقع نہیں ملا، جو تقویٰ و طہارت کو مشکوک کر سکے، آنحضرت ﷺ کے دشمنوں نے آنحضرت ﷺ پر ساحر، شاعر، مجنون، کذاب، مفتری جیسے الزامات لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، لیکن آنحضرت ﷺ کی معصوم زندگی پر کوئی ایسا حرف کہنے کی جرأت نہیں ہوئی جس کا تعلق جنسی نفسانی جذبات کی بے راہ روی سے ہو، ان حالات میں کیا یہ بات غور طلب نہیں ہے کہ جوانی کے پچاس سال اس زہد و تقویٰ اور لذائذ دنیا سے یکسوئی میں گزارنے کے بعد وہ کیا داعیہ تھا، جس نے اخیر عمر میں آپ ﷺ کو متعدد نکاحوں پر مجبور کیا اگر دل میں ذرا بھی انصاف ہو تو ان متعدد نکاحوں کی وجہ اس کے سوا نہیں بتائی جاسکتی، جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کثرت ازواج کی حقیقت کو بھی سن لیجئے کہ کس طرح وجود میں آئی؟ پچیس سال کی عمر سے لے کر پچاس سال کی عمر شریف ہونے تک تنہا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی زوجہ رہیں، ان کی وفات کے بعد حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، مگر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا تو آنحضرت ﷺ کے گھر تشریف لے آئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صغیر سنی کی وجہ سے اپنے والد کے گھر رہیں، پھر چند سال کے بعد (۳ھ) میں مدینہ منورہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی عمل میں آئی، اس

وقت آنحضرت ﷺ کی عمر (۵۴) چون سال ہو چکی تھی، اور دو بیویاں اس عمر میں آ کر جمع ہوئیں، یہاں سے تعدد ازواج کا معاملہ شروع ہوا، اس کے ایک سال بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، پھر کچھ ماہ بعد حضرت زینب بن خزیمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، اور اٹھارہ ماہ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں رہ کر وفات پائی، ایک قول کے مطابق تین ماہ آنحضرت ﷺ کے نکاح میں زندہ رہیں پھر (۴/۷) میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، پھر (۵/۷) میں زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا، اس وقت آنحضرت ﷺ کی عمر شریف اٹھاون سال ہو چکی تھی، اور اتنی بڑی عمر میں آ کر چار بیویاں جمع ہوئیں، حالانکہ امت کو جس وقت چار بیویوں کی اجازت ملی تھی، اس وقت ہی آنحضرت ﷺ کم از کم چار نکاح کر سکتے تھے، لیکن آنحضرت ﷺ نے ایسا نہیں کیا، اس کے بعد (۶/۷) میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا اور (۷/۷) حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے اور (۸/۷) ہی میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے اور پھر اسی سال حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ہوا خلاصہ یہ کہ چون سال تک آنحضرت ﷺ نے صرف ایک بیوی کے ساتھ گزارہ کیا، یعنی پچیس سال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اور چار پانچ سال حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گزارے پھر اٹھاون سال کی عمر میں چار بیویاں جمع ہوئیں، اور باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم دو تین سال کے اندر حرم نبوت میں آئیں اور یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ ان سب بیویوں میں صرف ایک ہی ایسی تھیں جن سے کنوارہ پن میں نکاح ہوا، یعنی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے علاوہ باقی سب ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم بیوہ تھیں، جن میں بعض کے دو دو شوہر پہلے گزر چکے تھے، اور یہ تعداد بھی اخیر عمر میں جمع ہوئی ہے، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مرد و عورت سب آنحضرت ﷺ کے جان نثار تھے نیز یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ سرور دو عالم ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق نبی تھے، نبی صاحب ہوا وحوس نہیں ہوتا، جو کچھ کرتا ہے اذن الہی سے کرتا ہے، نبی ماننے کے بعد یہ اعتراف ہی ختم ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کو نبی ماننے ہی نہیں اور یہ الزام لگائے کہ آنحضرت ﷺ نے محض شہوت پرستی کی وجہ سے اپنے لئے کثرت ازواج کو جائز رکھا تھا تو اس شخص سے کہا جائے گا کہ اگر ایسا ہوتا تو آنحضرت ﷺ اپنے حق میں کثرت ازواج کے معاملہ میں اس پابندی کا اعسلان کیوں فرماتے جس کا ذکر قرآن کریم کی آیت "لَا يَحِلُّ لَكَ الْبَنَاتُ مِنْ بَعْدُ" اس کے بعد دوسری عورتیں

تمہارے لئے حلال نہیں ہیں۔ (سورۃ الاحزاب) میں موجود ہے اپنے حق میں اس پابندی کا اعلان اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو کچھ کیا اپنے رب کے اذن سے کیا۔ (معارف القرآن جلد دوم)

## آنحضرت ﷺ پر باری کا وجوب

احناف کا محقق قول یہ ہے کہ آپ پر عدل واجب نہ تھا۔ کمال قال اللہ تعالیٰ تُرْجَى مَنْ تَشَاءُ مِنْهُمْ وَتُؤْوَىٰ إِلَيْكَ۔ ان بیویوں میں سے تم جس کی باری چاہو ملتوی کر دو، اور جس کو چاہو اپنے پاس رکھو۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اختیار ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں جس کو چاہیں مؤخر کر دیں اور جس کو چاہیں اپنے قریب کریں، یہ رسول اللہ ﷺ کے لئے خصوصی حکم ہے، بقیہ امت کے افراد کے لئے جب متعدد بیویاں ہوں تو سب میں برابری کرنا لازم ہے، اس کے خلاف کرنا حرام ہے، برابری سے مراد، نفقہ کی برابری اور شب باشی میں برابری کہ جتنی راتیں ایک بیوی کے ساتھ گزاریں اتنی دوسری اور تیسری کے ساتھ گزارنا چاہئے، کئی بیشی ناجائز ہے، مگر حضرت نبی کریم ﷺ کو اس معاملہ میں مکمل اختیار دیا گیا، سب ازواج میں برابری کے حکم سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس استثناء و اجازت کے باوجود اپنے عمل میں ہمیشہ برابری کرنے کا التزام ہی فرمایا امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حدیث کی روایت یہی ہے کہ جناب حضرت نبی کریم ﷺ اس آیت کے نزول کے بعد بھی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں برابری کی رعایت ہمیشہ رکھتے تھے۔ پھر اپنی اسناد کے ساتھ حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے، جو کہ مسند احمد، نسائی، ابوداؤد، وغیرہ میں بھی موجود ہے، ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسم فیعدل فیقول اللہم ہذا قسمی فیما

املك فلا تلمنى فیما لا املك، قال ابوداؤد یعنی القلب“

رسول اللہ ﷺ سب ازواج میں برابری فرماتے تھے اور یہ دعا فرمایا کرتے تھے، کہ یا اللہ جس چیز میں میرا اختیار ہے، اس میں تو میں نے برابری کر لی، یعنی نفقہ اور شب باشی وغیرہ مگر جس میں میرا اختیار نہیں اس معاملہ میں مجھے ملامت نہ فرمائیے، (میرے دل کی محبت ہے کسی سے زیادہ کسی سے کم

ہو نا اس کا اختیار نہیں) اور صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ اگر حضرت رسول اللہ ﷺ کو کسی کی باری میں ان کے یہاں جانے میں کوئی عذر ہوتا تو آنحضرت ﷺ ان سے اجازت لے لیتے جب کہ یہ آیت بھی نازل ہو چکی تھی، ”تَوَدُّ وِجَّ إِلَيْكَ الْآيَةُ“ جس میں بیویوں میں برابری کرنے کا فرض آنحضرت ﷺ سے معاف کر دیا گیا تھا یہ حدیث بھی سب کتب حدیث میں موجود ہے کہ مرض وفات میں جب آنحضرت ﷺ کو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے گھروں میں روزانہ منتقل ہونا مشکل ہو گیا، تو آنحضرت ﷺ نے سب سے اجازت حاصل کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بیماری کے دن گزارنا اختیار فرمایا تھا، انبیاء علیہم السلام خصوصاً سید الانبیاء ﷺ کی عادت شریفہ یہی تھی کہ جن کاموں میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت آنحضرت ﷺ کی آسانی کے لئے دی جاتی تو اس کی شکرگزاری کے طور پر آنحضرت ﷺ عموماً عرویمت پر ہی عمل فرماتے تھے، اور رخصت کو صرف ضرورت کے وقت استعمال فرماتے تھے۔ (فیض المشکوٰۃ: ۱۳۸/۱۳۹/۶)

## بیوی اپنی باری دوسری کو ہبہ کر سکتی ہے

{۳۰۶۰} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ سَوْدَةَ لَهَا كَبُرَتْ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ جَعَلْتُ يَوْمِي مِنْكَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْسِمُ لِعَائِشَةَ يَوْمَيْنِ يَوْمَهَا وَيَوْمَ سَوْدَةَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۵/۲، باب المرأة تهب يومها، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۲۱۲، مسلم شریف: ۴۷۳، باب جواز هبة هانوتهها، کتاب الرضاع، حدیث نمبر: ۱۴۶۳۔

**حل لغات:** کبر: بالکسر، عمر رسیدہ ہونا، بڑی عمر کا ہونا، قسم: تقسیم کرنا، دو حصہ کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جب بوڑھی ہو گئیں، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ میں نے اپنی باری کا دن جو کہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے

میرے لئے مقرر ہے عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیدیا، چنانچہ اس کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دو دن عطا فرماتے تھے، ایک دن ان کی باری کا اور ایک دن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی باری کا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا تھا یہ اس موقع کی بات ہے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا وفات پا گئیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابھی نکاح نہیں ہوا تھا، (۲) اگر کوئی بیوی اپنی باری کسی سوکن کو بخش دے تو یہ جائز ہے بشرطیکہ خاوند کی طرف سے اس پر جبر وغیرہ نہ ہو۔ اگر اپنی باری بخشنے والی اپنی باری کو رجوع کر کے لوٹانا چاہے تو درست ہے۔

جَعَلْتُ يَوْمِي مِنْكَ لِعَائِشَةَ: میں نے اپنی باری عائشہ کو دیدی، کا مطلب ایک بیوی اپنی باری اپنی سوکن کو دے سکتی ہے، اب شوہر اس کو انصاف سے تقسیم کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ موہوبہ اس باری میں واہبہ کے درجہ میں ہوگی، چنانچہ واہبہ کا دن موہوبہ کے حصہ میں آئے گا، مثلاً موہوبہ کی اپنی باری دوسرے دن اور واہبہ کی باری کا چوتھا دن ہے، تو موہوبہ کو اب دو دن ملیں گے، یعنی دوسرا اور تیسرا، کیونکہ اس صورت میں دوسری سوکنوں کا حرج ہوگا، ہاں اگر موہوبہ کی باری کا دن واہبہ کی باری کے ساتھ متصل ہو، تو پھر موہوبہ کو دو دن متصل ہو جائیں گے۔

اس سلسلہ میں حضور ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ نے ہر بیوی کیلئے ایک رات و دو دن مقرر کر رکھا تھا، اس بناء پر بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ باری کے سلسلہ میں ایک رات و دو دن سے زیادہ مدت کسی ایک بیوی کو نہ دی جائے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک رات و دو دن کا حساب بہتر ہے، لیکن دو اور تین دن کے حساب سے بھی باری لگانے کی گنجائش ہے، حنفیہ کے نزدیک اس میں تحدید اور تعیین نہیں ہے، بلکہ شوہر اور بیویوں کی رضامندی اور مشورہ پر موقوف ہے، (کشف الباری: بحوالہ عمدۃ القاری)

### باری عائشہ رضی اللہ عنہا کا انتظار

{۳۰۶۱} وَعَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْأَلُ فِي مَرَضِهِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ آيْنًا أَنَا غَدًا آيْنًا أَنَا غَدًا يُرِيدُ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأَذِنَ لَهُ

أَزْوَاجُهُ يَكُونُ حَيْثُ شَاءَ فَكَانَ فِي بَيْتِ عَائِشَةَ حَتَّى مَاتَ عِنْدَهَا۔ (رواہ

البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۵/۲، باب اذا استأذن الرجل نسائه، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۵۲۱۷۔

**حل لغات:** مات موتاً (ن) ازواج: واحد زوج۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ اپنے مرض الوفات میں دریافت فرماتے تھے، کہ کل میں کہاں رہوں گا، کل میں کہاں رہوں گا، آنحضرت ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کب آئے گی؟ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آنحضرت ﷺ کو اس بات کی اجازت دیدی کہ آنحضرت ﷺ جہاں چاہیں رہیں، اس کے بعد پھر آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ٹھہرے رہے، یہاں تک کہ ان ہی کے پاس آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا۔ (بخاری)

**تشریح:** کان یسئل فی: سوال کی یہ تکرار فطری ہے (یرید) یعنی اس سوال کے ذریعہ (یوم عائشہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نسبتاً محبت زائد تھی اس لئے آپ کو ان کے گھر رہنے کی باری کا انتظار تھا، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”یرید یوم عائشہ“ آنحضرت ﷺ کے قول ”این انا غداً“ کی تفسیر ہے اس لئے یہ استفہام دوسری امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر رہنے کی اجازت حاصل کرنے کے طور پر تھا اور اس کی دلیل یہ جملہ ”فاذن لہ ازواجہ حیث شاء“ دوسری امہات المؤمنین نے آپ کو اس بات کی اجازت دیدی کہ جہاں چاہیں وہاں قیام فرمائیں۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۵۶)

## ایام مرض میں کسی ایک بیوی کے پاس ٹھہرنا

معلوم ہوا کہ آدمی بیماری کے ایام کسی ایک بیوی کے پاس دیگر بیویوں کے احبازت سے گزارے تو درست ہے اور یہ عدل کے منافی نہیں ہے یہیں سے بعض لوگ اس بات پر استدلال کرتے



ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر ازواج مطہرات کے درمیان راتوں کی تقسیم واجب تھی، حضرات حنفیہ و مالکیہ عدم وجوب کے قائل ہیں اور آنحضرت ﷺ کے مذکورہ عمل کو ازواج مطہرات کی دل داری پر محمول کرتے ہیں۔ (فیض المکرم: ۶/۱۵۱)

## حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبوبیت اور اس کی وجہ

تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے بالمقابل حضور انور ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب اور پسند خاطر تھیں، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس سے واقف تھے، اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بھی، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آنحضرت ﷺ کے پاس ہدایا وغیرہ عموماً اسی دن بھیجنے کا زیادہ اہتمام کرتے تھے جس دن ان کے یہاں آنحضرت ﷺ کی باری ہوا کرتی تھی، یہ چیز دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے لئے گرانی کا باعث ہوتی تھی، اور اس میں وہ اپنی ہتک محسوس کرتی تھیں، مگر اس معاملہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کسی کو لب کشائی کی ہمت نہ تھی، ذہانت و ذکاوت اور علمی وقار کے اعتبار سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج میں ممتاز تھیں، اور مذکورہ صفات کا حامل ہونے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے یہاں انہیں بھی خصوصی امتیاز حاصل تھا۔

تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے ان کو اس کے لئے آمادہ کر لیا کہ مذکورہ مسئلہ میں وہ آنحضرت ﷺ سے بات کریں، انہوں نے نہایت متانت و نجیدگی کے ساتھ موقع بموقع اپنی باری کے ایام میں تین مرتبہ آنحضرت ﷺ کے سامنے ازواج کی درخواست پیش کی، مگر آنحضرت ﷺ خاموش رہے، کوئی جواب نہیں دیا، جب تیسری مرتبہ انہوں نے عرض کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ام سلمہ رضی اللہ عنہا! عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں مجھے دق نہ کرو، اور یہ یاد رکھو کہ اس کے علاوہ تم میں سے کسی اور کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ "وعن عروۃ انہ قال: کان الناس یتحرون بہدایاھم یوم عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت عائشۃ فاجتمع صواحبی الی ام سلمۃ، فقلن یا ام سلمۃ واللہ ان الناس ستحزّون بہدایاھم یوم عائشۃ، وانا نرید الخیر کما

ترید عائشہ، فمری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یامر الناس ان یمہدوا الیہ حیثما کان او حیث ما دار۔ قالت فذکرت ذالک ام سلمۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت: فأعرض عنی، فلما عاد الی ذکرک لہ ذالک فأعرض عنی، فلما کان فی الثالثۃ ذکرک لہ، فقال: یا ام سلمۃ! لا تؤذینی فی عائشۃ فانہ واللہ ما نزل علی الوحی وانا فی لحاف امرأۃ منکن غیرہا۔ (بخاری: ۱/۳۶۳۸)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں سے کسی زوجہ کی طرف سے خاص معاملہ میں بات کرنے کے لئے آنحضرت ﷺ کے پاس محبوب صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور بات کرنا چاہی تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جان پدر! وہ تمہارے باپ کی محبوبہ ہے، یہ سنتے ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فوراً واپس ہو گئیں، اور پھر تازہ زندگی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اپنی یا کسی اور کی طرف سے کوئی بات نہیں کی۔ ”فجاءت فاطمة رضى الله تعالى عنها فقال لها انها حبة ابيك ورب الكعبة فانصرفت۔“ (ابوداؤد: ۶۷۱، باب فی الانتصار)

۸ ہجری میں مدینہ منورہ سے دس یوم کی مسافت پر واقع سلاسل نامی چشمہ کے قریب آبادی میں آباد کفار پر حملہ کرنے کیلئے حضور انور ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی امارت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک سریہ روانہ فرمایا: یہ سریہ نہایت کامیاب و کامران واپس آیا، آنحضرت ﷺ نے امیر لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی بڑی پذیرائی فرمائی، انہوں نے جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی ان پر خصوصی توجہ اور عنایات ہو رہی ہیں تو یہ پوچھ لیا کہ اللہ کے رسول ﷺ! آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ ارشاد فرمایا: کہ عائشہ رضی اللہ عنہا، انہوں نے عرض کیا مردوں میں یہ مقام کسے حاصل ہے؟ تو فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے باپ کو۔ ”عن عمرو بن العاص رضى الله تعالى عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم بعثه على جيش ذات السلاسل: فاتيتہ فقلت اى الناس احب اليك؟ قال عائشۃ، فقلت من الرجال؟ قال ابوہا۔“ (بخاری شریف: ۵۱۷، ۳۵۳۲)

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی ازواج مطہرات میں سے ہیں، ایک دن وہ اپنی صاحبزادی کے پاس گئے اور سمجھایا: عائشہ رضی اللہ عنہا کی ریس ہرگز نہ کرنا، اور دھوکہ میں مبتلا نہ

ہونا، وہ تو حضور اکرم ﷺ کو محبوب ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات جب حضور انور ﷺ کو معلوم ہوئی تو تبسم فرمایا۔ "ان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دخل علی حفصة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال بأبنیة لا تغرنک هذه التي اعجبها حسنہا حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاہا، یرید عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فقصصت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتبسم۔" (بخاری شریف: ۵۰۲۲، ۷۸۵)

تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ بات مسلم تھی کہ حضور انور ﷺ کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سب سے زیادہ محبوب ہیں، چنانچہ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کہیں سے کوئی نہایت خوبصورت ہار بطور ہدیہ آنحضرت ﷺ کے پاس آیا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میں یہ ہار اسے دوں گا جو میرے گھر والوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے، اس پر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے بیک زبان کہا: بس یہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ لگا، مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کی محبت اعلیٰ قسم کے ملبوسات اور طلائی زیوروں کی صورت میں کبھی ظاہر نہیں ہوئی، چنانچہ وہ ہار آنحضرت ﷺ نے اپنی کمسن نوا سی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کو عنایت فرمایا۔ "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اهدیت له هدیة قلادة من جزع فقال: لا دفعنها الی احب اہلی الی، فقالت النساء ذهبت بہا ابنہ ابی قحافة، فدعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم امامة بنت زینب فعلقها فی عنقہا۔" (مسند احمد: ۶/۱۰۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا در دوسری وجہ سے کراہ رہی تھیں، اور ان کی زبان پر "وارأساہ" کا جملہ جاری تھا، (ہائے میرا سر) اس پر حضور انور ﷺ نے فرمایا: اگر میرے سامنے تمہارا انتقال ہو گیا تو میں تمہارے دعا مغفرت کروں گا، اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ ﷺ میری موت کو چاہتے ہیں، اور اگر ایسا ہو گیا تو آپ ﷺ اسی دن دوسری بیوی کے ساتھ شب عروسی منائیں گے، ان کی اس ناز والی بات پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "بل انا وارأساہ۔" "قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارأساہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذاک لو کان وانا حی فاستغفر لک وادعولک، فقالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا واثکلیاہ واللہ انی لا ظنک تحب موتی،"

ولو كان ذاك لظللت آخر يومك مع رسا ببعض ازواجك، فقال النبي صلى الله عليه وسلم بل انا واراساه۔ (بخاری شریف: ۸۴۶، ۵۴۴۸/۲)

**ذالک لو کان الخ:** سے بطور مزاح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تسلی خاطر مقصود تھی، اور اس پر انہوں نے جو کچھ کہا وہ بر بنائے ناز تھا، پھر آنحضرت ﷺ کا "واراسا" فرمانا بیان واقعہ تھا، اور اپنے مزاحیہ جملہ سے غالباً یہ بتانا مقصود تھا کہ تم ان شاء اللہ العزیز صحت یاب ہو جاؤ گی، اور "بل انا واراسا" سے غالباً اس بات کی طرف اشارہ کرنا بھی مقصود تھا کہ شاید میری حیات کے لمحات اب بہت زیادہ باقی نہیں رہ گئے ہیں، اور میں اپنی اسی بیماری میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملوں گا، اور پھر ہوا بھی یہی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو صحت یاب ہو گئیں اور آنحضرت ﷺ اپنی اسی بیماری میں دنیا سے پردہ فرما کر رفیق اعلیٰ کی بارگاہ قدس میں جا پہنچے۔

## یہ والہانہ محبت کیوں؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر آنحضرت ﷺ کو ان سے اس قدر محبت اور اتنا پیار کیوں تھا؟ اور نہایت وارفتگی کے ساتھ آنحضرت ﷺ ان کو کیوں چاہتے تھے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ خاتم الانبیاء والرسل بنا کر مبعوث کئے گئے تھے، آنحضرت ﷺ خداوند قدوس کی طرف سے جو پیغام لے کر آئے وہ ابدی اور دائمی ہے، لہذا آنحضرت ﷺ کو ایسے معین و مددگار افراد کی ضرورت تھی جو آنحضرت ﷺ کے ہر ہر پیغام کو خوب اچھی طرح سمجھ کر اور محفوظ کر کے دنیا والوں تک پوری حفاظت کے ساتھ پہنچا سکیں، اور ان میں پائے جانے والے معارف و حقائق کی تہ تک پہنچ کر اور علم و معرفت کے موتی نکال کر ان کی صحیح ڈھنگ سے نشر و اشاعت کر سکیں، تاکہ آنحضرت ﷺ کا مقصد بعثت پورے طور پر واضح و آشکار ہو کر دنیا والوں کے سامنے آجائے، گویا خداوند قدوس نے آنحضرت ﷺ کو جس مقصد کی تکمیل کیلئے خاتم الانبیاء والرسل بنا کر دنیا میں بھیجا تھا اس کیلئے بہت سے معین و مددگار افراد کی ضرورت تھی، اور اہم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے بالمقابل مقصد بعثت کی تکمیل میں آنحضرت ﷺ کی

سب سے بڑی معین و مددگار تھیں، کیونکہ وہ مجتہدانہ دل و دماغ کی مالک تھیں، اور فہم مسائل، اجتہاد فکر، اور حفظ احکام میں سب سے ممتاز تھیں، اور کاملیت کی صفت سے نہ صرف یہ کہ متصف بلکہ اس کے اعلیٰ مقام پر فائز تھیں، چنانچہ ان کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ مردوں میں صفت کاملیت سے متصف ہونے والے تو بہت سے ہیں مگر عورتوں میں یہ اعلیٰ مقام صرف مریم بنت عمران، اور فرعون کی بیوی آسیہ کو حاصل ہوا اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو تمام کھانوں میں ثرید کو حاصل ہے۔ "عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمل من الرجال کثیر ولہ یکمل من النساء الا مریم بنت عمران، وآسیۃ امراة فرعون، وفضل عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔" (بخاری شریف: ۵۳۲، ۳۶۳۲/۱)

آنحضرت ﷺ کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبوبیت اور ان کی قدر و منزلت کا باعث کیا تھا ان کا ظاہری حسن و جمال یا باطنی فضل و کمال، حدیث بالا سے آپ بخوبی اس بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے یہاں کسی کی محبوبیت اور قدر و منزلت کی وجہ صرف اس کی باطنی خوبیاں ہوا کرتی تھیں، چنانچہ علم دین کا فہم، اور باطنی کمالات سے آراستہ ہونے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سب سے فائق تھیں، اسی بنا پر وہ بھی آنحضرت ﷺ کو نہایت محبوب اور پسند خاطر تھیں، حالانکہ عمر کے اعتبار سے وہ کم سن نہ تھیں، بلکہ وہ بیوہ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں آئی تھیں۔

اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تو ایک نہیں دو شوہروں سے بیوہ ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ کے نکاح میں آئی تھیں، اور بلحاظ عمر آنحضرت ﷺ سے پندرہ سال بڑی بھی تھیں اور پینسٹھ برس کی عمر (جو عورت کے لئے انتہائی بڑھاپے کی عمر ہے) اس دنیا سے رخصت ہوئیں، مگر باطنی خوبیوں اور کمالات سے آراستہ تھیں اس لئے آنحضرت ﷺ کو عزیز تھیں اور ان کی محبت آنحضرت ﷺ کے قلب اطہر میں اس شدت کے ساتھ قائم تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی ان پر رشک آتا تھا۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کا تذکرہ ذرا بے حسرتی سے کیا تو

آنحضرت ﷺ خفا ہو گئے، اور اظہارِ برہمی کے ساتھ ارشاد فرمایا: ہرگز نہیں لوگوں نے جب میری تکذیب کی تو انہوں نے میری تصدیق کی، لوگ جب کافر تھے تو وہ اسلام لائیں، میرا جب کوئی معین و مدد گار نہیں تھا اس وقت انہوں نے میری ہر طرح سے امداد و اعانت کی، کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی کمسن و باکرہ تھیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہاں بھی شدتِ محبت کی علت وہی ہے کہ مقصدِ بعثت کی تکمیل میں وہ مکمل طور پر معاون تھیں، اس لئے انہی الفت و محبت نے آنحضرت ﷺ کے قلبِ اطہر میں نہایت مضبوطی کے ساتھ جگہ بنالی تھی، اور جہاں تک ظاہری حسن و جمال کا معاملہ ہے تو اس اعتبار سے حضرت زینب، حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بدرجہا فائق تھیں، ان کے حسنِ ظاہری کا تذکرہ اور تعریفِ احادیث اور تاریخ و سیر کی کتابوں میں مذکور ہے اور پھر بلحاظِ عمر بھی یہ گویا کنواری ہی تھیں، کیونکہ حضور اکرم ﷺ سے نکاح کے وقت حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی عمر پینتیس سال، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کی بیس سال، اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی سترہ سال تھی، الحاصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبوبیت ان کے باطنی اوصاف و کمالات اور مقامِ کاملیت پر فائز ہونے کی وجہ سے تھی، نہ کی محض ظاہری حسن و جمال اور کمسنی کی بنا پر۔ (شرح الرزقانی: ۱۵، ۳۲، ۳۳۶، ۳/۱، مہات المومنین از مولانا نور احمد اعظمی زید مجدہم)

## سفر میں قرعہ اندازی کا حکم

{٣٠٦٢} وَعَنْهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا

أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا خَرَجَ بِهَا مَعَهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حواله:** بخارى شريف: ١/ ٣٤٠، باب القرعة في المشكلات، كتاب الشهادة،

حديث نمبر: ۲۶۸۸، مسلم شریف: ۲/۳۶۲، باب فی حدیث الافک، کتاب التوبۃ،

حدیث نمبر: ۳۷۷۰۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ جب سفر کا ارادہ

فرماتے تو اپنی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم کے درمیان قرعہ اندازی فرماتی جس کے نام قرعہ نقلتا اسی کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** اذا اراد السفر اقرع: آنحضرت ﷺ سفر سے قبل ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے تھے اس کا مقصد صرف ان کے دل کو خوش کرنا تھا۔

سفر میں شوہر کے لئے بیوی کو لے جانا ضروری نہیں ہے، اور اگر لے جانا چاہتا ہے تو وہ جس کو مناسب سمجھے لے جاسکتا ہے، باری مقرر کرنا، قرعہ اندازی کرنا ضروری نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص اپنی بیویوں کی دل داری کی خاطر قرعہ اندازی کرتا ہے اور جس کا نام قرعہ میں آتا ہے، اس کو لے جاتا ہے تو بہت اچھا عمل ہے، آنحضرت ﷺ کا یہی معمول تھا۔

### اختلاف مذاہب

**امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفر کے لئے انتخاب زوجہ میں قرعہ اندازی کرنا واجب ہے۔

**دلیل:** حدیث باب ہے۔

**امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:** قرعہ اندازی واجب نہیں ہے، شوہر کو اختیار ہے، جس کو چاہے لے جائے۔

**دلیل:** سفر کے وقت عورت کا شوہر کے اوپر کوئی حق نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اس کو اختیار ہے کہ ان میں سے کسی کو بھی لے جاسکتا ہے۔

**جواب:** مطلق فعل وجوب پر دلالت نہیں کرتا ہے، آنحضرت ﷺ کا قرعہ اندازی فرمانا دل خوش کرنے کیلئے تھا، لہذا یہ متحب ہے۔

### جدیدہ اور قدیمہ کے درمیان فرق

{۳۰۶۳} وَعَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ إِذَا تَزَوَّجَ الرَّجُلُ الْبُكَرَ عَلَى الْغَيْبِ أَقَامَ عِنْدَهَا سَبْعًا وَقَسَمَ وَإِذَا تَزَوَّجَ الثَّيِّبَ أَقَامَ عِنْدَهَا ثَلَاثًا ثُمَّ قَسَمَ قَالَ أَبُو قَلَابَةَ وَلَوْ شِئْتُ لَقُلْتُ إِنَّ أُنْثَى

رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۷۵/۲، باب اذا تزوج الثيب على البكر، كتاب النكاح، حديث نمبر: ۵۲۱۴، مسلم شریف: ۴۷۲/۲، باب قدر ما تستحقه البكر، كتاب الرضاع، حديث نمبر: ۱۴۶۱۔

**حل لغات:** السهم: قرعہ اندازی کا تیر، قرع: (ن) قرعہ، فلانا، قرعہ میں غالب آنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ مسنون یہ ہے کہ آدمی جب ثیبہ کی موجودگی میں باکرہ سے شادی کرے تو باکرہ کے پاس سات دن ٹھہرے، اس کے بعد باری مقرر کر دے، اور جب ثیبہ سے نکاح کرے تو اس کے پاس تین دن ٹھہرے پھر باری مقرر کر دے، حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں چاہتا تو کہہ دیتا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو حضرت رسول اکرم ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** اس حدیث سے بظاہر باکرہ اور ثیبہ کے درمیان فرق محسوس ہو رہا ہے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کیا ہے، ان کے نزدیک شوہر کنواری لڑکی سے نکاح کرنے کے بعد سات دن اس کے پاس قیام کر کے دیگر ازواج کی طرح اس کی باری مقرر کر دے، اور ثیبہ سے نکاح کرے تو تین دن اس کے پاس ٹھہر کر دیگر ازواج کی طرح اس کی باری مقرر کر دے۔ جب کہ حنفیہ اس حدیث کا خلاصہ یہ کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا مقصد یہ ہے کہ باکرہ کے پاس سات دن گزارے تو پھر پہلی بیویوں کے پاس بھی تین دن گزارے، یعنی قدیمہ اور جدیدہ کے درمیان فرق نہ کرے، بلکہ سب کے درمیان عدل و مساوات سے کام لے۔

## باکرہ و ثیبہ کے درمیان فرق واختلاف ائمہ

**امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب:** جیسا کہ گذر باکرہ کے پاس شوہر شادی کے بعد سات روز رہے اور ثیبہ کے پاس تین روز رہے، یہ سات دن اور تین دن ان کے لئے مخصوص ہوں گے، اس کے بعد تقسیم شروع ہوگی۔



**دلیل:** (۱) حدیث باب ہے (۲) "عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جعل للبرک سبعا وللثیب ثلاثاً" (بخاری و مسلم) آنحضرت ﷺ نے باکرہ کے لئے سات دن اور ثیبہ کے لئے تین دن مقرر فرمائے ہیں۔

**امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب:** امام صاحب کے نزدیک باکرہ، ثیبہ، جدیدہ، قدیمہ، مسلمہ، کتابیہ، صحیحہ اور مریضہ سب برابر ہیں یعنی جتنے دن شوہر نئی بیوی کے پاس رہے اتنے ہی دن دوسری بیویوں کے پاس رہنا واجب ہے تفریق جائز نہیں ہے۔

**دلیل:** اللہ تعالیٰ کا صاف ارشاد ہے، "فَإِنْ خِفْتُمْ أَنْ لَا تَعْدِلُوا فَوْحِدَةً" ہاں اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم ان (بیویوں) کے درمیان انصاف نہ کر سکو گے تو پہر ایک پر اکتفا کرو۔ (سورہ النسا) جناب رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے، "من كان له امرأتان يميل لأحداهما على الأخرى جاء يوم القيامة يحير أحد شقيه ساقطاً مائلاً" جس شخص کے پاس دو عورتیں ہوں اور وہ ایک کو دوسری پر ترجیح دیتا ہے وہ قیامت میں اس حال میں آئے گا کہ اپنی ایک جانب کو گھسیٹ رہا ہو گا جو ساقط (فانج زدہ) ہو گا۔ (دارمی) ان نصوص اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے نصوص ہیں جن سے صاف سمجھ میں آتا ہے کہ تمام بیویوں کے درمیان برابری لازم ہے، اس میں جدیدہ اور قدیمہ کے درمیان فرق کرنے کی قید نہیں ہے اور بیویوں کے درمیان تفریق کرنے والے کے حق میں سخت وعیدیں ہیں۔

**جواب:** حدیث باب کا حاصل یہ ہے کہ باری کی ابتداء جدیدہ سے کی جائے، اور باکرہ کے پاس سات دن رہے تو دیگر ازواج کے پاس بھی سات دن رہے، اور ثیبہ کے پاس تین دن رہے تو دیگر ازواج کے پاس بھی تین دن رہے یا پھر یہ احادیث جو کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مستدل ہیں آپسی رضا و مصالحت پر محمول ہیں۔ (مرقات المفاتیح: ۳۵۷/۳، فیض المسکو: ۶/۱۵۳)

**نوشت:** حضرت ابوقلابہ کے فرمان کا مقصد یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ بات اپنے اجتہاد سے نہیں فرمائی ہے، بلکہ حضور ﷺ کے کسی عمل کو دیکھ کر فرمائی یا سن کر چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان من السنۃ مرفوع کا حکم رکھتا ہے اور مرفوع روایت وہ ہوتی ہے جس کو صحابی آنحضرت ﷺ سے بذات خود نقل کرے، (اثر فی مظاہر حق: ۳۸۵، مرقات المفاتیح: ۳/۲۵۷)

## ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو تین یا سات راتوں کی باری میں اختیار

{۳۰۶۴} وَعَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تَزَوَّجَ أُمَّ سَلَمَةَ وَأَصْبَحَتْ عِنْدَهُ قَالَ لَهَا لَيْسَ بِكَ عَلَى أَهْلِكَ هَوَانٌ إِنْ شِئْتَ سَبَعْتُ عِنْدَكَ وَسَبْعْتُ عِنْدَهُنَّ وَإِنْ شِئْتَ ثَلَاثُ عِنْدَكَ وَدُرْتُ قَالَتْ ثَلَاثُ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّهُ قَالَ لَهَا لِلْبَكْرِ سَبْعٌ وَلِلثَّيْبِ ثَلَاثٌ. (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۴۷۲، باب قدر مات استحققه البكر، كتاب الرضاع،

حدیث نمبر: ۱۴۶۰۔

**حل لغات:** اصبح: صبح کے وقت میں داخل ہونا، ہاون فلان و ہونا و ہونا نا: حقیر و ذلیل ہونا، سع الشئ: کسی کام کو سات مرتبہ کرنا، دار: دورا، چکر لگانا، گشت کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا اور ان کے پاس رات گزار کر صبح کی، تو ان سے فرمایا تمہاری وجہ سے تمہارے اہل (یعنی شوہر) پر کوئی بے رغبتی نہیں ہے، اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن رہوں، اور دوسری ازواج کے پاس بھی سات سات دن رہوں، اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس تین دن رہوں اور اس کے بعد باری پر آتا جاتا رہوں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کہ آنحضرت ﷺ تین دن رہیں، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ کنواری کے لئے سات دن اور ثیبہ کے لئے تین دن ہیں۔ (مسلم)

**تشریح:** تین دن یا سات دن نئی دلہن کا مخصوص حق ہے اور ائمہ ثلاثہ کا یہی مذہب ہے اور حنفیہ کے نزدیک یہ مخصوص حق نہیں ہے اور ان کی دلیل حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی یہی حدیث ہے جب حضرت نبی کریم ﷺ کا ان سے نکاح ہوا تو وہ بیوہ تھیں آنحضرت ﷺ ان کے پاس تین دن ٹھہرے پھر فرمایا لیس بک علی اهلك۔ تم اپنے شوہر کو کچھ ناپسند نہیں ہوا اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن ٹھہروں، مطلب یہ ہے کہ مجھ کو تمہاری پوری پوری رغبت ہے اور اس رغبت کا تقاضا ہے کہ تمہارے ساتھ

سات راتیں کم از کم گزاروں لیکن شریعت کی پابندی اور تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان برابری ضروری ہے۔ ”فان سبعت لك سبعت لنسائی“ یعنی اگر میں آپ کے پاس سات دن ٹھہروں گا تو دوسری بیویوں کے پاس بھی سات دن ٹھہروں گا، اس سے معلوم ہوا کہ وہ تین دن ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا مخصوص حق نہیں تھا اگر مخصوص حق ہوتا تو آنحضرت ﷺ ”ربعت لنسائی“ فرماتے یعنی تمہارے پاس سات دن ٹھہرنے کی صورت میں دیگر ازواج کے پاس چار دن ٹھہروں گا۔

(تحفة الأمی: ۵۷۴/۳)

ہدایہ میں یہ ہے کہ آنے جانے (دور) کی مقدار شوہر کے اختیار میں ہے اسلئے مقصد برابری ہے لہذا وہ چاہے تو ایک ایک دن کی باری مقرر کرے چاہے تو دن تین دن یا چار دن کی باری یا اس سے زائد کی باری مقرر کرے، الاختیار فی مقدار الدور الی الزوج لان المستحق هو التسوية قوله الی الزوج ای للزوج ان يجعل لكل واحدة منها ليلة ليلة اولیلتین او اکثر.. (ہدایہ: ۳۴۹/۲)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے سات دن کے بجائے تین دن کی باری اس لئے پسند کی کہ اس طرح آپ کی دوبارہ ان کے پاس واجب جلد ہوگی برخلاف سات دن یا نو دن کے کہ جتنے دن اس وقت میرے پاس قیام فرمائیں گے پھر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس اتنے اتنے دن قیام فرمائیں گے اور سب کے پاس اتنے دن قیام فرمانے کے بعد دوبارہ نمبر آئے گا اس لئے تین دن کو پسند فرمایا تاکہ دوبارہ جلد ملاقات ہو اور جلد نمبر آئے۔ حضرات محدثین نے اس موقع پر مزید گفتگو کی ہے ذوق تحقیق رکھنے والے حضرات مرقاۃ المفاتیح: ۴۵۷/۳ ملاحظہ فرمائیں۔

**وفی روایۃ قال:** مشکوٰۃ کے ایک نسخہ میں ”انہ قال“ ہے (لہا) آنحضرت ﷺ نے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ”للبرک سبع وللثیب ثلاث“ کنواری کے لئے سات دن اور بیوہ کے لئے تین دن ہیں۔ جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ زفاف یعنی شادی و رخصتی کی وجہ سے عورت کا حق ہے مرد کے پاس دوسری بیویاں ہوں یا نہ ہوں۔

## {الفصل الثانی}

### حتی الامکان باری کا لحاظ کرنا

{۳۰۶۵} عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْسِمُ بَيْنَ نِسَائِهِ فَيَعْدِلُ وَيَقُولُ اللَّهُمَّ هَذَا قَسَمِي قِيمًا أَمْلِكُ فَلَا تَلْنِي قِيمًا تَمْلِكُ وَلَا أَمْلِكُ. (رواه الترمذی و ابوداؤد والنسائی وابن ماجه والدارمی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲۱۶/۱/۲۱، باب ماجاء فی التسوية بين الصرائر، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۴۰، ابوداؤد شریف: ۲۹۰/۱، باب فی القسم بین النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۳۴، نسائی شریف: ۸/۲، باب میل الرجل الی بعض نسائه، کتاب عشرة النساء، حدیث نمبر: ۳۹۴۳، ابن ماجه شریف: ۱۴۱، باب القسمة بين النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۹۷۱، دارمی: ۹۳/۲، باب فی القسمة بين النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۰۷۔

**حل لغات:** عدل فی حکمة: فیصلہ میں انصاف کرنا، منصفانہ فیصلہ کرنا۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے درمیان باری مقرر فرماتے تھے، اور برابری فرماتے تھے، اور پھر یہ دعا فرماتے تھے "اللهم هذا قسمي الخ" اے اللہ یہ مری تقسیم ہے، جو میرے اختیار میں ہے، لہذا مجھے اس پر ملامت نہ فرمائے، جو آپ کے اختیار میں ہے اور میرے اختیار میں نہیں ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

**تشریح:** کان یقسم بین نسائه: اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی عادت شریفہ اور معمول زوجات کے درمیان برابری کی تھی لیکن اس میں علماء کا اختلاف ہو رہا ہے کہ

آنحضرت ﷺ پر یہ برابری واجب تھی راجح قول کے مطابق آنحضور ﷺ پر باری مقرر کرنا واجب نہیں تھا بلکہ تبرع اور احسان تھا تا کہ کسی بیوی صاحبہ کا دل کھٹانہ ہو، سورۃ الاحزاب آیت نمبر: ۵۱ میں ارشاد پاک ہے کہ آپ ان میں سے جس کو چاہیں پیچھے کریں اور ان میں سے جس کو چاہے اپنی طرف ٹھکانہ دیں اس اختیار دینے سے وجوب کی نفی ہو جاتی ہے یہی حنفیہ کا مذہب ہے، شوافع کے نزدیک آپ پر باری مقرر کرنا واجب تھا۔ (تحفۃ اللمعی: ۵۷۶/۳)

بہر حال عدل اور برابری کے باوجود آپ یہ دعوائے مانگتے تھے جو حدیث میں مذکور ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یا اللہ جن چیزوں میں برابری کرنا میرے اختیار میں ہے اس کو تو میں کر رہا ہوں اور جس چیز میں برابری میرے اختیار میں نہیں ہے یعنی غیر اختیاری طور پر کسی ایک بیوی سے زیادہ محبت اس میں تو مجھ کو معاف فرما، معلوم ہوا کہ دلی محبت و مودت میں مساوات لازم نہیں ہے، اور چوں کہ بوسہ اور جماع قلب کے میلان کا مظہر ہوتا ہے لہذا ان امور میں بھی مساوات لازم نہیں ہے، اور نان و نفقہ میں برابری کرنا واجب ہے، اور ان میں فرق کرنا امتیاز کرنا نا انصافی ہے، ایسا کرنے والا سخت گناہ گار ہوگا۔ (الدر المنضود: ۶۲/۳، مرقاۃ المفاتیح: ۳۵۸/۳)

## ترک عدل پر وعید

{۳۰۶۶} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَتْ عِنْدَ الرَّجُلِ امْرَأَتَانِ فَلَمْ يَعْدِلْ بَيْنَهُمَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشِقُّهُ سَاقِطٌ. (رواه الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ والدارمی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۱۷، باب ماجاء فی التسویۃ بین الضرائر، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۴۱، ابوداؤد شریف: ۱/۲۹۰، باب فی القسم بین النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۱۳۳، نسائی شریف: ۱/۸۷، باب میل الرجل الی بعض نسائه، کتاب عشرة النساء، حدیث نمبر: ۳۹۴۲، ابن ماجہ شریف: ۱۴۱، باب القسمۃ

بین النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۴۱۶۹، دارمی: ۱۹۳/۲، باب فی العدل بین النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۰۶۔

**حل لغات:** الشق: کسی چیز کا جز آدھا حصہ انسان کے ایک جانب جدھر اس کی نظر ہو۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرتا ہو، تو قیامت کے دن وہ اس حالت میں آئے گا، کہ اس کا آدھا دھڑ گرا ہوا ہوگا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، دارمی)

**تشریح:** اگر کسی کے پاس ایک سے زائد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان امور اختیار یہ میں برابری لازم ہے، نان و نفقہ اور شب باشی میں کسی طرح کا امتیاز کرنا سخت گناہ ہے اور ایسے شخص کے بارے میں سخت وعید ہے، امور غیر اختیار یہ میں یعنی جماع و بوس و کنار اور دلی محبت ان سب چیزوں میں برابری لازم نہیں اور نائی ان سب چیزوں کے بارے میں مواخذہ ہوگا۔ "فلا یواخذ بمیل القلب اذا سوی بینہن فی فعل القسم"۔ پس دل کے میلان پر مواخذہ نہیں ہوگا جبکہ ان کے درمیان باری میں برابری کرتا ہے۔ (شرح الطیبی: ۶/۳۰۵)

**و شقہ مائل:** بیوی کے درمیان انصاف نہ کر کے کسی ایک بیوی کی طرف جھکنے والے کو قیامت کے دن سزا بھی اس کے جرم کی نوعیت کی دی جائے گی، چنانچہ میدان حشر میں اس حالت میں آئے گا، کہ اس کے بدن کا ایک حصہ جھکا ہوا ہوگا، تو گویا یہ جزاء جنس عمل سے ہے، چونکہ اس نے ایک بیوی کو مفلوج کر کے رکھا تھا، لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کے ایک جانب کو مفلوج کر دیا۔ (مرقاۃ المفاتیح: ۳/۴۵۸، بذل المجہود: ۶/۲۲، فیض المغلوۃ: ۶/۱۵۴)

## {الفصل الثالث}

### ازواج میں سے ایک کی باری مقرر نہیں تھی

{۳۰۶۷} عَنْ عَطَاءٍ قَالَ حَضَرَ أَنَا مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ جَنَازَةَ مَيْمُونَةَ بِسْرِفٍ فَقَالَ هَذِهِ زَوْجَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعْتُمُ نَعَشَهَا فَلَا تُزْعِرْ عَوْهَا وَلَا تُزَلِّزْ لُوهَا وَارْفُقُوا بِهَا فَإِنَّهُ كَانَ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَ نِسْوَةٍ كَانَ يَقْسِمُ مِنْهُنَّ لِنَحْمَانٍ وَلَا يَقْسِمُ لِوَاحِدَةٍ قَالَ عَطَاءُ: الَّتِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقْسِمُ لَهَا بَلَعْنَا أَنَّهُمَا صَفِيَّةٌ وَكَانَتْ آخِرُهُنَّ مَوْتًا مَاتَتْ بِالْمَدِينَةِ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَقَالَ رَزِينٌ قَالَ غَيْرُ عَطَاءٍ هِيَ سَوْدَةُ وَهِيَ أَحْصَى وَهَبَتْ يَوْمَهَا لِعَائِشَةَ حِينَ أَرَادَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَاقَهَا قَالَتْ لَهُ أَمْسِكْنِي قَدْ وَهَبْتُ يَوْمِي لِعَائِشَةَ لَعَلِّي أَنْ أَكُونَ مِنْ نِسَائِكَ فِي الْجَنَّةِ.

**حوالہ:** بخاری شریف: ۱۱۲/۹، حدیث نمبر: ۵۰۶۷، مسلم

شریف: ۱۰۸۶/۲، حدیث نمبر: ۱۲۶۵/۱۲۶۵، نسائی شریف: ۵۳/۶، حدیث نمبر: ۳۱۹۶، مسند احمد: ۳۳۸/۱۔

**حل لغات:** النعش: مردہ یا بیمار کو اٹھانے کی چار پائی، مردہ کا تابوت، زعرعہ: زور سے بلانا، تزلزلہ، جھٹکے لگنا، رفق لہ، بہ علیہ، کسی کے ساتھ نرمی برتنا، حم کرنا، قسم بین القوم: لوگوں کو ان کا حصہ دینا، وہب لہ شیء: کسی کو بلا عوض کوئی چیز دینا، امسك الشيء علی نفسه: کسی چیز کو اپنے پاس روک کر رکھنا۔

**ترجمہ:** حضرت عطاء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقام سرف میں حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شریک ہوئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ

حضرت رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ میں، لہذا تم لوگ جب ان کا جنازہ اٹھاؤ تو نہ زور سے بلاؤ، اور نہ جھٹکے دو، بلکہ آہستہ آہستہ اس کو اٹھاؤ، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کی نوازاوج مطہرات تھیں جن میں سے آٹھ کی آنحضرت ﷺ نے باریاں مقرر کر رکھی تھیں اور ایک کی باری مقرر نہیں تھی، حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وہ زوجہ محترمہ جن کی باری مقرر نہیں فرمائی تھی، ہم تک یہ اطلاق پہنچی ہے کہ وہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں، انہیں کا انتقال مدینہ منورہ میں سب بیویوں میں سے اخیر میں ہوا۔ (بخاری و مسلم) حضرت رزین کا کہنا ہے کہ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کے علاوہ نے کہا کہ وہ بیوی حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ہیں، اور یہی قول زیادہ صحیح ہے، انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی، جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا، انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اپنے پاس ہی روک رکھیں، میں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو دیا، تاکہ جنت میں میں جناب حضرت رسول اکرم ﷺ کی بیویوں میں شامل رہوں۔

**تشریح:** حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں سے ہیں یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خالہ ہیں، (۶/۲۷۸) میں آنحضرت ﷺ سے مقام سرف میں نکاح ہوا آنحضرت ﷺ نے شب زفاف بھی یہیں گزاری اور یہیں ولیمہ کیا مقام سرف مکہ مکرمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے یہیں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور یہیں مدفون ہیں، "فلا تززعوها" اس نہی کی یہ علت ہے کہ ان کی چار پائی کو زیادہ مت ہلانا تاکہ تعظیم میں فرق نہ پڑے کیونکہ یہ ان ازواج میں سے ہیں جن کی باری آنحضرت ﷺ نے مقرر کر رکھی تھی۔

(شرح الطیبی: ۶/۳۰۵)

**خطابی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:** کہ یہ کہنا کہ وہ عورت جس کی باری آپ تقسیم نہ کرتے تھے وہ صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں یہ کسی راوی کا وہم ہے، درست بات یہ ہے کہ وہ سودہ رضی اللہ عنہا تھی اس لئے کہ انہوں نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا۔

**کانت آخر بن موتا:** حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال رمضان ۵۰ ہجری میں ہوا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی اور ان کی تاریخ وفات آسانی کے لئے نقشہ کی صورت میں درج کی جا رہی



ہے اس سے ان کی تواریخ وفات کا صحیح علم ہو جائے۔ (مواہب)

نمبر شمار	اسمائے گرامی از واج مطہرات رضی اللہ عنہم	سنہ وفات	مقام وفات و دفن
۱	حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	سنہ ۱۰ ہجری	مکہ مکرمہ
۲	حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا	۳ ہجری	مدینہ منورہ بقیع
۳	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۲۰ ہجری	مدینہ منورہ بقیع
۴	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۴۴ ہجری	مدینہ منورہ بقیع
۵	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۵۰ ہجری	مدینہ منورہ بقیع
۶	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۵۰ ہجری	مدینہ منورہ بقیع
۷	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۵۱، ۴۳، ۶۶	سرف جو مکہ کے قریب ہے
۸	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۵۴ ہجری	مدینہ منورہ بقیع
۹	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	۵۷، ۵۸ ہجری	مدینہ منورہ بقیع
۱۰	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۵۹ ہجری	مدینہ منورہ بقیع
۱۱	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۵۰، ۵۲، ۵۵	مدینہ منورہ بقیع

مندرجہ بالا نقشہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کہنا چنداں درست نہیں ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال از واج مطہرات رضی اللہ عنہم میں سب سے آخر میں ہوا، "کانت اخرهن موتا" میں ضمیر کا مرجع حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو بنانا بھی درست نہیں ہے اسلئے کہ ان کی وفات مقام سرف میں ہوئی اور یہاں تذکرہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ یہ جملہ اشکال سے خالی نہیں۔

## {باب الولیمة}

### ولیمہ کا بیان

اس باب کے تحت کل انیس روایتیں درج کی گئی ہیں، جو دعوت ولیمہ میں آنحضرت ﷺ کے عمل، لوگوں کو اس کی ترغیب، دعوت قبول کرنے کی تاکید، بغیر بلائے دعوت میں شرکت کا حکم اور تقابل اور تفاخر کرنے والوں کی دعوتوں میں شرکت سے ممانعت جیسے احکام پر مشتمل ہیں۔

### ولیمہ کی لغوی و شرعی تعریف

ولیمہ کی تعریف، ولیمہ اس کھانے کا نام ہے جو عرس یعنی شادی کے موقع پر تیار کیا جائے، وَلَم سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کے ہیں، یہ کھانا چونکہ زوجین کے اجتماع یعنی رخصتی کے بعد ہوتا ہے اسی لئے اس کو ولیمہ کہتے ہیں۔

### وجہ تسمیہ

ولیمہ، ”الْوَلَمَ“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی جمع کے ہیں چونکہ اس کے اندر زوجین کا جمع ہونا ہے، سرور کا اجتماع ہوتا ہے، لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے اس لئے اس کو ولیمہ کہتے ہیں۔  
ایسے ولیمہ ہر تقریب اور ہر دعوت کو کہتے ہیں بعد میں یہ لفظ شادی کے بعد کی تقریب کیلئے مخصوص ہو گیا، شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے حجتہ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ میاں بیوی کے ملاپ سے پہلے ولیمہ کیا کرتے تھے، اسلام نے اس طریقہ کو بدلا اور زفاف کے بعد ولیمہ کو مسنون قرار دیا، پس جو بعض مسلمان نکاح سے پہلے یا زفاف سے پہلے ولیمہ کرتے ہیں وہ غلط طریقہ ہے اسی طرح لڑکی والوں کی بارات کو اور برادری کو کھانا کھانا بھی ولیمہ ہے مگر اس کی کوئی اصل نہیں یہ قابل ترک ہے۔

## ولیمہ کی حکمت

ولیمہ مسنونہ کرنے میں مصلحت یہ ہے کہ اس کے ذریعہ لطیف پیرایہ میں نکاح کی تشہیر ہوتی ہے اور زفاف کی تشہیر ضروری ہے تاکہ جو اولاد ہو اس کے نسب میں کوئی شبہ نہ کرے۔ اور چونکہ خانگی زندگی کے نظم و انتظام کے لئے بیوی کی ضرورت ہے پس حب خواہش کسی عورت سے نکاح ہو جانا بلاشبہ اللہ کی بڑی نعمت ہے جس کا شکر بجالانا ضروری ہے، ولیمہ اس کی عملی شکل ہے اور اس میں بیوی اور اس کے خاندان کے ساتھ حسن سلوک بھی ہے، اس لئے کہ بیوی کی خاطر مال خرچ کرنا اور دلہن آنے کی تقریب سے لوگوں کو جمع کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ بیوی شوہر کی نظر میں باعزت اور با وقعت ہے ظاہر ہے یہ چیز منکوحہ اور اس کے گھر والوں کے لئے بڑی خوشی اور اطمینان کا باعث ہوگی اور اس سے باہمی تعلق و محبت میں اضافہ ہوگا۔ (تحفۃ اللمی: ۵۱۰/۳)

## ولیمہ کی شرعی حیثیت

پھر اس کی شرعی حیثیت میں ذرا سا اختلاف ہے، اہل ظواہر کے نزدیک یہ واجب ہے اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، مالک رحمۃ اللہ علیہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہے، لیکن احناف کے نزدیک ولیمہ سنت ہے، یہی ائمہ کا صحیح مذہب ہے۔

اہل ظواہر دلیل پیش کرتے ہیں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے کہ حضور ﷺ نے امر کے صیغہ سے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا جیسا کہ الفاظ یہ ہیں: "اولمہ ولوبشاک" ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری ہی کے ساتھ ہو۔ نیز طبرانی کی روایت میں: "الولیمة حق" ولیمہ حق ہے کالفظ ہے جس کے معنی واجب کے ہیں، جمہور دلیل پیش کرتے ہیں اس بات سے کہ آنحضرت ﷺ نے عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ علاوہ اور کسی کو ولیمہ کا حکم نہیں دیا اگر واجب ہوتا تو دوسروں کو بھی حکم فرماتے، نیز ولیمہ نئی خوشی و سرور پر کیا جاتا ہے، لہذا دوسری دعوتوں کی طرح واجب نہیں ہوگا۔

انہوں نے امر کے صیغہ سے جو استدلال کیا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ انتخاب پر محمول ہے،

”ودلیلہ لم یامر غیرہ“ اور حق والی روایت کا جواب یہ ہے کہ اس کے معنی واجب نہیں بلکہ باطل کے مقابلہ میں ہے کہ نادرست نہیں بلکہ درست و مستحب ہے، ”کما قال ابن بطال“ اور ”لوبيشاة“ سے تقلیل کی طرف اشارہ ہے کہ زیادہ شان و شوکت کی ضرورت نہیں بلکہ جتنا میسر ہو کرے، کم ہو یا زیادہ کوئی حد مقرر نہیں، اور یہی قرینہ ہے کہ یہ امر وجوب کے لئے نہیں، کیونکہ کسی کے نزدیک بکری سے ولیمہ واجب نہیں۔  
(درس مشکوٰۃ: ۳/۲۸)

## ولیمہ کی مقدار

اور ولیمہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، اسراف سے بچتے ہوئے ہر مقدار جائز ہے اور اوسط درجہ کا ولیمہ ایک بکری ہے، اسی کو آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ ولیمہ کرو چاہے ایک بکری کا ہو۔

اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں آنحضرت ﷺ نے ایک بکری ذبح کی تھی، اور حضرت صفیہ کے ولیمہ میں کھجور اور ستو کھلایا تھا اور بعض ازواج کے ولیمہ میں آنحضرت ﷺ نے دو مد (چار رطل) آٹا خرچ کیا تھا۔ یہ چھوٹا ولیمہ تھا۔ (مستفاد از تحفۃ الملعی: ۳/۵۱۰)

## اجابت ولیمہ

دعوت ولیمہ کے قبول کرنے کا کیا حکم ہے؟ حنابلہ شافعیہ اور امام مالک کا ایک قول ہے کہ فرض عین ہے بعض حنابلہ و شافعیہ کے یہاں مستحب ہے اور بعض حنابلہ و شافعیوں نے فرض کفایہ کا قول کیا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کے کلام کا تقاضہ یہ ہے کہ واجب ہو لیکن انہوں نے سنیت کی تصریح کی ہے، حنفیہ سے اس کے اندر چند اقوال ہیں (۱) سنت مؤکدہ (۲) قریب بالواجب (۳) نہایہ کے اندر لکھا ہے کہ واجب ہے۔

لیکن یہ اختلاف اجابت دعوت کے اعتبار سے ہے کھانا کھانے کے اعتبار سے نہیں ہے وہ مستحب ہے واجب نہیں چنانچہ آگے روایت میں آ رہا ہے، ”من دعی فلیجب فان شاء طعم

وان شاء ترک۔ جس شخص کو دعوت دی جائے چاہئے کہ وہ اس کو قبول کرے پھر اگر چاہے تو کھائے اور چاہے تو نہ کھائے۔

## ولیمہ کب مسنون ہے

ولیمہ کے وقت کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں بعض نے فرمایا: نکاح کے بعد کرنا چاہئے اور بعض فرماتے ہیں کہ رخصتی کے بعد، اور تیسرا قول جو اولیٰ ہے یہ ہے کہ شب زفاف کے بعد ولیمہ مسنون ہے "وفی البذل، ویجوز ان یولم بعد النکاح او بعد الرخصة او بعد ان ینبی بہا والثالث هو الاولیٰ"

## ولیمہ کب تک مسنون ہے

دو دن سے زیادہ وقت تک ولیمہ کھلانے کے بارے میں بھی علماء کے مختلف قول ہیں ایک طبقہ تو اسے مکروہ کہتا ہے، یعنی علماء کے اس طبقہ کے نزدیک زیادہ سے زیادہ دو دن تک کھلایا جاسکتا ہے، اس سے زیادہ وقت تک کھلانا مکروہ ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک ہفتہ تک کھلانا مستحب ہے لیکن اس سلسلہ میں زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس کا انحصار خاوند کی حیثیت و استطاعت پر ہے اگر وہ صرف ایک ہی وقت کھلا سکتا ہے، تو ایک ہی وقت پر اکتفا کرے اور اگر کئی دن اور کئی وقت تک کھلانے کی استطاعت رکھتا ہے تو کئی دن اور کئی وقت تک کھلا سکتا ہے۔

## اقسام ضیافت

علماء نے کھا ہے کہ ضیافت کی انواع آٹھ ہیں۔

**الولیمة للعرس:** نکاح کے بعد دو لہن کے گھر آنے پر جو دعوت کی جائے۔

**العرس بضم الفاء المعجمة، ویقال بالصاد المهملة ایضا للولادة:** یعنی بچہ کی

پیدائش کے موقع پر جو دعوت کی جائے۔

**والا عذار بکسر المہزلة والین المہملة والذال المعجمة للختان:** بچہ کے ختنہ کے موقع پر جو دعوت کی جائے۔

**والوکیرة للبناء:** یعنی نئے مکان کی تعمیر کے موقع پر جو دعوت کی جائے۔

**النقیعة لقدم المسافر، ماخوذة من النقع و هو الفجار:** یعنی وہ دعوت جو آدمی سفر سے بخیر واپسی پر کرتا ہے، اپنی طرف سے، یا دوسرے کی طرف سے اس کیلئے کی جائے۔

**والعقیقة، یوم سابع الولادة:** بچہ کی ولادت کے ساتویں دن جو دعوت کی جائے۔

**والوضیمة، بفتح الواو وکسر الضاد المعجمة، الطعام عند المصیبة:**

مصیبت اور پریشانی پیش آنے پر جو دعوت کی جائے۔ لیکن یہ نوع ضیافت اسلام میں جائز نہیں ہے۔

**والمادبة بضم الدال وفتحها:** مطلق وہ ضیافت جو بغیر کسی خاص سبب کے کی جائے۔

اس کے بعد حافظ فرماتے ہیں کہ ان مشہور اقسام میں ایک اور قسم باقی رہ گئی یعنی:

**حذاق بکسر المہملة وتحذیف الذال المعجمة، الطعام الذي يتخذ عند**

**حذاق الصبی:** یعنی وہ کھانا اور دعوت جو بچہ کی حذاقت پر یعنی اس کے سمجھدار ہونے پر کی جائے اور یہ

بھی کہا گیا ہے کہ یہ وہ دعوت ہے جو بچہ کے ختم قرآن پر کی جائے یا اس کی کسی بھی صنعت کی تکمیل اور

کامیابی پر کی جائے۔ (تحفة الاحوذی: ۱۶۰/۴، الدر المنصور: ۶/۴۹)

**تنبیہ:** یعنی عرب میں آٹھ اقسام کی دعوت کا دستور تھا مگر اصل مسنون صرف ولیمہ اور

عقیقہ کی دعوت ہے، گنجائش اور اجازت بقیہ دعوتوں کی بھی ہے جبکہ اللہ کی نعمت کا اظہار اس پر شکر خداوندی

اور اس نعمت کی خوشی میں دوستوں کو شریک کرنے کی نیت ہو اور رسومات اسراف یا تفاخر وغیرہ سے

پاک و صاف ہو۔

## {الفصل الاول}

### ولیمہ کا حکم

{۳۰۶۸} عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى عَلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ أَثَرَ صُفْرَةٍ فَقَالَ مَا هَذَا قَالَ إِنِّي تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً عَلَى وَزْنِ نَوَاقٍ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ بَارَكَ اللَّهُ لَكَ أَوْ لِمَ وَلَوْ بَشَاءَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۷۷۳/۲، باب قول الله تعالى واتوا النساء، كتاب النكاح، حديث نمبر: ۵۱۴۸، مسلم شریف: ۴۵۸/۱، باب الصداق، كتاب النكاح، حديث نمبر: ۱۴۲۷۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بے شک حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر زردی کا اثر دیکھا، تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے ایک کھجور کی گٹھلی کے برابر سونے پر نکاح کیا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے برکت دے، ولیمہ کرو، اگرچہ ایک بکری کے ذریعہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** حضور ﷺ نے ایک روز حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھا جبکہ ان پر زعفران کی رنگت کا اثر تھا، آپ نے ان سے دریافت فرمایا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! بات یہ ہے کہ میں نے شادی کی ہے، آپ نے پوچھا کیا مہر اس کو دیا؟ انہوں نے عرض کیا "وزن نواۃ من ذهب" دیا۔

## لبس مزعفر للرجل

یعنی لبس مزعفر، جو کپڑا زعفرانی رنگ میں رنگا ہوا ہو یا زعفران والی خوشبو جس میں لگائی گئی ہو، ائمہ ثلاث کے نزدیک مرد کے لئے اس کا پہننا مکروہ تحریمی ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ اس قسم کے کپڑے کا استعمال تو جائز ہے، لیکن بدن میں اس زعفران یا زعفرانی رنگ کا استعمال جائز نہیں۔ لہذا بظاہر یہ حدیث جمہور کے خلاف اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے موافق ہے، جمہور کا استدلال ان احادیث صحیحہ سے ہے جن میں لبس مزعفر سے نہی وارد ہوئی ہے اور قصہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی علماء نے مختلف توجیہات کی ہیں "قیل ان ذلك كان قبل النهي" جس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حضرت عبد الرحمن کے قصہ کا سیاق اس کو مشعر ہے کہ وہ اوائل ہجرت میں تھا، جبکہ اکثر رواۃ نہی وہ ہیں جن کی ہجرت مؤخر ہے، ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ اثر صفرہ قصداً نہیں تھا بلکہ یہ رنگ ان کی دلہن کی خوشبو کا تھا جو ان کو لگ گیا تھا، ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے کہ وہ اثر بہت معمولی تھا، اسی لئے آپ نے اس پر نیکر نہیں فرمائی، اور کہا گیا ہے کہ لبس مزعفر کی نہی للتحريم نہیں بلکہ نہی تنزیہیہ ہے وغیر ذلک من الاجوبة۔

(التعلیق: ۴/۲۲)

## وزن نواة من ذهب کی تفسیر میں اقوال

اس لفظ کی تفسیر میں اختلاف ہے، بعض تو یہ کہتے ہیں کہ نواة سے مراد یہی کھجور کی گٹھلی ہے یعنی نواة کے مشہور معنی، اور یہ کہ اتنے وزن سونے کی قیمت اس وقت پانچ درہم تھی، اور کہا گیا ہے، کہ ربع دینار تھی، اور اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ نواة سے اس کے معنی معروف مراد نہیں بلکہ نواة من ذهب یہ لفظ عبارت ہوا کرتا ہے اس چیز سے جس کی قیمت پانچ درہم ہو "وبہ جزم الخطابی ونقلہ عیاض عن اکثر العلماء" اور ایک قول اس میں یہ ہے کہ وزن نواة من ذهب سے مراد پانچ درہم کے برابر سونا ہوتا ہے، جس کی مقدار ساڑھے تین مثقال بنتی ہے، وزن سابعہ کے لحاظ سے، یہ اقوال ثلاثہ قسطلانی نے شرح بخاری میں ذکر کئے ہیں ان میں سے اگر آخری قول لیا جائے تو پھر یہ حدیث کسی کے بھی خلاف نہ ہوگی۔



## صاحب البدائع کی رائے

اور صاحب البدائع حدیث النواۃ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وزن نواۃ تو کبھی کیا بلکہ عامۃ وزن دینار سے زائد ہی ہوتا ہے، اور وہ فرماتے ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ وزن نواۃ کی قیمت تو ثلاثہ دراهم بتائی جاتی ہے، تو ہم کہیں گے کہ مقوم معلوم نہیں کون شخص ہے جب تک اس کا پتہ نہ چلے تو اس کا قول دوسرے پر حجت کیسے ہو سکتا ہے، پھر آگے وہ فرماتے ہیں، بلکہ بعض حضرات جیسے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وزن نواۃ کی قیمت دس دراهم کو پہنچتی ہے، نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ محمول ہو مہر معجل پر جیسا کہ اس کا اس وقت دستور تھا نہ کہ اصل مہر، اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہو جب بغیر مہر کے ہی نکاح جائز تھا، یہاں تک کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شغار سے نبی فرمائی۔

**قال: اولہ ولو بشاة:** آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اچھا ولیمہ کرو اگرچہ بکری کے ذبح کے ساتھ ہو، قطلانی فرماتے ہیں یہ تو تفصیل کے لئے ہے یعنی شخص موسر کے لئے یہ ہے کہ وہ کم از کم ولیمہ ایک بکری کے ساتھ کرے، اور غیر موسر کے لئے حسب استطاعت و قدرت ثابت ہے، چنانچہ حضور اکرم رحمۃ اللہ علیہ سے بعض مرتبہ ولیمہ مدشعیر کے ساتھ اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں تمر و من اور اقل کے ساتھ ثابت ہے اور کوکب میں یہ لکھا ہے کہ ”لو“ یہاں پر تکثیر کیلئے ہے جس کی تشریح، اس میں اس طرح کی ہے کہ چونکہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ممتول حضرات میں سے تھے، پس اسی کے پیش نظر آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں ولیمہ خوب اچھی طرح کرنا چاہئے اس میں بکری ذبح کرو، اور اس میں کوئی اسراف کی بات نہیں۔

**”اولہ“** صیغہ امر ہے جس کا تقاضہ وجوب کا ہے چنانچہ ظاہر یہ وجوب ولیمہ ہی کے قائل ہیں اور یہی ایک روایت امام شافعی بلکہ ائمہ ثلاثہ سے ہے، لیکن مشہور قول میں ولیمہ عند الائمہ الاربعہ سنت ہے۔

(الدر المنضود: ۵۰۰/۴)

**فائدہ:** اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس کا نکاح ہو، اس کو نکاح میں برکت کی وعادہ دینی چاہئے، اور نکاح کرنے والے کو اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کرنا چاہئے، اور نکاح کے وقت مہر مقرر کرنا چاہئے۔

## شاندار ولیمہ

{۳۰۶۹} وَعَنْهُ قَالَ مَا أَوْلَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى

أَحَدٍ مِنْ نِسَائِهِ مَا أَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبٍ أَوْلَمَ بِشَاةٍ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۷۷۷/۲، باب الولیمة ولو بشاة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۱۶۸، مسلم شریف: ۴۶۱/۱۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں سے کسی زوجہ کا ایسا ولیمہ نہیں کیا جیسا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا کیا، آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کے موقع پر ایک بکری کا ولیمہ کیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** ما اولم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی احد من نساءہ: حدیث کے اس جز سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ اگر کوئی شخص ایک سے زائد نکاح کرتا ہے تو اس کے لئے تمام ازواج کے ولیمے میں برابری ضروری نہیں ہے، جس وقت جیسی گنجائش ہو اس کے مطابق ولیمہ کرے، آنحضرت ﷺ نے بھی ولیمہ کرنے میں کبھی تکلف نہیں کیا، جو چیز سہولت سے میسر آئی آنحضرت ﷺ نے اسی کو ولیمہ میں اختیار کیا، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے وقت ولیمہ میں کھجور، گھی، اور پنیر موجود تھا، آنحضرت ﷺ نے اسی سے ولیمہ کیا، ایک بیوی کے ولیمہ کا یوں ذکر آتا ہے کہ "اولم النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی بعض نساءہ بمدین من شعیر"۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بعض زوجہ محترمہ کا ولیمہ دو مد جو سے فرمایا۔ بہر حال آنحضرت ﷺ نے دیگر بیویوں کے مقابلہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ بڑے پیمانے پر کیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح کی یہ خصوصیت ہے کہ یہ نکاح اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ سے کیا ہے، چنانچہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا بطور فخر کے فرماتی تھیں کہ تم سب کا نکاح تمہارے والد نے کیا، اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر کیا۔ (مرقاۃ: ۳۳۶/۶)

## شب زفاف کے بعد ولیمہ

{۳۰۷۰} وَعَنْهُ قَالَ أَوْلَمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ

بَنَى بِزَيْنَبِ بِنْتِ جَحْشٍ فَأَشْبَعَ النَّاسَ خُبْزًا وَلَحْمًا. (راہ البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۷۰۷، باب لا تدخلوا بیوت النبی (سورۃ الاحزاب)

کتاب التفسیر، حدیث نمبر: ۴۷۹۴۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب زفاف گزارنے کے بعد ولیمہ کیا، تو لوگوں کو روٹی اور گوشت سے شکم سیر فرمایا۔ (بخاری)

**تشریح:** اشبع الناس خبزاً ولحماً: بخاری کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو بلانے کے لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا روایت کے الفاظ میں: "فارسلنی فدعوت رجلاً الى الطعام". مجھ کو بھیجا تا کہ میں لوگوں کو کھانے کی دعوت دوں۔ لوگوں کے سامنے آنحضرت ﷺ نے گوشت روٹی پیش کیا ہو سکتا ہے کہ یہ ٹرید کی شکل میں ہو، اسی موقع پر آیات حجاب بھی نازل ہوئی تھیں، جس کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیات حجاب کی حقیقت سے میں سب سے زیادہ واقف ہوں، کیوں کہ میں اس واقعہ میں حاضر تھا، جب کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد رخصت ہو کر حرم نبوی میں داخل ہوئیں، اور وہ مکان میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ موجود تھیں، آنحضرت ﷺ نے ولیمہ کے لئے کچھ کھانا پکوا یا، اور لوگوں کو دعوت دی، کھانے کے بعد کچھ لوگ وہیں جم کر آپس میں باتیں کرنے لگے، ترمذی کی روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ بھی وہیں تشریف فرما تھے اور ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بھی اسی جگہ موجود تھیں جو حیاء کی وجہ سے دیوار کی طرف اپنا رخ کئے بیٹھی تھیں، ان لوگوں کے اس طرح دیر تک بیٹھنے سے حضرت رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوئی، آنحضرت ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور دوسری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے پاس ملاقات و سلام کے لئے تشریف لے گئے، جب آنحضرت ﷺ پھر گھر میں واپس آئے تو یہ لوگ

و میں موجود تھے، آنحضرت ﷺ کے لوٹنے کے بعد ان لوگوں کو احساس ہوا، تو منتشر ہو گئے، حضرت رسول اللہ ﷺ مکان کے اندر تشریف لائے تھوڑا سا وقت گزرا تھا کہ آنحضرت ﷺ پھر باہر تشریف لائے میں وہاں موجود تھا، آنحضرت ﷺ نے آیت حجاب جو اسی وقت نازل ہوئی تھیں پڑھ کر سنائی "یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الیہ" اے ایمان والو! نبی کے گھر میں (بلا اجازت) داخل نہ ہو الا یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی اجازت دے دی جائے وہ بھی اس طرح کہ تم اس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو، لیکن جب تمہیں دعوت دی جائے تو جاؤ پھر جب کھانا کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو، اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔ (معارف القرآن: ۷/۷)

### حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ

{۳۰۷} وَعَنْهُ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْتَقَ

صَفِيَّةً وَتَزَوَّجَهَا وَجَعَلَ عَتَقَهَا صَدَاقَهَا أَوْلَمَ عَلَيْهَا بِحَيِّسٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۷۷۷، باب الولیمة ولو بشاة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۱۶۹، مسلم شریف: ۱/۴۵۹، باب فضیلة اعتقاء امته ثم يتزوجها، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۱۳۶۵۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو جناب حضرت رسول

اکرم ﷺ نے آزاد کیا، پھر ان سے نکاح کیا، اور ان کی آزادی کو ان کا مہر مقرر کیا، اور عیس کے ساتھ ان کا ولیمہ کیا۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** جنگ خیبر میں جب مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، تو یہودی سردار حسی بن اخطب کی

بیٹی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بھی بطور باندی کے حاضر خدمت ہوئیں، آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کر کے ان پر احسان کیا، پھر ان کو اپنے نکاح میں لے کر خصوصی اعزاز عطا کیا، ان کا مہر ان کی آزادی ہی کو مقرر کیا، اس کا تعلق آنحضرت ﷺ کی خصوصیات سے ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے کھجور، گھی اور پنیر سے بنا ہوا کھانا کھلا کر دعوت ولیمہ فرمائی، جو ایک قسم کے حلوے کی شکل کا کھانا ہے یہ گھی کھجور اور پنیر سے بنتا ہے۔

## عشق مہر بن سکتا ہے یا نہیں

ایک شخص اپنی باندی کو آزاد کر کے نکاح کر لیتا ہے اور آزادی ہی کو مہر بنا لیتا ہے تو یہ آزادی مہر بن جائے گی یا نہیں؟ امام احمد و اسحاق کے نزدیک یہ عشق مہر بن جائے گا، حافظ عینی نے سفیان ثوری اور امام ابو یوسف کا بھی یہی مذہب نقل کیا ہے، امام ابو حنیفہ امام محمد اور مالک کے نزدیک یہ عشق مہر نہیں بنے گا بلکہ مہر مثل دینا پڑے گا، اگر باندی کو نکاح کی شرط پر آزاد کیا لیکن باندی نے آزاد ہو کر نکاح سے انکار کر دیا تو امام ابو حنیفہ اور امام شافعی کے نزدیک باندی کو اپنی قیمت ادا کرنی پڑے گی، امام مالک و زفر کے نزدیک قیمت بھی ادا نہیں کرنی پڑے گی۔ (اعلاء السنن: ۸۴/۱۱)

حاصل یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک عشق مہر بن جاتا ہے، امام ابو حنیفہ امام مالک اور امام شافعی کے مشہور قول کے مطابق نہیں بن سکتا۔

حنفیہ کی دلیل پہلے دی جا چکی ہے آیت قرآنی "وَاحْلَلْ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ" (الایۃ) ان عورتوں و چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (جو مہر) خرچ کر کے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو بشرطیکہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کا رشتہ قائم کر کے عفت حاصل کرو صرف شہوت نکالنا مقصود نہ ہو۔ (سورہ النساء) لہذا مہر کا مال ہونا ضروری ہے، اور عشق مال نہیں ہے، امام احمد وغیرہ زیر بحث حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کیا اور آزادی ہی کو مہر بنایا تھا۔

**جواب: (۱)** یہ بات کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آزادی کو مہر بنایا گیا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اپنے ظن اور تخمین سے فرمائی ہے چونکہ اس نکاح میں کوئی مہر مقرر نہیں ہوا تھا، اس لئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خیال فرمایا کہ شاید آزادی ہی مہر ہو، انہوں نے صراحتاً آنحضرت ﷺ کو نہیں سنا کہ وہ آزادی کو مہر بنا رہے ہوں صحیح بخاری کے اندر جو حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو یہی پتہ نہیں تھا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہیں یا آنحضرت ﷺ کی ملوکہ ہیں، جب ان کے لئے الگ پردے کا انتظام کیا گیا تو پتہ چلا کہ ام المؤمنین ہیں، جب ان کو اس سے پہلے نکاح کا ہی علم نہ ہوا تھا تو

یہ کیسے پتہ چل گیا کہ آزادی کو مہر بنایا گیا تھا۔

(۲) اگر مان لیا جائے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں عتق ہی کو مہر بنایا گیا تھا، تو جواب یہ ہے کہ یہ آنحضرت ﷺ کی خصوصیت پر محمول ہے، آنحضرت ﷺ کے نکاح میں مہر مالی کا ہونا ضروری نہیں آنحضرت ﷺ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو آپ کے لئے ہبہ کر دے یعنی بغیر مہر کے نکاح کر لے تو نکاح ہو جائے گا، اور مہر واجب نہیں ہوگا۔ جبکہ عام آدمی اس طرح کرے تو مہر مثل واجب ہوگا قرآن کریم میں ”وَأَمْرًاۃً مُّؤْمِنَةًۢ إِنۡ وَهَبْتَ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِیْنَ“ نیز کوئی مسلمان عورت جس نے مہر کے بغیر نبی کو اپنے آپ سے نکاح کرنے کی پیش کش کی ہو، بشرطیکہ نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ (سورۃ الاحزاب) جب نبی کا نکاح مہر سے بالکل خالی ہو سکتا ہے تو عتق بدرجہ اولیٰ بطریق اولیٰ نبی کے نکاح میں مہر بنایا جاسکتا ہے بطور خصوصیت کے۔ (عمدة القاری: ۸۱/۲۰، اشراف التوہج: ۲/۴۵۸)

## ولیمہ میں دعوت دینا

{۳۰۷۲} وَعَنْهُ قَالَ أَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ خَيْبَرَ وَالْمَدِينَةِ ثَلَاثَ لَيَالٍ يُبْنَى عَلَيْهِ بِصَفِيَّةَ فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وَلِيمَتِهِ وَمَا كَانَ فِيهَا مِنْ خُبْزٍ وَلَا لَحْمٍ وَمَا كَانَ فِيهَا إِلَّا أَنْ أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فَبُسِطَتْ فَأُلْقِيَ عَلَيْهَا التَّمْرُ وَالْأَقِطُ وَالسَّمْنُ. (رواه البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۶۰۶، باب غزوة خیبر، کتاب المغازی، حدیث

نمبر: ۴۲۱۳۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ غیر اور مدینہ منورہ کے درمیان تین رات ٹھہرے اور وہیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شب زفاف گذاری، میں نے آنحضرت ﷺ کے ولیمہ میں شرکت کے لئے لوگوں کو بلایا، دعوت ولیمہ میں نہ روٹیاں تھیں اور نہ گوشت تھا، آنحضرت ﷺ نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا، جب دسترخوان بچھ گیا تو اس پر

کھجور، پنیر اور گھی رکھا گیا۔ (بخاری)

**تشریح:** آنحضرت ﷺ نے غزوہ خیبر سے واپس ہوتے ہوئے ”مقام صہبا“ میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، اور وہیں پر آنحضرت ﷺ نے شب زفاف گزارنے کے بعد ولیمہ فرمایا، آنحضرت ﷺ کا دسترخوان کشادہ اور وسیع تو ضرور تھا، لیکن اس پر انواع و اقسام کے پر تکلف کھانے نہیں تھے، بلکہ کھجور، پنیر اور گھی کا مجموعہ جس تھا، یہ آنحضرت ﷺ کے کمال زہد کی دلیل ہے۔

**یبنى عليه بصفية:** غزوہ خیبر کے موقع پر جب قلعہ قموص فتح ہوا تو اس میں صفیہ بنت حنی بن اخطب اور ان کی دو چچا زاد بہنیں بھی گرفتار ہوئیں، صفیہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجہ تھیں، تھوڑے ہی دنوں پہلے ان کا نکاح ہوا تھا، غزوہ خیبر کے موقع پر ان کے باپ اور شوہر وغیرہ قتل ہو گئے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے مشورہ سے آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے لئے منتخب فرمایا۔

### حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا خواب

قید ہونے کے وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر نیلا داغ تھا، اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ چند روز پہلے میں نے خواب دیکھا تھا کہ چاند میری گود میں آگیا ہے، اپنے شوہر سے میں نے ذکر کیا تو اس نے طمانچہ مارا کہ تو بادشاہ مدینہ کی تمنا کرتی ہے، حالانکہ مجھے آنحضرت ﷺ کے بارے میں کچھ علم نہ تھا، آنحضرت ﷺ نے ان کو آزاد کیا اور نکاح فرما کر ان سے غلوت فرمائی، غلوت کی پہلی رات حضرت ابوالیوب انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ چوں کہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے باپ، بھائی اور شوہر سب اسی غزوہ میں مارے گئے ہیں، لہذا ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ کچھ شرارت نہ کرے، حضور ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور ابوالیوب رضی اللہ عنہ کو دعاء سے نوازا۔ (نصر الباری)

### ولیمہ اور حجاب

غلوت کے بعد آنحضرت ﷺ نے دعوت ولیمہ کا اہتمام فرمایا، اس میں آنحضرت ﷺ

نے کھجور، پنیر اور گھی کا نظم فرمایا، اور اس سے مراد "حیس" کھانا جو ان چیزوں سے مل کر بنتا ہے جیسا کہ گذشتہ روایت میں اس کا ذکر ہے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں سے کچھ لوگوں کو تردد تھا کہ وہ آنحضرت ﷺ کی بیوی ہیں یا باندی؟ طے ہوا کہ اگر وہ حجاب میں رہیں تو بیوی ہیں ورنہ باندی ہیں، جب روانگی ہوئی تو اونٹ پر کسپڑا کھینچ کر حجاب کیا گیا، اس سے سب نے سمجھ لیا کہ یہ آنحضرت ﷺ کی زوجہ یعنی ام المؤمنین ہیں۔

## دعوت ولیمہ قبول کرنا چاہئے

اجابت ولیمہ کے بارے میں روایت مختلف ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے، کچھ لوگ سنت قرار دیتے ہیں، لیکن یہ اختلاف نفس دعوت قبول کرنے کے اعتبار سے ہے، کھانا واجب نہیں ہے، وہ تو مستحب ہے، اگر کسی مجبوری کی بنا پر دعوت قبول کرنا ممکن نہ ہو تو جس وقت دعوت دی جائے اسی وقت عذر کر دینا چاہئے۔ (تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔)

## مختصر ولیمہ

{۳۰،۳} وَعَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ أَوْلَمَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَعْضِ نِسَائِهِ يُمَدُّنَ مِنْ شَعِيرٍ. (رواه

البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۷۷۷، باب من او لم باقل من شاة، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۵۱۷۲۔

**ترجمہ:** حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی بعض بیوی کا ولیمہ دو مد جو کے ساتھ کیا۔ (بخاری)

**تشریح:** اس حدیث میں جن بیوی کے ولیمہ کا ذکر ہے وہ غالباً حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں، چونکہ آنحضرت ﷺ نے ولیمہ میں کبھی بھی تکلف کے ساتھ کام نہیں لیا، جس موقع پر سہولت سے جو میسر آیا



اسی سے آنحضرت ﷺ نے ولیمہ فرمایا، لہذا ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد آنحضرت ﷺ نے بہت ہی مختصر ولیمہ کیا اور وہ دو مد جو کے ستو سے ہوا۔

**بمدين من شعير:** ولیمہ حسب استطاعت کرنا چاہئے، اس کی کوئی حد متعین نہیں ہے، اسراف سے بچتے ہوئے ہر مقدار جائز ہے، آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں ایک بکری ذبح کر کے وسعت فرمائی، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں عیس کھلا کر متوسط درجہ کا ولیمہ کیا، اور حدیث باب میں ہے کہ دو مد یعنی چار رطل ستو کا آنا خرچ کیا یہ نہایت مختصر ولیمہ ہے۔

## دعوت ولیمہ قبول کرنا

{۳۰،۴} وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى الْوَلِيمَةِ فَلْيَأْتِهَا. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ فَلْيُجِبْ عُرْسًا كَانَ أَوْ نَحْوَهَا.

**حوالہ:** بخاری شریف: ۷۷۷/۲، باب حق اجابة الولیمة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۱۷۳، مسلم شریف: ۴۲۳/۱، باب الآخر باجابة الداعی، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۲۲۹۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی شخص دعوت ولیمہ میں بلایا جائے تو اس کو اس میں شریک ہونا چاہئے۔ (بخاری و مسلم) مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ اس کو دعوت قبول کرنا چاہئے، خواہ دعوت ولیمہ ہو یا کوئی اور دعوت ہو۔

**تشریح:** اذا دعی احدکم الی الولیمة: شادی کے بعد دعوت ولیمہ میں اگر کوئی مدعو کیا گیا تو بعض لوگوں کے نزدیک جانا واجب نہیں ہے اور بعض کے نزدیک جانا مستحب ہے، البتہ کھانا کھانا واجب نہیں ہے، زیادہ سے زیادہ مستحب ہے، بغیر عذر دعوت قبول نہ کرنے والے کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله" جس شخص نے دعوت

قبول نہ کی، اس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی، لیکن اس سے مراد وہ دعوت ہے جو کہ ہر طرح اسراف و رسومات اور خلاف شرع امور سے خالی ہو، اگر کسی دعوت میں خلاف شرع امور کی انجہام دہی ہو رہی ہو تو ایسی دعوت میں نہ جانا بہتر ہے۔

**کان او نحوہ:** دعوت میں شرکت کرنا چاہئے، خواہ ولیمہ کی دعوت ہو یا کسی اور دعوت میں بلایا گیا ہو، امام نووی نے قاضی عیاض سے ولیمہ کے علاوہ دوسری دعوت کے بارے میں جمہور کا مسلک عدم وجوب کا نقل کیا ہے، اہل فلوہر کے نزدیک ہر دعوت کی اجابت واجب ہے تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

**تنبیہ:** ختنہ کی دعوت کا آج کل بہت چلن ہے، لیکن یہ سنت سے ثابت نہیں ہے، ایک صحابی کو کسی نے ختنہ کی دعوت میں شرکت کے لئے مدعو کیا، تو ان صحابی نے شرکت سے انکار کیا، لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا: ”انا کنا لانا فی الختان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ندعی لہ۔“ رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں نہ تو ہم ختنہ کی دعوت میں جاتے تھے، اور نہ ہی بلائے جاتے تھے، معلوم ہوا کہ ختنہ کی دعوت کرنا یا قبول کرنا متحب نہیں ہے۔ (انوار المصباح: ۶/۴۰)

## دعوت میں کھانا کھانا

{۳۰،۵} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دُعِيَ أَحَدُكُمْ إِلَى طَعَامٍ فَلْيُجِبْ فَإِنْ شَاءَ طَعِمَ وَإِنْ شَاءَ تَرَكَ. (رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۴۲۳، باب الأمر باجابة الداعی، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۱۴۳۰۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اس کو چاہئے کہ دعوت قبول کرے، پھر اگر چاہے تو کھائے اور اگر چاہے تو نہ کھائے۔ (مسلم)

**تشریح:** فلیجب: دعوت قبول کرے اور جائے، ابن ملک کہتے ہیں کہ امر وجوب کے لئے

ہے لیکن دعوت قبول کرنا اس وقت واجب ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو، اور اگر کوئی عذر ہے مثلاً دعوت کی جگہ دور ہے تو نہ جانے میں کوئی حرج نہیں ہے، جمہور علماء کے نزدیک یہ امر وجوب کیلئے نہیں ہے، بلکہ انتخاب کے لئے ہے، "فان شاء طعمہ" اگر خواہش نہیں تو کھانا نہ کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر پہلے سے نہ کھانے کا عزم ہے یا شرکت نہ کرنے کا ارادہ ہے تو داعی سے بتا دینا چاہئے تاکہ اس کے حصہ کا کھانا نہ پکائے۔

## بدترین ولیمہ

{۳۰۷۶} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيْمَةِ يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۷۸/۲، باب من ترک الدعوة، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۱۷۷، مسلم شریف: ۴۶۲/۱، باب الامر باجابة الداعی، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۳۲۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ سب سے برا کھانا اس ولیمہ کا کھانا ہے، جس میں مالداروں کو بلایا جائے، اور غریبوں کو چھوڑا جائے، جس شخص نے دعوت قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** اس حدیث میں ان لوگوں کی مذمت ہے جو صرف مالداروں کو دعوت ولیمہ میں بلا تے ہیں، لہذا داعی کو چاہئے کہ مالداروں کے ساتھ فقراء کو بھی دعوت ولیمہ میں بلا تے، اسی طرح ان لوگوں کو بھی تنبیہ کی گئی ہے، جو بلا کسی عذر کے دعوت میں شرکت نہیں کرتے، لہذا مدعو کو چاہئے کہ وہ دعوت میں شرکت کرے اور اگر کسی کو کوئی عذر ہے تو داعی سے معذرت کر لے۔

**فقہ عصی اللہ ور سولہ:** حدیث کے اس جز سے استدلال کر کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ دعوت ولیمہ قبول کرنا واجب ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جب کہ کوئی عذر نہ ہو، جمہور کے نزدیک دعوت ولیمہ مستحب ہے لازم نہیں۔ (مرقاۃ: ۶/۳۳۰)

## بن بلائے مہمان کا حکم

{۳۰۷۷} وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكَلِّمُ أَبَا شُعَيْبٍ كَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَامٌ فَقَالَ اصْنَعْ لِي طَعَامًا يَكْفِي خَمْسَةَ لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَامِسَ خَمْسَةٍ فَصَنَعَ لَهُ طَعِيمًا ثُمَّ أَتَاهُ فَدَعَاكَ فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا شُعَيْبٍ إِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا فَإِنْ شِئْتَ أَذْنُتُ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتُهُ قَالَ لَا بَلْ أَذْنُتُ لَهُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۲۱/۲، باب الرجل يدعى الى الطعام، كتاب الاطعمة، حديث زهير: ۵۲۶۱، مسلم شریف: ۱۷۶/۲، باب ما يفعل الضيف اذا تبعه، كتاب الاشربة، حديث نمبر: ۲۰۳۶۔

**ترجمہ:** حضرت مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی کی کنیت ابو شعیب رضی اللہ عنہ تھی ایک قصائی ان کا غلام تھا، انہوں نے اس غلام سے کہا کہ میرے لئے اتنا کھانا پکاؤ کہ جو پانچ آدمی کے لئے کافی ہو جائے تاکہ میں حضرت رسول اکرم ﷺ کی دعوت کروں، اور آنحضرت ﷺ ان پانچ آدمیوں میں سے ایک ہوں گے، چنانچہ اس غلام نے ان کے واسطے تھوڑا سا کھانا پکا دیا، پھر ابو شعیب رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنحضرت ﷺ کو دعوت دی ایک شخص مزید آنحضرت ﷺ کے ساتھ چلا گیا تو حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو شعیب بے شک ایک صاحب ہمارے ساتھ چلے آئے ہیں، اگر تم چاہو تو ان کو اجازت دو اور اگر چاہو تو اس کو چھوڑ دو، ابو شعیب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ میں ان کو اجازت دیتا ہوں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** ان رجلا تبعنا: ابو شعیب رضی اللہ عنہ نے پانچ آدمیوں کی دعوت کی تھی، راستہ میں آنحضرت ﷺ کو ایک صاحب اور مل گئے اور ساتھ ہو لئے، ان کو شاید معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ دعوت میں جا رہے ہیں یہ تو آنحضرت ﷺ کی صحت سے فائدہ اٹھانے کی غرض سے ساتھ ہو لئے تھے،

اور حضور ﷺ کی شان کریمی سے یہ بات بعید تھی کہ آنحضرت ﷺ از خود ان کو منع فرماتے، چنانچہ داعی کے گھر پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے ان کے لئے اجازت طلب کی، اجازت مل گئی تو ان کو بھی طعام میں شریک کیا، یہیں سے معلوم ہوا کہ بن بلائے نہ دعوت میں جانا چاہئے اور نہ کسی کو لے جانا چاہئے، ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”من دخل علی غیر دعوة دخل سارقاً و خرج مغیراً“ جو شخص بلا دعوت داخل ہوا چور بن کر داخل ہوا اور ڈاکو بن کر نکلا۔ یعنی چور اور لٹیئر کسی کے گھر میں کھسنے کی وجہ سے جس طرح گنہگار ہوتا ہے، اسی طرح غیر مدعو شخص بھی اس غیر اخلاقی فعل کی وجہ سے گنہگار ہوتا ہے، اور اگر چپکے سے کھا کر چلا آیا تو اس نے درحقیقت چوری ہی کی۔

**نوائے:** اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہونیں۔

(۱)..... کسی بھی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کی دعوت میں بن بلائے پہنچ جائے، اور اسی طرح کسی مہمان کے لئے بھی جائز نہیں ہے کہ وہ کسی بن بلائے شخص کو اپنے ساتھ دعوت میں لے جائے ہاں اگر میزبان نے اس بات کی صریح اجازت دی ہو یا کوئی ایسی دعوت ہو جہاں اذن عام ہو یا مہمان یہ جانتا ہو کہ اگر میں کسی شخص کو اپنے ساتھ لے آؤں تو میزبان کی مرضی کیخلاف نہ ہوگا، تو ان صورتوں میں اپنے ساتھ لے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲)..... صاحب خانہ کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں۔

(۳)..... اگر کوئی شخص چند مخصوص آدمیوں کی دعوت کرے اور انکے ساتھ کوئی بن بلائے شخص بھی ساتھ ہو جائے تو ان مہمانوں کے لئے یہ مستحب ہے کہ میزبان سے اس کی اجازت لے لے۔

(۴)..... داعی سے اگر کسی کے بارے میں اجازت لی جائے تو اگر اس کو کسی قسم کی زحمت نہ ہو تو اس کو اجازت دیدینا چاہئے اور اگر کسی طرح کی پریشانی ہو تو پھر نرمی کے ساتھ واپس کر دینا چاہئے۔

**تنبیہ:** آج کل مدارس کے جلسوں میں بہت سے حضرات خواص کے کھانوں میں پہنچ جاتے ہیں اور داعی کو سخت تکلیف اور شرمندگی ہوتی ہے۔

(۲)..... کسی اجلاس میں شرکت کی موقع پر بہت سے علماء حضرات بھی شرط لگاتے ہیں کہ میں بیان کے بعد کھانا کھاؤنگا بیان کسی کا رات کو ۱۱ بجے ختم ہوتا ہے کسی کا ۱۲ بجے کسی کا ۱۱ یا ۱۲ بجے وہ اسی وقت

کھانے کے لئے پہنچتے ہیں جس سے میزبان کو اور اس کے اہل خانہ کو سخت تکلیف پہنچتی ہے سب گھروالوں کی پوری رات برباد ہوتی ہے انکو بار بار کھانا گرم کرنا پڑتا ہے بہت دفعہ کھانا ختم ہو جاتا ہے، چونکہ ہر ایک عالم واعظ کے ساتھ پورا قافلہ ہوتا ہے مہمان کے لئے میزبان کی رعایت اور اس کو اذیت سے بچانا بھی انتہائی ضروری ہے۔

## {الفصل الثانی}

### ستوار کھجور کا ولیمہ

{۳۰۷۸} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَوْلَمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِسَوِيْقٍ وَتَمْرٍ - (رواه احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجه)

**حوالہ:** مسند احمد: ۳/۱۱۰، ترمذی شریف: ۱/۲۰۸، باب ماجاء فی

الولیمة، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۰۹۵، ابوداؤد شریف: ۵۲۶، باب فی استحباب

الولیمة، کتاب الأطعمه، حدیث نمبر: ۳۷۴۲، ابن ماجه شریف: ۱۳۷، باب الولیمة،

کتاب النکاح۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے حضرت

صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ ستوار کھجور کے ساتھ کیا تھا۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجه)

**تشریح:** آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا ولیمہ بہت مختصر کیا تھا، چونکہ

آنحضرت ﷺ تکلف کو پسند نہیں کرتے تھے، لہذا جو میسر آتا اسی سے ولیمہ فرماتے تھے، حضرت

صفیہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت ﷺ کا نکاح خیبر سے واپسی میں ہوا تھا، لہذا اس وقت کھجور اور ستو ہی جیسی

چیزیں میسر تھیں، لہذا آنحضرت ﷺ نے ان ہی چیزوں پر اکتفا کیا۔

**بیوقوف و تمر:** آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں بکری ذبح کی اور

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں کھجور اور ستو سے ولیمہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص چند نکاح کر رہا ہے تو ہر ایک نکاح کے بعد ولیمہ میں برابری لازم نہیں ہے، حب گنبدائش ولیمہ کرنے میں تکلف سے کام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

## تعارض مع دفع تعارض

ما قبل میں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ کی سلسلہ میں یہ بات گزری کہ ”واولم علیہا بحیس“ یعنی آنحضرت ﷺ نے ولیمہ ”حیس“ کھانا کھلا کر کیا، اور یہاں کھجور اور ستو کا ذکر ہے، دونوں میں بظاہر تعارض ہے۔

**جواب:** ولیمہ میں ”حیس“ کھانا بھی تھا جو کہ کھجور، گھی اور پنیر سے مل کر بنتا ہے، اور یہ طوے کی شکل میں ہوتا ہے اور ستو کھجور بھی تھا، کبھی کسی کو ذر کر کیا اور کبھی کسی کو، درحقیقت اس میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۴۲)

## کس دعوت سے اجتناب کرنا چاہئے

{۳۰۷۹} وَعَنْ سَفِينَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا ضَافَ عَلَى بَنِي طَالِبٍ فَصَنَعَ لَهُ طَعَامًا فَقَالَتْ فَاطِمَةُ لَوْ دَعَوْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَكَلْ مَعَنَا فَدَعَوْهُ فَجَاءَ فَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى عِضَادَتِي الْبَابِ فَرَأَى الْقِرَامَ قَدْ ضُرِبَ فِي نَاحِيَةِ الْبَيْتِ فَرَجَعَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَتَبِعْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا رَدَّكَ قَالَ إِنَّهُ لَيْسَ لِي أَوْلِيٌّ أَنْ يَدْخُلَ بَيْتًا مُرَوَّعًا۔ (رواہ احمد وابن ماجہ)

**حوالہ:** احمد: ۲۲۰/۵/۲۲۱، ابن ماجہ، ۲۴۱، باب اذرای الضیف منکرا

رجع، کتاب الطعمۃ، حدیث نمبر: ۳۳۶۰۔

**ترجمہ:** حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مہمان ہوا، تو حضرت رسول اکرم ﷺ نے اس کیلئے کھانا تیار کیا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اگر ہم حضرت

رسول اللہ ﷺ کو بلا لیں اور آپ بھی ہمارے ساتھ کھانا کھالیں تو بہت اچھا ہو جائے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کو بلا یا گیا تو آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ نے دروازے کے دونوں بازوؤں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے تو آنحضرت ﷺ کی نظر اس پردہ پر پڑی جو گھر کے ایک کونے میں لٹکا ہوا تھا، اور آنحضرت ﷺ یہ دیکھ کر واپس ہو گئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے پیچھے گئی اور میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آنحضرت ﷺ کا واپس لوٹنا کس بنا پر ہوا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے لئے یا فرمایا کسی نبی کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ زینت والے گھر میں داخل ہو۔ (احمد، ابن ماجہ)

**تشریح:** دعوت کی جگہ میں یا خود دعوت میں کوئی ایسی بات ہو جس سے مدعو کا وقار مجروح ہوتا ہو یا زہد و تقویٰ کی خلاف کسی عمل کا ارتکاب ہوتا ہو تو مدعو کیلئے درست ہے کہ وہ اس دعوت میں شرکت نہ کرے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی دلاری بیٹی تھیں، انہوں نے بڑی محبت سے آنحضرت ﷺ کو اپنے گھر کھانا کی دعوت دی تھی لیکن آنحضرت ﷺ صرف اس وجہ سے ان کے گھر سے واپس آ گئے کہ ان کے گھر میں ایسا پردہ پڑا تھا جس سے بے جاد نیوی زیب و زینت کا اظہار ہوتا تھا، چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام بہت بلند ہے، لہذا آنحضرت ﷺ کو ان کی طرف سے ذرا سی زیب و زینت بھی گوارا نہیں ہوئی، اور آنحضرت ﷺ نے ایسی دعوت میں شرکت کرنا گوارہ نہیں فرمایا۔

**ایس لی اولنبی ان یدخل بیتا مزوقا:** کسی نقش و نگار سے آراستہ گھر میں داخل ہونا نبی کے شایان شان نہیں ہے، بعض شارحین نے نقل کیا کہ وہ پردہ منقش تھا، اس لئے آنحضرت ﷺ کو ناگوار ہوا، جب کہ بعض نے کہا کہ وہ پردہ اسی طرح ڈالا گیا تھا، جیسے دلہن کے لئے آراستہ کیا ہوا کمرہ ہو یہ چیز آنحضرت ﷺ کو گراں گذری بہر حال چوں کہ یہ عمل خلاف اولی تھا، لہذا آنحضرت ﷺ نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور آنحضرت ﷺ واپس آ گئے، ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کا معمول تھا کہ جب آنحضرت ﷺ سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے اپنی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات کے لئے جاتے ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف



لا رہے تھے کہ ان کے گھر پر آنحضرت ﷺ کو ایک منقش پردہ لٹکا ہوا نظر آیا، چنانچہ آنحضرت ﷺ واپس ہو گئے، بعد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”وما انا والدنیا واما انا والرقم“ مجھے دنیا اور اسکی زیب و زینت سے کیا سروکار ہے، اور مجھے پھول بوٹوں سے کیا مناسبت ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے یہ بات پائی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ جا کر معلوم کریں کہ میں اس پردہ کا کیا کروں؟ پوچھنے پر آنحضرت ﷺ نے بتایا کہ فلاں گھرانے میں بھیج دو، یہاں پر یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ دروازہ پر پردہ ہونا معیوب نہیں ہے، بلکہ نقش و نگار اور بے جازیب و زینت کی مسانعت مقصود ہے اور اس سے بچنے کی تاکید ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۴۳)

### بن بلائے دعوت میں جانے والا

{۳۰۸۰} وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَمْرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ دُعِيَ فَلَمْ يُجِبْ فَقَدْ عَصَى اللَّهَ وَرَسُولَهُ

وَمَنْ دَخَلَ عَلَى غَيْرِ دَعْوَةٍ دَخَلَ سَارِقًا وَخَرَجَ مُغِيرًا. (رواہ ابوداؤد)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۵۲۵/۲، باب ماجاء فی اجابة الدعوة، کتاب الاطعمة،

حدیث نمبر: ۳۷۲۱۔

**ترجمہ:** حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس شخص کی دعوت کی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی، اور جو شخص بن بلائے دعوت میں شریک ہو تو وہ چور کی شکل میں داخل ہوا اور ڈاکو کی صورت میں باہر نکلا۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** من دعی: دعوت دی جائے تو قبول کرنا چاہئے، ترمذی میں آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے ”اتوا الدعوة اذا دعیتہم“ جب تمہیں دعوت میں بلایا جائے تو دعوت میں جاؤ، اگر کوئی مجبوری ہے جس کی وجہ سے دعوت قبول کرنے میں پریشانی ہے تو جس وقت دعوت دی جائے اسی وقت

عذر کر دینا چاہئے، ”ومن دخل علی غیر دعوة“ آنحضرت ﷺ نے بن بلائے دعوت میں جانے والے کو چور کے مانند قرار دیا ہے چوں کہ چوری میں ”اخفا“ یعنی پوشیدگی کے معنی ہوتے ہیں، اسی طرح بن بلائے دعوت میں جانے والا بھی چپکے سے داخل ہوتا ہے اس لئے اس کو ”سارق“ یعنی چور کہا ہے، اور داخل ہونے کے بعد جب سب کے ساتھ اس نے بیٹھ کر کھالیا اور لوگوں کو اس کے بارے میں معلوم ہو گیا تو چوں کہ راز کھل گیا، اور لوگوں کے علم میں بات آگئی تو اب ڈاکو کے مانند ہو گیا اسی لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ داخل ہونے کے وقت چور کی طرح ہے، اور نکلنے کے وقت ڈاکو کے مانند ہے لیکن آج کل دعوت میں بسا اوقات بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے کچھ لوگ چپکے سے کھا کر کھسک لیتے ہیں، لہذا آتے اور جاتے وقت ان کی حالت چور ہی کی طرح ہوتی ہے۔ (الدر المنضود: ۵۰/۶، مرقاۃ: ۳۴۴/۶، التعلیق: ۴۸)

## پہلے داعی کا حق مقدم ہے

{۳۰۸} وَعَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اجْتَمَعَ الدَّاعِيَانِ فَأَجِبْ أَقْرَبَهُمَا بَابًا وَإِنْ سَبَقَ أَحَدُهُمَا فَأَجِبِ الذِّئْبِ سَبَقَ۔ (رواہ احمد و ابو داؤد)

حوالہ: احمد: ۵/۴۰۸، ابو داؤد شریف: ۲/۵۲۷، باب اذا اجتمع مع داعیان،

کتاب الاطعمة، حدیث نمبر: ۳۷۵۶۔

**ترجمہ:** حضرت نبی کریم ﷺ کے اصحاب میں سے ایک شخص سے راایت ہے کہ بلاشبہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب دو دعوت دینے والے جمع ہو جائیں، تو اس کی دعوت قبول کرو جو ان میں سے دروازہ کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے، اور اگر ان میں سے ایک نے پہلے دعوت دی ہے، تو اس کی دعوت قبول کرو جس نے پہلے دعوت دی ہے۔ (احمد، ابو داؤد)

**تشریح:** یعنی اگر ایک ہی وقت میں دو شخصوں کی طرف سے دعوت آئے تو کس کی منظور کی جائے۔

تو حاصل کلام یہ نکلا کہ عقد سے پہلے کی دعوت صحیح ہے اور عقد کے بعد کی دعوت یعنی دعوت ولیمہ مسنون ہے، "وطعام یوم الثالث" تیسرے دن کی دعوت محض دکھاوا ہے۔  
دعوت ولیمہ کا تعلق درحقیقت عرف سے ہے، چونکہ ہمارے یہاں کا عرف ایک دن کا ہے، لہذا دوسرے دن دعوت کرنا دکھاوا ہے اگر کسی جگہ کا عرف دو دن سے زیادہ دعوت ولیمہ کرنے کا ہے تو وہاں تیسرے دن کرنا دکھاوا نہیں کہلائے گا۔

**دعوت ولیمہ کتنے دن مستحب ہے،** حدیث الباب میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "الولیمة اول یوم حق والثانی سنة والیوم الثالث سمعة وریاء" کہ ولیمہ پہلے دن حق ہے ثابت اور سنت موکدہ ہے اور دوسرے دن سنت ہے یعنی صرف مستحب غیر موکدہ اور تیسرے دن ثابت نہیں ہے بلکہ شہرت طلبی اور ریاکاری ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلے دن دعوت ولیمہ کی گئی تو آپ نے اس کو منظور فرمالیا اور دوسرے دن بھی منظور فرمالیا، اور تیسرے روز جب وہ دعوت کرنے کے لئے آیا تو اس کو منظور نہیں کیا بلکہ قاصد کو کنکری پھینک کر ماری اور فرمایا: ریاکار ہے۔

اس لئے عند الجہور جیسا کہ حدیث الباب میں ہے دعوت ولیمہ صرف دو دن ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سات روز تک ہے، "والیہ مال البخاری" چنانچہ انہوں نے اپنی صحیح میں ترجمہ قائم کیا ہے، "باب حق اجابة الولیمة ومن اولم سبعة ايام ونحوه، ولم یوقت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما ولا یومین" اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ابودود کی اوپر والی حدیث "والیوم الثالث سمعة وریاء" کے بارے میں فرمایا: "لا یصح اسنادہ، ولا یصح له صحبة، یعنی الزہیر الی آخر ما فی الابواب والتراجم: ۵/۲۴۰، فارجع الیہ لوشئت" نیز اس میں ہے کہ تیسرے دن ولیمہ کی اجابت مکروہ ہے اور دوسرے دن بھی معمولی درجہ کا استحباب ہے واجب قطعاً نہیں، اور بعض علماء کہتے ہیں کہ تیسرے روز ولیمہ کی کراہت جب ہے وہی شخص مدعو ہو جس کی دعوت پہلے ہو چکی ہے، اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "استحب اصحابنا لاهل السعة کونها اسبوعاً، قال وقال بعضهم، محله اذا دعی فی کل یوم من لم یدع قبلہ ولم یکرر

علیہم۔ یعنی مالکیہ کے نزدیک اصحاب وسعت اور مالداروں کے لئے ولیمہ سات روز تک کرنا متحب ہے اور بعض مالکیہ کے نزدیک سات روز تک استحباب اس صورت میں ہے جب کہ ہر دن الگ اور نئے لوگوں کی دعوت کی جائے، تکرار دعوت متحب نہیں۔ (الدر المنضود: ۵۲/۶)

حدیث الباب میں ہے۔ ”فاجب اقر بہما باباً، وان سبق احدهما فاجب الذی سبق“ یعنی جس کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو وہ زیادہ مستحق ہے اجابت دعوت کا قرب جو ارکبی وجہ سے اور اگر دو شخصوں کی طرف سے دعوت متعاقباً یعنی آگے پیچھے آئے تو جس کی طرف سے پیام پہلے پہنچے وہ زیادہ مستحق ہے۔ اور اگر ممکن ہو تو دونوں جگہ شریک ہو جائے۔ (الدر المنضود: ۵۵/۶، مرقاۃ: ۳۴۲/۶)

## شہرت کی دعوت

{۳۰۸۲} وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامُ أَوَّلِ يَوْمٍ حَقٌّ وَ طَعَامُ يَوْمِ الثَّانِي سُنَّةٌ وَ طَعَامُ يَوْمِ الثَّلَاثِ سُمْعَةٌ وَمَنْ سَمِعَ سَمِعَ اللَّهُ بِهِ۔ (رواہ الترمذی)

حوالہ: ترمذی شریف: ۲۰۸/۱، باب ماجاء فی الولیمة، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۰۹۷۔

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ پہلے دن کا کھانا حق ہے، دوسرے دن کا کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا دکھاوا ہے، جو شخص دکھاوا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا دکھاوا کریں گے۔ (ترمذی)

تشریح: طعام اول يوم حق: جو لوگ دعوت ولیمہ واجب کہتے ہیں ان کے نزدیک حق کے معنی لازم ہیں اور جو لوگ دعوت ولیمہ کو مسنون قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک ”حق“ کے معنی ثابت ہیں، یعنی پہلے دن دعوت ولیمہ صحیح ہے، ”و طعام يوم الثاني سنة“ دوسرے دن دعوت کرنا مسنون و متحب ہے یہاں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے دن کی دعوت عقد سے پہلے کی ہو اور دوسرے دن کی دعوت عقد کے بعد کی ہو۔

## دعوت میں مقابلہ کرنے والوں کی دعوت

{۳۰۸۳} وَعَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى مِنْ طَعَامِ الْمُتَبَارِكِينَ أَنْ يُؤْكَلَ. (رواه ابوداؤد) وَقَالَ مُحَمَّدٌ السُّنَّةُ وَالصَّحِيحُ أَنَّ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا.

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۵۲۷/۲، باب فی طعام المتباریین، کتاب الاطعمة،

حدیث نمبر: ۳۷۵۴۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ان دو لوگوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جو آپس میں فخر کا مقابلہ کرنے والے ہیں۔ (ابوداؤد) امام محمدی السنۃ فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ اس روایت کو عکرمہ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے مرسل روایت کیا ہے۔  
**تشریح:** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ فخر اور غرور اور آپس میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے اور اپنی بڑائی ثابت کرنے کی غرض سے دعوت کریں تو ایسے لوگوں کی حوصلہ شکنی کرنی چاہئے، اور ان کی دعوت قبول کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

**سوال:** ایسے اشخاص کی دعوت کھانے سے آنحضرت ﷺ نے کیوں منع فرمایا ہے؟

**جواب:** چونکہ ان کے اندر واضح طور پر ریاکاری کا جذبہ ہے لہذا اس کھانے سے بگاڑ پیدا ہوگا، اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کھانے کی ایک دعوت میں تشریف لے گئے واپسی پر حضرت عمر نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کاش میں اس دعوت میں شرکت نہ کرتا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ ایسا کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ یہ دعوت صرف فخر و مقابلہ کے طور پر کی گئی تھی۔ (مرقاۃ: ۶/۳۴۵)

## {الفصل الثالث}

### فخریہ دعوت

{۳۰۸۴} عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُتَبَارِيانِ لَا يُجَابَتَانِ وَلَا يُؤْكَلُ طَعَامُهُمَا قَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ يَعْنِي الْمُتَعَارِضَيْنِ بِالضِّيَافَةِ فَخَرًا وَرِيَاءً. (بيهقی فی شعب الایمان)

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان: ۵/۲۹، باب فی المطاعم والمشارب،

حدیث نمبر: ۵۸۰۳۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو فخر میں مقابلہ کرنے والوں کی دعوت قبول نہ کی جائے اور نہ ان کا کھانا کھایا جائے، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کی مراد وہ لوگ ہیں جو فخر اور ریا کی خاطر جھگڑا کرنے والے ہیں۔  
**تشریح:** ترجمہ سے واضح ہے۔

### فاسق کی دعوت قبول کرنا

{۳۰۸۵} وَعَنْ عُمَرَ ابْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ تَهْلِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ إِجَابَةِ طَعَامِ الْفَاسِقِينَ. (بيهقی فی شعب الایمان)

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان: ۵/۶۶، باب فی المطاعم والمشارب، حدیث

نمبر: ۶۰۶۷۔

**ترجمہ:** حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ (بیہقی)

**تشریح:** آنحضرت ﷺ نے فاسقوں کی دعوت یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانوں کی دعوت قبول کرنے سے منع کیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ ان کی حوصلہ شکنی ہو اور وہ ظلم و جور سے باز آئیں اور رزق حرام سے اجتناب کریں، فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے ان کی حوصلہ افزائی ہوگی اور ان کے اندر خود اعتسابی کا جذبہ پیدا نہ ہوگا۔

**الفاستقین:** فاسق سے مطلق فاسق مراد ہے خواہ وہ کسی بھی طرح کے گناہ کبیرہ کا علانیہ مرتکب ہو، اس کی دعوت قبول نہ کی جائے، فاسق کی دعوت قبول نہ کرنے کے دو فائدے ہیں۔

- (۱)..... چونکہ وہ فاسق ہے لہذا اس کا مال بھی مشتبہ ہے، لہذا پہلا فائدہ تو مال مشتبہ سے احتراز ہے۔
- (۲)..... دعوت رد کرنے میں اس کو ایک گونہ تنبیہ ہے، لہذا ممکن ہے کہ یہ چیز اس کی اصلاح کا اور دوسرے لوگوں کی اصلاح کا بھی ذریعہ بنے یہ دوسرا فائدہ ہے۔

## متقی کی دعوت قبول کرو

{۳۰۸۶} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ عَلَى أَخِيهِ الْمُسْلِمِ فَلْيَأْكُلْ مِنْ طَعَامِهِ وَلَا يَسْأَلْ وَيَشْرَبْ مِنْ شَرَابِهِ وَلَا يَسْأَلْ رَوْيَ الْأَحَادِيثِ الثَّلَاثَةِ الْبَيْهَقِي فِي شُعْبِ الْإِيمَانِ وَقَالَ هَذَا إِنْ صَحَّ فَلَاَنَّ الظَّاهِرَ أَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يُطْعِمُهُ وَلَا يَسْقِيهِ إِلَّا مَا هُوَ حَلَالٌ عِنْدَهُ.

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان: ۵/۶۷، باب فی المطاعم والمشارب، حدیث

نمبر: ۶۰۶۸۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے تو اس کے کھانے میں سے کھائے، اور جانچ پڑتال نہ کرے، اور اس کے پینے کی چیز میں سے پی لے، اور پوچھ گچھ نہ کرے، تینوں حدیثوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے، اور کہا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو وہی چیز کھلاتا ہے جو اس کے نزدیک حلال ہوتی ہے۔

**نشریح:** متقی مسلمان کے گھر جانے والا شخص بلا تحقیق اور بلا چون و چرا کئے اس چیز کو کھاپی سکتا ہے جو متقی مسلمان کی طرف سے اس کو کھانے کو دی جائے، متقی شخص کی روزی حلال ہی ہوگی، لہذا اس بارے میں تحقیق کرنے سے سوائے اس کے دل آزاری کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔

**اخیہ المسلم:** ”المسلم“ کی قید اسی غرض سے لگا دی ہے کہ وہ شخص نیک ہو، فاسق کی دعوت تو قبول ہی نہ کی جائے، اور جس شخص کے اصلاح و تقویٰ کا علم نہ ہو اس کے مال کے بارے میں مناسب طور پر تحقیق کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۴۶)

## دعوت ولیمہ کے بعض منکرات

(۱)..... انتہائی قیمتی کارڈ چھپوائے جاتے ہیں جو اسراف بیجا کے ساتھ ریاء و نمود میں بھی داخل ہے۔

(۲)..... بڑے بڑے ہوٹل اور شادی ہال بک کرائے جاتے ہیں اور اس پر لاکھوں کی رقم صرف کی جاتی ہے۔

(۳)..... ضرورت سے زائد روشنی اور بے انتہا زینت و زیبائش کی جاتی ہے جس پر بڑی رقم صرف ہوتی ہے۔

(۴)..... پچاسوں قسم کے کھانے بنائے جاتے ہیں جس کا اسراف ہونا ظاہر ہے۔

(۵)..... کھانوں سے بھری پلیٹیں کوڑے دان میں ڈال دی جاتی ہیں جس کا اسراف ہونا ظاہر ہے۔

(۶)..... عموماً کھانا کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے جو خلاف سنت ہے۔

(۷)..... بعض جگہ گانا بجانا بھی ہوتا ہے۔

(۸)..... بعض جگہ اس سے بھی بڑھ کر ناچنے والی بھی بلائی جاتی ہیں جس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

(۹)..... بعض جگہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے اور بے پردگی کی نوبت آتی ہے جس کا

حرام ہونا ظاہر ہے۔

(۱۰)..... بعض جگہ نوجوان لڑکیاں مہمانوں کا استقبال کرتی ہیں۔



(۱۱)..... بعض جگہ کھانا پانی، چائے وغیرہ پیش کرنے والی لڑکیاں بلائی جاتی ہیں جس کا حرام ہونا ظاہر ہے۔

(۱۲)..... بعض جگہ دولہا، دلہن بے پردہ بٹھائے جاتے ہیں اور دولہا کے ساتھ دلہن کو بھی غیر محرم لوگ سلامی کرتے ہیں مبارک باد دیتے ہیں بعض جگہ مصافحہ وغیرہ تک کرتے ہیں جو حرام ہونے کے ساتھ ساتھ انتہاء درجہ بے حیائی اور بے غیرتی بھی ہے۔

(۱۳)..... دعوت کی تمام کارروائی کی فلم بنائی جاتی ہے۔

(۱۴)..... اور پھر اس فلم کو غیر محرم نوجوان لڑکے اہتمام سے دیکھتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے ہیں۔

(۱۵)..... ان دعوتوں کی مشغولی میں عموماً نمازیں قضا ہوتی ہیں۔

(۱۶)..... جو زیادہ دیندار ہوئے جماعتیں تو ان کی بھی ترک ہو جاتی ہیں۔

(۱۷)..... بہت سے حضرات طویل سفر کر کے جاتے ہیں اور اس میں سفر کے مصارف برداشت کرنا پڑتے ہیں جو یقیناً پیسے کا اسراف اور ضیاع ہے۔

(۱۸)..... بہت سے حضرات ضروری کاموں کا حرج کر کے جاتے ہیں جس میں بعض دفعہ حقوق العباد بھی ضائع ہوتے ہیں۔

(۱۹)..... بعض دفعہ حضرات اساتذہ کرام اسباق چھوڑ کر شرکت کرتے ہیں جس میں سیکڑوں طلباء کا نقصان ہوتا ہے۔

(۲۰)..... بعض طلباء اپنے دوستوں اور ساتھیوں کی دعوت ولیمہ میں شرکت کرتے ہیں اور اسباق ناغہ کر دیتے ہیں اور مصارف سفر کے لئے بعض دفعہ قرض لیتے ہیں پھر حیلے بہانے سے اپنے والدین سے وصول کرتے ہیں۔

(۲۱)..... بعض لوگ بلا دعوت دعوت میں شریک ہوتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے ”دخل سارقاً وخرج مغیراً“ چور بنگر داخل ہوا اور لیٹرا بنگر نکلا۔

(۲۲)..... بعض دفعہ بعض نوجوانوں کا منشاء ہی بدظنی کرنا ہوتا ہے، اس لئے نوجوانوں کا بڑا مجمع پہنچ کر کھانے کو خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے جس سے کھانا ختم ہو جاتا ہے مہمان باقی رہ

جاتے ہیں ان کو کھانا نہیں ملتا دوبارہ کھانا تیار کرنے میں دیر لگتی ہے جس سے داعی کی بدنامی ہوتی ہے۔

(۲۳)..... کھانا کتنا ہی عمدہ اور بہترین ہو لیکن بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ کھانے میں فی اور نقص نکالتے ہیں اور شور مچاتے ہیں فلاں چیز ایسی تھی فلاں چیز ایسی تھی، انتظام میں یہ کمی تھی وغیرہ۔

(۲۴)..... بعض جگہ عورتیں مہینوں پہلے سے دعوت میں شرکت کی تیاری کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کو نئے جوڑے بنانے پر مجبور کرتی ہیں چونکہ جس جوڑے کو پہن کر ایک دعوت میں شرکت کر لی دوسری دعوت میں اسی جوڑے کو پہنکر شرکت کرنا کسر شان سمجھتی ہیں کہ عورتیں کیا کہیں گی کہ اس کے پاس اور کپڑے ہی نہیں شوہر مجبور ہو کر نیا جوڑا تیار کراتا ہے ورنہ گھر میں اودھم بازی شروع ہو جاتی ہے۔

(۲۵)..... دعوت میں ہر عورت کی کوشش اپنے کپڑوں اور زیوروں کی نمائش ہوتی ہے۔  
(۲۶)..... پھر ایک دوسری پر تبصرے ہوتے ہیں جس سے بعض دفعہ کسی کی دل آزاری تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

(۲۷)..... کسی کے کپڑے یا زیور پسند آگئے اپنے گھسرا کر اسی کا تذکرہ رہتا ہے، اور اس طرح کے کپڑے اور زیور بنانے کے لئے شوہر پر پورا زور ڈالا جاتا ہے۔ خواہ شوہر کو قرض ہی لینا پڑے۔  
(۲۸)..... بعض دفعہ ان دعوتوں کے لئے قرض بلکہ سودی قرض کی نوبت آ جاتی ہے۔

(۲۹)..... بعض دفعہ آدمی زمین بیچ کر یا دوکان یا مکان فروخت کر کے دعوت کا انتظام کرتا ہے۔  
(۳۰)..... قرض اور سودی قرض کے نتیجہ میں ایسے ہی زمین دوکان مکان فروخت کرنے کے نتیجہ میں خود اس کو اور اس کی اولاد کو جو پریشانیاں ہوتی ہیں وہ ظاہر ہیں۔

(۳۱)..... اور حاصل ان چیزوں کا یا اکثر کار یا نمود تفاخر اور شہرت پسندی کے علاوہ کچھ نہیں اسلئے ان تمام رسومات کو ترک کرنا ضروری ہے اور سادہ دعوت پر اکتفا کرے اور خاندان و برادری وغیرہ کے کہنے سننے کی کوئی پروا نہ کرے۔

خود دعوت میں شرکت کرنے والوں کو بھی غور کرنا چاہئے کہ جس دعوت میں ہم شرکت کر رہے ہیں

وہ ان مذکورہ منکرات و مفاسد سے خالی ہیں یا نہیں اور ہمارے اس دعوت میں شرکت کرنے سے اللہ تعالیٰ اور رحمت دو عالم ﷺ راضی ہوں گے یا ناراض۔

خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ نے عجیب شعر فرمایا ہے:

گو دشمن ہو زمانہ پروانہ چاہئے  
 بیش نظر تو مسرخی جانانہ چاہئے  
 اور اس اصول کو رکھ کر سامنے کر تو یہ فیصلہ  
 کیا تو کرنا چاہئے اور کیا نہ کرنا چاہئے



## {باب عشرۃ النساء وما لکل واحدة

### {من الحقوق}

#### عورتوں کے ساتھ رہن سہن اور ہر ایک عورت کے حقوق کا بیان

اس باب کے تحت چونتیس (۳۴) روایتیں درج کی گئی ہیں جو عورتوں کے ساتھ معاشرت، عورتوں کو مارنے کی ممانعت، شوہر اور عورت کے حقوق، شوہر کی نافرمانی پر وعید، آنحضرت ﷺ کا ایلاہ فرمانا، غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ممانعت اور شوہر کی رضا مندی پر جنت کی بشارت وغیرہ مضامین پر مشتمل ہیں۔

خانہ داری کے تعلقات میں سب سے زیادہ اہم، سب سے زیادہ نفع بخش اور سب سے زیادہ ضروری زوجین میں ارتباط ہے کیونکہ دنیا جہاں کے تمام لوگوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ عورت امور معاش کی تکمیل میں مرد کا تعاون کرتی ہے، اس کے کھانے پینے اور لباس کی تیاری کی ذمہ دار ہوتی ہے، اس کے مال کی حفاظت کرتی ہے، اس کی اولاد کی پرورش کرتی ہے، اور اس کی عدم موجودگی میں گھر میں اس کی نائب ہوتی ہے، وغیرہ وہ باتیں جن کی وضاحت کی حاجت نہیں۔

چنانچہ آسمانی شریعتوں کی زیادہ تر توجہ اس بات کی طرف رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو یہ ارتباط باقی رہے، نکاح کے مقاصد تکمیل پذیر ہوں، اور اس جوڑ کو مکدر کرنے سے اور اس کو ختم کرنے سے احتراز کیا جائے، اور کوئی بھی جوڑ باہمی الفت و محبت کے قیام کے بغیر اس کے مقاصد تکمیل پذیر نہیں ہو سکتے، والدین اور اولاد کے درمیان کا ارتباط ہو یا آقا اور غلام کے درمیان کا تعلق اسی وقت نتیجہ خیز ہو سکتا ہے جب کہ باہمی الفت و محبت ہو اور میاں بیوی میں الفت و محبت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں چند

باتوں کی پابندی کریں مثلاً، دونوں ایک دوسرے کی ہمدردی و غمگساری کریں، کسی سے کوئی بے ادبی کی بات سرزد ہو جائے تو اس سے درگزر کریں، اور دونوں ایسی حرکتوں سے بچیں جن سے بغض و نفرت اور دل میں دساوس پیدا ہوتے ہیں، اور دونوں الفت و محبت کے کیما تھ رہیں یعنی ہر ایک دوسرے سے محبت کا اظہار کریں، اور ایک دوسرے کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئیں، اور اس قسم کی باتوں کا خیال رکھیں تاکہ آپس کا جوڑ متحکم ہو، پس حکمت خداوندی نے چاہا کہ اس قسم کی باتوں کی ترغیب دی جائے اور ان پر لوگوں کو آمادہ کیا جائے۔

**حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:** کوئی مؤمن (شوہر) کسی مؤمنہ (بیوی) سے نفرت نہ کرے اگر اس کو عورت کی کوئی عادت ناپسند ہے، تو وہ اس کی کوئی دوسری عادت پسند کرے، (مشکوٰۃ) یعنی اگر شوہر کو عورت کی کوئی عادت ناپسند ہو تو بھی مناسب یہ ہے کہ طلاق دینے میں جلدی نہ کرے، بلکہ خوبی کیساتھ گزارہ کرے، کیونکہ عورت کی کوئی عادت کوئی طریقہ اگر ناپسند ہے تو عورت میں بہت سی پسندیدہ عادتیں بھی ہوتی ہیں جن کی وجہ سے معاشرتی تلخی برداشت کی جاسکتی ہے۔ (مستفاد از حجة الله بالغہ، رحمۃ اللہ الواسعہ: ۵/۱۲۱)

## {الفصل الاول}

### عورت کی تخلیق طیرھی پسلی سے

{۳۰۸۷} عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَإِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ صَلْجٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الصَّلْجِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبَتْ تَقِيْمُهُ كَسَرَتْهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

حوالہ: بخاری شریف: ۲/۷۷۹، باب الوصاة للنساء، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۵۱۸۶، مسلم شریف: ۴/۵۷۱، باب الوصیۃ بالنساء، کتاب الرضاع، حدیث  
نمبر: ۱۴۶۸۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عورتوں کے بارے میں نیکی کی وصیت قبول کرو، بلاشبہ وہ پسلی سے پیدا ہوئی ہیں، اور پسلی میں اوپر والا حصہ سب سے زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرنے میں لگو گے تو اس کو توڑ دو گے اور اگر اس کو یوں ہی چھوڑے رہو گے تو وہ ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی، لہذا تم لوگ عورتوں کے بارے میں بہتر سلوک کی وصیت قبول کرو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** استوصوا بالنساء خیرا: مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ عورتوں کے ساتھ نرمی کرنے کی تاکید فرما رہے ہیں اور مردوں سے اس بات کا مطالبہ فرما رہے ہیں کہ وہ عورتوں کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کی نصیحت پر عمل کر کے ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔

**فانہن خلقن من ضلع:** عورتیں پسلی سے پیدا کی گئی ہیں، حضرت حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا، اور چونکہ عورت حضرت حوا کی صف میں شامل ہیں، اس لئے مطلقاً عورتوں کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ان کی تخلیق پسلی سے ہوئی ہے۔ (عمدۃ القاری)

**وان اعوج شیئ:** سب سے زیادہ ٹیڑھی پسلی اوپر والی ہوتی ہے، اگر اس کو طاقت کے زور پر سیدھا کرنے کی کوشش کی جائے تو وہ سیدھی تو نہ ہوگی البتہ ٹوٹ جائے گی، یہی معاملہ عورتوں کا ہے، چنانچہ ایک موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "المرأة كالضلع ان اقمتهَا كسرتہَا" عورت پسلی کی طرح ٹیڑھی ہوتی ہے، اگر اس کو ایک بارگی سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی، مطلب یہ ہے عورتوں کے ساتھ مہربانی اور نرمی کا برتاؤ کرنا چاہئے، سختی کرنے سے اس کے بگاڑ میں اضافہ ہی ہوگا، "وان ترکتہ" اور اگر ٹیڑھا چھوڑ دیا، اس کی اصلاح پر تو جہنم دی تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔ حاصل یہ ہے کہ امور دنیا میں ان کی کوتاہی سے صرف نظر کیا جائے، البتہ دینی امور میں ان کی نگرانی کی جائے، اور ان کو تنبیہ کی جائے لیکن سارے امور میں حتی الامکان شفقت و نرمی کا پہلو ہی اختیار کیا جائے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۵۶)

## کچی عورت کی فطرت ہے

{۳۰۸۸} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ لَنْ تَسْتَقِيمَ لَكَ عَلَى طَرِيقَةٍ فَإِنْ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عَوَجٌ وَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهَا كَسَرْتَهَا وَكَسَرُهَا طَلَاقُهَا۔  
(رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۲، باب الوصیۃ بالنساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۲۳۹۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بے شک عورت پسلی سے پیدا ہوئی ہے، لہذا وہ ایک راہ پر تمہارے لئے کبھی سیدھی نہ ہوگی، اگر تم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اس کی کچی کے ساتھ ہی اس سے فائدہ اٹھاؤ، اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہتے ہو تو تم اس کو توڑ دو گے، اور اس کا توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔ (مسلم)

**تشریح:** ضلع: حضرت حواء علیہا السلام مراد ہیں، یا جنس مراد ہے، حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدمی علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں تھیں، ”فان استمتعت“ عورت سے فائدہ اٹھانے کے لئے اس کی تھوڑی سی کچی گوارا کرلو، ”و کسرھا طلاقھا“ یعنی جب عورت کی غلیظیوں پر چشم پوشی سے کام نہ لو گے تو بحث و تکرار اور ضد و ہٹ دھرمی میں اضافہ ہوگا اور پھر ایک دن طلاق کی نوبت آجائے گی۔

## میاں بیوی آپسی بغض سے باز رہیں

{۳۰۸۹} وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَفْرَكُ مُؤَمِّنٌ مُؤَمِنَةً إِنْ كَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِيَ مِنْهَا آخَرَ۔ (رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۴۷۵، باب الوصیۃ، کتاب الرضاع، حدیث نمبر: ۱۴۶۹۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی ایک عادت بری لگی تو اس کی دوسری عادت اچھی لگے گی۔ (مسلم)

**تشریح:** عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آنا چاہئے، ان کے عیوب سے چشم پوشی کر کے ان کے اچھے اخلاق پر نظر رکھنا چاہئے، ہر انسان میں اچھائیاں ہوتی ہیں، برائیاں بھی ہوتی ہیں، اگر اچھائیوں پر نظر رکھی جائے تو یقینی طور پر محبت و مودت پیدا ہوگی، اور جن برائیوں سے مرد کو تکلیف ہوتی ہے، عورت ان کو دور کرنے پر توجہ دے گی۔

**ذیفرک:** کوئی مرد عورت سے کلی طور پر نفرت نہ کرے، کیوں کہ کوئی بھی عورت سراپا خطا نہیں ہوتی ہے اچھائیوں اور برائیوں دونوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔

**فائدہ:** معلوم ہوا کہ شادی کے لئے ایسی عورت کی تلاش جس میں کسی بھی پہلو سے کوئی عیب نہ ہو، فضول کوشش ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی آدمی ایسا ساتھی تلاش کرنے لگے جس میں کوئی عیب نہ ہو تو اس کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ بلا ساتھی کے رہے گا۔

(۲) اس حدیث میں خاص طور پر شوہر کے لئے ہدایت ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھی طرح برتاؤ کرے۔ اس کی غلطیوں کو نظر انداز کرے۔ (مرقاۃ: ۶/۳۵۷)

## کچی عورت کو ورثہ میں ملی ہے

{۳۰۹۰} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا بُنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْذَرْ اللَّحْمُ وَلَوْ لَا حَوَاؤُا لَمْ تُخْنِ

أُنْثَى زَوْجَهَا الدَّهْرَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۴۸۱/۱، باب قول اللہ تعالیٰ واعدنا مو سی ثلاثین لیلة،

کتاب الانبیاء، حدیث نمبر: ۳۳۹۹، مسلم شریف: ۴۷۶/۱، باب لولا حواء، کتاب

الرضاع، حدیث نمبر: ۱۴۷۰۔



**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت نہ سڑتا، اور اگر حواء ہوتیں تو کوئی عورت اپنے شوہر سے تمام عمر خیانت نہ کرتی۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** لولا بنی اسرائیل: بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ”من وسلوی“ نازل ہوتا تھا، یعنی درختوں پر ترنجبین کے مثل جو ایک شیریں چیز ہے، بکثرت پیدا کر دی گئی اس کو ”من“ کہا گیا اور بیٹریں ان کے پاس جمع ہو جاتی تھیں یہ آسانی سے پکڑ کر ان کو ذبح کر لیتے اسی کو ”سلوی“ کہا گیا ہے، بنو اسرائیل کے لئے یہ حکم تھا کہ بقدر ضرورت لے لیا کریں آئندہ کیلئے جمع نہ کریں، لیکن انہوں نے فطری نالائق اور طبعی حرص کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کر کے جمع کرنا شروع کر دیا، چنانچہ رکھا ہوا گوشت سڑنے لگا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”وما ظلمونا ولكن كانوا انفسهم يظلمون“ انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے، بنو اسرائیل کے اسی بد بختی کے بعد سے کھانا اور گوشت سڑ کر خراب ہونے لگا، اگر انہوں نے یہ قبیح حرکت نہ کی ہوتی تو گوشت وغیرہ کبھی سڑتا نہیں، ”لولا حواء“ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حواء علیہا السلام کو جنت میں ہر چیز کھانے کی اجازت تھی، لیکن ایک درخت کے سلسلہ میں ممانعت تھی، شیطان کے وسوسہ سے حضرت حواء علیہا السلام نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس درخت سے کھانے پر ابھارا، حضرت آدم علیہ السلام نے اس میں سے تناول فرمالیا، چنانچہ حضرت حواء علیہا السلام کی اس کجی کی بناء پر تمام عورتوں میں کجی پیدا ہو گئی، اگر حضرت حواء علیہا السلام سے یہ خطا نہ ہوتی تو کسی بھی عورت میں کجی کا خمیر نہ ہوتا، اور کوئی عورت شوہر کی نافرمانی نہیں کرتی۔ (مرقاۃ: ۵۸۸/۶)

### بیوی کو مارنا

{۳۰۹۱} وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَمْعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَجْلِدُ أَحَدُكُمْ إِمْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ ثُمَّ يَجَامِعُهَا فِي آخِرِ الْيَوْمِ، وَفِي رِوَايَةٍ يَعْصِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ إِمْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّه يَصَاحِبُهَا فِي آخِرِ يَوْمِهِ ثُمَّ وَعَظَهُمْ فِي ضَرْبِهِمْ مِنَ الصَّرْطَةِ فَقَالَ لِمَ

يُضْحَكُ أَحَدُكُمْ مِمَّا يَفْعَلُ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۷۳۷، باب سورة والشمس و ضحها، کتاب التفسیر،

حدیث نمبر: ۴۹۴۲، مسلم شریف: باب النار یدخلها الجبارون، کتاب الجنة، الخ۔

**ترجمہ:** حضرت عبداللہ بن زعمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے نہ مارے، پھر دن کے آخر حصہ میں اس سے جماع کرے، ایک روایت میں ہے کہ تم میں کا کوئی شخص ارادہ کرتا ہے پھر اپنی بیوی کو غلام کی طرح کوڑے مارتا ہے، اور شاید دن کے آخر حصہ میں اس سے ہم بستر بھی ہوگا، پھر آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو ریاخ خارج ہونے پر ان کے ہنسنے کے بارے میں ان کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: کہ کوئی تم میں سے کیوں اس کام پر ہوتا ہے، جو وہ خود کرتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آنا چاہئے، بیوی ہی وہ ہستی ہے جس کے ساتھ شوہر صحبت کر کے جنسی لذت محسوس کرتا ہے، بیوی اس کی جنسی تسکین کا ذریعہ بنتی ہے، اس کو کوڑے سے بے رحمی کے ساتھ مارنا سوائے وحشی پن کے کچھ نہیں ہے، اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اس کی بھی نصیحت کی ہے کہ اگر کسی کی رنج خارج ہو جائے تو دوسرے لوگ مذاق نہ اڑائیں، کیوں کہ رنج تو ہر انسان کی خارج ہوتی ہے، اس پر ہنسنے اور مذاق اڑانے کی کیا بات ہے، معلوم ہوا کہ کسی کے عیب کو دیکھ کر ہنسانہ چاہئے، بلکہ اپنے عیوب پر نظر رکھنا چاہئے۔ (مرقاۃ: ۵۹/۶)

**لا یجلد أحدکم امرأته جلد البعد:** مطلب یہ ہے کہ بیوی کو شدید مارنا ممنوع ہے۔ یہیں سے معلوم ہوا کہ بیوی کو ہلکے ہلکے انداز میں مارنے کی اجازت ہے، اور یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ غلام کو سرکشی کرنے کے وقت سزا دی جاسکتی ہے، لیکن معاف کرنا بہر حال بہتر ہے۔

## بیوی کو مارنے کی کب اجازت ہے

قرآن کریم کی آیت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر بیوی نافرمانی کرے تو اس کی اصلاح کے لئے اولاً نرمی سے اس کو شوہر سمجھائے، اگر سمجھانے سے باز نہ آئے تو بستر کی علاحدگی اس سے اختیار کر لے،

تاکہ وہ شوہر کی ناراضگی کا احساس کر کے نادم ہو جائے، اگر کوئی عورت ان دو امور سے باز نہ آئے تو اس کو معمولی مار مارنے کی اجازت ہے، لیکن یہ مار معمولی ہونے کے ساتھ چہرے پر ہرگز نہ ہو، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے، "لا تضرب الوجه" (چہرے پر مت مارو) شوہر نے اگر بیوی کو مارا تو بیوی کو نہ قصاص لینے کا حق ہے اور نہ شوہر گنہگار ہوگا، ابو داؤد میں آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے، "لا یسئل الرجل فیما ضرب امرأته" بوقت ضرورت بیوی کو مارنے والے شوہر کی گرفت نہ ہوگی، یہیں سے یہ بات بھی سمجھ لی جائے کہ بوقت مجبوری نظام خانہ داری کی اصلاح کی خاطر شریعت نے شوہر کو معمولی طور پر مارنے کی رخصت اگر چہ دی ہے، لیکن نہ مارنا بہر حال بہتر ہے، چنانچہ اجازت دینے کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "ولن یضرب خیارکم" شریف مرد اپنی عورتوں کو مارنے کی سزا نہیں دیتے ہیں۔

**ثم یجامعہا:** یعنی یہ بات کتنی عجیب ہے کہ جس عورت کو سخت مار مارو پھر کچھ دیر بعد اسی سے لذت حاصل کرو، شریف آدمی کے لئے یہ چیز مطلقاً مناسب نہیں ہے، پھر ممکن ہے کہ عورتوں کو نہ مارنے کی نصیحت کی مجلس میں کسی کے با آواز رنج خارج ہوگئی، تو لوگ اس پر ہنسنے لگے، چوں کہ ہنسی کی وجہ سے رنج خارج کرنے والے کو ندامت ہوتی ہے، اور اس پر ہنسا اور مذاق اڑانا غیر شریفانہ عمل ہے، لہذا آنحضرت ﷺ نے بڑے اچھے انداز میں اس سے روکا ہے، "لہ یضحک احدکم ہما یفعل" یعنی جب ہر انسان رنج خارج کرتا ہے، تو اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے، یہ کوئی نادریا انوکھی بات تو ہے نہیں، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر فرمایا ہے کہ اس حدیث میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ کسی پر عیب گیری سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکنا چاہئے کہ میں وہ خود تو اس عیب میں گرفتار نہیں ہے۔

(طیبی: ۶/۳۴۱)

## خوش اسلوبی کا اعلیٰ نمونہ

{۳۰۹۲} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ لِي صَوَاحِبٌ يَلْعَبْنَ مَعِيَ وَكَانَ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ يَنْقِمِعْنَ مِنْهُ فَيَسْتَرْجِعُهُنَّ إِلَى فَيْلَعَيْنَ  
مَعِيَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۹۰۵، باب الانبساط الى الناس، کتاب الادب،  
حدیث نمبر: ۶۱۳، مسلم شریف: ۲/۲۸۵، باب فی فضل عائشة کتاب فضائل  
الصحابہ، حدیث نمبر: ۲۴۴۰۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں حضرت نبی کریم ﷺ کے یہاں گڑیوں  
سے کھیلا کرتی تھی، میری سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں، جب جناب حضرت رسول اکرم ﷺ  
تشریف لاتے تو وہ چھپ جاتی تھیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ ان کو میرے پاس بھیج دیتے تھے، تو وہ پھر  
میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** بیوی کے جذبات کی رعایت کرنی چاہئے، اور اس کی خوشی کا خاص خیال رکھنا چاہئے،  
بیوی خوش اور مطمئن رہے گی تو شوہر کی زندگی بھی پرسکون رہے گی۔

**کنت العب بالبنات:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی جس وقت آنحضرت ﷺ سے شادی ہوئی  
تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تقریباً سات سال کی تھیں اور رخصتی کے وقت ان کی عمر نو سال تھی، ظاہر  
بات ہے کہ وہ ایک چھوٹی بچی تھیں، بچپن کے تقاضوں کے مطابق کھیل کود کرتی تھیں، آنحضرت ﷺ  
نبی تھے، ادھیر عمر کے تھے، آنحضرت ﷺ کی شان اور عمر کے تقاضے کچھ اور تھے لیکن بیوی کے حقوق  
کی ادائیگی سے آنحضرت ﷺ نے غفلت نہیں برتی، آنحضرت ﷺ نے ہمیشہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
کی عمر اور مزاج کا خیال رکھا، ان کو ان کی سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے سے کبھی نہیں روکا۔ "اذا دخل ينقمعن"  
آنحضرت ﷺ کو دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیاں شرم سے چھپ جاتی تھیں،  
آنحضرت ﷺ ان کو پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھیلنے کے لئے بھیج دیتے تھے۔

## بیوی کی خوشی کا خیال

{۳۰۹۳} وَعَنْهَا قَالَتْ وَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ يَقُومُ عَلَى بَابِ حُجْرَتِي وَالْحَبَشَةُ يَلْعَبُونَ بِالْحَرْبِ فِي الْمَسْجِدِ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ لِأَنَّهُ نَظَرَ إِلَى لَعِبِهِمْ بَيْنَ أُذُنِهِ وَعَاتِقِهِ ثُمَّ يَقُومُ مِنْ أَجْلِي حَتَّى أَكُونَ أَنَا اللَّتِي أَنْصَرِفُ فَأَقْدُرُوا قَدَرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيثَةِ السِّنِّ الْخَرِصَةِ عَلَى اللَّهِو. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۸/۲، باب نظر المرأة الجش، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۲۳۶، مسلم شریف: ۶۹۲/۱، باب الرخصة في اللعب كتاب صلاة العيدين، حدیث نمبر: ۸۹۲۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ میرے کمرے کے دروازہ پر کھڑے ہیں، جب کہ حبشی لوگ مسجد میں نیزہ بازی کر رہے تھے، حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک سے مجھے چھپالیا تاکہ میں آنحضرت ﷺ کے کانوں اور مونڈھوں کے درمیان ان کا کھیل دیکھ سکوں، پھر آنحضرت ﷺ میری وجہ سے کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود ہی اس جگہ سے ہٹ گئی اس واقعہ سے نو عمر لڑکیوں کے کھیل سے دلچسپی کا اندازہ کر لو۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** شوہر کو بیوی کی جائز خواہشات کی تکمیل کرنا چاہئے، اس کی دل داری کی خاطر اگر کبھی تھوڑی بہت تکلیف برداشت کرنا پڑے تو خوشی سے برداشت کرنا چاہئے، آقا ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل داری کی خاطر اس وقت تک کھڑے رہے، جب تک حبشیوں کے کرتب دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود ہی ہٹ نہ گئیں، ایسے موقع پر بسا اوقات شوہر ان امور کو اپنے وقار کے خلاف سمجھتا ہے، حالانکہ یہ وقار کے خلاف نہیں ہے، بلکہ مرد کا تکبر ہوتا ہے جو بیوی کے مزاج کی رعایت سے روکتا ہے۔

**رأيت النبي صلى الله عليه وسلم يقوم على باب حجرتي:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جس کمرہ میں رہتی تھیں وہ اگرچہ حضور ﷺ کی ملکیت میں تھا، لیکن چوں کہ یہ ان کے قیام کیلئے خاص کیا گیا تھا اس مناسبت سے انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ میرے کمرے کے دروازہ پر کھڑے تھے، لوگوں نے نیزہ کا کھیل دکھانا شروع کیا، وہ خاص انداز میں نیزہ کو پھینکتے تھے اور طرح طرح کے داؤ پیچ کا

مظاہرہ کرتے تھے، اس موقع پر آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور آنحضرت ﷺ نے ان کی حوصلہ افزائی فرمائی، حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی اس موقع پر کہیں آگئے، انہوں نے زمین سے نکل کر اٹھا کر مارنا چاہا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ”دعہم یا عمر“ اے عمر رہنے دو۔

## مسجد میں نیزہ بازی کے جواز کا مسئلہ

مسجد کے اندر نیزہ کا کھیل کیسا ہے؟ درحقیقت مسجد عبادت کی جگہ ہے لہذا جو چیزیں عبادت سے متعلق ہوں انہیں مسجد میں جائز ہونا چاہئے اور جو چیزیں اس سے متعلق نہ ہوں، انہیں جائز نہ ہونا چاہئے، چنانچہ جن علماء نے مسجد میں عبادت کے علاوہ دوسرے کاموں کی اجازت نہیں دی ہے، انہوں نے حدیث باب کے بارے میں بھی یہ تاثر ظاہر کیا ہے کہ اس کھیل کا مظاہرہ مسجد میں نہیں بلکہ مسجد کے متعلقات میں کیا جا رہا تھا، چنانچہ صاحب مرقات کہتے ہیں کہ مسجد سے مراد مسجد سے متصل اس کا صحن ہے، اور چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کمرے کے دروازے سے ان کو دیکھ رہی تھیں اور ان کا کمرہ مسجد کے اندر تھا، اس مناسبت سے یہاں مسجد کا ذکر ہے۔ (مرقاۃ: ۲/۲۶۵)

لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو داخل مسجد سمجھتے ہیں، اسی وجہ سے انہوں نے بخاری صفحہ نمبر: ۶۵ پر بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے، اور اس پر جو باب قائم کیا ہے وہ ہے، ”باب اصحاب الحراب فی المسجد“ مسجد میں نیزہ والوں کے آنے کا تذکرہ۔

یعنی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسلحہ کی نمائش اور فنون حرب کا مظاہرہ بہ نیت جہاد داخل عبادت ہے، اور جب یہ چیزیں عبادت میں داخل ہیں تو غیر اوقات صلوٰۃ مسجد کے اندر یہ عمل جائز ہونا چاہئے تاکہ دیکھنے والوں کو ترغیب ہو، البتہ یہ فرق ملحوظ رکھنا ہوگا کہ اگر مقصد جہاد نہ ہو بلکہ محض بدن میں توانائی پیدا کرنے کے لئے کسرت وغیرہ کا عمل ہو یا سیاسی اغراض کے لئے فنون حرب اور آلات حرب کی نمائش ہو تو اس کو عبادت قرار نہیں دیا جاسکتا، اور اس کی مسجد کے اندر اجازت نہ ہوگی، لیکن اگر مقصد جہاد کی تیاری ہو اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے یہ کام کیا جا رہا ہے تو اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمۃ الباب سے توسع معلوم ہوتا ہے۔ (ایضاح البخاری)

ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسترنی: رسول اللہ ﷺ نے اپنی چادر مبارک سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے پردہ کر دیا تاکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اس کھیل کود دیکھ سکیں، جب دیکھتے دیکھتے اتما گئیں اور تھک گئیں تو وہاں سے ہٹ گئیں۔

### عورت کا اجنبی مرد پر نظر ڈالنا

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ عورت مرد پر نظر ڈال سکتی ہے، چنانچہ حنفیہ کے یہاں یہی مسئلہ ہے کہ مرد کا عورت کی طرف دیکھنا شہوت کے ساتھ اور بغیر شہوت کے بہر صورت ناجائز ہے، جب کہ عورت کا مرد کو شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام اور بغیر شہوت دیکھنا جائز ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عورت کا بھی مرد کو مطلقاً دیکھنا ممنوع ہے، ان کا استدلال عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ہے، جس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ سے پردہ کرنے کے لئے فرمایا، اور جب ہم نے کہا کہ وہ تو نابینا شخص ہیں ہم کو دیکھ نہیں سکتے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "الستما تبصرا نہ"۔ یعنی وہ تو نابینا ہیں تم تو نابینا نہیں ہو، معلوم ہوا کہ عورت بھی مرد سے پردہ کریگی، اور حدیث باب کا علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ جواب دیتے ہیں کہ واقعہ نزول حجاب سے پہلے کا ہے، یا پھر اس وقت کا ہے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نابالغ تھیں، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب درست نہیں ہیں، اس لئے مذکورہ واقعہ وفد حبشہ کی آمد کے بعد کا ہے اور وفد حبشہ کی آمد (۷/ھ) میں ہوئی ہے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۱۶ سال تھی اور اس وقت حجاب کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ (فتح الباری)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت کے بارے میں حنفیہ کی طرف سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ مذکورہ حکم کا تعلق فتویٰ سے نہیں ہے تقویٰ سے ہے، یا یہ حکم حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ ہی کے سلسلہ میں تھا، کیونکہ وہ نابینا تھے، اور بسا اوقات نابینا کے جسم کے بعض وہ اعضاء کھل جاتے ہیں جن کا دیکھنا ہر حال میں عورت کے لئے حرام ہے

**فاقدروا قدر الجاریۃ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کم عمر کی لڑکی تھیں، کھیل دیکھنے کی خواہش تھی،

اسی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ دیکھو کم عمر لڑکیاں کھیل دیکھنے کی کتنی حریص ہوتی ہیں، یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوتی کہ مباح کھیل دیکھنا جائز ہے، عورتیں بھی پردہ کے ساتھ اس کو دیکھیں کوئی حرج نہیں ہے۔  
**فائدہ:** اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کی خوش اخلاقی بہترین گذران اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے خصوصی محبت و شفقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

## بیوی کی خوشی و ناراضگی کا جاننا

{۳۰۹۴} وَعَمَّهَا قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 إِنِّي لَأَعْلَمُ إِذَا كُنْتُ عَائِي رَاضِيَةً وَإِذَا كُنْتُ عَلَى غَضَبِي فَقُلْتُ مَنْ أَيْنَ تَعْرِفُ  
 ذَلِكَ فَقَالَ إِذَا كُنْتُ عَائِي رَاضِيَةً فَإِنَّكَ تَقُولِينَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَإِذَا كُنْتُ عَلَى  
 غَضَبِي قُلْتُ لَا وَرَبِّ إِبْرَاهِيمَ قَالَتْ قُلْتُ أَجَلٌ وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَهْجُرُ إِلَّا  
 أَسْمَكَ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۴۸۷ / ۲، باب غیر فالنساء، کتاب النکاح، حدیث  
 نمبر: ۵۲۲۸، مسلم شریف: ۲۸۵ / ۲، باب فی فضائل عائشہ، کتاب فضائل الصحابة،  
 حدیث نمبر: ۲۲۳۹۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: کہ بلاشبہ مجھے معلوم ہو جاتا ہے، جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو اور جب مجھ سے ناراض ہوتی ہو، میں نے عرض کیا آنحضرت ﷺ یہ کیسے جان لیتے ہیں؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے خوش رہتی ہو تو یوں کہتی ہوں یہ بات نہیں حضرت محمد ﷺ کے رب کی قسم اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو کہ یہ بات نہیں ابراہیم کے رب کی قسم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول، خدا کی قسم بات ٹھیک ہے، لیکن میں صرف آنحضرت ﷺ کا مبارک نام چھوڑتی ہوں۔  
 (بخاری و مسلم)

**تشریح:** دنیاوی معاملات میں کبھی بیوی کا خفا ہو جانا بھی ممکن ہے شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنے



اندرا تنی حس پیدا کرے کہ بیوی کی خوشی اور ناخوشی اور اس کے اسباب کو سمجھے اور اگر اس کی خفگی جائز ہے تو اس کو دور کرنے کی کوشش کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کبھی کبھی دلار میں آنحضرت ﷺ سے روٹھ جاتی تھیں، لیکن ان کے دل میں آنحضرت ﷺ کی محبت اور آنحضرت ﷺ کی عظمت میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی تھی، بلکہ یہ ناراضگی بھی حد درجہ اپنائیت اور شدید محبت کی بناء پر ہوتی تھی۔

**این تعرف:** میری خوشی یا ناراضگی آنحضرت ﷺ کو کیسے معلوم ہوتی ہے، علامات سے، کرامت سے، یا فراست سے۔

**فانک تقولین:** آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے وقت "لا ورب محمد" کہتی ہو اور جب خفا ہوتی ہو تو "لا ورب ابراہیم" کہتی ہو "ما اھجر الا اسمک" مطلب یہ ہے کہ بے اختیار میں نام کو چھوڑ دیتی ہوں، خفگی کی بنا پر اختیار سلب ہو جاتا ہے، لیکن آنحضرت ﷺ کی ذات سے جو دلہانہ تعلق ہے اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی ہے۔

**سوال:** ناراضگی کے وقت خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لے کر کیوں قسم کھاتی تھیں؟

**جواب:** اس میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذہانت کا دخل ہے، چوں کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نبی کریم ﷺ سے سب سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، چنانچہ وہ ناراضگی کی بنا پر آنحضرت ﷺ کے نام کے علاوہ دوسرے نبی کا نام لیتیں تو بھی اس نبی کے نام کو اختیار کرتیں جو آپ ﷺ سے قریب ترین ہیں۔ (فتح الباری)

## بلا وجہ صحبت سے انکار کرنے والی

{۳۰۹۵} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَى الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَأَبَتْ فَبَاتَ غَضَبَانَ لَعْنَتْهَا الْمَلَائِكَةُ حَتَّى تُصْبِحَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَفِي رِوَايَةٍ لَهَا قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا مِنْ رَجُلٍ يَدْعُو امْرَأَتَهُ إِلَى فِرَاشِهِ فَتَأْبِي عَلَيْهِ إِلَّا كَانَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ سَاحِطًا عَلَيْهَا حَتَّى يَرْضَى عَنْهَا.

**حوالہ:** بخاری شریف: ۴۵۹/۱، باب اذا قال احدکم امین، کتاب بدؤ الخلق، حدیث نمبر: ۳۲۳۷، مسلم شریف: ۴۶۴/۲، باب تحریم امتناعها من فراش زوجها، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۳۶۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلائے، اور بیوی انکار کر دے، جس کی بناء پر شوہر ناراضگی کی حالت میں رات گزارے تو ایسی عورت پر فرشتے صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں، (بخاری و مسلم) اور دونوں کی ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو شخص بھی اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور بیوی انکار کر دے تو وہ ذات جو آسمان میں ہے، اس عورت سے ناراض رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو جائے۔

**تشریح:** اگر بیوی شوہر کے کسی حق کو ادا نہ کرے، جس کی بناء پر شوہر ناراض ہو جائے، تو شوہر کی ناراضگی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی ناراض ہو جاتے ہیں، اور اللہ کے فرشتے بھی لعنت کرتے ہیں، بیوی کو بلا عذر شرعی شوہر سے کنارہ کش نہ ہونا چاہئے، اور شوہر اگر اس سے جنسی تسکین کرنا چاہے تو شوہر کی خواہش ضرور پوری کرنا چاہئے، الا یہ کہ کوئی عذر شرعی لاحق ہو۔

**اذا دعا الرجل جل امراته:** معلوم ہوا کہ شوہر اور بیوی کے بستر الگ الگ ہو سکتے ہیں، "فأبت" شرعی طور پر عام حالات میں شوہر کی جماع کی خواہش کی تکمیل عورت پر لازم ہے لہذا انکار کرنا نافرمانی ہے، "لعنتها الملائكة" یہ وعید اس وقت ہے جب بلا عذر عورت شوہر کے بستر پر آنے سے انکار کر دے۔

**سوال:** حیض عذر ہے یا نہیں؟ یعنی حائضہ عورت کو شوہر اپنے بستر پر بلائے تو اس کے لئے انکار کی گنجائش ہے یا نہیں؟

**جواب:** حیض عذر نہیں ہے، کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک حائضہ سے "ما فوق الازار استمتاع" جائز ہے جب کہ بعض علماء کے نزدیک شرمگاہ کے علاوہ بقیہ اعضاء سے لطف اٹھانا درست ہے۔

**حتیٰ تصبح:** چوں کہ شوہر رات میں غصہ میں سویا ہے، لہذا فرشتے رات بھر عورت پر لعنت کرتے ہیں۔

**سوال:** دن میں عورت انکار کرے اور شوہر ناراض ہو جائے تو عورت نافرمان ہوگی یا نہیں؟

**جواب:** چوں کہ شوہر عموماً رات میں کام کاج اور دیگر امور کی وجہ سے عورت سے لطف اندوز ہونے کی کوشش نہیں کرتا، اس لئے صبح کا تذکرہ ہے، لیکن اگر کسی کا شوہر اپنی بیوی کو دن میں بستر پر بلاتا ہے، اور بیوی انکار کرتی ہے تو بھی یہ نافرمانی ہے، اور جس طرح رات میں ایسے کرنے سے فرشتے ناراض ہو جاتے ہیں ایسے ہی دن کا بھی معاملہ ہے۔ (مرقاۃ: ۳۶۲/۶)

## سوکن کا دل دکھانا

{۳۰۹۶} وَعَنْ أَسْمَاءَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ إِمْرَأَةً قَالَتْ إِنَّ لِي ضَرَّةً فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ إِنْ تَشَبَّعْتُ مِنْ زَوْجِي غَيْرَ الَّذِي يُعْطِنِي فَقَالَ الْمُتَشَبِّعُ بِمَا لَمْ يُعْطِ كَلَابِيسٍ تَوْبَىٰ زُورٍ - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۸۵/۲، باب المتشبع بمال من بئس، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۲۱۹، مسلم شریف: ۲۰۶/۲، باب النساء والکاسیات العاریات، کتاب اللباس والزینۃ، حدیث نمبر: ۲۱۳۰۔

**ترجمہ:** حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے کہا اے اللہ کے رسول! میری ایک سوکن ہے، کیا میرے اوپر کوئی گناہ ہے اگر میں خاوند کی طرف کسی ایسی چیز کو منسوب کروں جو انہوں نے مجھے نہیں دی ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نہ دی ہوئی چیز کا اظہار کرنے والا دوجھوٹے کپڑے پہننے والے کے مانند ہے۔ (بخاری و مسلم)

**تشریح:** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ سوکنوں کو آپس میں محبت و الفت سے رہنا چاہئے، ایسے عمل سے گریز کرنا چاہئے کہ ایک دوسرے کی دل آزاری کا سبب بنے، شوہر کی طرف سے کوئی چیز ملی نہ ہو، لیکن اپنی سوکن کو جلانے کی غرض سے ملنے کا دعویٰ کرنا جھوٹ اور فریب ہے لہذا اس سے گریز لازم ہے۔

اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے کہ ”کَلَّا یَسِیْ ثَوْبِیْ زُوْرٌ“ اسکا ایک مطلب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے اندر ایک شخص شریف لوگوں کے کپڑے پہنتا تھا اور ڈاکو اور چوروں کا کام کرتا تھا غرضیکہ بد کام جھوٹ وغیرہ اس کا کاروبار تھا اور کپڑے بہت شریف لوگوں جیسے پہنتا تھا تا کہ کسی کو حقیقت پر اطلاع نہ ہو، اس جملہ سے ان کی طرف اشارہ ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی کپڑے استعمال کرتا ہے ایک ازار اور ایک رداء جس کے ذریعہ سے قدم تک ڈھک جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سر سے پیر تک وہ جھوٹ بولتا ہے، تیسرا مطلب یہ ہے کہ عرب کے اندر جو لوگ خوب رئیس ہوتے تھے، وہ دو کرتے پہنا کرتے تھے، لیکن جو لوگ غریب ہوتے تھے وہ آستین کے اندر ایک کپڑا اس طور پر لگا لیتے اور سی لیتے تھے تا کہ یہ معلوم ہو کہ اس نے بھی دو کپڑے پہن رکھے ہیں حالانکہ وہ دھوکہ ہوتا تھا، تو اس دھوکہ کی طرف اس جملہ سے اشارہ ہے، غرضیکہ یہ جملہ ایسے موقع میں استعمال ہوتا ہے جہاں کسی چیز کا جھوٹ دھوکہ، بطلان وغیرہ بیان کرنا مقصود ہو۔ (مرقاۃ: ۳۶۲/۶)

## آپ ﷺ کا ایلاء فرمانا

{۳۰۹۷} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا وَكَانَتْ أَنْفَكَّتْ رِجْلُهُ فَأَقَامَهُ فِي مَشْرِبَةٍ تِسْعًا وَعَشْرِينَ لَيْلَةً ثُمَّ نَزَلَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَيْتَ شَهْرًا فَقَالَ إِنَّ الشَّهْرَ يَكُونُ تِسْعًا وَعَشْرِينَ. (رواہ البخاری)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۸۳، باب قول اللہ تعالیٰ الرجال قوامون علی

النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۵۲۰۱۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے ایک مہینہ کا ایلاء فرمایا، اسی زمانہ میں آنحضرت ﷺ کے پیر میں موج آگئی، چنانچہ آنحضرت ﷺ بالا خانہ پر انستیں دن جلوہ افروز رہے، پھر آنحضرت ﷺ اتر آئے، لوگوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آنحضرت ﷺ نے تو ایک مہینہ کا ایلا فرمایا تھا،

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ مہینہ انستیس دنوں کا بھی ہوتا ہے۔ (بخاری)

**تشریح:** آلِ رَسُولِ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم مِنْ نِسَائِہِ: ایلاء باب افعال کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں قسم کھانا، ایلاء کی دو قسمیں ہیں، (۱) ایلاء لغوی (۲) ایلاء شرعی، چار مہینے یا اس سے زیادہ بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا ایلاء شرعی ہے، اور چار مہینے سے کم کسی بھی مدت تک بیوی سے علاحدہ رہنے کی قسم کھانا ایلاء لغوی ہے اور ایلاء لغوی کا حکم یہ ہے کہ بیوی سے علاحدہ رہنے کی جتنی مدت مقرر کی ہے وہ مدت پوری ہونے سے پہلے اگر بیوی سے صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ واجب ہے، اور اگر وہ مدت پوری کر لی پھر صحبت کی تو کچھ واجب نہ ہوگا، اور ایلاء شرعی میں چار مہینے سے پہلے قسم توڑنا اور بیوی سے صحبت کرنا ضروری ہے، اور اس صورت میں قسم کا کفارہ واجب ہوگا، اور اگر چار مہینے تک بیوی سے علاحدہ رہا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک ایک طلاق باندہ خود بخود واقع ہوگی، اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عورت قاضی کے پاس جائے گی، قاضی شوہر کو بلا کر حکم دے گا کہ یا تو قسم توڑ دو، یعنی بیوی سے صحبت کرو، اور کفارہ ادا کرو، ورنہ اپنی بیوی کو طلاق دو، یعنی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک طلاق خود بخود واقع نہ ہوگی، بلکہ قاضی طلاق دلو اسے گا، اس کے بعد جاننا چاہئے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کی زندگی میں دو واقعے پیش آئے ہیں، ایک واقعہ میں آنحضرت ﷺ نے اپنی بیویوں سے ایک مہینہ تک علاحدہ رہنے کی قسم کھائی تھی یعنی ایلاء لغوی کیا تھا، اور جناب آنحضرت ﷺ نے یہ مدت پوری کی تھی، دوسرے واقعہ میں جناب آنحضرت ﷺ نے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام کیا تھا، اور بعض روایت میں ہے کہ شہد کو حرام کیا تھا، اس سلسلہ میں سورہ تحریم کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں تھیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے شہد استعمال کیا اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے تعلق قائم کیا، اور قسم کا کفارہ دیا، اس لئے کہ حلال کو حرام کرنا قسم ہے، اسی طرح حرام کو حلال کرنا بھی قسم ہے، اور اس آخری صورت میں فوراً کفارہ واجب ہوگا۔ (تحفۃ اللمعی: ۶/۹۶، ۹۵)

## ایلا کا سبب

اس ایلا کے سبب کے اندر اختلاف ہے کہ کس وجہ سے آپ نے ایلا کیا اور ایلا کے یہاں لغوی

معنی قسم کھانا مراد ہے، اس ایلا کا اول سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کو کسی کام سے بھیج دیا اور حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حفصہ کے بستر پر لٹا کر وٹی فرمائی جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا لوٹیں اور کوڑا بند پائے تو سمجھ گئیں کہ جب دروازہ کھولا تو حضور ﷺ کے جسم اطہر سے پانی کا قطرہ ٹپکا جس سے وہ سمجھ گئیں اور خوب ناراض ہوئیں حضور ﷺ نے ان کو راضی کرنے کیلئے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے اوپر حرام فرمالیا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کسی سے کہنا، نہیں ان کے قریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مکان تھا انہوں نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ کہہ دیا، غرض کہ یہ واقعہ آپ کے ایلاء یعنی قسم کھانے کا سبب بنا۔ دوسرا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں جا کر شہد نوش فرماتے تھے اور یہ دوسری ازواج کو برا معلوم ہوتا تھا تو سب نے یہ طے کیا کہ جب حضور ﷺ نوش فرما کر آئیں گے تو سب الگ الگ یہ کہنا کہ آپ نے تو آج مغایر (گوند) کھایا ہے اور اس کی بو آ رہی ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ جب وہاں سے فارغ ہو کر آئے تو ہر ایک کے یہاں گئے تو اس نے یہی کہہا کہ حضور ﷺ نے تو آج ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مغایر کھالیا ہے آپ نے جب ہر ایک سے یہ سنا تو اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا، تیسرا سبب یہ بیان کیا گیا کہ ایک مرتبہ آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے آنحضرت ﷺ سے زائد نفقہ طلب کیا تو اس پر آپ نے قسم کھالی، چوتھا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں گوشت بھیجا تو انہوں نے انکار فرما دیا۔ دوسری مرتبہ بھیجا اس دفعہ بھی انکار کیا اور تیسری مرتبہ بھی ایسے ہی ہوا تو آنحضرت ﷺ نے قسم کھالی یہ چار اسباب بیان کئے گئے ہیں آنحضرت ﷺ کے قسم کھانے اور پھر مشربہ کے اندر قیام کرنے کے۔ لیکن حافظ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ چاروں سبب ایک دم پائے گئے ہوں یہ بھی ممکن ہے بلکہ آپ کی عالی ظرفی کا تقاضہ یہی ہے کہ کسی ایک واقعہ کی بنا پر ناراض ہو کر آپ نے ایلا اور مشربہ کے اندر قیام نہیں کیا بلکہ یہ چاروں واقعے ہی سبب بنے۔ دوسری بات اس حدیث کے اندر یہ ہوئی اس کے اندر مصنف نے ”انفکاک رجل“ اور ایلا کا واقعہ ایک ہی جگہ ذکر کر دیا حالانکہ یہ دونوں واقع الگ الگ ہیں چنانچہ انفکاک کا واقعہ ۵ھ میں اور ایلا کا واقعہ ۹ھ ہجری کے اندر پیش آیا۔ ابن حبان نے اپنی تاریخ میں۔ رزین نے اپنی تاریخ کے اندر ایسے ہی علامہ سمہودی نے لکھا ہے کہ یہ واقعہ

ایلاء ۹ ہجری میں اور ۱۰ انفکاکِ رجل کا واقعہ ۵ ہجری میں پیش آیا ہے لیکن اکثر نے ان دونوں کے اندر غلط واقع کر دیا آجکل کے مشائخ اور اساتذہ کا یہ خیال ہے کہ حافظ کو بھی اس واقعہ کے اندر غلط ہو گیا لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ حافظ نے ان کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ ”ان شہرا یکون تسعا وعشرین“ کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مہینہ کبھی ۲۹ روز کا ہوتا ہے اور یہ مہینہ ایسا ہی ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ خاص یہ مہینہ ۲۹ روز کا ہے۔ (تقریر حضرت شیخ زکریا عیسیٰ قدس سرہ)

## آیت تخییر کا شان نزول

{۳۰۹۸} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ النَّاسَ جُلُوساً بِبَابِهِ لَمْ يُؤْذَنْ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ قَالَ فَأَذِنَ لِأَبِي بَكْرٍ فَدَخَلَ ثُمَّ أَقْبَلَ عُمَرُ فَأَسْتَأْذَنَ فَأَذِنَ لَهُ فَوَجَدَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِساً حَوْلَهُ نِسَاءُهُ وَاجِئاً سَاكِتاً قَالَ فَقُلْتُ لَا قَوْلَ شَيْئاً أَضْحِكُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ رَأَيْتَ بِنْتَ خَارِجَةَ سَأَلَتْنِي التَّفَقُّةَ فَقُمْتُ إِلَيْهَا فَوَجَّأْتُ عَنْقَهَا فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ هُنَّ حَوْلِي كَمَا تَرَى يَسْأَلُنَنِي التَّفَقُّةَ فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى عَائِشَةَ يَجُؤُ عَنْقَهَا وَقَامَ عُمَرُ إِلَى حَفْصَةَ يَجُؤُ عَنْقَهَا كِلَاهُمَا يَقُولُ تَسْأَلِينَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَيْسَ عِنْدَهُ فَقُلْنَ وَاللَّهِ لَا نَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئاً أَبَداً لَيْسَ عِنْدَهُ ثُمَّ اعْتَزَلَهُنَّ شَهْراً أَوْ تِسْعاً وَعِشْرِينَ ثُمَّ نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ حَتَّىٰ بَلَغَ لِلْمَحْسِنَاتِ مِنْكُنَّ أَجْراً عَظِيماً قَالَ فَبَدَأَ بِعَائِشَةَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَعْرِضَ عَلَيْكَ أَمراً أُحِبُّ أَنْ لَا تَعْجَلِي فِيهِ حَتَّىٰ تَسْتَشِيرِي أَبِيكَ قَالَتْ وَمَا هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَتَلَا عَلَيْهَا الْآيَةَ قَالَتْ أَفِيكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَسْتَشِيرُ أَبَوَيْ بَلْ اخْتَارَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالِدَارَ الْآخِرَةَ وَأَسْأَلُكَ أَنْ لَا تُخْبِرَ

إِمْرَأَةً مِنْ نِسَائِكَ بِالَّذِي قُلْتُ قَالَ لَا تَسْأَلْنِي إِمْرَأَةً مِنْهُنَّ إِلَّا أَخْبَرْتُهَا إِنَّ اللَّهَ  
لَمْ يَبْعَثْنِي مُعْتِنًا وَلَا مُتَعَتِنًا وَلَكِنْ بَعَثَنِي مُعَلِّمًا مُبَيِّنًا ۖ (رواه مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/ ۴۸۰، باب بیان ان تخریر امرأۃ لا یكون طلاقاً، کتاب

الطلاق، حدیث نمبر: ۱۴۸۹۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے دروازہ پر لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں سے کسی کو اجازت نہیں ملی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اجازت مل گئی، چنانچہ وہ اندر تشریف لے گئے، اس کے بعد حضرت عمر تشریف لائے اور انہوں نے اجازت طلب کی ان کو بھی اجازت مل گئی، تو انہوں نے حضرت نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے درمیان غمگین اور خاموش بیٹھے ہوئے ہیں، اور راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دل میں کہا کہ میں کوئی ایسی بات کہوں جس سے حضرت رسول اللہ ﷺ ہنس پڑیں، چنانچہ عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ اگر خارجہ کی بیٹی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی) کو آنحضرت ﷺ دیکھیں وہ مجھ سے زیادہ خرچہ مانگے تو میں اس کی طرف کھڑا ہوں اور اس کی گردن مروڑ دوں، چنانچہ حضرت رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے، اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ یہ میرے ارد گرد تم دیکھ رہے ہو یہ مجھ سے زیادہ خرچہ مانگ رہی ہیں، یہ سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف تاکہ ان گردن مسروڑ دیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف ان کی گردن مسروڑ کرنے کے لئے کھڑے ہوئے، دونوں نے کہا کہ تم حضرت رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز مانگ رہی ہو جو آنحضرت ﷺ کے پاس نہیں ہے، چنانچہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے کہا کہ خدا کی قسم ہم کبھی بھی حضرت رسول اللہ ﷺ سے ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آنحضرت ﷺ کے پاس نہ ہو، پھر حضرت رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم سے ایک مہینہ یا تیس دن کنارہ کش رہے، پھر یہ آیت نازل ہوئی ”یا ایہا النبی الخ“ اے نبی آنحضرت ﷺ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے، یہاں تک کہ پہنچے تم میں سے نیک کام کرنے



دالیوں کے لئے بڑا ثواب ہے، پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابتداء کرتے ہوئے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! میں تمہارے سامنے ایک بات پیش کرنا چاہتا ہوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس معاملہ میں جلدی نہ کرنا، بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر لینا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کیا ہے؟ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کو یہ آیت پڑھ کر سنائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آنحضرت ﷺ کے بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی، بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے گھر کو اختیار کرتی ہوں، اور میں آنحضرت ﷺ سے سوال کرتی ہوں، کہ آنحضرت ﷺ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم میں کسی سے نہ بتائیں جو میں نے کہا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ اگر کوئی بیوی مجھ سے پوچھیں گی تو میں اس کو ضرور بتاؤں گا، بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس لئے نہیں بھیجا کہ میں کسی کو رنج پہنچاؤں یا کسی کی تکلیف کا خواہاں رہوں، بلکہ خدا نے مجھے سکھانے والا اور آسانی پیدا کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (مسلم)

**تشریح:** غزوہ احزاب، بنو قریظہ اور بنو نضیر کی فتوحات کے بعد اموال غنیمت تقسیم ہوئے تو مسلمانوں میں کسی قدر خوش حالی پیدا ہو گئی۔ اس موقع پر آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے جمع ہو کر شکوہ کیا کہ ہم فقر و فاقہ کی زندگی گزار رہے ہیں جب کہ قیصر و کسریٰ کی بیویوں کی عیش و عشرت تو ایک طرف، ان کی کنیزیں بھی فراخی کی زندگی گزار رہی ہیں۔ اور مسلمان اور مسلمان عورتوں کی حالت بھی بہتر ہو گئی ہے آنحضرت ﷺ ہمارے لئے بھی کچھ انتظام فرما دیں تو بہتر ہوگا، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے اس مطالبہ سے آنحضرت ﷺ کو بہت رنج ہوا، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اللہ کے حکم سے تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کو اس بات کا اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو تنگی کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی زوجیت میں رہیں اس میں ان کے لئے اجر عظیم کا وعدہ ہے، اور اگر چاہیں تو طلاق کے ذریعہ کچھ دنیوی مال و متاع لے کر رخصت ہو جائیں تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے قرآن کے اس حکم کو سن کر آنحضرت ﷺ کو اختیار کر لیا اور دنیا کی فراخی کو آنحضرت ﷺ کی زوجیت سے نکل کر قبول کرنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں، اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب زوجین کی طبیعتوں میں مناسبت نہ ہو تو متحب یہ ہے کہ بیوی کو اختیار دے دیا جائے کہ شوہر کی موجودہ حالت پر قناعت کر کے ساتھ رہنا چاہئے تو

رہے ورنہ سنت کے مطابق طلاق دے کر عورت کے ساتھ رخصت کر دے، یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ طلاق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت کے سپرد کر دیا جائے کہ تو اپنے کو طلاق دیکر آزاد ہو جائے۔

(معارف القرآن)

**فوجد الناس:** آنحضرت ﷺ نے بیویوں سے کنارہ کشی فرمائی تھی، اس کی اطلاع جب لوگوں کو ہوئی تو وہ بہت فکر مند ہوئے اور در اقدس پر حاضری دی، لیکن چوں کہ یہ ذاتی نوعیت کا معاملہ تھا، لہذا گھر میں آنے کی اجازت کسی کو نہ ملی، "فاذن لابی بکر" حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما چوں کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے سرسرتھے اور جگری دوست اور یار غار اور راز دار بھی اسی طرح فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دوسرے درجہ پر تھے۔ اسلئے ان کو گھر میں آنے کی اجازت ہو گئی، "حولہ نساء" آنحضرت ﷺ کے ارد گرد آنحضرت ﷺ کی بیویاں جمع تھیں، اور شیخین بھی وہاں چلے آئے، ممکن ہے کہ یہ واقعہ آیات حجاب کے نزول سے پہلے کا ہو، "اضحك النبي صلى الله عليه وسلم" اپنے ساتھی کو مغموم دیکھ کر کوئی ایسا عمل کرنا یا کوئی ایسی بات کہنا جس سے اس کا غم دور ہو جائے اور وہ خوش ہو جائے متحب ہے، "یا ایہا النبی" اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کو اختیار دے دیا کہ یا تو وہ اس حال میں راضی رہیں جس میں آنحضرت ﷺ ان کو رکھیں ورنہ وہ طلاق لے کر جہاں چاہیں چلی جائیں، اختیار ملنے کے بعد اگر عورت شوہر کو اختیار کرے تو جمہور کے نزدیک کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔ اور اگر اپنے نفس کو اختیار کرے تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی، "فبدا بعائشة" چوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام بیویوں میں سب سے زیادہ سمجھدار تھیں، لہذا سب سے پہلے اختیار دے جانے سے متعلق اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو آگاہ کیا، "نستشیر ابویک" چوں کہ آنحضرت ﷺ سے فرقت میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا نقصان تھا، اس لئے آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ جذبات میں آکر کہیں دنیوی زیب و زینت اختیار نہ کر لیں، لہذا ان سے فرمایا کہ اپنے والدین سے ضرور مشورہ کر لینا، کیونکہ آنحضرت ﷺ کو معلوم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے والدین کبھی آنحضرت ﷺ سے فراق کا مشورہ نہ دیں گے، "افیک یا رسول اللہ" صلی اللہ علیہ وسلم استشیر ابوی" یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ کے بارے میں میں اپنے والدین سے مشورہ کروں گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ مشورہ اس وقت ہوتا ہے جب کسی مسئلہ کے

تمام پہلو واضح نہ ہوں اور معاملہ میں تردد ہو، میں دل و جان سے آنحضرت ﷺ کو پسند کرتی ہوں، اور آنحضرت ﷺ کو اختیار کرتی ہوں، لہذا مشورہ کی ضرورت نہیں، اور مشورہ کا سوال ہی پیدا ہوتا "اسئلك" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت ﷺ کو اختیار کیا لیکن آنحضرت ﷺ سے غایت درجہ محبت نے ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ ان کے فیصلہ سے دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم واقف نہ ہو سکیں، تاکہ ان میں سے بعض یا سب دنیوی زیب و زینت اختیار کر کے حضور ﷺ سے جدا ہو جائیں، اور وہ حضور ﷺ کی توجہات کی اور زیادہ مستحق ہو جائیں۔

لہذا انہوں نے حضور ﷺ سے درخواست کی کہ میرے فیصلہ سے دیگر ازواج کو مطلع نہ فرمائے گا، "لا تسئلنی امرأۃ" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس درخواست کو حضور ﷺ نے قبول کرنے سے منع فرمادیا، اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی محبت عام تھی، آنحضرت ﷺ نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بعض ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نقصان میں رہیں اور خسارہ میں پڑ جائیں، چنانچہ تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کو اختیار کیا، جس کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کے مقام و مرتبہ کو پہلے سے بہت زیادہ بلند فرمادیا۔ (مرقاۃ: ۳۶۴/۶)

## باری کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ کو اختیار

{۳۰۹۹} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كُنْتُ أَغَارُ مِنَ اللَّائِي وَهَبْنَ أَنْفُسَهُنَّ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ أَتَهَبُ الْمَرْأَةُ نَفْسَهَا فَلَمَّا أَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى تَرْجِي مَنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتُؤْوِي إِلَيْكَ مَنْ تَشَاءُ مِنْ ابْتِغَايَ مَسْنٍ عَزَلْتُ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ قُلْتُ مَا أُرِي رَبِّكَ إِلَّا يَسَارِعُ فِي هَوَاكَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ) وَذَكَرَ حَدِيثُ جَابِرٍ اتَّقُوا اللَّهَ فِي النِّسَاءِ فِي قِصَّةِ حُجَّةِ الْوَدَاعِ.

**حوالہ:** بخاری شریف: ۳۰۶/۲، باب ترجی من تشاء الخ، کتاب التفسیر،

حدیث نمبر: ۴۷۸۸، مسلم شریف: ۴/۱، باب جواز ہتھانوبہا، کتاب الرضاع،

حدیث نمبر: ۱۴۶۴۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں غیرت کرتی تھی ان عورتوں سے جو ہبہ کرتی تھیں اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے لئے، میں کہتی کیا عورت اپنے آپ کو ہبہ کر سکتی ہے؟ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی ”ترجی من تشاء منهن الخ“ ان میں سے آنحضرت ﷺ جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں، اور جس کو چاہیں اپنے نزدیک رکھیں، اور جن کو آنحضرت ﷺ نے دور رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں، تب بھی آنحضرت ﷺ پر کوئی گناہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں دیکھتی ہوں کہ، آنحضرت ﷺ کا پروردگار آنحضرت ﷺ کی خواہش بہت جلد پوری کر دیتا ہے۔ (بخاری و مسلم) اور جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ”اتقوا اللہ فی النساء“ حجة الودع کے قصہ میں گذر چکی ہے۔

**تشریح:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوچ یہ تھی کہ عورت کا اپنے کو ہبہ کرنا قلت حیا کی دلیل ہے، لہذا انہوں نے اس پر عار دلائی، لیکن چونکہ یہ انکا اپنا خیال تھا، ورنہ نبی کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کر کے اپنی عظمت شان بڑھانا، اور تمام ایمان والوں کی ماں بننا یہ بہت عظیم الشان سعادت ہے، اس حدیث میں جو آیت ہے اس سے معلوم یہ ہوا کہ بیویوں کے درمیان باری مقرر کرنا، اور باری کی رعایت کرنا آنحضرت ﷺ پر واجب نہ تھا، اس میں درحقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے آنحضرت ﷺ کے لئے رخصت تھی، لیکن اس رخصت کے باوجود آنحضرت ﷺ نے بیویوں کی دلداری کی خاطر تمام عمر باری کی رعایت برتی، اور جس کی باری ہوتی اسی کے ساتھ رات گزارنے کا معمول رکھا۔

**اغار من اللانی وبن:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان عورتوں پر آتی تھی جو اپنے کو ہبہ کرتی تھیں، اور وہ یہ خیال کرتی تھی کہ یہ قلت حیا کی دلیل ہے، ”ترجی“ اس آیت کا مطلب اور مفہوم ایک تو اوپر گزرا ہے اور دوسرا مفہوم بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ اپنی امت کی جن عورتوں سے چاہیں نکاح کر لیں، اور جن سے چاہیں نکاح نہ کریں، امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ آیت دراصل ”لا یحل لك النساء من بعد“ کے لئے ناخ ہے، چنانچہ آنحضرت ﷺ کے لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کے علاوہ عورتیں بھی وفات تک حلال رکھی گئیں تھیں، ”ما اری ربك“ یعنی اللہ تعالیٰ آپ کی مرضی اور خواہش کو بہت جلد پورا فرماتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۶/۳۶۶)

## {الفصل الثانی}

### بائمی تالین

{۳۱۰۰} عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّهَا كَانَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ قَالَتْ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقْتُهُ عَلَى رَجُلٍ فَلَمَّا حَمَلْتُ اللَّحْمَ فَسَابَقْتُهُ فَسَبَقَنِي قَالَ هَذِهِ بِبَيْتِكَ السَّبَقَةُ. (رواه ابوداؤد)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۱/ ۳۴۸، باب فی السبق علی الرجل، کتاب الجہاد،

حدیث نمبر: ۲۵۷۸۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھیں، حضرت ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوڑ میں مقابلہ کیا تو میں آنحضرت ﷺ سے آگے نکل گئی، پھر جب میرا جسم بھاری ہو گیا تو میں نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ دوڑ لگائی تو آنحضرت ﷺ مجھ سے آگے بڑھ گئے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس آگے نکل جانے کا بدلہ ہے۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** بیویوں کے ساتھ پیار و محبت کی زندگی گزارنا چاہئے، شریعت کے دائرہ میں رہ کر ان کی خوشی کا خیال رکھنا چاہئے، آنحضرت ﷺ کا عمل دیکھئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی وہ بچی تھیں، چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ان کے بچپن کی بھرپور رعایت کی، حضور اکرم ﷺ نے بڑھاپے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دل داری کی خاطر دوڑ کا مقابلہ کر کے امت کو عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت کرنے کا عملی طور پر درس دیا ہے۔

**نابقتہ:** آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پیدل دوڑ کا دوسرا مقابلہ ہوا، پہلی مرتبہ اس وقت جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دہلی پتلی تھیں، چنانچہ وہ آگے نکل گئیں پھر عرصہ بعد دوسری مرتبہ

دوڑ کا مقابلہ کیا، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بدن بھاری ہو چکا تھا، چنانچہ آنحضرت ﷺ آگے نکل گئے، اس موقع پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پہلی مرتبہ تم آگے نکل گئیں تھیں، یہ اس کا بدلہ ہے، یہ آنحضرت ﷺ کے حسن معاشرت کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

**علی دجلی:** یہ جملہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس لئے ذکر کیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ دوڑ کا مقابلہ سواری پر نہیں ہوا تھا، بلکہ پیروں پر دوڑ ہوئی تھی، علامہ طیبی نے فرمایا کہ اس جملہ سے تاکید مقصود ہے، جیسا کہ کوئی کہے کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے لکھا۔ (طیبی: ۶/۳۴۹)

## کیا دوڑ کا مقابلہ وقار کے خلاف ہے

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث میں مذکور مقابلہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ آج کل لوگ وقار و وقار پکارتے ہیں، یہ وقار تکبر کا پوئلہ ہے ان لوگوں نے تکبر کا نام وقار رکھ لیا ہے، یاد رکھو وقار کے خلاف وہ کام ہے جس میں دین پر بات آتی ہو، اور جن میں دینی مصلحت پر کوئی اثر نہ پہنچے، محض اپنی عرفی سبب کی ہوتی ہے، تو ایسا کام کرنا عین تواضع ہے، آج کل جو لوگ وقار کا پوئلہ بغل میں دبائے ہوتے ہیں وہ بیوی کے ساتھ دوڑنے کو خلاف وقار سمجھیں گے، مگر وہ ذرا زبان سنبھالیں، اور آنکھیں کھول کر دیکھیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مسابقت کی ہے، تو کیا معاذ اللہ وہ حضور ﷺ کے فعل کو بھی خلاف وقار کہیں گے، ہرگز نہیں، اور اگر کوئی ایسا کہے تو اس کے ایمان کی خیر نہیں، یقیناً حضور ﷺ کا فعل خلاف وقار نہیں تھا، ہاں تکبر کے خلاف ضرور تھا، پس اگر آج کل کے مدعیان متکبر نہیں ہیں تو وہ ذرا ہم کو اپنی بیویوں کے ساتھ دوڑ کر دکھائیں، مگر ان سے قیامت تک ایسا نہ ہو سکے گا، ہاں جو شخص متکبر نہ ہوگا، اور حضور ﷺ کا متبع ہوگا، وہ ایسا ضرور کر سکتا ہے، اور بحمد اللہ ہم نے بھی اس سنت پر عمل کیا ہے۔ (اشرف الجواب)

**مسابقہ کا حکم:** حدیث میں چار چیزوں کے اندر مسابقہ کا جواز مذکور ہے، بقیہ چیزوں میں مسابقہ کے بارے میں حدیث نقل نہیں ہوئی ہے، (۱) اونٹ میں (۲) گھوڑے، خیر میں (۳) تیر اندازی میں (۴) پیدل دوڑنے میں کسی بھی مسابقہ میں ایک طرف سے شرط جائز ہے، دونوں طرف سے شرط لگانا حرام ہے۔ (تحقیق کے لئے مرقاۃ دیکھیں)

## بہتر وہ شخص ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرے

{۳۱۰۱} وَعَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ.

(رواہ الترمذی والدارمی ورواہ ابن ماجہ) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ إِلَى قَوْلِهِ لِأَهْلِي.

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲/۲۲۸، باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم،

کتاب المناقب، حدیث نمبر: ۳۸۹۵۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے کہ جو اپنے اہل و عیال کے حق میں بہتر ہے اور میں تم سب میں اہل و عیال کے حق میں سب سے بہتر ہوں، اور جب تمہارا کوئی ساتھی مر جائے تو اس کا پیچھا چھوڑ دو۔ (ترمذی، داری) اور اس کو ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آنحضرت ﷺ کے فرمان "لاہلی" تک نقل کیا ہے۔

**تشریح:** چونکہ گھروالوں کا ہر وقت کا ساتھ ہے، ان کو خوش رکھنا اور ان کے ساتھ بہتر سلوک کرنا

مشکل ہوتا ہے، لہذا جو شخص ایسا کر لے تو وہ بہت بلند اخلاق کا حامل ہے۔ "انا خیرکم لاہلی" میں تم سب کے مقابلہ میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا ہوں، آنحضرت ﷺ نے اہل و عیال اور اعرا و اقربا کا جس طرح خیال رکھا ہے کسی کیلئے ممکن ہی نہیں ہے، آنحضرت ﷺ کے بارے میں فرمان رب ہے "انک لعلی خلق عظیم" یقیناً آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو (سورہ القلم)، "وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ" جب کوئی عزیز مر جائے تو پھر برائی سے اسکا ذکر کرنا ممنوع ہے، آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "اذکرو موتاکم بالخیر" اپنے مرے ہوئے لوگوں کا ذکر بھلائی سے ہی کرو، بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس جملہ میں "صاحب" سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات والا ہے، اور مطلب اس جملہ کا یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں تو اس پر افسوس کرنا اور بے قرار ہونا چھوڑ دو۔ (مرقاۃ: ۶/۳۶۸)

## اطاعت شعار بیوی کو جنت کی خوشخبری

{۳۱۰۲} وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَ أَحْصَتْ فَرَجَهَا وَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَبِي أَبَوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ. (رواه ابو نعیم فی الحلیۃ)

حوالہ: ابو نعیم فی الحلیۃ: ۶/۳۰۸۔

**ترجمہ:** حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ عورت جب اپنی پانچ نمازیں پڑھے اور اپنے رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (ابو نعیم فی الحلیۃ)

**تشریح:** اذا صَلَّاتِ خَمْسَهَا: مطلب یہ ہے کہ پاکی کے ایام میں مکمل طور پر نماز کی ادائیگی کرنے والی ہو، "وصامت شهرها" رمضان کے روزے پابندی سے رکھے، اور جو روزے عذر شرعی کی وجہ سے قضا ہو جائیں ان کو بعد میں رکھے۔ "أحصت فرجها" اور بدکاری سے مکمل طور پر اجتناب کرے "اطاعت بعلها" شوہر کی حد درجہ وفادار اور خدمت گزار ہو، جن امور میں شوہر کی اطاعت لازم ہے ان میں قطعاً اس کی نافرمانی نہ کرے۔ "فلتدخل" ان اوصاف کی حامل عورت کے لئے یہ خوشخبری ہے کہ وہ بلا روک ٹوک جنت کے دروازوں میں سے جس سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔

## شوہر کا مقام

{۳۱۰۳} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ أَمْرُ أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. (رواه الترمذی)



**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲۱۹/۱۲، باب ماجاء فی حق الزوج، کتاب الرضاع،

حدیث نمبر: ۱۱۵۹۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ سجدہ کرے کسی کے لئے تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ (ترمذی)

**تشریح:** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر میں کسی کو کسی کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیتا یعنی غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ذرا بھی گنجائش ہوتی تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کیا کرے۔

اس حدیث کا شان ورو دیہ ہے کہ کچھ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ملک شام گئے وہاں انہوں نے بادشاہوں کے دربار کا منظر دیکھا جب بڑا دربار میں آتا تو سب لوگ دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں، اور جب وہ بیٹھتا ہے تو سب اس کو سجدہ کرتے ہیں اور جب تک وہ بیٹھا رہتا ہے سب لوگ اس کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! حقیقی تعظیم کے لائق تو آپ ہیں، ہمارا جی چاہتا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مجلس میں جلوہ افروز ہوں تو ہم آنحضرت ﷺ کو سجدہ کیا کریں اور آپ کے سامنے کھڑے رہا کریں، آنحضرت ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور سجدہ کے تعلق سے وہ بات فرمائی جو اوپر گزری، اور قیام کے تعلق سے فرمایا: "لا تقوموا کما یقوم الاعاجم"۔ یعنی جس طرح سے عجمی لوگ دربار میں کھڑے رہتے ہیں تم کھڑے نہ رہو، ہمارے اکابر نے اس حدیث کو آگے بڑھایا اور فرمایا: کسی کے استقبال کے لئے کھڑا ہونا پھر بیٹھ جانا بھی اس حدیث کا مصداق ہے، کیونکہ ممانعت کی علت تعظیم ہے، عجمی اپنے بڑوں کے سامنے کھڑے ہو کر ان کی تعظیم کیا کرتے تھے، اور ان کے سامنے بیٹھنے کو توہین سمجھتے تھے، پس اگر استقبال کے لئے کھڑے ہونے کی اجازت دی جائے گی تو یہ قیام بڑھتا بڑھتا عجمیوں کے قیام تک پہنچ جائے گا، چنانچہ آنحضرت ﷺ جب مجلس میں تشریف لاتے تو آنحضرت ﷺ کے احترام میں کوئی کھڑا نہیں ہوتا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی بھی قابل احترام نہیں تھا، پھر بھی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین آنحضرت ﷺ کو آتا ہوا دیکھتے

تھے تو کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضرت نبی ﷺ کو یہ بات پسند نہیں ہے۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے استقبال کے لئے کھڑے ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ کھڑا ہونا تعاون کے لئے تھا، غزوہ بنو قریظہ کے موقع پر جب وہ گدھے پر سوار ہو کر لشکر کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوموا الی سیدکم۔ تم اپنے سردار کی طرف کھڑے ہوؤ، اسکا مطلب یہ تھا کہ جا کر ان کو سواری سے اتارو اس لئے کہ وہ بیمار تھے، مسند احمد کی حدیث میں "فانزلوه" کی صراحت ہے (یہ حدیث متفق علیہ ہے، مشکوٰۃ: حدیث نمبر: ۳۶۹۵)

تاہم اپنے کسی بڑے کی تعظیم کے لئے جیسے اپنے والد اپنے اتا یا اپنے شیخ کی تعظیم کیلئے کھڑے ہونے کی گنجائش ہے مضائقہ نہیں، بشرطیکہ وہ اپنے لئے کھڑے ہونے کو ناپسند کرے اور اگر وہ اپنے لئے کھڑے ہونے سے خوش ہوتا ہے تو یہ اس کے تکبر کی نشانی ہے اس کے لئے کھڑا نہ ہوا جائے۔ اسلئے کہ اس کے لئے کھڑا ہونا تکبر میں اس کی مدد کرنا ہے جو کہ ممنوع ہے، اسی طرح کوئی حاکم، اگر اور اسکے لئے کھڑا نہ ہوا جائے تو وہ ظلم کرے گا نقصان پہنچائے گا تو اس کے شر سے بچنے کے لئے اس کے لئے کھڑے ہونے میں بھی مضائقہ نہیں۔

اور سجدہ کے تعلق سے فرمایا کہ غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز نہیں اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنے کی ذرا بھی گنجائش ہوتی تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ جب ان کے شوہر باہر سے آئیں تو عورتیں سجدہ کر کے ان کی تعظیم بحال لایا کریں۔ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ عورت پر شوہر کا پہلا حق یہ ہے کہ وہ جائز حدود میں رہ کر شوہر کی ہر طرح تعظیم بحال لائے۔ (تحفۃ اللمی: ۳/۶۰۰)

## شوہروں کو خوش کرنا

{۳۱۰۴} وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتْ الْجَنَّةَ. (رواه الترمذی)

حوالہ: ترمذی شریف: ۱/۲۱۹، باب ماجاء فی حق الزوج الخ، کتاب الرضاع،

حدیث نمبر: ۱۱۶۱۔

**ترجمہ:** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جو عورت اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ترمذی)

**تشریح:** اس حدیث سے شوہر کا ایک حق یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت پر ضروری ہے کہ اگر کسی وجہ سے شوہر ناراض ہو جائے تو پہلی فرصت میں اسے منالیں، غلطی کس کی ہے یہ نہ دیکھے اگر مرد کی غلطی ہے اور عورت معافی مانگ لے تو یہ صرف شوہر راضی ہو جائے گا، بلکہ محبت میں اضافہ ہو جائے گا اور اگر غلطی عورت کی ہے تب تو اسے معافی مانگی ہی چاہئے، اور رات کی تخصیص اس لئے ہے کہ ممکن ہے دن میں عورت کو صفائی کا موقع نہ ملے پس جب رات میں دونوں جمع ہوں تو عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کو کسی بھی طرح راضی کر لے۔ (تحفۃ اللمعی: ۳/۶۰۱)

## شوہر کی خواہش پوری کرنے کی تاکید

{۳۱۰۵} وَعَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَعَا الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ لِحَاجَتِهِ فَلْتَأْتِهِ وَإِنْ كَانَتْ عَلَى التَّنَوُّرِ - (رواہ الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲۱۹/۱، باب ماجاء فی الزوج، کتاب الرضاع، حدیث نمبر: ۱۱۶۰۔

**ترجمہ:** حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو حاجت پوری کرنے کے لئے بلائے تو بیوی کو چاہئے کہ اس کے پاس جائے خواہ وہ تنور پر مصروف ہو۔ (ترمذی)

**تشریح:** فلأتأته: شوہر کا ایک بنیادی حق یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی سے صحبت کرنا چاہے تو بیوی انکار نہ کرے، بیوی کے انکار سے شوہر کے گناہ میں پڑنے کا احتمال ہے، اور نکاح کے عظیم فائدہ "عفت" کے فوت ہونے کا غم شدہ ہے "وان كانت علی التنور" اگرچہ وہ تنور پر ہو، مقصد یہ ہے کہ بیوی اگر کسی اہم

کام میں مشغول ہے تو اس کام کو چھوڑ کر آئے اگر نقصان کا خدشہ ہے تو نقصان ہونے دے شوہر کی بات نہ ٹالے۔ (تحفۃ اللمعی: ۳/۶۰۱)

## شوہر کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت

{۳۱۰۶} وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُؤْذِيْ اِمْرَاَةً زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْخُورِ الْعَيْنِ لَا تُؤْذِيْهِ فَاَتَلَكَ اللهُ فَاَتَمَّهَا هُوَ عِنْدَكَ دَخِيْلٌ يُّوشِكُ اَنْ يُفَارِقَكَ اِلَيْنَا۔ (رواه الترمذی وابن ماجه) وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: هَذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ۔

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۲۲، باب کتاب الرضاع، حدیث نمبر: ۱۱۷۴، ابن ماجہ شریف: ۱۴۵، باب فی المرأة تؤذی زوجها، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۰۱۴۔

**ترجمہ:** حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچاتی ہے تو اس کی جنت والی بیوی یعنی حور عین کہتی ہیں کہ اس کو تکلیف مت پہنچاؤ، خدا تجھے ہلاک کرے یہ تو تیرے پاس مہمان ہے عنقریب وہ تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔ (ترمذی، ابن ماجہ) امام ترمذی نے فرمایا: کہ حدیث غریب ہے۔

**تشریح:** شوہر کو تاناؤ و تکلیف پہنچانا یہ برا عمل ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کے فرشتے اور ملاء اعلیٰ پر رہنے والے سخت ناراض ہوتے ہیں اور شوہر کو ستانے والی عورت کے حق میں بددعا کرتے ہیں۔

**الحور العین:** بڑی آنکھوں والی گوری عورت، یہ جنت کی مخصوص عورتوں کی صفت ہے، دنیا میں اگر کوئی عورت گوری اور بڑی آنکھوں والی ہے تو اس کو حور عین نہیں کہیں گے۔

**تذویدہ:** جنت میں رہنے والی حوریں جب دیکھتی ہیں کہ کوئی عورت اپنے شوہر کو ستا رہی ہے تو اسکے حق میں بددعا کرتی ہیں، ایک حدیث میں ہے کہ "لعن الملائكة لعاصية الزوج" جو عورت شوہر کی نافرمانی کرتی ہے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں۔

**سوال:** حوروں کو کیسے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں عورت اپنے شوہر کو ستا رہی ہے؟

**جواب:** دنیا اور آخرت کے درمیان ایک پردہ ہے جس سے ایک طرف نظر آتا ہے، جیسے کاروں میں کالا شیشہ ہوتا ہے، چنانچہ جنت کی حوروں کو دنیا کی بیوی کے معاملات نظر آتے ہیں اور اس کو کوستی ہیں، لہذا دنیا کی بیویوں کو حوروں کی بددعا سے بچنا چاہئے۔

**سوال:** دنیا کی عورت جب حور کی بات سنتی نہیں تو اس سے کیا فائدہ؟

**جواب:** یہ غیب کی باتیں ہیں جو مخبر صادق رسول اللہ ﷺ نے بتائیں ہیں، پس جس طرح امور غیبیہ پر ایمان لانا ضروری ہے اور وہ ایمان کے لئے مفید ہے، اسی طرح اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ (تحفۃ اللمعی)

**یوشک ان یضار تک:** حوریں کہتی ہیں کہ شوہر کو مت ستاؤ، وہ عنقریب تم کو چھوڑ کر ہماری طرف آنے والا ہے، حضرت مفتی سعید احمد صاحب زید مجدہم فرماتے ہیں کہ میں نے اس حدیث سے یہ بات سمجھی ہے کہ اگر بیوی بلا وجہ شوہر کو پریشان کرے گی تو مرد کا پہلے انتقال ہو جائے گا، اور بیوی پیچھے ٹھوکرے کھائے گی، اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوگا یعنی شوہر بیوی کو بلا وجہ پریشان کرے گا تو وہ پیچھے رہ جائے گا، اور دھکے کھائے گا، مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ (حوالہ بالا)

## بیوی کے حقوق کا ذکر

{۳۱۰۷} وَعَنْ حَكِيمِ بْنِ مُعَاوِيَةَ الْقَشِيرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَقُّ زَوْجَةٍ أَحَدِنَا عَلَيْهِ قَالَ أَنْ تُطْعِمَهَا إِذَا طَعِمْتَ وَتَكْسُوَهَا إِذَا اكْتَسَيْتَ وَلَا تُضْرِبَ الْوَجْهَ وَلَا تُقَبِّحَ وَلَا تَهْجُرَ إِلَّا فِي الْبَيْتِ. (رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ)

**حوالہ:** مسند احمد: ۴/۴۲۶، ابوداؤد شریف: ۲۹۱، باب فی حق

المرأة علی زوجها، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۲۲، ابن ماجہ شریف: ۱۳۳، باب

حق المرأة علی الزوج، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۵۔

**ترجمہ:** حضرت حکیم بن معاویہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں سے کسی کی بیوی کا اس پر کیا حق ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ جب تم کھاؤ، تو اس کو بھی کھلاؤ، جب پہنو تو اس کو بھی پہناؤ، اور چہرے پر مت مارو، اور اس کو برا مت کہو، اور گھر کے علاوہ میں علاحدگی مت اختیار کرو۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

**تشریح:** اسلام میں حقوق ایک طرفہ نہیں ہیں، بلکہ دوطرفہ ہیں، جس طرح شوہر کے بیوی پر کچھ حقوق ہیں ان کی ادائیگی بیوی پر لازم ہے، اسی طرح بیوی کے بھی کچھ حقوق ہیں ان کی ادائیگی شوہر پر لازم ہے، عورت کا مرد پر یہ حق ہے کہ مرد اس کے کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور رہنے سہنے کا حسب حیثیت بہتر انتظام کرے، جب مارنے کی شدید ضرورت ہو تو ہلکی پھلکی مار کی رخصت ہے لیکن چہرے پر قطعی نہ مارے، اگر عورت کی اصلاح کی ضرورت ہو تو اپنی خواب گاہ سے اس کو نکال دے، لیکن گھر سے قطعی نہ نکالے۔

**لا تضرب الوجه:** اگر سمجھانے بچھانے سے عورت کی اصلاح نہ ہو تو اس کو مارنے کی گنجائش ہے، لیکن چہرے پر مارنے کی اجازت نہیں ہے۔

**سوال:** کن وجوہات کی بنا پر شوہر بیوی کو مار سکتا ہے؟

**جواب:** شوہر کیلئے چار وجہ سے بیوی کو مارنے کی گنجائش ہے۔

(۱)..... شوہر زینت کا حکم کرے اور وہ زینت نہ کرے۔

(۲)..... شوہر جماع کیلئے کہے اور عورت انکار کر دے۔

(۳)..... نماز چھوڑنے پر، امام محمد (کی ایک روایت ہے کہ نماز چھوڑنے پر مارنے کا حق نہیں ہے۔

(۴)..... شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنے پر۔ (مرقاۃ: ۶/۳۷۰)

**لا تضجع:** شوہر بیوی کو گالی نہ دے اور نہ برا بھلا کہے اور نہ بد عادات، یہ عورت کا شوہر پر حق ہے، "ولا تہجر" عورت کی نافرمانی کی صورت میں شوہر گھر میں رہتے ہوئے اس سے علاحدگی اختیار کر سکتا ہے، لیکن خود گھر سے نکل جائے یا عورت کو نکال دے اس کی اجازت نہیں ہے۔ (الدر المنضود: ۶۵/۴)

## بیوی کو بہت زیادہ مارنے کی ممانعت

{۳۱۰۸} وَعَنْ لَقِيطِ بْنِ صَبْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي امْرَأَةً فِي لِسَانِهَا شَيْءٌ يَغْنِي الْبَذَاءَ قَالَ طَلَّقْهَا قُلْتُ إِنَّ لِي مِنْهَا وَلَدًا وَلَهَا صُحْبَةٌ قَالَ فَمُرْهَا يَقُولَ عِظْهَا فَإِنْ يَكُ فِيهَا خَيْرٌ فَسَتَقْبَلُ وَلَا تَضْرِبَنَّ طَعْنَتَكَ ضَرْبَكَ أَمَتَكَ. (رواہ ابو داؤد)

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۱/۹، باب فی الاستنثار، کتاب الطہارت، حدیث

نمبر: ۱۴۲۔

**ترجمہ:** حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری ایک بیوی ہے، جس کی زبان میں کچھ ہے یعنی وہ بہت بد زبان ہے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ تم اس کو طلاق دیدو میں نے کہا اس سے میرا لڑکا ہے، اور ایک لمبی مدت سے اس کی صحبت رہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو حکم کرو، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ اس کو نصیحت کرو، اگر اس کے اندر بھلائی ہوگی تو وہ نصیحت قبول کریگی، اور اپنی بیوی کو اپنی باندی کی طرح ہرگز مت مارو۔ (ابو داؤد)

**تشریح:** اس حدیث حاصل یہ ہے کہ اگر بیوی بہت فحش گو بد زبان ہو اور اس سے نبھاؤ کی صورت نہ ہو طلاق دے دینا بہتر ہے، لیکن اگر اس کی اولاد ہو اور طلاق کی وجہ سے بچہ کی پریشانی کا خیال ہو تو ایسے میں شوہر کو حکمت عملی سے کام لینا چاہئے اور نصیحت کرتے رہنا چاہئے، نصیحت کا اثر قبول کرے تو بہتر ہے اور اگر نصیحت کا اثر نہ ہو تو مارنے کی گنجائش ہے، لیکن مارنا ہلکا پھلکا ہو بہت زیادہ بے رحمی سے قطعاً نہ مارے۔

**طلبہ:** بیوی کی بدزبانی برداشت نہ ہو تو طلاق دے دو، امر و جوہ کے لئے نہیں بلکہ اباحت کیلئے ہے۔ ”ولہا صحبۃ“ یعنی بیوی کیساتھ قدیم تعلق ہے اس کو یکسر توڑنا بھی نہیں چاہتا ہوں، ”یقول“ یہ راوی کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کرنے کا حکم کیا۔ ”ولا تضربن“ مطلب یہ ہے کہ آزاد

عورت کو باندی کی طرح مت مارو اور اس کے ساتھ باندی جیسا سلوک نہ کرو۔

## عورتوں کا مارنا شریفوں کا شیوہ نہیں ہے

{۳۱۰۹} وَعَنْ إِيَّاسِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَضْرِبُوا إِمَاءَ اللَّهِ فَبَاءَ عُمَرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَرْنِ النَّسَاءَ عَلَى آزَوَاجِهِنَّ فَرَخَّصَ فِي ضَرْبِهِنَّ فَأَطَافَ بِآلِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ آزَوَاجَهُنَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَاءٌ كَثِيرٌ يَشْكُونَ آزَوَاجَهُنَّ لَيْسَ أَوْلَيْكَ بِخِيَارِكُمْ. (رواه ابوداؤد وابن ماجه والدارمي)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۱/۲۹۲، باب فی ضرب النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۴۶، ابن ماجہ شریف: ۱۴۶، باب فی ضرب النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۹۸۵، دارمی: ۲/۹۸، باب فی النهی عن ضرب النساء، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۲۱۹۔

**ترجمہ:** حضرت ایاس بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ کی بندوں کو مارومت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ عورتیں اپنے شوہروں پر دلیر ہو گئی ہیں، تو آنحضرت ﷺ نے ان کے مارنے کی اجازت عطا فرمادی، اس کے بعد بہت سی عورتوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو گھیر لیا، اور انہوں نے اپنے شوہروں کی شکایت کی تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ محمد ﷺ کی بیویوں کے پاس آکر بہت سی عورتوں نے اپنے شوہروں کی شکایت کی، وہ لوگ تم میں سے بہتر لوگ نہیں ہیں۔

**تشریح:** لا تضربوا: پہلے مردوں کو مطلقاً عورتوں کو مارنے سے منع کر دیا گیا، لیکن جب عورتیں منھ زور ہونے لگیں تو پھر اجازت عطا فرمادی، ”لیس اولئک بخیارکم“ یہ پسندیدہ لوگ نہیں



ہیں، پہلی پھلکی مار کی اجازت ہے، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس کو پسند نہیں کیا ہے، معلوم ہوا کہ نہ مارنا افضل ہے۔

## بیوی کو شوہر کے خلاف اکسانے کی مذمت

{۳۱۱۰} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا أَوْ عَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ۔ (رواہ ابوداؤد)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۲/۴۰۳، باب فیمن خب مملکوکاً کتاب الادب،

حدیث نمبر: ۵۱۷۰۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف ورغلائے۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** کسی عورت کے سامنے اس کے شوہر کے نقائص بیان کر کے یا کسی غیر مسرد کی خوبیاں بیان کر کے شوہر سے بدظن کرنا حرام ہے، اسی طرح غلام و باندی کو آقا کے خلاف ورغلانا اور آقا کے گھر کو چھوڑنے پر آمادہ کرنا انتہائی قبیح فعل ہے، ایسے شخص کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے اس کا ہم سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

**لیس منا:** مذکورہ شنیع حرکت کرنے والا یا کرنے والی ہمارے تابعداروں میں سے نہیں ہے، "من خبب" شوہر کے خلاف اکسانے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)..... شوہر کے عیوب بیان کئے جائیں، اور عورت کے ذہن میں یہ بٹھایا جائے کہ وہ بڑا ظالم ہے، تمہارے جائز حقوق ادا نہیں کرتا ہے۔

(۲)..... کسی اجنبی کی اس مقصد سے خوب تعریف کی جائے تاکہ عورت شوہر سے کنارہ کش ہو کر اجنبی کی طرف راغب ہو جائے، اس طرح کی خصلت عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے ان کو اس سے بچنا

چاہئے "او عبدا علی سیدہ" غلام کو آقا کی نافرمانی پر اس لئے چوری کرنے پر ابھارے۔

(مرقاۃ: ۶/۳۷۲)

## اہل و عیال پر شفقت کمال ایمان کی علامت ہے

{۳۱۱} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَالْطَفَهُمْ بِأَهْلِهِ. (رواہ الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۸۹/۲، باب ماجاء فی استكمال الايمان، کتاب

الايمان، حدیث نمبر: ۲۶۱۲۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مسلمانوں میں کامل ایمان والے وہ ہیں، جن کے اخلاق اچھے ہیں اور جو اپنے گھر والوں سے بہتر سلوک کرتے ہیں۔ (ترمذی)

**تشریح:** اللہ کی مخلوق سے محبت کرنا بالخصوص اپنے اعزہ اقربا اور اپنے اہل کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ کرنا یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے، اور اللہ و رسول کی حقیقی اطاعت ہے، لہذا ایسا شخص کامل مؤمن ہے۔

## بیوی کے حق میں شوہر کی شفقت

{۳۱۲} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْمَلِ الْمُؤْمِنِينَ إِيمَانًا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَخَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهِمْ. (رواہ الترمذی) وَقَالَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ إِلَى قَوْلِهِ خُلُقًا.

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲۱۹/۱، باب ماجاء فی المرأة، کتاب الرضاع، حدیث

نمبر: ۱۱۲۶، ابوداؤد شریف: ۶۴۳/۲، باب الدلیل علی زیادة الايمان، کتاب السنۃ، حدیث نمبر: ۴۶۸۲۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ مومنوں میں کامل ایمان اس شخص کا ہے جو ان میں بہت اچھے اخلاق کا ہو، اور تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنی عورتوں کے حق میں بہتر ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کر کے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابوداؤد نے اس روایت کو آنحضرت ﷺ کے فرمان "خلقا" تک نقل کیا ہے۔

**تشریح:** خیار کم للنساء ہم: بیویوں کے ساتھ بہتر سلوک پر ابھار کر ایک معاشرتی کمزوری کی اصلاح کی گئی ہے لوگ عام طور پر ایک جانب کے ساتھ تو اچھے اخلاق کا برتاؤ کرتے ہیں مگر نوکروں بچوں اور بیویوں کے ساتھ اچھے اخلاق کا برتاؤ کرنے میں کوتاہی کرتے ہیں، غیروں سے بڑی مہذب گفتگو کریں گے اور متعلقین سے تو نزاع کے ساتھ باتیں کریں گے یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ (تحفۃ اللمعی)

## گڑیا اور پروں والا گھوڑا

{۳۱۱۳} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَوْ حُنَيْنٍ وَفِي سَهْوَتِهَا سِتْرٌ فَهَبَّتْ رِجْلَ فَكَشَفَتْ تَاجِيَةَ السِّتْرِ عَنْ بَنَاتٍ لِعَائِشَةَ لَعِبٍ فَقَالَ مَا هَذَا يَا عَائِشَةُ قَالَتْ بَنَاتِي وَرَأَيْتُ بَنِيَهُنَّ فَرَسًا لَهُ جَنَاحَانِ مِنْ رِقَاعٍ فَقَالَ مَا هَذَا الَّذِي أَرَى وَسَطَهُنَّ قَالَتْ فَرَسٌ قَالَ وَمَا هَذَا الَّذِي عَلَيْهِ قُلْتُ جَنَاحَانِ قَالَ فَرَسٌ لَهُ جَنَاحَانِ قَالَتْ أَمَا سَمِعْتَ أَنْ لِسُلَيْمَانَ خَيْلًا لَهَا أَجْنِحَةٌ قَالَتْ فَضَحَكَ حَتَّى رَأَيْتُ نَوَاجِذَهُ . (رواه ابوداؤد)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۶۷۵/۲، باب فی اللعب بالبنات، کتاب الادب،

حدیث نمبر: ۴۹۳۲۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوہ تبوک یا غزوہ حنین سے حضرت رسول اکرم

ﷺ واپس تشریف لائے، تو انکے گھر کے درِ بچہ پر پردہ لٹک رہا تھا، اچانک ہوا چلی تو پردہ کا ایک کنارہ ہٹ گیا، جس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھیلنے کی گڑیاں کھل گئیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ عائشہ یہ کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ میری گڑیاں ہیں، آنحضرت ﷺ نے ان کے درمیان ایک گھوڑا دیکھا جس کے کپڑے کے دو پر تھے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ میں ان کے درمیان کیا دیکھ رہا ہوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ گھوڑا ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اس کے اوپر کیا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا دو پر ہیں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑے کے کہیں پر ہوتے ہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بولیں آنحضرت ﷺ نے سنا نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس کچھ گھوڑے ایسے تھے جن کے پر تھے، آنحضرت ﷺ ہنس پڑے یہاں تک کہ میں نے آنحضرت ﷺ کے دانت دیکھ لئے۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت کم عمر تھیں، کم عمری کی وجہ سے گڑیوں اور دیگر کھلونوں سے کھیلتی تھیں، آنحضرت ﷺ ان کی عمر کا لحاظ رکھتے تھے، حدیث باب سے بھی ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ سے بہت بے تکلف تھیں، اور آنحضرت ﷺ ان کی سادہ گفتگو سے بہت لطف اندوز ہوا کرتے تھے۔

**بنات:** بنات سے مراد گڑیاں ہیں، یعنی چھوٹی چھوٹی تصویریں جو کہ بچیوں کی شکل کی ہوتی ہیں، گھر کی عورتیں اپنی بچیوں سے بنواتی ہیں تاکہ ان کو سینا پر دونا اور بچوں کی پرورش کرنا آجائے، فقہانے ان کی بیع اور شرا کو جائز رکھا ہے، ایک قول یہ ہے کہ پہلے اجازت تھی بعد میں منسوخ ہو گئی۔

## {الفصل الثالث}

غیر اللہ کے لئے سجدہ ممنوع ہے

{۳۱۱۴} عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ أَتَيْتُ الْحَبْرَةَ

فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانَ فَقُلْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَحَقُّ أَنْ يُسْجُدَ لَهُ فَاتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَتَيْتُ  
الْحَيَّةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانَ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ يُسْجُدَ لَكَ فَقَالَ لِي:  
أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتُ بِقَبْرِ مَنْ أَكُنْتُ تَسْجُدُ لَهُ فَقُلْتُ: لَا فَقَالَ: لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ  
أَمْرُ أَحَدٍ أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَا مَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يُسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ  
لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ حَقٍّ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ) رَوَاهُ أَحْمَدُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ.

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۲/ ۲۹۱، باب فی حق المرأة علی المرأة، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۴۰۔

**ترجمہ:** حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حیرہ آیا تو میں نے دیکھا کہ لوگوں کو کہ وہ  
اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے دل میں کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ ان کا  
سجدہ کیا جائے، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حیرہ میں پہنچا تو میں  
نے دیکھا کہ لوگ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، آنحضرت ﷺ زیادہ حقدار ہیں کہ آنحضرت ﷺ  
کو سجدہ کیا جائے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بھلا بتاؤ، اگر تم میری قبر کے پاس سے گزرے تو اس کو  
سجدہ کرو گے، میں نے عرض کیا نہیں، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ ایسا نہ کرو، اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ  
وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، اس حق کی بنا پر جو اللہ تعالیٰ  
نے عورتوں پر ان کا حق مقرر کیا ہے۔ (ابوداؤد) امام احمد رحمہ اللہ نے اس روایت کو حضرت معاذ بن  
جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

**تشریح:** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے آگے جھکنا یعنی سجدہ کرنا جائز  
نہیں ہے خواہ کتنی ہی عظیم ذات کیوں نہ ہو، کیونکہ جب فخر انسانیت نے اپنے لئے سجدہ کرنے سے منع  
فرمادیا تو پھر کسی کے لئے سجدہ اللہ کے علاوہ جائز نہیں ہے۔ اس حدیث سے شوہروں کا مقام و مرتبہ بھی سمجھ  
میں آتا ہے لہذا عورتوں کو چاہئے کہ جائز حدود میں رہ کر اپنے شوہروں کی بھرپور تعظیم کریں اور ان کی  
نافرمانی سے بچیں۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مقام حیرہ میں گیا، حیرہ بکسر الحاء عراق کے ایک شہر کا نام ہے، تو وہاں کے بعض لوگوں کو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں، میں نے اپنے دل میں سوچا کہ رسول اللہ ﷺ اس مرزبان کے مقابلہ میں زیادہ مستحق ہیں، کہ ہم آپ کو سجدہ کریں، جب یہ سفر سے واپس ہوئے تو حضور اکرم ﷺ سے اس بات کا تذکرہ کیا اور اپنے اس گمان کا بھی تذکرہ کیا کہ آپ زیادہ مستحق ہیں اس بات کے کہ آپ کو سجدہ کیا جائے، آنحضرت ﷺ نے اس کا بڑا حکیمانہ جواب دیا کہ اچھا یہ بتاؤ کہ جب میں مر جاؤں گا اور اپنی قبر میں پہنچ جاؤں گا، تو کیا تم اس وقت بھی میری قبر کو سجدہ کرو گے؟ میں نے صاف انکار کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر ایسی بات کیوں کہتے ہو، پھر آگے جو حدیث میں ہے وہ ظاہر ہے جو ترجمۃ الباب سے متعلق ہے۔ (الدر المنضود: ۶۴/۴)

**سوال:** غیر اللہ کو سجدہ کرنا کیوں منع ہے؟

**جواب:** ایمان و کفر کے مابین حد فاصل کی حیثیت سے جو عبادت ہے وہ نماز ہے اس میں چار طرح کے افعال ہیں، (۱) قیام (۲) قعود (۳) رکوع (۴) سجدہ، ان میں سے دو عمل پہلے والے انسان عادتاً کرتا ہے، مگر رکوع و سجدہ انسان عادتاً نہیں کرتا ہے، یہ عبادت ہی کے ساتھ خاص ہیں، لہذا دونوں کو شریعت محمدیہ نے عبادت ہی کا حکم دے کر غیر اللہ کے لئے منع کیا۔ (معارف القرآن)

**سوال:** کیا شریعت محمدیہ میں سجدہ تعظیمی جائز ہے؟

**جواب:** شریعت محمدیہ میں سجدہ تعظیمی بھی حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "و اسجدوا لله الذی خلقھن" یعنی اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے، حدیث باب میں بھی سجدہ تعظیمی ہی کی ممانعت ہے، ان کے علاوہ احادیث متواترہ سے ہر طرح کے سجدہ کی حرمت ثابت ہے۔

**سوال:** کیا سجدہ تعظیمی اور سجدہ عبادت کے درمیان فرق ہے؟

**جواب:** سجدہ عبادت کفر ہے جب کہ سجدہ تعظیمی قریب الکفر ہے اور حرام ہے، اس کو یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ سجدہ عبادت شرک اعتقادی عملیہ و نون ہے، جب کہ سجدہ تعظیمی صرف شرک عملی ہے۔

**اشکال:** شوہر سے زیادہ قابل تعظیم والدین ہوتے ہیں، پھر کیوں نہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر سجدہ کسی کے لئے جائز ہوتا تو اولاد کو حکم ہوتا کہ وہ والدین کو سجدہ کریں۔

**جواب:** عموماً اولاد والدین کا احترام کرتی ہیں، جب کہ بیوی اپنے شوہر کے مساوی سمجھنے کی وجہ سے تعظیم سے غفلت کرتی ہیں، لہذا بیویوں کے اندر شوہر کی اطاعت کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے یہ بات کہی گئی ہے۔ (۲) عورتیں والدین اور گھروالوں کی شہ پر شوہر کی نافرمانی کرتی ہیں، لہذا امت کو سمجھایا گیا ہے کہ شوہر کی اطاعت اور تعظیم لازم ہے کسی کے کہنے پر ان کی نافرمانی اور بے تعظیمی کی اجازت نہیں۔

**سوال:** کن حقوق کی بناء پر شوہر کو یہ فضیلت ملی کہ اس کی تعظیم اس قدر لازم ہوگی؟

**جواب:** حدیث باب میں جن حقوق کی طرف اشارہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت "الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ" مَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا" مرد عورتوں کے نگران ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں (سورۃ النساء) میں بیان ہوئے ہیں، (مرد حاکم ہیں عورتوں پر دو وجہ سے ایک تو اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو یعنی مردوں کو بعضوں پر یعنی عورتوں پر فضیلت دی ہے، یہ تو وہی امر ہے اور دوسری اس سبب سے کہ مردوں نے عورتوں پر اپنے مال یعنی مہر میں اور نان و نفقہ میں خرچ کئے ہیں) (تفصیل کے لئے معارف القرآن جلد نمبر ۲: ۲ دیکھیں)

## نا فرمان بیوی کو مارنے پر مواخذہ نہیں

{۳۱۱۵} وَعَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُسْتَلُّ الرَّجُلُ قِيَمًا ضَرَبَ امْرَأَتَهُ عَلَيْهِ. (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۲/۲۹۲، باب فی ضرب النساء، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۶۱۴۷، ابن ماجہ شریف: ۱۴۲، باب ضرب النساء، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۹۸۶۔

**ترجمہ:** حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں، کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شوہر سے اپنی بیوی کو مارنے کے بارے میں پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔

(ابوداؤد وابن ماجہ)

**تشریح:** اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو کسی وجہ سے مارا تو اس مارنے والے سے یعنی شوہر سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ تم نے اس کو کس وجہ سے مارا، یعنی کسی کے نجی اور خانگی مسائل میں دخل نہیں دینا چاہئے، خاص طور سے اس قسم کی ناگوار بات، لیکن یہ اسی صورت میں ہے جب شوہر حد سے تجاوز نہ کر رہا ہو، (کذا فی البذل) اور دوسرا مطلب اس حدیث کا یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی سے بروز قیامت بیوی کو مارنے پر گرفت نہیں کی جائے گی، کیونکہ بوقت حاجت ضرب کی اجازت قرآن کریم سے ثابت ہے۔  
(الدر المنضود: ۶۶/۴)

## بغیر شوہر کی اجازت کے بیوی نفل روزے نہ رکھے

{۳۱۱۶} وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَحْنُ عِنْدَهُ فَقَالَتْ زَوْجِي صَفْوَانُ بْنُ الْمُعْطَلِ يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ وَيُفْطِرُنِي إِذَا صُمْتُ وَلَا يُصَلِّي الْفَجَرَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ وَصَفْوَانُ عِنْدَهُ قَالَ فَسَأَلَهُ عَمَّا قَالَتْ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَّا قَوْلُهَا يَضْرِبُنِي إِذَا صَلَّيْتُ فَإِنَّهَا تَقْرَأُ بِسُورَتَيْنِ وَقَدْ تَهَيَّئُهَا قَالَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَتْ سُورَةٌ وَاحِدَةً لَكَفَيْتِ النَّاسَ قَالَ وَأَمَّا قَوْلُهَا يُفْطِرُنِي إِذَا صُمْتُ فَإِنَّهَا تَنْطَلِقُ تَصُومُ وَأَنَا رَجُلٌ شَابٌّ فَلَا أَصْبِرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَصُومُ امْرَأَةٌ إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا وَأَمَّا قَوْلُهَا إِنِّي لَا أَصَلِّي حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ فَإِنَّا أَهْلُ بَيْتٍ قَدْ عُرِفَ لَنَا ذَلِكَ لَا نَكَادُ نَسْتَيْقِظُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ قَالَ فَإِذَا اسْتَيْقَظْتَ يَا صَفْوَانُ فَصَلِّي. (رواه

ابوداؤد وابن ماجه)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۳۳۳/۱، باب المرأة تصوم بغير اذن زوجها، کتاب الصوم، حدیث نمبر ۲۴۵۹، ابن ماجہ شریف: ۱۲۶، باب فی المرأة تصوم بغير اذن زوجها، کتاب الصیام، حدیث نمبر: ۱۷۶۲۔



**ترجمہ:** حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئی جب کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اس عورت نے کہا کہ میرے شوہر صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھ کو مارتے ہیں اور جب میں روزہ رکھتی ہوں تو توڑ دیتے ہیں، اور فجر کی نماز اس وقت پڑھتے ہیں جب کی سورج طلوع ہو جاتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ حضرت صفوان بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی شکایت کے متعلق ان سے دریافت کیا، تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تک اس کی یہ بات کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ بے شک یہ دو سورتیں پڑھتی ہے، حالانکہ میں نے اس کو اس سے منع کیا ہے، راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اگر ایک سورت ہوتی تو بھی لوگوں کے لئے کافی ہوتی، اور اس کا یہ کہنا کہ جب میں روزہ رکھتی ہوں تو روزے توڑ داتے ہیں، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلسل روزے رکھے چلی جاتی ہے، اور میں جو ان آدمی ہوں لہذا صبر نہیں کر سکتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزے نہ رکھے، اور جہاں تک اس کا یہ کہنا کہ میں نماز سورج نکلنے تک پڑھتا ہوں، تو اس کے بارے میں عرض ہے کہ ہم ایسے گھروالے ہیں جن کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے بیدار نہیں ہو پاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صفوان کہ جب تم بیدار ہو اس وقت نماز پڑھ لو۔ (ابوداؤد)

**تشریح:** عورتوں کو اپنے شوہروں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے، ان کو اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شوہروں کے سکون و راحت کا ذریعہ بنایا ہے اگر یہ جو ان شوہروں سے کنارہ کشی اختیار کریں گی اور ان کی جنسی خواہش پوری نہ کریں گی تو شوہر گناہ میں ملوث ہو سکتے ہیں، لہذا جس وقت شوہر کو ان کی ضرورت ہو اس وقت بہت لمبی نمازیں پڑھنے کا اہتمام نہ کریں، اسی طرح نفلی روزے رکھنا ہو تو وہ شوہر سے اجازت لے لیں، کیونکہ ممکن ہے رات میں شوہر کسی وجہ سے صحبت نہ کر سکنے کی بنا پر دن میں خواہشمند ہو، اور بیوی کے روزہ کی وجہ سے اس کو کوفت ہو، اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جو شخص فجر کی نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو جیسے ہی وقت ملے نماز پڑھ لے۔

**جاءت امرأة:** حضرت صفوان کی بیوی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر تین شکایتیں کیں، حضرت صفوان نے تینوں شکایتوں کا ترتیب وار جواب دیا، پہلی شکایت کا حضرت صفوان نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ نے ان کا عذر قبول کیا، اور آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا اس کا حاصل یہ ہے کہ ساری دنیا کیلئے ایک رکعت میں ایک سورت کی قراءت کافی ہے پھر تم دو سورت کیوں پڑھتی ہو، آنحضرت ﷺ نے شوہر کی موجودگی میں شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزے رکھنے سے منع کیا ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے "لا تصوم امرأة وبعلاها شاهد الا باذنه" کوئی عورت نفل روزہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نہ رکھے جبکہ اشکا شوہر موجود ہو۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس حدیث پر اتفاق ہے، تیسری شکایت کا حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے یہ جواب دیا کہ ہم سورج نکلنے سے پہلے بیدار ہی نہیں ہو پاتے تو نماز کس طرح پڑھیں، آنحضرت ﷺ نے حضرت صفوان کو معذور قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ جب آنکھ کھلے تو اس وقت نماز پڑھ لیا کرو، حضرت گسنگوی رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے کہ یہاں غایت اسفار مراد ہے۔

اس حدیث سے ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ حضرت صفوان کی اہلیہ ایک رکعت کے اندر دو سورتیں پڑھتی تھیں آپ نے منع کیا تو گویا آپ ﷺ منعاً للخیار ہوئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں ایسے ہی زوج کے بھی حقوق ہیں لہذا زوج کے حقوق کی رعایت بھی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی ایک سورۃ کے پڑھنے میں بھی ہو سکتی ہے۔ اس حدیث کے اندر ایک جملہ وارد ہوا ہے "وانا رجل شاب فلا اصبر" اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا ہوں، اس پر ایک بڑا زور دار اشکال ہے، وہ یہ ہے کہ جب قصہ افک پیش آیا اور حضرت صفوان پر اور حضرت ام المؤمنین حبیبہ الرسول پر تہمت کا الزام لگا تو انہوں نے اس وقت یہ فرمایا کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے کبھی بھی کسی عورت کا پا جامہ نہیں کھولا، تو اس جملہ سے نہایت ضبط و تحمل معلوم ہوتا ہے، اور اس جملہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت زور دار ہیں، اور خود صراحتاً صابرانہ ہونے کو بیان فرما دیا، اب دونوں کے اندر تعارض کو دفع کرنے کیلئے حافظ بزرگوار نے فرمایا کہ وہ حدیث صحیح ہے جس کے اندر ہے کہ میں نے کبھی پا جامہ نہیں کھولا اور یہ حدیث جو حضرت ابو سعید سے مروی ہے صحیح نہیں ہے، بلکہ ضعیف ہے، لیکن دوسرے علماء نے اس حدیث کی سند کو

حسن قرار دیا ہے، اور تعارض کا جواب بعض نے یہ دیا ہے کہ ”ما کشف کنف انہی“ کا مطلب یہ ہے کہ ای فی الحرام، یعنی حرام کام کے لئے کبھی میں نے اجنبیہ کا پاجامہ نہیں کھولا اور یہاں اس حدیث کے اندر حلال کی بحث ہے اس جواب کو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان سے پہلے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، لیکن اس جواب پر حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا کہ ایک روایت کے اندر ہے ”لا فی الحلال ولا فی الحرام“ لہذا آپ کا جواب ختم ہو گیا، لہذا اب حافظ نے اپنا جواب دیا کہ ”لا اصبر“ کا مطلب یہ ہے کہ ”الآن“ یعنی اب مجھ سے صبر نہ ہوگا، یہی جواب علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے دیا ہے۔ (تقریر شیخ حضرت ذکریا رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ)

## شوہر کا حکم ٹالنے کی ممانعت

{۳۱۱۷} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِي نَفَرٍ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ فُجَاءَ بَعْضُهُمْ فَمَسَّ جَدْلَهُ فَقَالَ أَصْحَابُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ تَسْجُدُ لَكَ الْبَهَائِمُ وَالشَّجَرُ فَتَنْحُنُ أَحَقُّ أَنْ تَسْجُدَ لَكَ فَقَالَ عَبْدُ الرَّبِّكُمْ وَآكِرُكُمْ وَأَخَاكُمْ وَلَوْ كُنْتُ أَمْرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ الْمَرْأَةَ أَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا وَلَوْ أَمَرَهَا أَنْ تَنْقُلَ مِنْ جَبَلٍ أَصْفَرَ إِلَى جَبَلٍ أَسْوَدَ مِنْ جَبَلٍ أَسْوَدَ إِلَى جَبَلٍ أَبْيَضَ كَانَ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تَفْعَلَ. (رواه احمد)

حوالہ: احمد: ۶/۶۷۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ مہاجرین و انصار کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے، کہ ایک اونٹ حاصر خدمت ہوا اور اس نے آنحضرت ﷺ کو سجدہ کیا، حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آنحضرت ﷺ کے لئے چوپائے اور درخت سجدہ کرتے ہیں تو ہم زیادہ مستحق ہیں، اس بات کے کہ آنحضرت ﷺ کو سجدہ کریں، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو، جو تمہارا رب ہے اور اپنے بھائی کی عزت کرو، اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ وہ سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے شوہر کو

سجدہ کرے، اور اگر شوہر بیوی کو حکم دے کہ زرد پہاڑ سے پتھر اٹھا کر کالے پہاڑ پر لے جائے اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ پر لے جائے تو عورت کیلئے یہی مناسب ہے کہ شوہر کے حکم کے مطابق عمل کرے۔

(احمد)

**تشریح:** کسی بھی انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، حضرت نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، سید البشر اور وجہ تخلیق کائنات ہیں، تمام کمالات کے مجموعہ ہیں، آپ ﷺ کی اتباع اور آنحضرت ﷺ کی عہدت کرنا فرض ہے، لیکن اس کے باوجود آنحضرت ﷺ کو بھی سجدہ کرنا جائز نہیں ہے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بیوی کیلئے ہر حال میں شوہر کی اطاعت لازم ہے، شوہر اگر کوئی ایسا حکم کرے جس میں سخت مشقت ہو تو بھی بیوی کے لئے اس حکم پر عمل کرنا ہی بہتر ہے۔

**جاء بعیر فجد له:** اونٹ نے آنحضرت ﷺ کو سجدہ کیا، اونٹ کا سجدہ کرنا خرق عادت کے طور پر تھا اور وہ مجبور محض تھا، لہذا اس جز سے استدلال کر کے انسانوں کے لئے سجدہ کا جواز فراہم نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ سجدہ کرنے کی ممانعت ہے، "اعبدوا ربکم واکرموا اباکم" عبادت اللہ کی کرو، اور تعظیم و اطاعت نبی کی بھی لازم سمجھو، عبادت و اطاعت میں بڑا فرق ہے۔ "ان یسجد لزوجھا" اس میں اس بات کی تاکید ہے کہ شوہر کی حدود شریعہ کے اندر رہ کر اطاعت فرض ہے۔

**ولو امر بان تنقل:** علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں کنایہ ہے کہ اگر شوہر بیوی کو کسی دشوار کام کا حکم کرے اور وہ کام بے فائدہ ہو تو بھی بیوی شوہر کی اطاعت کرے، "من جبل اصفر الی جبل اسود" دو رنگوں کی تخصیص مبالغہ کے لئے ہے، اس وجہ سے کہ دو رنگوں کے پہاڑ عموماً قریب قریب نہیں ہوتے ہیں۔ (طیبی: ۶/۳۵۷)

## نافرمان بیوی کی نماز مقبول نہیں

{۳۱۱۸} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا تُقْبَلُ لَهُمْ صَلَاةٌ وَلَا تَصْعَدُ لَهُمْ حَسَنَةٌ: الْعَبْدُ  
الْأَبْقَى حَتَّى يَزْجَعَ إِلَى مَوَالِيهِ فَيَضَعُ يَدَهُ فِي أَيْدِيهِمْ وَالْمَرْأَةُ السَّخِطُ عَلَيْهَا  
زَوْجُهَا وَالسَّكَرَانُ حَتَّى يَضْحُو. (رواه البيهقي في شعب الایمان)

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان: ۶/۱۷۴، باب فی حقوق الاولاد الخ، حدیث

نمبر: ۸۷۷۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تین طرح کے لوگوں کی نماز مقبول نہیں ہوتی ہے اور نہ ان کی کوئی نیکی اوپر چڑھتی ہے، (۱) بھاگا ہوا غلام جب تک وہ اپنے مالکوں کے پاس واپس آکر ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ رکھ دے، (۲) وہ عورت جس کا شوہر اس سے ناراض ہو، (۳) نشہ باز جب تک کہ ہوش میں نہ آئے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

**تشریح:** غلام کا آقا کے پاس سے فرار ہونا بہت بڑا جرم ہے، جب تک وہ واپس آکر مالکوں کا مطیع و فرمانبردار نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ اس سے ناراض رہتے ہیں، اسی طرح شوہر کو ناراض کرنے والی عورت بھی اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ عورت ہے، اس کی نیکی و تقویٰ حقیقی معنوں میں اس وقت اس کے حق میں مفید نہیں جب تک کہ اس کا شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے، اس کے علاوہ نشہ کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ گار ہوتا ہے، جب تک کہ وہ نشہ سے باز نہ آتا، اور توبہ و استغفار نہیں کرتا، اللہ کے غضب میں مبتلا رہتا ہے۔

**لا تقبل:** یعنی نماز کا ثواب نہیں ملتا ہے، ”الی مولیہ“ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ غلام کو نہ صرف اپنے آقا کا وفادار رہنا چاہئے بلکہ اس کی اولاد کی خدمت اور اس کی وفاداری سے بھی اجتناب نہ کرنا چاہئے ”فیضع یدہ“ مراد اطاعت و فرمانبرداری کرنا ہے، ”المرأة السخطة“ اگر شوہر غصہ میں یا ناراضگی کی بنا پر طلاق دیدے تو اب چوں کہ وہ شوہر نہیں رہا، لہذا اس کی ناراضگی کا عورت پر اثر نہ ہوگا۔ (مرقاۃ: ۸۷۴/۶)

## نیک بیوی کی شناخت

{۳۱۱۹} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قِيلَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْ النِّسَاءِ خَيْرٌ قَالَ أَلَّتِي تَسُرُّهُ إِذَا نَظَرَ وَتُطِيعُهُ إِذَا أَمَرَ وَلَا تُخَالِفُهُ فِي نَفْسِهَا وَلَا فِي مَالِهَا بِمَا يَكْرَهُ. (رواہ النسائی والبیہقی فی شعب الایمان)

**حوالہ:** نسائی شریف: ۶۰/۲، باب ای النساء خیر، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۲۳۱، بیہقی فی شعب الایمان: ۶/۲۱۹، باب فی حقوق الاولاد الخ۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سی عورت سب سے اچھی ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ عورت جب اس کا خاوند اس کو دیکھے تو وہ خوش کر دے، جب کوئی حکم کرے تو اس کو بجالائے اور اپنی جان و مال میں اس کے خلاف کوئی ایسا عمل نہ کرے جو شوہر کو ناپسند۔ (نسائی، بیہقی)

**تشریح:** جس عورت کے اندر تین خوبیاں ہوں وہ عورت سب سے بہتر ہے اور سب سے اچھی ہے، (۱) خوبصورت ہو (۲) اطاعت شعار ہو (۳) امانت دار ہو۔

**ترہ اذا نظر:** یعنی بیوی حسین ہو اور خوش اخلاق ہو، ہمہ وقت ہشاش بشاش رہتی ہو، شوہر اس کو دیکھے تو مسرور ہو جائے، ”و تطیعه اذا امر“ اس میں حسن سیرت کا ذکر ہے کہ بیوی ہمہ وقت شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری پر کمر بستہ رہتی ہو، حکم ملتے ہی خوش ہو کر بحال لاتی ہو۔ ”فی نفسہا ولا مالہا“ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت کرتی ہو، شوہر کے مال کو اور خود اپنے مال کو بھی شوہر کی مرضی و اجازت کے بغیر خرچ نہ کرتی ہو۔ جس شخص کو ان اوصاف کی حامل بیوی مل گئی تو وہ انتہائی خوش نصیب ہے، اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دنیا کی سب سے عظیم نعمت عطا فرمادی ہے۔

## خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو نیک بیوی ملی

{۳۱۲۰} وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ أُعْطِيَهُنَّ فَقَدْ أُعْطِيَ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ قَلْبٌ شَاكِرٌ وَلِسَانٌ ذَاكِرٌ وَبَدَنٌ عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرٌ وَزَوْجَةٌ لَا تَبْغِيهِ خَوْنًا فِي نَفْسِهَا وَلَا مَالًا. (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان: ۱۰۴/۴، باب فی تعدید نعم اللہ عزوجل،

حدیث نمبر: ۴۴۲۹۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس کو دی گئیں تو اس کو دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کی گئی۔ (۱) شکر گزار دل، (۲) ذکر کرنے والی زبان، (۳) مصیبتوں پر صبر کرنے والا بدن، (۴) وہ عورت جو کہ اپنی ذات اور اپنے شوہر کے مال میں خیانت کو پسند نہیں کرتی ہے۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

**تشریح:** اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنا چاہئے، جہاں تک ممکن ہو زبان کو ذکر و اذکار سے ترکھنا چاہئے، اور کسی قسم کی بیماری یا مشقت میں مبتلا ہونا پڑے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صبر کرنا چاہئے، نیک و صالح عورت سے شادی کرنا چاہئے، اور جس شخص میں مذکورہ اوصاف ہوں گے وہ اللہ تعالیٰ کا با توفیق بندہ ہوگا۔

**وزوجہ:** وہ عورت جو اپنی عورت و آبرو کی حفاظت کرنے والی ہو، اور شوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت کو پسند نہ کرتی ہو اپنے نفس کی غیر شوہر سے پوری حفاظت کرتی ہو اس طرح کہ غیر مرد کی اس پر نظر تک نہ پڑے اور شوہر کے مال کو اس کی مرضی کے مطابق ہی خرچ کرتی ہو، ایسی عورت جس خوش نصیب شخص کو ملتی ہے تو اس کو عظیم نعمت مل گئی جس کی وجہ سے اس کو ہر وقت راحت ہی راحت ہے۔ لہذا جس شخص کو ایسی بیوی ملے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت کی انتہائی قدر کرنا چاہئے۔

## {باب الولی فی النکاح واستئذان}

### المرأة{}

#### نکاح میں ولی اور عورت سے نکاح کی اجازت لینے کا بیان

اس باب کے تحت کل تیسرہ روایتیں درج کی گئی ہیں جو ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کا بطلان، نکاح کے لئے عورت سے اجازت، بالغہ کی عبارت سے نکاح کا جواز، بغیر بینہ نکاح کا عدم جواز اور بغیر اجازت بالغہ، نکاح کے رد وغیرہ جیسے احکام پر مشتمل ہیں۔

”ولی“ کے معنی مددگار، محافظ اور سرپرست کے ہیں یہاں مراد نکاح کا ذمہ دار اور متولی ہے، ”ولایۃ“ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ”تنفیذ الامر علی الغیر“ یعنی اپنا قول کسی پر شرعاً نافذ کر دینا۔ اور ولی کی تعریف فقہاء نے لکھی ہے کہ ”هو العاقل البالغ الوارث“ نیز اسباب ولایت چار ہیں ”قربا، ملک، ولاء، امامت، پھر جاننا چاہئے کہ ولایت فی النکاح کی دو قسمیں ہیں۔

(۱)..... ولایت ندب و استحباب، اس کا تحقق عاقلہ بالغہ میں ہوتا ہے، یعنی گو وہ اپنا نکاح ہمارے نزدیک خود بھی کر سکتی ہے، لیکن ولی کے ذریعہ سے ہو تو بہتر ہے۔

(۲)..... ولایت اجبار، اس کا تحقق صغیرہ میں ہوتا ہے اور ایسے ہی کبیرہ معتوہہ میں اس لئے کہ نابالغہ اور معتوہہ کی ولایت تو غیر معتبر ہے، اب جب ولی اس کا نکاح کرے گا، تو بغیر اجازت ہی کرے گا، یہی معنی ہیں، ولایت اجبار کے۔ (مرقاۃ: ۲۶۵/۶)



## عورت کے نکاح میں ولی کی اجازت چار وجوہ سے ضروری ہے

**پہلی وجہ:** یہ بات جائز نہیں کہ نکاح کا پورا اختیار عورتوں کو دیدیا جائے، ایک تو اس وجہ سے کہ عورتوں کی عقل ناقص ہوتی ہے اور ان کی سوچ نکمی ہوتی ہے، اس لئے وہ بسا اوقات نہیں سمجھ پاتی کہ ان کے لئے کیا مفید ہے، اور دوم اس وجہ سے کہ عورتیں عام طور پر خاندانی خصوصیات کا لحاظ نہیں کرتیں، کبھی وہ غیر کفو کی طرف مائل ہو جاتی ہیں، جو ان کے خاندان کے لئے ننگ و عار کی بات ہوتی ہے، پس ضروری ہے کہ ان کے نکاح کے معاملہ میں اولیاء کا کچھ دخل ہوتا کہ یہ خرابیاں لازم نہ آئیں۔

**دوسری وجہ:** فطری اور بدیہی طریقہ جو لوگوں میں رائج ہے وہ یہ ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہوتے ہوں اس لئے ضروری ہے کہ، بست و کشاد ان کے ہاتھ میں ہو وہی عورتوں کے مصارف کے ذمہ دار ہوں، اور عورتیں ان کی پابند ہوں، قرآن کریم میں ہے ”الرجال قوامون علی النساء“ (سورہ النساء) مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس وجہ سے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں پس ان کے نکاح کا اختیار بھی مردوں کو ہوگا۔

**تیسری وجہ:** عورتوں کے نکاح میں اولیاء کی اجازت کی شرط لگانے سے ان کی شان دو بالا ہوتی ہے، اور عورتوں کا خود نکاح کرنا بے شرمی کی بات ہے، جس کا سبب قلت حیا ہے اور اس میں اولیاء کی حق تلفی اور ان کی بے قدری ہے۔

**چوتھی وجہ:** نکاح کی تشہیر ضروری ہے تاکہ بدکاری سے وہ ممتاز ہو جائے اور شہرت دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اولیاء نکاح میں موجود ہوں۔

البتہ یہ جائز نہیں کہ عورتوں کے نکاح کا پورا اختیار مردوں کو دیدیا جائے کیونکہ اولیاء وہ بات نہیں جانتے جو عورت اپنی ذات کے بارے میں جانتی ہے، اور نکاح کا گرم سرد بھی اسی کو چکھنا پڑے گا اس لئے اس کی مرضی معلوم کرنا ضروری ہے شوہر دیدہ سے زبانی اجازت ضروری ہے اور باکرہ کا سکوت بھی اجازت ہے۔ (مستفاد از رحمۃ اللہ الواسعہ: ۵/۷۵)

اس کی مزید وضاحت کے لئے چند فقہی مسائل کا سمجھ لینا مناسب ہے۔

**المسئلہ الاولیٰ:** عبارات النساء سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ یعنی عورت اپنے یا کسی کے نکاح کا ایجاب یا قبول کرے تو وہ نکاح معتبر ہے یا نہیں؟ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عبارات النساء سے نکاح منعقد نہیں ہوتا امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

## دلائل احناف

(۱)..... قرآن پاک کی بہت سی آیات میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے مثلاً "حتی تنکح زوجاً غیرہ، لا تعضلوہن ان ینکحن ازواجہن، فاذا بلغن اجلہن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن بالمعروف" یہاں "فعلن" میں فعل سے مراد نکاح ہے اگر نکاح میں ان کی عبارت کا ہی اعتبار نہ ہوتا تو وہ عقد بھی نہ کر سکتیں تو ان کی طرف نکاح کی نسبت نہ کی جاتی۔

(۲)..... فصل اول کی دوسری حدیث بحوالہ مسلم "الا یمحق بنفسہا من ولیہا" عورت اپنے نفس کی اپنے ولی کے مقابلہ میں زیادہ حق دار ہے۔ ائمہ اس عورت کو کہتے ہیں جو کسی کے نکاح میں نہ ہو خواہ کنواری ہو یا بیوہ، اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے نکاح کی زیادہ حق دار ہے اس کے احق بالنکاح ہونے کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اس کی عبارت سے نکاح درست ہو جانا چاہئے۔

## ائمہ ثلاثہ کی دلیل

(۱)..... ائمہ ثلاثہ عموماً ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا کہ عورت ولی کے اذن کی بغیر اپنا نکاح نہیں کر سکتی ہے لیکن یہ احادیث ان کی دلیل نہیں بنتی بلکہ یہ انکے خلاف ہیں کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ اپنا نکاح خود کریں لیکن اذن ولی کے ساتھ تو نکاح ہو جاتا ہے۔

(۲)..... فصل ثالث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث بحوالہ ابن ماجہ "لا تزوج المرأة المرأة" عورت عورت کا نکاح نہ کرے۔ وان لا تزوج المرأة نفسها" عورت خود اپنا نکاح نہ

کرے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث سے زیادہ سے زیادہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا ایجاب یا قبول کرنا منہی عنہ ہے، اس کے ہم بھی قائل ہیں لیکن منہی عنہ ہونے سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ یہ نکاح منعقد ہی نہ ہو، "لان النہی عن الافعال الشرعیۃ لا یقتضی بطلانہا" اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو خود ایسا قدم اٹھانا ناجایا ہے۔

## المسئلۃ الثانیہ

**تعمید:** نکاح کے بارے میں شریعت کا مزاج یہ ہے کہ یہ زندگی کا انتہائی نازک معاملہ ہے اس میں قدم بہت سوچ سمجھ کر رکھنا چاہئے، اس کے لئے ضروری ہے کہ اس میں تمام متعلقہ فریقوں کی رضامندی شامل ہو تا کہ بعد میں کوئی پیچیدگی پیدا نہ ہو، اس لئے احادیث میں ایک طرف تو ولی کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اپنی بیٹی یا زیر کفالت لڑکی کا نکاح کرتے وقت اس لڑکی کی مرضی پیش نظر رکھے اس کی مرضی و منشاء کے بغیر نکاح نہ کرے، دوسری طرف لڑکی کو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اس معاملہ میں کوئی ایسا قدم نہ اٹھائے جس کو ولی نامناسب سمجھتا ہو، ولی کی رائے کا لحاظ رکھنا چاہئے کیونکہ اس کی رائے تمہاری رائے سے زیادہ وزنی ہوگی، دونوں کی رضا جمع ہو جانے سے بہت سے فتنوں کا سد باب ہو جائے گا۔

اس بنا پر شرعاً، عرفاً، اخلاقاً، لڑکی کو ولی کی رضا کے بغیر نکاح نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر کوئی عاقلہ بالغہ لڑکی اپنا نکاح بغیر اذن ولی کے کر لے تو نکاح منعقد ہو جائے گا یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہوا ہے، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین کے نزدیک ایسا نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا، امام صاحب کے نزدیک اگر نکاح اپنے کفو میں کیا ہے اور مہر مثل یا اس سے زیادہ کے ساتھ کیا ہے تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اور ولی فسخ بھی نہیں کر سکتا اگر غیر کفو میں کیا یا مہر مثل سے کم میں کیا تو امام صاحب کی دو روایتیں ہیں ایک ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نکاح تو منعقد ہو جائے گا لیکن ولی قاضی کے پاس جا کر فسخ کر سکتا ہے، نادر الروایۃ یہ ہے کہ یہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا بہت سے حضرات نے زمانہ کے حالات اور نزاکت کی وجہ سے امام صاحب کی نادر الروایۃ پر فتویٰ دیا ہے کہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوگا، کیونکہ اس دور میں عدالت سے نکاح فسخ کرنا بہت مشکل ہے۔ "فکم من واقع لا یرفع"۔

**دلیل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث بحوالہ مسلم "الأیحد احق بنفسها من ولیها" عورت اپنے نفس کی اپنے ولی کے مقابلہ میں زیادہ حق دار ہے۔ احق اسم تفضیل کا صیغہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بالغہ عورت کے نکاح میں دو حق ہیں ایک اس کا اپنا حق اور دوسرا ولی کا، بہتر تو یہی ہے کہ ان دونوں حقوق میں تعارض نہ ہو، لیکن تعارض ہو جائے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے حق کو ترجیح ہوگی، یعنی نکاح منعقد ہو جائے گا۔

## دلیل ائمہ ثلاثہ

- (۱)..... فصل ثانی کی پہلی حدیث ابو موسیٰ اشعری: "لا نکاح الا بولی"۔ ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔
- (۲)..... فصل ثانی کی دوسری حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا: "ایما امرأة نکحت نفسها بغیر اذن ولیها فنکاحها باطل فنکاحها باطل فنکاحها باطل الخ"۔ جو عورت اپنا نکاح اپنے ولی کے بغیر کرے پس اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے اس کا نکاح باطل ہے۔

## جوابات

- (۱)..... دونوں حدیثیں سنداً اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے استدلال کیا جائے خصوصاً صحیح حدیثوں کے مقابلہ میں، حدیث ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ میں اضطراب کی امام ترمذی نے تفصیل بیان کی ہے۔ (ترمذی: ۱/۲۰۹)

ایسے ہی دوسری حدیث میں بھی محدثین نے کلام کیا ہے۔ (بذل المجہود: ۳/۲۱)

- (۲)..... اگر ان حدیثوں کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو جواب یہ ہے کہ دونوں حدیثیں صغیرہ یا محسنونہ یا مملوکہ پر محمول ہیں اگر صغیرہ یا محسنونہ یا باندی اپنا نکاح خود کر لے تو ہمارے نزدیک بھی منعقد نہیں ہوگا۔

- (۳)..... حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بغیر اذن ولی کے کسی کا نکاح کرنا ثابت ہے، ان کے بھائی عبدالرحمن سفر پر تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کی بیٹی حفصہ کا مندر بن زبیر سے نکاح کر دیا تھا۔ (عمدة القاری: ۲۰/۱۲۸)

حالانکہ اس کے ولی عبد الرحمن تھے اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہوتی اور ان کا یہ نظریہ ہوتا کہ بغیر اذن ولی کے نکاح منعقد نہیں ہوتا تو آپ یہ نکاح نہ کراتیں۔

(۴)..... لا نکاح الا بولی.. میں لا نفی جنس نفی کمال کے لئے ہے یعنی نکاح کامل نہیں کیونکہ قاضی اسے فسخ کر سکتا ہے ایسے ہی باطل کا مطلب یہ ہے کہ یہ نکاح علی شرف الزوال ہے، یعنی عنقریب قاضی کی عدالت میں فسخ ہو جائے گا۔

(۵)..... ان حدیثوں میں یہ بتانا مقصود نہیں ہے کہ یہ نکاح ہوا یا نہیں، اس کا فیصلہ تو الا یمحق بنفسہا.. میں کر دیا گیا ہے، یہاں لڑکی کے اس اقدام کی مذمت اور حوصلہ شکنی کرنی مقصود ہے کہ اسے خود یہ اقدام کرنا خلاف حیاء حرکت ہے ایسا نہ کرنا چاہئے، یہ بتانا مقصود نہیں کہ اگر کیا تو ہو گا یا نہیں۔

## المسئلة الثالثة

**ولایت اجبار کا مدار:** کسی کے نکاح کا اختیار ہونا ولایت کہلاتا ہے، ولایت کی دو قسمیں ہیں ولایت اجبار، ولایت استحباب، ولایت اجبار وہ ولایت ہے جس میں جس کا نکاح کرایا گیا ہے اس کے اذن کی ضرورت نہ ہو ولایت استحباب وہ ولایت ہے جس میں جس کا نکاح کرایا گیا ہو اس کے اذن کے بغیر نکاح صحیح نہ ہو۔

عورت پر ولایت اجبار کا مدار کیا ہے، اس میں اختلاف ہوا ہے، حنفیہ کے نزدیک ولایت اجبار کا مدار صغر ہے صغر پر ولایت اجبار ہو گا کبیرہ پر نہیں ہو گا، ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ولایت اجبار کا مدار بکارت ہے، اس طرح عورتوں کی کل چار قسمیں ہوں گی۔

(۱) صغیرہ باکرہ، (۲) کبیرہ ثیبہ، (۳) صغیرہ ثیبہ، (۴) کبیرہ باکرہ۔

پہلی دو صورتیں ائمہ اربعہ میں اتفاقی ہیں پہلی میں بالاتفاق ولایت مجبرہ ہوگی اور دوسری میں بالاتفاق نہیں ہوگی آخری دو صورتیں اختلافی ہیں تیسری صورت میں ہمارے نزدیک ولایت اجبار ہوگی ائمہ ثلاثہ کے نزدیک نہیں ہوگی، اور چوتھی صورت میں ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ہوگی ہمارے نزدیک نہیں۔

## دلیل ائمہ ثلاثہ

ائمہ ثلاثہ بعض احادیث کے مفہوم مخالف سے استدلال کرتے ہیں، مثلاً ایک حدیث میں ہے "لا تنکح الشیب حتی تستأمر" معلوم ہوا کہ غیر شیبہ کا نکاح بغیر استیمار و استیذان کے جائز نہیں ہوگا، "الا یحق نفسہا" والی حدیث کی بعض روایات میں "الشیب" کا لفظ ہے اس کے مفہوم مخالف سے بھی استدلال کرتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے نزدیک ویسے ہی معتبر نہیں پھر اگر مفہوم منطوق کے معارض ہو تو بالاتفاق منطوق کو ترجیح ہوتی ہے، ہمارا استدلال منطوق سے ہے، کہا سیاقی۔

اس باب کی فصل اول میں حضرت خنساء بنت خدام رضی اللہ عنہا کا واقعہ آرہا ہے جس میں یہ ہے کہ وہ شیبہ تھیں ان کے والد نے ان کا نکاح ان کی رضا کے بغیر کر دیا تھا تو آنحضرت ﷺ نے یہ نکاح ختم فرمادیا تھا، اس واقعہ سے بھی شافعیہ نے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس رد نکاح کی وجہ ثبوت نہیں تھی، بلکہ خنساء بالغہ تھیں اس لئے آنحضرت ﷺ نے اس نکاح کو غیر صحیح قرار دیا تھا چنانچہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی پہلے خاوند سے اولاد بھی تھی۔ (عمدة القاری: ۱۲۹/۲۰)

## دلیل احناف

(۱)..... اس باب کی پہلی متفق علیہ حدیث جس میں یہ لفظ بھی ہیں "لا تنکح البکر حتی تستأذن" یہاں باکرہ سے مراد بالغہ ہے کیونکہ یہاں کہا گیا ہے کہ اس سے اذن لیا جائے اور اذن نابالغہ معتبر نہیں ہے، اس حدیث کے منطوق سے معلوم ہوا کہ بالغہ باکرہ پر ولی کی ولایت اجبار حاصل نہیں لہذا بکارت مدار ولایت مجبرہ نہ ہوئی۔

فصل ثالث کی پہلی حدیث بحوالہ ابو داؤد "عن ابن عباس ان جاریۃ بکرا أتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت ان اباک زوجھا وھی کارھة فخیبرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم" حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کنواری لڑکی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے ذکر کیا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا اور وہ نکاح اس کو ناپسند

ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے اس کو اختیار مرحمت فرمایا۔ اس قسم کے اور بھی واقعات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باکرہ بالغہ کا نکاح جو اس کے ولی نے اس کی اذن کے بغیر کیا تھا باطل قرار دیا۔ (اعلاء السنن: ۶۶/۱۱، اثر التوضیح ۴۳۲/۲)

## ولایت اجبار کس کو حاصل ہے

ایک چوتھا مسئلہ یہاں یہ ہے کہ ولایت اجبار امام مالک و احمد کے نزدیک صرف اب اور وصی کے لئے ہے امام شافعی کے نزدیک جد فی حکم الاب ہے دوسرے اولیاء کے لئے حق اجبار نہیں ہے، اسی لئے ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تزویج الیتیم یعنی وہ صغیرہ جس کے باپ نہ ہو درست نہیں، تا وقتیکہ وہ بالغ نہ ہو جائے، اور حنفیہ کے نزدیک حق اجبار حملہ اولیاء کیلئے ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اب اور جد کی صورت میں بعد البلوغ لڑکی کو اختیار حاصل نہیں ہوتا اور دیگر اولیاء کی صورت میں اختیار حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

## {الفصل الاول}

### نکاح سے قبل لڑکی سے اجازت لینا

{۳۱۲} عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ إِذْنُهَا قَالَ أَنْ تَسْكُتَ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۱۰۳۰، باب استئذان الثیب فی النکاح، کتاب

الحیل، حدیث نمبر: ۶۹۶۸، مسلم شریف: ۱/۴۵۵، باب استئذان الثیب فی النکاح،

کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۱۹۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بیوہ کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت نہ لے لی جائے، اور کنواری لڑکی کا بھی نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک کہ اس سے اجازت حاصل نہ ہو جائے، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! کنواری کی اجازت کیسے ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ وہ خاموش رہے۔

(بخاری و مسلم)

**تشریح:** لا تنکح الأیم حتی تستأمر: یہاں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں ایم کے لئے استیمار کا اور بکر کے لئے استیذان، مقصود ایک ہے کہ جب تک ان سے اذن حاصل نہ ہو ان کا نکاح نہیں ہوتا، الفاظ میں فرق کر کے یہ بتانا ہے کہ شبہ کے نکاح کیلئے صراحتہ اذن ضروری ہے کیونکہ استیمار کا معنی ہے طلب امر کرنا یعنی زبان سے کہے تب نکاح کرو، باکرہ کے نکاح کیلئے استیذان کافی ہے، یعنی ایسی علامت ہی کافی ہے جس سے پتہ چل جائے کہ وہ راضی ہے، لہذا اس کا سکوت بھی اذن ہی سمجھا جائے گا۔

ایم کا اطلاق ہر اس عورت پر ہوتا ہے جس کا شوہر نہ ہو خواہ وہ اس کا نکاح ہی نہ ہوا ہو، یا بیوہ ہو یا مطلقہ ہو، اب یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ ایم میں جب باکرہ بھی داخل ہے تو پھر اس کے لئے الگ سے یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی، لا تنکح البکر حتی تستأذن۔ اس کا ایک جواب تو یہی ہے کہ الگ الگ جملوں میں ذکر کر کے اور بکر کی تخصیص بعداً تعمیم کر کے دونوں کے اذن کی نوعیت میں فرق کی طرف اشارہ کرنا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ جب اتنا فرمایا: لا تنکح الأیم حتی تستأمر۔ تو کسی کو شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید باکرہ اس حکم میں داخل نہ ہو اس میں حیاء کا غلبہ ہوتا ہے اس سے کیسے اذن لیا جاسکتا ہے، اس لئے مستقل جملہ لا کر اس شبہ کا ازالہ کر دیا ہے، اس بات کا قرینہ یہ ہے کہ خود اس حدیث میں ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے باکرہ سے طلب اذن کا ذکر فرمایا تو صحابہ کرام نے عرض کیا: "کیف اذنها" اس سے اجازت کیسے لی جاسکتی ہے اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ "ان تسکت" یعنی اس کا خاموش رہنا ہی اذن ہے۔ (اشرف التوضیح: ۴۳۶/۲، التعلیق: ۱۵/۴)



## ولایت اجبار کا مسئلہ

یہاں ولایت اجبار کے مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ولی بغیر اذن مولیہ نکاح دینے سے درست ہو جاتا ہے اور ولایت اجبار کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عورت کو مار پیٹ کر زبردستی سے نکاح میں دیدیا جائے جیسا کہ ظاہری لفظ سے معلوم ہو رہا ہے اب اس میں اختلاف ہوا کہ ولایت اجبار کا مدار کس پر ہے تو شوافع کے نزدیک بکارت پر ہے اگر عورت باکرہ ہے خواہ بالغہ ہو یا بالغہ ہو، ولی بغیر اس کی اجازت کے شادی کر سکتا ہے، اور اگر ثیبہ ہے تو شادی نہیں کر سکتا، "الا باذنہا" اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ولایت اجبار کا مدار صغر پر ہے خواہ باکرہ ہو یا ثیبہ تو چار صورتیں نکلیں گیں۔

(۱)..... ثیبہ بالغہ، بالاتفاق ولایت نہیں ہوگی۔

(۲)..... باکرہ صغیرہ بالاتفاق ولایت اجبار ہوگی۔

(۳)..... ثیبہ صغیرہ، امام اعظم کے نزدیک ولایت ہوگی اور شوافع کے نزدیک ولایت نہیں ہوگی۔

(۴)..... باکرہ بالغہ، شوافع کے نزدیک ولایت ہوگی، احناف کے نزدیک نہیں ہوگی۔

شوافع اپنے مدعی پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الغیب احق بنفسها من ولیہا" شادی شدہ عورت اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔ یہ وہ اپنے نفس کی اپنے ولی کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہے۔ تو یہاں ثیبہ کو اپنے نفس کا زیادہ حقدار قرار دیا گیا ہے، تو مفہوم مخالف سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ باکرہ سے اس کا ولی زیادہ حقدار ہے۔ لہذا ولایت اجبار کا مدار بکارت پر ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث ہے کہ باکرہ سے بھی اجازت طلب کرنے کا حکم ہے، دوسری دلیل حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے "الا یمح احق بنفسها من ولیہا" اور لغت میں ایم کہا جاتا ہے اس عورت کو جس کا زوج نہ ہو خواہ وہ مطلقہ ہو یا متوفی عنہا زوجہا ہو یا بالکل شادی نہ ہوئی ہو، اور اس کے مؤید اکثر اہل علم کی رائے ہے کما قال الترمذی: نیز شیخ نقی الدین بکی جو شافعی المذہب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ظاہر قرآن و حدیث احناف کے موافق ہے اور خود بکی

نے مسلک احناف کو اختیار کیا، شوافع کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ مفہوم مخالف ہمارے نزدیک قابل حجت نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کی دلیل مفہوم مخالف سے ہے اور ہماری دلیل منطوق سے ہے لہذا اس کو ترجیح ہوگی، یا اس سے باکرہ صغیرہ مراد ہے، باقی احناف کے نزدیک ولایت اجبار کا مدار جو صغیر پر ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی چھ سالہ لڑکی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضور ﷺ سے کرایا ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس کو برقرار رکھا، تو معلوم ہوا کہ صغیرہ کا ولی بغیر اس کی اجازت نکاح کر سکتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ بغیر شہوت نکاح کے مصالح کے بارے میں رائے پیدا نہیں ہو سکتی ہے۔ لہذا اس سے رائے لینے میں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ (درس مشکوٰۃ: ۳/۱۲)

**سوال:** جس لڑکی کی بکارت زنا کے سبب زائل ہو گئی ہو، اس سے صراحتاً اجازت لی جائے گی یا نہیں؟ مطلب یہ ہے کہ وہ لڑکی باکرہ کے حکم میں ہے یا شبیبہ کے؟

**جواب:** امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ لڑکی باکرہ کے حکم میں ہے، لہذا اس سے صراحتاً اجازت لینا ضروری نہیں ہے، بعض لوگ اسکو شبیبہ کے حکم میں شمار کرتے ہیں۔ (مرقاۃ: ۶/۲۶۵)

## بیوہ بالغہ کا خود نکاح کرنا

{۳۱۲۲} وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَةُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ فِي نَفْسِهَا وَادُّنْهَا صُمَامُهَا، وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ تُسْتَأْذَنُ وَادُّنْهَا سُكُونُهَا، وَفِي رِوَايَةٍ قَالَ الثَّيِّبُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا وَالْبِكْرُ يُسْتَأْذَنُ أَبْوْهَا فِي نَفْسِهَا وَادُّنْهَا صُمَامُهَا۔ (رواہ مسلم)

**حوالہ:** مسلم شریف: ۱/۵۵، باب استئذان الثیب فی النکاح، کتاب النکاح،

حدیث نمبر: ۱۴۲۱۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ بیوہ عورت اپنی ذات کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے، اور کنواری لڑکی اس

کے بارے میں اجازت حاصل کی جائیگی، اور اس کی خاموشی اس کی طرف سے اجازت ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شبیہ (شوہر دیدہ) اپنی ذات کے بارے میں ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے، اور کنواری لڑکی سے اجازت لی جائے گی، اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے، اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: کہ شبیہ اپنے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ اختیار رکھتی ہے، اور باکرہ سے اس کی ذات کے بارے میں اس کا باپ اجازت طلب کرے گا، اور باکرہ کا خاموش رہنا اجازت دینا ہے۔ (مسلم)

**تشریح:** شبیہ عورت شوہر دیدہ اور تجربہ کار ہوتی ہے، اپنے نفع و نقصان کو زیادہ بہتر طور پر سمجھ سکتی ہے، لہذا یہ اپنے نکاح کے انتظامات خود کرنا چاہے تو کر لے، ولی اس کا معاون و مددگار بنے گا، لیکن باکرہ نا تجربہ کار ہوتی ہے، لہذا اس کے نکاح کے تمام انتظامات ولی کو نبھانے ہوں گے، البتہ ولی نکاح لڑکی کی مرضی حاصل کرنے کے بعد ہی کریگا۔

**الْأَيُّمُ أَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِيِّهَا:** اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ بالغ عورت کو اپنے ولی سے زیادہ اختیار ہے اس میں ایک احتمال یہ ہے کہ ”احق“ کے معنی مشارکت کے ہوں اور معنی یہ ہوں گے کہ نکاح کے معاملہ میں اس کو بھی ایک درجہ کا حق ہے اور اس کے ولی کو بھی دوسرے درجہ کا حق ہے اور عورت کا حق ولی کے حق سے مؤکد ہے۔

**تعارض:** اس حدیث سے بظاہر معلوم ہو رہا ہے کہ سب حق عورت کو حاصل ہے جب کہ ایک دوسری حدیث آرہی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”لا نکاح الا بولی“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے نکاح کے سلسلے میں سارا حق ولی کو ہے، اس کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا ہے، ایک ہی معاملہ میں دو لوگوں کو پورا پورا حق دیا گیا ہے جس سے بظاہر تعارض محسوس ہو رہا ہے۔

**جواب:** جب کوئی معاملہ دو فریقوں سے متعلق ہوتا ہے تو شریعت ہر فریق سے اس طرح مخاطب ہوتی ہے کہ گویا ساری ذمہ داری اس پر ہے اور دوسرا فریق بالکل آزاد ہے، چنانچہ اس مسئلہ میں بھی جب شریعت نے عوروں سے خطاب کیا تو کہا ”لا نکاح الا بولی“ یعنی تمہیں اپنا نکاح کرنے کا حق نہیں ہے نکاح ولی کریگا، اور جب اولیاء سے خطاب کیا تو کہا کہ عورتوں کی اجازت ضروری ہے وہ اجازت

دے تو نکاح منعقد ہوگا ورنہ نہیں ہوگا، اور یہ بھی کہا کہ شوہر دیدہ عورت اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ بااختیار ہے، غرض کہ جب عورتوں سے خطاب کیا تو سارا حق ولیوں کو سونپ دیا اور جب ولیوں سے خطاب کیا تو عورتوں کو مختار بنادیا تاکہ معاملہ اعتدال میں رہے اور قرآن سے متعین کرنا ہوگا کہ حقیقت میں زیادہ حق کس کا ہے۔ (تحفۃ اللمی: ۵۲۹/۳)

## نکاح میں ولی زیادہ بااختیار ہے یا عورت

گذشتہ سطور کی بحث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ نکاح کے حوالہ سے عورت اور اس کے ولی کے حقوق وابستہ ہیں لہذا نکاح دونوں کی اجازت اور مرضی سے ہو یہ سب سے بہتر شکل ہے، لیکن ان دونوں میں کس کا اختیار زیادہ ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لڑکی کا حق زیادہ ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ولی کفو کے اندر لڑکی کے نکاح کا ارادہ کرے اور لڑکی منع کر دے تو اس پر جبر نہ کیا جائے گا، اور اگر عورت کفو میں نکاح کرنا چاہے اور ولی منع کرے تو ولی کو مجبور کیا جائے اور اگر ولی کسی طرح راضی نہ ہو قاضی لڑکی کی منشا کے مطابق نکاح کر دیگا، لڑکی کے نکاح میں زیادہ بااختیار ہونے کی وضاحت بخاری شریف میں موجود اس حدیث سے بھی ثابت ہوتی ہے جو اس کے بعد آرہی ہے کہ خساء بنت خذام رضی اللہ عنہا کا نکاح ان کے والد نے ان سے اجازت لئے بغیر کر دیا یہ بیوہ تھیں، ان کے شوہر جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے جب ان کو پتہ چلا تو انہوں نے اس نکاح کو ناپسند کیا، اور حضرت نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا، تو آنحضرت ﷺ نے اس نکاح کو ختم کر دیا، اس کے بالمقابل آنحضرت ﷺ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تو ان کا کوئی ولی ہاں موجود نہ تھا، ان کی طرف سے ان کے بہنوئی حضرت عباس رضی اللہ عنہا وکیل بنے اور انہوں نے نکاح کیا، معلوم ہوا کہ مقابلہ کے وقت لڑکی ولی سے زیادہ بااختیار ہے۔

**البکری ستاذن ابویا:** باکرہ کا باپ اس سے اجازت لے گا اس کے نکاح کے بارے میں، باپ کی قید اتفاق ہے، جو بھی ولی ہوگا وہ اجازت لے کر ہی نکاح کریگا، البتہ اگر بچی نابالغ ہے تو اس کی اجازت کے بغیر اس کے باپ اس کے دادا نکاح کر دیں گے تو نکاح ہو جائے گا، سیدنا صدیق

اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح جس وقت کیا تھا اس وقت وہ نابالغہ تھیں۔ (تحفۃ اللمعی: ۵۲۹/۳،  
مرقاۃ: ۲۶۶/۶)

## ثیبہ کی اجازت کے بغیر کئے ہوئے نکاح کا رد ہونا

{۳۱۲۳} وَعَنْ خُنْسَاءِ بِنْتِ خِذَامٍ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ ثَيِّبٌ فَكَرِهَتْ  
ذَلِكَ فَاتَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَزَدَ نِكَاحَهُ. (رواہ  
البخاری وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ مَاجَةَ نِكَاحَ أَبِيهَا)

**حوالہ:** بخاری شریف: ۲/۷۷۱، باب اذا زوج الرجل ابنته وهي كارهة، كتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۵۱۳۸۔

**ترجمہ:** حضرت خنساء بنت خدام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ بیوہ تھی تو ان کے والد نے  
ان کا نکاح کر دیا، ان کو یہ عقد پسند نہیں تھا، چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو  
آنحضرت ﷺ نے ان کے نکاح کو رد فرما دیا۔ (بخاری) ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ان کے  
باپ کے نکاح کو آنحضرت ﷺ نے رد فرما دیا۔

**تشریح:** اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ ثیبہ کی اجازت کے بغیر نکاح درست نہ ہو گا وہ اجازت  
دے گی تب ہی نکاح منعقد ہو گا چونکہ حضرت خنساء کے والد نے بیٹی کی مرضی کے بغیر نکاح کیا تھا، اور بیٹی  
نے اس کی شکایت آنحضرت ﷺ سے کی تھی، لہذا آنحضرت ﷺ نے نکاح فسخ کر دیا، یہیں سے یہ  
بات معلوم ہوئی ہے کہ ثیبہ اپنے بارے میں ولی سے زیادہ مختار ہے پورے ذخیرہ حدیث میں  
کہیں ایسا نہیں ہے کہ کسی بالغہ لڑکی نے ولی کی مرضی کے بغیر نکاح کیا ہو، اور آنحضرت ﷺ  
نے اس کو رد فرما دیا ہو۔

**مذاہب ائمہ:** باکرہ صغیرہ کا نکاح باپ اور دادا کریں گے، اور اس کو کوئی اختیار نہیں ہے  
اس پر اجماع ہے سوائے چند عراقی فقہاء کے کہ انہوں نے اس سے اختلاف کیا ہے لیکن ان چند کے  
اختلاف سے اجماع پر کوئی اثر نہیں اور باپ دادا کے علاوہ دیگر اولیاء کو امام شافعی رحمہ اللہ اور

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح کا اختیار نہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کہ اختیار تزویج تو ہے لیکن ان کے کئے ہوئے نکاح میں باکرہ صغیرہ کو اختیار حاصل ہے چاہے باقی رکھے چاہے رد کر دے۔

## ولی کا نابالغہ کا نکاح کرنا

{۳۱۲۴} وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سَبْعِ سِنِينَ زُفَّتْ إِلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِينَ وَلَعَبَهَا مَعَهَا وَمَاتَ عَنْهَا وَهِيَ بِنْتُ ثَمَانِي عَشْرَةَ. (رواہ مسلم)

حوالہ: مسلم شریف: ۴۵۶ / ۱، باب تزویج الاب البکر الصغیرہ، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۱۴۲۲۔

**حل لغات:** تزوج امرأة: عورت کو بیوی بنانا، شادی کرنا، زف العروس: دلہن کو شوہر کے پاس بھیجنا، اللعبة: کھلونا، ہر وہ چیز جس سے کھیلا جائے، گڑیا، جمع، لعب۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ان سے اس وقت نکاح کیا جب کہ ان کی عمر سات سال تھی، اور جب وہ رخصت ہو کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئیں تو ان کی عمر نو سال کی تھی، اور ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے، اور جب جناب آنحضرت ﷺ کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ (مسلم)

**تشریح:** اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ صغیرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر اس کا باپ کر سکتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سات سال کی عمر میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نکاح کر دیا تھا، ظاہر ہے اس عمر میں لڑکی سے اجازت لینے کا کوئی فائدہ تو ہے نہیں، کیوں کہ وہ نابالغہ ہے، اس کے قول و اقرار کا اعتبار نہیں، لہذا بغیر اجازت ہی نکاح کیا ہوگا، اور یہ نافذ ہو گیا، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نو سال کی عمر میں اپنے کھلونوں کے ساتھ آپ ﷺ کے گھر آ گئیں۔

**وہی بنت سبع سنین:** صاحب مرقات نے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک روایت میں سات سال کی عمر کا ذکر ہے، لیکن اکثر روایات میں نکاح کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر

کے بارے میں چھ سال کا ذکر آیا ہے، دونوں طرح روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہوگی کہ نکاح کے وقت درحقیقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال چند ماہ تھی، ایک روایت میں صرف سال پر اختصار کر کے چھ سال کہا ہے، اور دوسری روایت میں ساتویں سال کو سال شمار کر کے سات سال کی عمر ذکر کی ہے۔

(مرقاۃ: ۲۶۸/۶)

**وزفت:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جس وقت دلہن بنا کر بھیجا گیا اس وقت ان کی عمر صرف نو سال تھی، ان کی قلت عمر ہی کو بیان کرنے کیلئے احادیث میں وضاحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے کہ ان کے ساتھ ان کے کھلونے بھی آئے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے جتنی شادیاں کیں سب بیوہ بڑی عمر کی عورتوں سے شادی کی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صرف کنواری اور کم عمر تھیں، اس کی مصلحت کے سلسلہ میں مجدد ملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اسمیں حکمت یہ تھی کہ آنحضرت ﷺ نے امت کو یہ دکھایا تھا کہ جس شخص کی عمر زیادہ ہو اس کو کنواری بچی کے ساتھ کیسا برتاؤ کرنا چاہئے، عموماً عادت یہ ہے کہ ایسی صورت میں مرد کا برتاؤ اپنی عمر کے تقاضے کے موافق ہوا کرتا ہے، مگر حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو ان کی بچپن کی عمر کا تقاضا تھا، ان کے بچپن کی آنحضرت ﷺ پوری رعایت فرماتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ مسجد کے قریب جشی لڑکے عید کے دن کھیل کود کر رہے تھے، تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جشیوں کا کھیل دیکھو گی؟ انہوں نے خواہش ظاہر کی تو حضور ﷺ نے پردہ کر کے دیر تک ان کو کھیل دکھایا (اور وہ محض کہنے میں تو کھیل تھا اور نہ ورزش اگر اچھی نیت سے ہو تو عبادت ہے اور چوں کہ ان کھیلنے والوں کو دیکھنے میں کوئی فتنہ نہ تھا، اس لئے یہ شبہ بھی نہیں ہو سکتا کہ اجنبی مسردوں کو کیسے دیکھا) اور جب تک وہ خود ہی نہ ہٹ گئیں، اس وقت تک آنحضرت ﷺ برابر ہی کھڑے ہو کر ان کو کھیل دکھاتے رہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بچپن کی وجہ سے گڑبوں (یہ نام کی گڑیا تھی تصویر تھی) کے کھیل کا بہت شوق تھا اور محلے کی لڑکیاں بھی ان کے پاس کھیلنے کے لئے آتی تھیں، جب آنحضرت ﷺ گھر تشریف لاتے تو وہ لڑکیاں متفرق ہو جاتیں، حضور ﷺ ان کو جمع کر کے لاتے کہ آؤ بھاگتی کیوں ہو، جس طرح کھیلتی تھیں کھیلتی رہو۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مباحثت بھی کی کہ دیکھیں آگے کون

نکلتا ہے، اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہلکی پھلکی تھیں، وہ آگے نکل گئیں، کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ آنحضرت ﷺ نے پھر مسابقت کی اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بدن بھاری ہو چکا تھا، اس مرتبہ آنحضرت ﷺ کے آگے نکل گئے، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے فرمایا میں کنواری بچی کی دل جوئی اور دلدادگی اور اس کے جذبات کی عمر کی رعایت بڑھاپے میں کوئی مرد اس طرح کر سکتا ہے؟ جس حضور ﷺ نے کی، ”حاشا وکلا“ بوڑھوں سے یہ بہت دشوار ہے، مگر ہمارے حضور ﷺ نے اپنے بڑھاپے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو جوان شوہر کو اپنی جوان بیوی کے ساتھ کرنا چاہئے، بلکہ کوئی جوان بھی اتنا نہیں کر سکتا، جتنا حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا اس کی کھلی دلیل یہ ہے کہ ان کے کھلونے ان کے ساتھ تھے۔

**والصبا مہربا:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھلونے ان کے ساتھ تھے، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ گڑیا ہے، جس سے کم عمر کی لڑکیاں کھیلتی ہیں، قاضی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ اس سے گڑیا بنانے کا جواز معلوم ہوا، اور پنجیاں اس سے کھیل سکتی ہیں یہ بھی معلوم ہوا، حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس کو دیکھا لیکن منع نہیں فرمایا، لوگوں نے نقل کیا ہے کہ اس کا سبب بچوں کو اولاد کی پرورش کرنے کی تربیت دینا ہے، اس کا بھی احتمال ہے کہ جن احادیث میں تصویر سازی کی حرمت آئی ہے، ان سے اس حدیث کی تربیت کی مصلحت سے خاص کر لیا گیا ہو اور ایسا بھی ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ تصویر سازی کی حرمت سے پہلے کا ہو۔ (مرقاۃ: ۶/۲۰۶)

اس کے علاوہ ایک بات وہ بھی ہے جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں مذکور ہے کہ ”نام کی گڑیا تھی تصویر نہ تھی“ یعنی وہ کپڑے کے ٹکڑوں سے بنائی گئی تھی، اس میں آنکھ، ناک، کان وغیرہ شکل نہیں بنائی گئی تھی۔

**سوال:** کیا باپ دادا کے علاوہ دیگر اولیاء بھی نابالغ کا نکاح کر سکتے ہیں، اور کیا ان کے کئے ہوئے نکاح کی بھی وہی حیثیت ہوگی جو باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کی ہوتی ہے؟

**جواب:** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر ائمہ کے نزدیک دیگر اولیاء نکاح صغیرہ کا اختیار نہیں رکھتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک نکاح کا اختیار تو تمام اولیاء کو ہے، البتہ



بلوغ کے بعد باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح کو لڑکی فسخ نہیں کر سکتی ہے، جبکہ دیگر اولیاء کے کئے ہوئے نکاح لڑکی بلوغ کے بعد فسخ کر سکتی ہے۔

**ومات عنہا:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نو سال تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کی، آنحضرت ﷺ کے انتقال کے وقت ان کی اٹھارہ سال عمر تھی، آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تقریباً اڑتالیس سال حیات رہیں، تقریباً ترسٹھ سال کی عمر ۵۷ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، وصیت کے مطابق رات کے وقت جنت البقیع میں تدفین ہوئیں، اس وقت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروان کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے، لہذا انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی، قاسم بن محمد، عبد اللہ بن عبد الرحمن، عبد اللہ بن ابی عقیق، عروہ بن زبیر، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم نے قبر میں اتارا۔ (سیرت النبی)

## {الفصل الثانی}

### حق ولایت

{۳۱۲۵} عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ لَا نِكَاحَ إِلَّا بِوَلِيٍّ. (رواه احمد والترمذی وابوداؤد)

**حوالہ:** مسند احمد: ۳/۳۹۴، ابوداؤد: ۱/۲۸۴، باب فی الولی، ابن

ماجہ: ۱۳۵، باب لانکاح الا بولی، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۸۱،

دارمی: ۲/۱۸۵، باب النہی عن النکاح بغير ولی، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۸۳،

ترمذی شریف: ۱/۲۰۸، باب ماجاء لانکاح الا بولی، حدیث نمبر: ۱۱۰۱)

**ترجمہ:** حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ولی کی اجازت

کے بغیر نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

**تشریح:** لانکاح الا بولی: اسلامی معاشرہ میں عورتوں کے تمام امور مردوں کے توسط سے ہونا چاہئے، نکاح جیسا عظیم عمل ولی کی اجازت کے بغیر ہو جائے اس کو شریعت نے پسند نہیں کیا ہے۔

## اختلاف مذاہب

یہاں ایک اختلافی مسئلہ ہے جو نہایت اہم ہے، وہ یہ کہ امام مالک و شافعی و احمد کے نزدیک ولی کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا ہے بلکہ ان حضرات کا مسلک یہ ہے کہ عورتوں کی عبارت سے نکاح کا انعقاد نہیں ہوتا ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک عورتوں کی عبارت سے نکاح کا انعقاد ہوتا ہے، لیکن ولی کی رضامندی اور اذن ضروری ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بغیر اذن ولی عورتوں کی عبارت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، البتہ غیر مناسب جگہ میں شادی کرنے سے ولی کو خیار فسخ حاصل ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ و مالک و احمد دلیل پیش کرتے ہیں حضرت ابو موسیٰ کی مذکورہ حدیث سے جس میں آپ نے صاف فرمایا: "لانکاح الا بولی" ولی کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ دوسری دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے "ایما امرأة نکحت بغیر اذن ولیہا فنکاحها باطل" جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ رواہ الترمذی، صاحبین دلیل پیش کرتے ہیں حضرت ام سلمہ کی حدیث سے "دخل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاة ابی سلمة فخطبني الی نفسي۔ فقلت یا رسول اللہ لیس احد من اولیائی شاهد فقال لیس احد من اولیائك حاضر أو لا غائباً" او لا یرضانی، رواہ الطحاوی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عورتوں کی عبارت سے نکاح ہو جاتا ہے مگر ولی کی رضامندی ضروری ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہت سے دلائل ہیں۔

(۱)..... قرآن کریم کی بہت سی آیتوں میں نکاح کی نسبت عورتوں کی طرف کی گئی ہے، جیسے "فلا

تعصلوهن ان ینکحن ازواجہن حتی تنکح زوجاً غیرہ، فاذا بلغن اجلہن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن" تو ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ عورتوں کی عبارت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے ولی کی رضامندی اور اذن کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ولی کو منع

کیا جا رہا ہے کہ اس کے معاملہ میں دخل اندازی نہ کرے۔

(۲)..... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے "الایم احق بنفسها من ولیها" عورت اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت بنی کریم رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ کو نکاح کا پیغام دیا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے اولیاء میں کوئی موجود نہیں ہے، ارشاد فرمایا: تمہارے اولیاء میں تو کوئی ہے ہی نہیں نہ حاضر نہ غائب یا یہ ارشاد فرمایا: تمہارے اولیاء میں کوئی مجھ کو ناپسند نہیں کرے گا۔ رواہ مسلم۔

(۳)..... طحاوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ انہوں نے اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن کو منذر ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کر دی، حالانکہ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ زندہ تھے، اگرچہ غائب تھے، یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ولی نہ تھیں اور نہ ولی کی اجازت لی تھی اس کے باوجود نکاح منعقد ہو گیا، تو معلوم ہوا کہ بغیر ولی اور بغیر اذن ولی فقط عورت کی عبارت سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، نیز عقل کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ ایک آزاد انسان ہے اس کو اپنے مال و نفس میں تصرف کا پورا حق ہونا چاہئے ورنہ اس کی حریت میں داغ پڑیگا۔

ائمہ ثلاثہ نے جن دو حدیثوں سے دلیل پیش کی ان کا جواب یہ ہے کہ دونوں سند کے لحاظ سے بہت مختلف فیہ ہیں چنانچہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر کلام کیا اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کلام کیا ہے اور مرسل ہونے کو راجح قرار دیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ لافنی کمال کے لئے ہے، اگر ولی غیر مناسب دیکھے تو فسخ کر سکتا ہے، یا اس سے مراد صغیرہ و مجنونہ ہے اور ان کا نکاح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی بغیر ولی صحیح نہیں ہوتا ہے، یا ولی سے عام مراد لیا جائے کہ خود عورت اپنے نفس کی ولی ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ اگر عورت خود راضی نہ ہو تو نکاح نہیں ہوگا، لہذا یہ حدیث ہمارے خلاف نہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا دوسرا جواب یہ ہے کہ باطل کے معنی علی شرف البطلان میں۔ اس لئے کہ عورت غیر کفو میں یا مہر مثل کے کم میں نکاح کر لے تو ولی کو فسخ کرنے کا اختیار ہے، اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مذہب بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مانند ہے، اسی لئے تو انہوں نے اپنی

بہتجی کی بغیر اذن ولی شادی کر دی۔ لہذا جمہور کے معنی کے اعتبار سے روای حدیث کے قول و فعل کے ساتھ تعارض ہو جائے گا جو اصول کے خلاف ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب لینے سے تعارض نہیں ہوگا، لہذا یہی اولیٰ ہوگا پھر حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایسا قرینہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر ولی انعقاد نکاح ہو جاتا ہے وہ الفاظ یہ ہیں، ”ان دخل بها فلها المهر“ اگر نکاح درست نہیں ہوا تو مہر کیوں واجب ہوا، بیان ماسبق سے واضح ہو گیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہی راجح ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (درس مشکوٰۃ: ۱۳/۳، التعلیق: ۱۷/۴)

تفصیل کے لئے بذل المجہود اور درس ترمذی ملاحظہ فرمائیں۔

## حق ولایت اور سلطان نکاح

{۳۱۲۶} وَعَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ نَفْسَهَا بِغَيْرِ إِذْنٍ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ فَإِنْ دَخَلَ بِهَا فَلَهَا الْمَهْرُ مِمَّا اسْتَحَلَّ مِنْ فَرْجِهَا فَإِنْ اشْتَجَرُوا فَالْسلطانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَ لَهُ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ)

**حوالہ:** احمد: ۶۶/۶، ابو داؤد: ۲۸۴/۱، باب فی الولی، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۰۸۳، ترمذی: ۱۲۰۸/۱، باب ما جاء لانکاح الابولی، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۰۲، ابن ماجہ: ۱۳۵/۱، لانکاح الابولی، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۷۹، دارمی، ۱۸۵/۲، باب النهی عن النکاح بغیر ولی، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۱۸۴۔

**ترجمہ:** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے تو اس کا نکاح باطل ہے تو اس کا نکاح باطل ہے، پس اگر شوہر نے اس عورت سے جماع کر لیا تو اس عورت کے لئے مہر ہے شوہر کے عورت کی شرمگاہ کو حلال سمجھ کر فائدہ اٹھانے کی وجہ سے، اور اگر اولیاء جھگڑا کریں تو بادشاہ اس کا ولی ہے، جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

**تشریح:** حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر اولیاء عورت میں نکاح کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو اس صورت میں ولایت نکاح سلطان وقت کو ہوگی اس لئے کہ وہ اولیاء اختلاف کی وجہ سے ساقط اور کالعدم ہو گئے اور قاعدہ یہ ہے کہ جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو تو بادشاہ وقت اس کا ولی ہوتا ہے، یہ حدیث بظاہر جمہور کی صریح دلیل ہے کہ جو عورت اپنا نکاح خود کرے وہ باطل ہے، معلوم ہوا کہ عورت کو اپنے نفس پر ولایت نہیں ہے اور عبارات النساء سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

### حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کا حنفیہ کی طرف سے جواب

حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہماری طرف سے متعدد جواب دئے گئے ہیں۔

(۱) ... یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ ہے، جو ضعیف ہے "ضعفه البخاری وقال النسائی فی حدیثہ شئی"، دوسری وجہ ضعف کی وہ ہے جس کو خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر فرمایا ہے وہ یہ کہ اولاً یہ حدیث ابن جریج کو زہری سے بواسطہ سلیمان کے پہنچی تھی ابن جریج کہتے ہیں کہ میں بعد میں براہ راست زہری سے ملا اور ان کے سامنے اس حدیث کا ذکر کیا فانکرہ۔ انہوں نے اس کا انکار فرمایا۔

(۲) ... راوی حدیث یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل اس کے خلاف ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبد الرحمن کا نکاح منذر بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے کیا تھا جب کہ عبد الرحمن رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے بلکہ شام کے سفر میں تھے، معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک عورت کو باب نکاح میں حق ولایت حاصل ہے۔

(۳) ... یہ حدیث امتہ پر محمول ہے اس لئے کہ حرہ کے لئے ولایت کا ثبوت دوسری صحیح حدیث سے ثابت ہے "الا یمحق بنفسھا من ولیہا" عورت اپنے نفس کی اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔ اور اس کی من وجہ تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حدیث میں "مولیٰ" کا لفظ ہے "ولیٰ" کا نہیں "بغیر اذن موالیہا"۔

(۴) ... یا اس کو محمول کیا جائے غیر کفو پر اور باطل سے علی شرف البطلان مراد لیا جائے اس لئے کہ بالغہ کو

اپنا نکاح خود کر سکتی ہے لیکن اگر غیر کفو میں کرے تو ولی کو حق اعتراض حاصل ہوتا ہے۔  
 (۵)... یہ کہ اس کو صغیرہ پر محمول کیا جائے اس لئے کہ وہی نکاح بلا ولی ہے کبیرہ تو اپنے نفس کی ولی خود ہے یہ جواب "القول بموجب العلة" کی قبیل سے ہے کہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں عورت کا نکاح بغیر ولی کے صحیح نہیں اس لئے کہ نکاح صغیرہ پر ہی صادق آتا ہے نکاح بلا ولی اور نکاح کبیرہ نکاح بلا ولی ہے ہی نہیں۔

(۶)... یہ حدیث آپ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ جو عورت اپنے مولیٰ کی اجازت سے نکاح کرے وہ صحیح ہے جیسا کہ ابو ثور کا مسلک ہے کہ اگر عورت ولی کی اجازت کے بعد اپنا نکاح خود کرے تو وہ صحیح ہے۔ (الدر المنضود: ۳۵/۴)

## نکاح میں شہادت کی ضرورت

{۳۱۲۴} وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَغَايَا اللَّاتِي يَنْكِحْنَ أَنْفُسَهُنَّ بِغَيْرِ بَيِّنَةٍ، وَالْأَصْحَحُّ أَنَّهُ مَوْقُوفٌ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ. (رواه الترمذی)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۲۱۰/۱، باب ما جاء لانكاح الابينة، كتاب النكاح،

حدیث نمبر: ۱۱۰۳۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زانیہ ہیں وہ عورتیں جو بغیر گواہ کے اپنا نکاح کر لیں، زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف ہے۔ (ترمذی)

**تشریح:** نکاح کے لئے گواہوں کی موجودگی ضروری و لازمی شئی ہے، جو نکاح بغیر گواہوں کے ہوگا، وہ نکاح درست نہ ہوگا، اور فرضی نکاح کے بعد رضی اللہ عنہما اگر ایجاب و قبول کرنے والے صحبت کریں گے تو وظیفہ زوجیت کی ادائیگی نہ ہوگی، بلکہ کھلا ہوا زنا ہوگا۔

## نکاح میں بینہ کا حکم

نکاح کے وقت دو گواہوں کا ایجاب و قبول سننا ضروری ہے یا نہیں؟ ابن ابی لیلیٰ، ابو ثور اور اصحاب ظواہر کے نزدیک گواہ نکاح کے لئے شرط نہیں ہیں۔ (اعلاء السنن: ۱۱/۶۵)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔ (الکوکب الدرۃ: ۱/۳۳۰)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نکاح کے وقت دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ (المغنی ابن قدامہ: ۴/۴۵۱، الکوکب الدرۃ: ۱/۳۳۰)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بھی مشہور روایت یہی ہے۔ (المغنی لابن قدامہ: ۶/۴۵۰)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب عموماً یوں نقل کیا جاتا ہے کہ ان کے نزدیک دو گواہ ضروری نہیں اعلان ضروری ہے لیکن مالکیہ کی کتب کی چھان بین کے بعد ان کے مذہب کی صحیح تقریر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک عقد نکاح کے وقت دو گواہوں کا ہونا مندوب ہے اور دخول کے وقت تک دو گواہوں کو بنا لینا واجب ہے ائمہ ثلاثہ سے ان کا اختلاف یہ ہوا کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک عقد کے وقت دو گواہوں کا ہونا انعقاد عقد کے لئے ضروری ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو گواہ تکمیل عقد کے لئے ضروری ہیں۔ (دیکھئے الکوکب الدرۃ: ۱/۳۳۱)

زیر بحث حدیث حنفیہ اور جمہور کی دلیل ہے۔ (اشرف التوضیح: ۲/۴۳۷)

## نکاح کی نصاب شہادت

نکاح کے لئے دو گواہ ضروری ہیں، مسلک حنفیہ میں نکاح جس طرح دو مردوں کی گواہی سے منعقد ہو جاتا ہے اسی طرح ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے بھی منعقد ہو جاتا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک گواہوں کے لئے مرد ہونا ضروری ہے ان کے نزدیک ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر نہیں ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل وہ روایت ہے جس میں "شہادی عدل" کے الفاظ ہیں اس میں چونکہ مذکر کا صیغہ مستعمل ہے لہذا ان کے نزدیک گواہوں کا مذکر ہونا ضروری ہے لیکن یہ استدلال نہایت

ضعیف ہے اس لئے کہ عرف عام میں "شاہدین" دو گواہوں کے مفہوم میں وہ تمام لوگ آجاتے ہیں جو نصاب شہادت کو پورا کرتے ہوں اور نصاب شہادت بنص قرآن یہ ہے: "واستشهدوا شہیدین من رجالکم فان لم یکونارجلین فرجل وامراتان" اور اپنے میں سے دو مردوں کو گواہ بناؤ، ہاں اگر دو مرد نہ موجود ہوں تو ایک مسرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے ہو جائیں جنہیں تم پسند کرتے ہو (سورہ البقرہ، درس ترمذی)

## نکاح میں فاسق کی گواہی

فاسق گواہ بن سکتا ہے یا نہیں؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک گواہ کے لئے عادل ہونا لازم ہے لہذا ان کے نزدیک فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہے، جمہور کے نزدیک ہر شخص گواہ بن سکتا ہے خواہ فاسق ہو یا دین دار۔

## اجازت نکاح کی حیثیت

{۳۱۲۸} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَيْتِيْمَةٌ تُسْتَأْمَرُ فِي نَفْسِهَا فَإِنْ صَمَتَتْ فَهِيَ إِذْنُهَا وَإِنْ أَبَتْ فَلَا جَوَازَ عَلَيْهَا. (رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی ورواہ الدارمی عن ابی موسیٰ)

**حوالہ:** ترمذی شریف: ۱/۲۱۰، باب ماجاء فی اکراه الیتیمۃ علی التزویج، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۰۰۹، ابوداؤد ۱/۲۸۵، باب الاستیمار، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۰۹۳، نسائی شریف: ۲/۲۴، باب البکریزوجہا ابوہا وھی کارہۃ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۳۲۰۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کنواری لڑکی سے اس کے نکاح کے بارے میں اجازت حاصل کی جائے، اگر وہ خاموش رہے تو



اس کی خاموشی اس کی جانب سے اجازت ہے، اور اگر انکار کر دے تو اس پر جبر نہ کیا جائے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی نے اس روایت کو حضرت ابو موسیٰ سے روایت کیا ہے۔

**تشریح:** تستامر الیتیمۃ فی نفسہا فان سکتت فهو اذنیہا: اس حدیث میں یتیمہ بالاتفاق اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہے، اس لئے کہ یتیمہ تو وہ صغیرہ لڑکی ہے جس کے باپ نہ رہا ہو، اور ظاہر ہے کہ صغیرہ کی اجازت کسی فقیہ کے نزدیک بھی معتبر نہیں، لہذا اس سے بکر بالغ مراد ہے، جس کو یتیمہ شفقۃً ماکان کے اعتبار سے کہا گیا ہے کما فی قولہ تعالیٰ "واتو الیتامی اموالہم" اور یتیموں کو ان کے مال دیدو۔ اور قسریٰ نہ اس کا کہ اس سے باکرہ مراد ہے یہ ہے کہ آگے اس حدیث میں فرما رہے ہیں کہ "فان صمتت فهو اذنیہا" یعنی اس کے سکوت کو اذن قرار دیا جا رہا ہے اور دوسری احادیث سے صراحت ثابت ہے کہ سکوت کا اذن ہونا باکرہ کے حق میں ہے، "فثبت بالامرین ان المراد بالیتیمۃ البکر البالغ"

باکرہ کے حق میں سکوت کا اذن ہونا تو اتفاقی مسئلہ ہے لیکن بکاء کا اذن ہونا مختلف فیہ ہے، حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک تو بکاء بھی اذن کے حکم میں ہے اس میں مالکیہ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک بکاء اذن نہیں ہے، اور شافعیہ کے نزدیک نفس بکاء تو اذن ہے لیکن اگر بکاء چیخ و پکار کے ساتھ ہو تو اذن نہیں، اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ بکاء میں تفصیل ہے کہ اگر آنسو گرم ہیں تو اجازت نہیں ہے اور اگر ٹھنڈے ہیں تو اجازت ہے۔ (الدر المنصور: ۴۰/۴، التعلیق: ۱۹/۴، مراۃ: ۶۲/۲)

## غلام کا آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا

{۳۱۲۹} وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ أَنَّمَا عَبْدٌ تَزَوَّجَ بِغَيْرِ إِذْنِ سَيِّدِهِ فَهُوَ عَاهِرٌ - (رواہ الترمذی و ابوداؤد

والدارمی)

**حوالہ:** ابوداؤد شریف: ۱/۲۸۴، باب فی نکاح العبد بغیر اذن سیدہ، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۲۰۷۸، ترمذی شریف: ۱/۲۱۱، باب ما جاء فی نکاح العبد،

کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۱۱۱۱، دارمی: ۲/۲۰۳، باب فی العبد یتزوج بغیر اذن سیدہ، کتاب النکاح، حدیث نمبر: ۲۰۹۶۔

**ترجمہ:** حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ جس غلام نے اپنے آقا کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو وہ زنا کرنے والا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، دارمی)

**تشریح:** ایما عبد تزوج بغیر اذن سیدہ: غلام کے ذمہ آقا کی خدمت لازم ہے، اور نکاح کے نتیجہ میں عائد ہونے والی ذمہ داریاں خدمت آقا میں خلل انداز ہوتی ہیں، لہذا غلام اور باندی کے لئے نکاح سے پہلے آقا کی اجازت لینا ضروری ہے۔

**ضہو عابر:** عابر بمعنی زانی ہے یہ تو ظاہر ہے کہ غلام کو بغیر اذن کے نکاح نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر وہ کر لے تو پھر مسئلہ اختلافی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اور احمد رحمہ اللہ کے نزدیک نکاح فاسد ہے اور ہمارے یہاں موقوفاً علی اجازت المولیٰ صحیح ہے "وعند الامام مالک یجوز لکن للمولیٰ فسخہ" اور داؤد ظاہری کے نزدیک جائز اور صحیح ہے۔

**اذا النکاح عندہ من الفروض:** وہ کہتے ہیں کہ جو چیز فرض عین ہو وہ محتاج اذن نہیں ہے "اذا نکح العبد بغیر اذن مولاه فنکاحہ باطل" جب غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کرے تو وہ نکاح باطل ہے۔ یہ شافعیہ و حنابلہ کی دلیل ہے اور اپنے ظاہر پر ہے اور عند الحنفیہ مؤول ہے یعنی فی الحال غیر معتبر اور غیر نافذ ہے بلکہ اجازت مولیٰ پر موقوف ہے۔ (الدر المنصور: ۳۱/۴، مرقاۃ: ۶/۲۷۲، تعلیق: ۴/۱۹)

## {الفصل الثالث}

### فسخ نکاح کا اختیار

{۳۱۳۰} وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ إِنَّ جَارِيَةً بَكَرَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَتْ أَنَّ أَبَاهَا زَوَّجَهَا وَهِيَ

كَارِهَةٌ فَخَيَّرَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - (رواہ ابو داؤد)

**حوالہ:** ابو داؤد شریف: ۲۸۵/۱/۲۸۶، باب فی البکریز ووجہا ابوہا، کتاب

النکاح، حدیث نمبر: ۲۰۹۶۔

**ترجمہ:** حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک باکرہ لڑکی جناب حضرت رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آئی، اور اس نے بتایا کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے، اور وہ خود اس عقد کو ناپسند کرتی ہے، آنحضرت ﷺ نے اس لڑکی کو اختیار عطا فرمادیا۔ (ابو داؤد)

**تشریح:** یہ مسئلہ پہلے گزر چکا کہ ولایت اجبار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف اب اور جد کے لئے ہے، بخلاف حنفیہ کے کہ ان کے نزدیک تمام اولیاء کے لئے ہے لیکن فرق یہ ہے کہ لڑکی کو بعد البلوغ اب اور جد کی صورت میں اختیار حاصل نہیں ہوتا اور دوسرے اولیاء کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔

**ان جاریۃ بکرا انت النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ:** یعنی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک باکرہ بالغہ نے آکر شکایت کی کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کر دیا ہے، اس پر آنحضرت ﷺ نے اس عورت کو اختیار مرحمت فرمایا یہ حدیث مسلک احناف کے عین موافق ہے کہ بالغہ پر کسی کو حق اجبار نہیں ہے اگرچہ وہ باکرہ ہی کیوں نہ ہو، لہذا یہ حدیث جمہور کے خلاف ہوئی۔ (الدر المنصور: ۴/۳۱، مرقاۃ: ۶/۲۷۳)

## عورت عورت کا نکاح نہ کرے

{۳۱۳} وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ وَلَا تُزَوِّجُ الْمَرْأَةَ نَفْسَهَا فَإِنَّ

الزَّانِيَةَ هِيَ الَّتِي تُزَوِّجُ نَفْسَهَا - (رواہ ابن ماجہ)

**حوالہ:** ابن ماجہ: ۱۳۵، باب لا نکاح الا بولی، کتاب النکاح، حدیث

نمبر: ۱۸۸۶۔

**ترجمہ:** حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد

فرمایا: کہ عورت دوسری عورت کا نکاح نہ کرے، اور نہ کوئی عورت اپنا نکاح کرے، بے شک جو عورت اپنا نکاح خود کرتی ہے، وہ زنا کاری میں مبتلا ہوتی ہے۔ (ابن ماجہ)

**تشریح:** لَا تَزُوجِ الْمَرْأَةَ الْمَرْأَةَ: اس میں نفی معنی میں نہیں کے ہے اور یہ نبی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تنزیہی ہے اس لئے کہ وہ اس بات کو اہمیت دیتے ہیں کہ عورت کا نکاح ولی کے ذریعہ ہو اور جس کا کوئی ولی نہ ہو تو پھر اس کا ولی قاضی ہے، "وَلَا تَزُوجِ الْمَرْأَةَ نَفْسَهَا" اور عورت خود اپنا نکاح نہ کرے حنفیہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی عورت اپنا نکاح بلا شاہدین کے نہ کرے اور نہ غیر کفو میں کرے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ بلا ولی کے نہ کرے، "فَانِ الزَّانِيَةُ هِيَ الَّتِي تَزُوجُ نَفْسَهَا" جو عورت خود سے بلا گواہوں کے یا غیر کفو میں نکاح کرے وہ نکاح معتبر نہیں اور مجامعت حرام ہے خطیب نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت کی ہے، "اِمَّا امْرَأَةٌ تَزُوجُ نَفْسَهَا مِنْ غَيْرِ وَلِيٍّ فَهِيَ زَانِيَةٌ" جو عورت اپنے ولی کے بغیر اپنا نکاح کرے وہ زانیہ ہے۔ (انوار المصابیح: ۶/۶۲) تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔

## بلوغ کے بعد جلد نکاح کر دینا چاہئے

{۳۱۳۲} وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ وَلِدَ لَهٗ وَلَدًا فَلْيُحْسِنِ اسْمَهُ وَآدَبَهُ فَإِذَا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجْهُ فَإِنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجْهُ فَأَصَابَ إِثْمًا فَأَتَمَّا إِثْمُهُ عَلَى أَبِيهِ.

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاهلین، حدیث

نمبر: ۸۶۶۶۔

**حل لغات:** الولد: لڑکا، اولاد، نسل، ولد، کا اطلاق واحد، تثنیہ، جمع، مذکر اور مؤنث سب پر ہوتا ہے، ادب: (ن) ادب سکھانا، اخلاق سکھانا۔

**ترجمہ:** حضرت ابوسعید اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص کے یہاں لڑکا پیدا ہو، تو اس کو چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے، اس کو ادب

سکھائے، پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کر دے، اگر لڑکا بالغ ہو گیا اور اس کا نکاح نہیں کیا اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گیا تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہو گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

**تشریح:** اس حدیث میں والدین کو اولاد کے حقوق کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، بچے کے تین حقوق ہیں۔

(۱)..... بچہ کا عمدہ اور مناسب نام رکھا جائے، کیوں کہ نام کے اثرات انسان کی شخصیت پر پڑتے ہیں، والد اگر خود با معنی اسلامی نام رکھ سکتا ہو تو رکھے ورنہ کسی پڑھے لکھے سمجھدار شخص سے پوچھ کر اس کا نام رکھے۔

(۲)..... جب ہوش سنبھالے تو اس کی اچھی طرح تعلیم و تربیت کی فکر کرے، اس کو اللہ اور رسول ﷺ کے حقوق سے آگاہ کرے اور ضروریات دین سے واقف کرائے۔

(۳)..... جب تعلیم و تربیت کا مرحلہ گزر جائے اور لڑکا شادی کی عمر کو پہنچ جائے تو مناسب لڑکی تلاش کر کے اس کا نکاح کر دے، تاکہ لڑکا جنسی بے راہ روی کا شکار نہ ہو اگر والد نے قدرت کے باوجود اپنے لڑکے کا نکاح نہیں کیا، اور لڑکا بدکاری میں ملوث ہو گیا تو لڑکا تو گنہگار ہو گا ہی ساتھ میں اس کے والد بھی اللہ کی بارگاہ میں مجرم قرار پائیں گے کیونکہ یہ لڑکے کی بے راہ روی کا ذریعہ بنا ہے۔ واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ کا یہ حکم زجر و توبیخ میں مبالغہ و تاکید پر محمول ہے اس لئے کہ یوں تو ظاہر حدیث کی دلالت اس پر ہے کہ فعل گناہ کا سارا گناہ باپ پر ہو گا اور بیٹے صاحب بالکل بے داغ محفوظ رہیں گے حالانکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا: ”کل نفس بما کسبت رہینۃ“ ہر شخص اپنے کرتوت کی وجہ سے گروی رکھا ہوا ہے۔ (سورہ المدثر) اور ”ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ“ اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہو گی وہ اسے دیکھے گا۔ (سورہ الزلزال) قرآن کریم کی ان آیات کے پیش نظر حدیث کو زجر و توبیخ پر محمول کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے۔ (التعلیق: ۴/۲۰۰)

**ولد:** لڑکا اور لڑکی دونوں اس میں داخل ہیں، ”فلیحسن اسمہ“ چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے۔ بچہ کا نام رکھنے میں جلدی کرنا چاہئے اور نام ایسا رکھنا چاہئے جو اچھا اور با معنی ہو، بچہ کا نام انبیاء اور صالحین کے نام پر رکھنے کی کوشش کرنا چاہئے نام رکھنے میں بے توجہی نہ برتنا چاہئے، اس لئے کہ قیامت

کے دن انہی ناموں کے ذریعہ سے پکارا جائے گا، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے، ”انکم تدعون یوم القیامۃ باسمائکم واسماء آبائکم فاحسنوا اسمائکم“ تم کو قیامت میں اپنے ناموں اور باپوں کے ناموں سے ساتھ پکارا جائے گا اس لئے اپنے نام اچھے رکھو۔ (ابوداؤد)

قیامت کے دن تمہیں تمہارے ناموں اور تمہارے باپوں کے ناموں سے پکارا جائے گا، لہذا تم اچھے نام رکھا کرو۔ ”وادبہ“ بچوں کی بہتر تعلیم و تربیت باپ کی ذمہ داری ہے، باپ کے لئے اپنے بیٹے کے حق میں سب سے بہتر تحفہ اچھے آداب سکھانا ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے، ”ما نحل والد ولداً افضل من ادب حسن“ کسی باپ نے اپنے بیٹے کو حسن ادب سے افضل کوئی عطیہ نہیں دیا۔

(ترمذی)

بچے کی دینی تربیت ماں باپ دونوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے، آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے، ”علموا اولادکم واهلیکم الخیر وادبوہم“ اپنی اولاد اور اپنے گھر کے لوگوں کو اچھی اور عمدہ باتوں کی تعلیم دو، اور انہیں ادب سکھاؤ، آج کل والدین کو اپنی اولاد کی نالائقی کی شکایت رہتی ہے لیکن کیا وہ اپنے گریبان میں جھانک کر یہ دیکھنے کی زحمت گوارہ کرتے ہیں کہ انہوں نے بچے کو دینی تعلیم و تربیت دلانے میں کیا رول ادا کیا تھا، جو والدین اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا خیال رکھتے ہیں، عموماً ان کے بچے والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوتے ہیں۔

**فاذا بلغ فلیزوجه:** جب بچہ اور بچی بالغ ہو جائیں تو والدین کے لئے جس قدر جلد ممکن ہو ان کا مناسب جوڑا تلاش کر کے نکاح کر دیں اس میں ہرگز تاخیر نہ کریں، آنحضرت ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ”یا علی ثلاث لا توخرھا: الصلاة اذا اتت، والجنابة، اذا حضرت، والایم اذا وجدت لھا کفوا“ اے علی رضی اللہ عنہ تین چیزوں میں دیر نہ کرنا، نماز میں جب اس کا وقت آجائے، جنازہ میں جب وہ تیار ہو جائے، اور بے نکاح لڑکی یا لڑکے کی شادی میں جب اس کا مناسب جوڑا مل جائے۔ (ترمذی)

## ایضاً

{۳۱۳۳} وَعَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا

عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فِي التَّوَارَةِ مَكْتُوبٌ مَنْ  
بَلَغَتْ ابْنَتُهُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ سَنَةً وَلَمْ يُزَوِّجْهَا فَاصَابَتْ اِثْمًا فَإِنَّهُ ذَالِكُ عَلَيْهِ .  
(رواهما البيهقي في شعب الایمان)

**حوالہ:** بیہقی فی شعب الایمان، باب فی حقوق الاولاد والاهلین، حدیث

نمبر: ۸۶۷۰۔

**ترجمہ:** حضرت عمر بن خطاب اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت  
رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی لڑکی کی عمر بارہ سال کی ہوگئی  
اور اس نے لڑکی کا نکاح نہیں کیا، پھر اس لڑکی سے بدکاری ہوگئی تو اس کا گناہ لڑکی کے باپ پر ہے۔ ان  
دونوں روایتوں کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

**تشریح:** ولم یزوجهما: مطلب یہ ہے کہ کفو میں بہتر رشتہ میسر تھا، لیکن باپ نے نکاح نہیں کیا،  
”فأصابته اثمًا“ زنا یا دواعی زنا مثلاً بد نظری اور بوس و کنار میں مبتلا ہوگئی، ”فأثم ذلك“ اگرچہ باپ نے  
براہ راست معصیت کا ارتکاب نہیں کیا ہے لیکن ایک درجہ میں سبب بنا ہے، لہذا وہ بھی گنہگار ہوگا۔

تم الجزء السادس عشر من الرفیق الفصیح

للمشکوۃ البصایح بحمد الله واحسانه وبمنه وكرمه تبارك و

تعالیٰ ویلیہ الجزء السابع عشر ان شاء الله تعالیٰ اولہ

کتاب الخلع والطلاق

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب

الرحيم بحرمة حبیبك سید المرسلین صلی الله تعالیٰ علیہ وعلى آله

واصحابہ اجمعین الی یوم الدین۔

محمد فاروق غفرلہ

۲۵ / رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ